U7684

نمبر ۱ | مشہور عالم رسالہ اصلاح کا یہ ضمیمہ پرچہ ہے جو ۵ کو شائع ہوتا ہے | جلد ۱

قیمت سالانہ مع محصول عـہ
امراء و رؤسا سے ۴ہ | ۵ محرم سنہ ۱۳۲۳ھ | اڈیٹر علی حیدر
دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

اغراض و مقاصد

(۱) یہ رسالہ اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بحث چلے ہو رہے ہیں [illegible] اسکا مفصل جواب اور علماء کرام کے حالات بطور کتب و رسائل لکھے جاتے ہیں

(۲) جب اخبار و رسالہ جات کو فرصت ہو تو اون مختصر رسائل پر توجہ کی جاتی ہے جو مخالفین مذہب سے بغرض تشنیع مذہب شیعہ کے مقابل میں شائع ہوئے۔

(۳) ان کتب و رسائل سے آیات بینات ہدایات الرشید منہاج ابن تیمیہ کا رد عربی زبان میں بھی خاص طور پر لکھ کر شائع ہو

(۴) حجم اس رسالہ کا ابھی مختصر قرار دیا جاتا ہے مگر قوم کی توجہ ہونے پر عنقریب مجموعہ اسکا بڑھا دیا جائیگا۔

(۵) نامہ نگار [illegible] علما [illegible] حضرات علم کلام میں تحریر کریں یا علما متقدمین کی سوانح عمریاں مفصل یا مختصر [illegible] پوری تحریر [illegible] شائع ہوگی

(۶) جواب طلب امور کے لئے [illegible] کا آنا ضروری ہے

(۷) ۵ خریدار دینے پر رسالہ مفت مل سکتا ہے بعد [illegible] خریدار دینے والا الشمس اور اصلاح دونوں لے سکتا ہے

(۸) بحیثیت [illegible] سو روپیہ دینے والا الشمس کا مربی قرار دیا جائیگا جسکا نام نامی ہر نمبر رسالہ پر درج رہیگا

(۹) چونکہ اس کتاب میں خاص طور پر علم کلام پر بحث رہیگی لہذا کتابوں کی خاص طور پر [illegible] اسکا باقاعدہ [illegible] ادا کیا جائیگا۔

وجہ تسمیہ

(۱) اس رسالہ کا نام الشمس اس وجہ سے اختیار کیا گیا کہ وجود و نمار شمس کی بدولت ہو شب [illegible]

(۲) حدیث نجوم باطل اور موضوع ہے جسمیں اصحاب کالنجوم بنایا گیا ہے اور رد الشمس کی حدیث صحیح و مشہور ہے کہ جناب امیر المؤمنین کیلئے دو مرتبہ آفتاب کی رجعت ہوئی۔

(۳) الشمس سے [illegible] ستاروں کی حرکت [illegible] اندھیر جاتی [illegible] یہ امید ہے کہ اس آفتاب عالمتاب کے نکلتے ہی [illegible] والی رات کے جگنو غائب ہوجائینگے کیونکہ حدیث نجوم بھی [illegible] ہے۔

(۴) شمس کی حرارت سے جسم و روح میں تازگی قوت پیدا ہوتی ہے اور رات کا وقت خدا نے آرام کے واسطے بنایا ہے۔ عمر کا بڑا حصہ خواب غفلت میں بسر ہو چکا اب بیداری کا وقت ہے

(۵) آفتاب کا مغرب سے نکلنا اسکی دلیل ہے کہ دنیا کے بکھیڑے ختم ہوے اب فردای قیامت کی صبح نمودار ہے الشمس کا یہی مقصد ہوگا کہ لوگوں کو راہ آخرت دکھائے اور بتائے کہ اوس روز جب آفتاب سوا نیزہ پر آئیگا تمکو کہیں پناہ نہ ملیگی بجز اسکے کہ لواء الحمد کے سایہ میں او جو حامل لواء الحمد اور ساقی کوثر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔

لندن مین محرم ڈیلی ٹرائیفک مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء مین اس مجلس کی کارروائی اسطرح درج ہی - ایک بالاخانہ مین کل کی تاریخ قریب ۴۰ مسلمانونکے سالانہ رسم اور شہادت کے واقعات سننے کیلیے جمع ہوئے یہ واقعات ایک صاحب جو اولاد رسول مین تھے جنکا نام مرزا محمد جواد ہی بیان کیے - ایرانی لوگ اور ایک شاہزادہ ولایت اور باقی ہندوستانی وہان جمع تھے - ہر ایک شخص جو کمرہ مین داخل ہوتا تہا اپنے جوتے اوتار کر اپنی قوم کے رسوم کے مطابق میز قالین کے گرد فرش پر بیٹھتے تھے - ذاکر ایرانی فیشن کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور ایک کرسی پر بیٹھے تھے جسپر سیاہ کپڑا پڑا ہوا تہا اونکے برابر ایک منبر پر ایک ہار سفید پہولونکا تہا اور خوشبودار مصالح آتشدانون مین سلگ رہا تہا جس سے خوشگوار و معطر خوشبو پھیل رہی تھی - واقعات فارسی عربی مین پڑھے گئے یا عربی آمیز فارسی مین کبھی کبھی آہستہ آہستہ اور کبھی زیادہ آواز مین اسطرح کہ اجنبی بھی اون فقرات کو سمجھ سکتا تہا کہ جو درد آمیز اور جوش دلانے والے اور موثر تھے بعض مسلمانونکو تاب ضبط باقی نہ رہی اور باواز بلند رونیلگے اور سر جھکائی ہوے اون مضامین کو سنتے رہے آخر کار مجلس ختم ہوگئی - آہستہ سے مرزا محمد جواد ذاکر نے اپنی کتاب بند کی اور تھوڑی دیر خاموشی سے دعا مانگا کئے پانی چارونطرف تقسیم کیا گیا تاکہ وہ لوگ جنکو رقت آئی تہی اپنے آنسو بھرے چہرونکو دہو لین یا اپنے ہاتھ دہو لین یہ رسم ذاکر نے اول ادا کی اوسکے بعد ہر ایک شخص کو پلاؤ اور شربت تقسیم کیا گیا حسب خواہش بعض نے نوش کیا اور بعض نے لیلیا اور مسلمان رخصت ہوئے اور مجلس برخاست ہوئی -

(سرمہ روزگار آگرہ)

حادثہ عظمی یہ بہی ہماری مردہ قوم کی بدبختی ہی کہ علماء اعلام ایدہم اللہ و ابقاہم کی افراد فرید روز بروز کم ہوتی جاتی ہی - ابہی علامہ شیرسانی ذی شرادکے ماتم کا آنسو نہ سوکہا تہا کہ ۱۸ محرم کو حجۃ الاسلام شیخ العلماء آقا شیخ محمد حسن مامقانی اعلی اللہ مقامہ نے انتقال کیا - آپکا وجود ذیجود مغتنمات زمانہ سے تہا اسلاف کے معاصرین سی تھے قیام نجف اشرف مین تہا مگر ۱۳۲۲ء مین جب مین مشرف بہ زیارت ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ بوجہ ناسازی مزاج کے ملک ایران تشریف لیگئے ہین مگر وہان بہی آرام نہ ملا نجف اشرف تشریف لائے اور رہگرائے عالم قدس ہوئے جنازہ اونکا بکمال عظمت و جلالت اوٹہایا گیا تمامی علماء و طلبہ شریک تہے - جناب شیخ العلماء آقا شیخ محمد طہ دامت برکاتہ نے نماز جنازہ پڑہی جو اجل علماء نجف اشرف سے ہین - اور پائین صحن اقدس خاص حجرہ مین مدفون ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون مومنین کو مناسب ہے کہ ہر جگہ مجالس عزا قایم کرکے فاتحہ خوانی بجا لائین کہ اب ایسے مقدس وجود کا ملنا دنیا مین ناممکنات سے ہی - جناب مرحوم کے دو فرزند ارجمند آقا شیخ ابو القاسم اور شیخ عبد اللہ بہی حد رشد و کمال پر فائز ہین سلمہم اللہ و ابقاہم -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد

والہ الطاہرین

لکھنؤ سے ایک گمنام پرچہ نکلنا شروع ہوا ہے جو اس غرض سے کہ اوسکی اشاعت بخوبی ہو اور مال وافر ہاتھ آئے۔ اپنا یہ مقصد قرار دیتا ہے کہ شیعون کے کتب کلامیہ کا رد کرے اور مذہب اہل سنۃ کے جلوہ کو باقی رکھے۔

ہمکو اس اخبار سے خبر و مسرت ہوئی کیونکہ اس ذریعہ سے احقاق حق جلد ہو جائیگا۔ فریقین کو اب بڑا کتاب لکھنے کی نوبت نہ آئیگی جسمین ناحق قوم کے مال کا خون ہوگا اور مصنفین کی عزیز عمرین تلف ہونگی یہ ذریعہ اسلیے بھی عمدہ ہے کہ ہمارے ایک مسلمان بھائی کو محنت کرکے روٹی کمانیکی عادت پڑے گی کیونکہ پیری مریدی کے سلسلہ نے بالکل نکما کر دیا ہے وعظ او نماز عید کے پیسون نے بالکل بیکار کر دیا ہے مولود خوانی اور وظائف نے جو امیرون کے یہان سے ملتے ہین۔ نہ صرف مغرور و متکبر بنا دیا ہے بلکہ علوم سے بالکل بے بہرہ کر دیا ہے نہ کتاب دیکھنا ہے نہ محنت کرنا صرف گھر گھر گھوم کر ہاتھ پیر چوموانا اور فتوی پر مہر یا دستخط کر دینا کام رہ گیا ہے۔

جب وہ اس وادی پرخار مین قدم رکھینگے مطالعہ کتاب کیلیے دو چار گھر انکو گھومنا پڑے گا۔ دو چار مولویون کے آگے سر جھکانا۔ کتاب دیکھنا۔ مطالب کا انتخاب کرنا اور سوال کے مطابق جواب چننا پڑے گا۔ پھر مسودہ طیار کرنا پڑیگا۔ کاتب و مصحح ملازم رکھینگے۔ غرض محنت و مشقت ہوگی روپیہ کمائینگے اور خرچ کرینگے۔ دعوائے خدائی اور خبط انا ولا غیری دماغ سے نکل جائیگا اور آدمی بنینگے۔

ان وجہون سے تو ہمکو مسرت ہوتی ہے۔ مگر افسوس اسکا ہوتا ہے کہ ناحق مسلمانون کا مال کثیر برباد ہوگا کیونکہ اڈیٹر صاحب اس اخبار کا چندہ سب سے لینگے اور خاطر خواہ لینگے جس سے انکا پیٹ بڑھیگا اور غربا کا خون سوکھیگا۔ اور کوئی کام نہ نکلیگا بلکہ جو کہ بے پڑھے جاہل ان کے پیچھے چڑھ کر اور بھی گمراہ ہونگے مگر ہمین بہت جلد الشمس کی عالمتاب روشنی سے دن نکل آئیگا اور بھولے بھٹکون کو راہ مل جائیگی ظلمت شب کا اثر کافور ہو جائیگا اور نور شمس ایک عالم کو منور کردے گا۔

اب ہم اس تمہید کو یہین تمام کرکے اصل مطلب پر متوجہ ہوتے ہین کیونکہ کوکب ذو ذنب یا ستارہ دمدار

جو عام طور سے منحوس سمجھا جاتا ہے، رمضان المبارک سے نکل رہا ہے اور ہمکو ۲۱ رکی شب کو جو شب شہادت مشہور ہے ملا۔ پھر اس پانچ مہینہ مین اوسنے کتنی منزلین ظلمت کی کاٹی ہونگی لہذا جہان تک جلد ہوسکے الشمس کے ضوء نور فشان سے اس اندھیر کو مٹانا چاہئے کیونکہ آفتاب کی سرعت رفتار مسلم ہے جو قمر کے ایک ماہ کے ادوار کو ایکروز مین طے کرتا ہے۔

پچھلے نمبر مین وہ دنیا کے دو فریق بامذہب اور لامذہب، کو چار پانچ سطرون مین بتا کر اسلام کے مذہب پر آئے ہین اور اون مین وہ ایک مہذب مناظرہ کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہین،، مگر افسوس کہ الشمس کی روشنی مین یہ اندھیری شب ٹھہر نہین سکتی۔ مناظرہ کی یہ شان بتاتے ہین کہ انبیا کے فرایض مین ایک اہم طریقہ قرار دیا گیا تھا،، "یا اب وہی مناظرہ ہے کہ انسانی عادات مین ایک بدترین عادت اور ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا جاتا ہے،، مگر یہ صرف فرقہ اہل سنتہ کی حالت ہے چنانچہ خود لکھتے ہین "مسلمانون مین اور خاصکر اہل سنتہ والجماعتہ کی گروہ مین مناظرہ اور اظہار حق کا طریقہ حد سے زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہے نہ عوام کو اس سے چندان دلچسپی ہے نہ خواص کو اسطرف کچھ ایسی توجہ ہے،،

اہل سنتہ کا گریز مناظرہ سے کچھ آج جدید نہین ہے بلکہ قدیمہ[۵۱] سے یہی رفتار ہے چنانچہ خود لکھتے ہین "بزرگان سلف سے اسکی مخالفت منقول ہے امام شافعی سے اسکی مخالفت منقول ہے کہ من تکلم فقد تزندق یعنی جسنے علم کلام اختیار کیا وہ بیدین ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ سے بھی کچھ ایسا ہی منقول ہے۔ یہ بھی امام ابوحنیفہ کی زبانی بیان کیا جاتا ہے کہ مجھے علم کلام مین عجب ملکہ تھا ایک زمانہ دراز تک میرا یہی مشغلہ تھا معتزلہ خوارج وغیرہ کل فرقون سے میرے مباحثے رہے اور الحمد للہ کہ مین نے سب کو مغلوب کیا۔ کوفہ مین بعض خاص فرقون کا مجمع تھا ان سے مین بحث کرتا اور غالب آتا مگر جب مین سن رسیدہ ہوا تو مین نے خیال کیا کہ یہ طریقہ تو سلف صالح کا نہ تھا صحابہ وتابعین کی یہ روش نہ تھی انھون نے کبھی ان امور مین غور وخوض نہین کیا بلکہ خود ان امور سے باز رہے اور دوسرونکو ان سے منع کیا بس یہ خیال کرکے مین نے علم کلام سے منہ پھیر لیا اور اپنی اس قدیمی روش کو بالکل ترک کر دیا،،

پھر نہ معلوم کیون انہون نے اپنے دو تو امام کی مخالفت کو جایز رکھا اور اس علم کلام مین قدم ڈالا جسسے من تکلم فقد تزندق کے مصداق بنینگے۔

---

۵۱ یہ بحث نہایت تفصیل سے آیندہ مذکور ہوگی جہان نفس علم کلام کے حالات مرقوم ہونگے ۱۲

جس مناظرہ نہ کرنے پر اڈیٹر صاحب اینو فقرہ پر اعتراض کرتے ہین اوسیکو مولوی خلیل احمد صاحب اپنے ہدایات الرشید مین عام طور پر اہل سنتہ کا معمول یہ قرار دیتے ہین چنانچہ لکہتے ہین کیونکہ اول عموما اہل سنت کو مناظرہ کیطرف توجہ نہین ہوتی،، صفحہ ۱۴ پھر کیون اڈیٹر صاحب نے راستہ جیسے کی غلاف بات کی مگر ہان اسکی وجہہ بھی خود اڈیٹر صاحب نے لکہتے ہین "ایک مرتبہ اسی قسم کا جواب تذکرہ ایک شیعی دوست سے ہوا تو اونہون نے نہایت بے تکلفی سے مجھے یہ جواب دیا کہ جبکو جس قدر ملتا ہے وہ اسی قدر کہاتا ہے یعنی شیعونکو اہل سنتہ کی رد کا سامان بہت ملتا ہے اسلئے وہ کرتے ہین سنیونکو سامان ہی نہین ملتا لہذا وہ مجبور ہین۔،،

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ کام مولوی صاحب نے صرف کہانیکے لئے کیا ہے۔ اگر فی الواقع یہی ہے تو اڈیٹر صاحب کو مناسب ہے اپنے اوس شیعی دوست کے شکرگذار ہون جسنے کہانے کمانیکی انکو راہ بتائی ورنہ لکہنو ایسے شہر مین انکو کون پوچہتا۔

افسوس کہ آپنے اپنے خیر خواہ دوست کو ناحق بدنام کیا جسنے یہ احسان کیا تہا۔ کیونکہ یہ خیال تو خود آپکے امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کو ہوا تہا جب اونہون نے اپنا آبائی پیشہ خزبافی چہوڑکر علوم کیطرف متوجہ ہونا چاہا تو سوچا کونسا علم حاصل کرین چنانچہ علامہ خطیب بغدادی تاریخ مین خود آپکے امام ابو حنیفہ سے بسند متصل ناقل ہین کہ کہا ابو حنیفہ نے جب مجھے شوق تحصیل علم ہوا تو ہر علم کے فوائد و منافع کو دریافت کرنا شروع کیا کسینے کہا علم قرآن سیکہو ہم نے فائدہ پوچہا۔ تو لوگون نے کہا کہ جب قرآن سیکہ لوگے تو مسجد مین بیٹہکر لڑکون کی تعلیم کروگے کچہہ دنون بعد کوئی لڑکا تم سے زیادہ یا تمہارے برابر حافظ ہوگا ساری ریاست تمہاری جاتی رہیگی۔ تب ہم نے کہا کہ علم حدیث سیکہین اور ایسے حافظ حدیث بنین کہ دنیا مین تمہارا برابر کوئی حافظ نہو۔ لوگون نے کہا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑھاپے مین مبتلاے اغلاط ہوگے آخر تم کو لوگ کاذب کہکر بدنام کرینگے۔ تو ہم نے (ابو حنیفہ) کہا ہمکو ایسے علم کی حاجت نہین اچہا علم نحو سیکہین لوگون نے کہا تب معلم بنوگے منتہاے آمدنی تمہاری دو دینار یا تین دینار ہوگی۔ تب کہا کہ فن شعر مین مہارت پیدا کرین۔ لوگون نے کہا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسیکی تم نے مدح کی اور اوسنے کچہہ دیا تو خیر ورنہ تم ہجو کہوگے اور پارسا عورتون پر تہمت لگاؤگے

تب ہم نے کہا کہ علم کلام مین کوشش کرین لوگون نے کہا آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ کفر و زندقہ کا تم پر الزام لگایا جائیگا آخر قتل ہو گے۔ اور اگر بچ گئے تو ہمیشہ مذموم و ملوم رہو گے۔ تب ہمنے کہا علم فقہ حاصل کرین۔ لوگون نے کہا تب تمام پوچھے جاؤ گے۔ لوگ تم سے فتویٰ لین گے۔ قاضی بنائے جاؤ گے۔ تو ہمنے (ابوحنیفہ) کہا کل علوم مین علم فقہ سے زیادہ نفع کا کوئی علم نہین پس ہمنے علم فقہ سیکھنا شروع کیا یہان تک کہ سیکھنا تمام ہوا کلام ابو حنیفہ کا مختصر تاریخ بغداد سے۔

مولوی شبلی نعمانی نے بھی اپنی سیرۃ النعمان صفحہ ۲۵ مین اس روایت کو کتر بیونت کرکے بطور اختصار لکھا ہے مگر اوسکے غلط ہونیکا بھی دعوے کرتے ہین کہتے ہین کہ "جو ریمارک امام صاحب کیطرف منسوب کئے جاتے ہین ایسے جاہلانہ ریمارک ہین کہ ایک معمولی آدمی کیطرف بھی نسبت نہین کیجا سکتی اس روایت کو صحیح مانین تو ماننا پڑے گا کہ حدیث و کلام کیطرف امام ابوحنیفہ نے توجہ ہی نہین کی حالانکہ ان فنون مین امام ابوحنیفہ کا جو پایہ ہے اوس سے کون انکار کر سکتا ہے" ہمکو نہایت افسوس ہے کہ اس معترض نے مطلقا اسکا خیال نہین کیا کہ یہ اعتراض اس روایت پر کس اصول کے مطابق ہے کیونکہ روایت کی غلطی یا از راہ سلسلہ کیجاتی ہے یا از راہ درایت سلسلہ مین تو کوئی عذر ہی نہین کیونکہ علامہ خطیب بغدادی اپنی تاریخ مین مسلسل بسند یہ روایت لکھتے ہین اور اس تاریخ کا یہ مرتبہ ہے کہ جناب رسالت مآب اسکی سماعت کو تشریف لاتے تھے کما فی بستان المحدثین لشاہ عبد العزیز باقی رہا دوسرا اصول یعنی درایت کی راہ سے پس جب خود اسکو بڑے فخر سے بیان کرتے ہین کہ ابوحنیفہ نے حسب تقاضائے سلطنت و تمدن مسایل کو سہل کیا اور سلطنت کے ایک رکن قرار پائے اور پیشہ تجارت کے بعد تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوئے تو کس عاقل کو تامل ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی ضرور اعلیٰ درجہ کے پر نفع علم کیطرف متوجہ ہوگا جسکے منافع بہ نسبت تجارت کے زیادہ ہون کہ وہ علم فقہ ہے جسکی بدولت کیا کچھ نفع نہ ملا اور فوائد برام ہوئے۔ سوائے اسکے جس دنیاوی خیال سے امام ابوحنیفہ نے ان علوم کیطرف نفع و ضرر کو بیان کئے ہین ایسے بدیہی ہین کہ کسیکو اوس مین تامل نہین ہو سکتا پس ایسے بدیہی نفع و نقصان دکھانیوالے کو جاہل کہنا سراسر حیرت خیز ہے باقی رہا ابوحنیفہ کا بے بہرہ ہونا علم کلام و علم حدیث سے ایسا مسلم ہے کہ کسیکو عذر ہی نہین کیونکہ اہل سنت کے یہان اصلی اوستاد علم کلام کے معتزلہ ہین مگر جبسے اشاعرہ کا مذہب قایم ہوا تو اب

تین اوستاد مانے جاتے ہین ابو الحسن اشعری - منصور ماتریدی - حنابلہ - ابو حنیفہ کو کسینے بھی اس فن کا اوستاد نہین جانا ہی جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا باقی رہا علم حدیث پس حقیقت یہ ہی کہ ابو حنیفہ کو بہ نسبت کل علوم کے زیادہ تر نفرت اسی علم سے تھی - بقول صاحب تذکرۃ الموضوعات و تہذیب الاسماء چار صحابی جناب رسالتمآب صلعم کے ان کے زمانہ مین موجود تھے مگر کسی سے کوی حدیث کی روایت نہین کی جسکا مولوی شبلی صاحب نے بھی اقرار کیا ہی پس اس سے بڑھ کر ان کے کنارہ کشی کی دلیل علم حدیث سے کیا ہو سکتی ہے اور لسان المیزان مین امام احمد سے منقول ہی کہ محمد بن الحسن اور اوسکا اوستاد ابو حنیفہ مخالف ہین حدیث کے اور امام شافعی سے سبکی نے طبقات کبری مین نقل کیا ہے کہ حنفیون کی کتابین مثل فروج کے مشک کے ہین کہ ظاہر مین تو نام کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا لیتے ہین مگر دراصل سب مسایل انکے خلاف ہین - ازینجاست کہ یہ امام اہل سنة اکثر احادیث نبوی کے بارے مین حکم دیتے کہ اسکو خنزیر یعنی سوّر کی دم سے چھیل ڈالو - اور خلیفہ دوم کے بعض احکام کو ہذیان مجنون بتاتے تھے کما فی مختار مختصر تاریخ بغداد

یہہ عبارت ہمنے کتاب کنز مکتوم مصنفہ جناب فخر الحکما دام ظلہ سے نقل کی ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ خود امام اعظم نے اسی بنیاد پر علم کلام کو نہ حاصل کیا کہ کفر و زندقہ کا الزام آے اور علم فقہ کی طرف اسیوجہ سے رغبت کی کہ سراسر نفع ہی نفع تھا - پس اڈیٹر نے جو علم کلام پر یہان اسقدر زور دیا ہے اسی امید پر کہ اخبار کی خوب بکری ہوگی مالا مال ہو جائینگے -

شیعونکی توجہ مناظرہ کیطرف جو اہم فریضہ انبیا و اوصیا سے ہی اوسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہی کہ خود اڈیٹر صاحب لکھتے ہین ہم دیکھتے ہین کہ شیعی حضرات اپنی تمامتر قوت اہلسنة والجماعة کی رد مین صرف کرتے ہین - اگرچہ اسوقت ہندوستان مین انکی تعداد اس سواد اعظم کے مقابلہ مین دسوین حصہ کی بھی نسبت نہین رکھتے اور اس لحاظ سے انمین اہل علم کا اوسط اس قدر نہین نکل سکتا جتنا اہل سنة والجماعة مین ہے بایں ہمہ اسوقت انکی طرف سے بکثرت رسایل و اخبار ہندوستان رد اہل سنة مین نکلتے ہین اور ادہر سے ایک بھی نہین - اپنی مجالس وعظ مین بھی سوا اسکے کہ اہل سنة کے عقاید پر حملہ کرین اور مقاصد بہت کم ہین یہ کبھی نہین سنا گیا کہ کسی عیسائی یا آریہ پر کسی شیعی عالم کا قلم اوٹھا ہو اور اگر کہین شاذ و نادر ایسا ہوا ہو جسکا ہمین علم نہین تو النادر کالمعدوم - ہان یہ ہمنے خود دیکھا ہی کہ ایک شیعی

مجتہد صاحب سے کسی عیسائی نے کچھ سوالات تحریف قرآن کی بابت کئے تھے جسکے جواب مین جناب مجتہد صاحب نے اہلسنتہ کو بیچ مین ڈالدیا کہ انکی روایتون سے تحریف قرآن ثابت ہے۔ بھلا اسکا کیا موقع تہا بالآخر چارونا چار ایک سنی عالم کو اسکا جواب دینا ہے،،

اس تحریر سے اس قدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ فرقہ شیعہ اوس فرض کو جو انبیا کے اہم فرائض سے ہے کس خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہین کہ آپکو بھی اوسکا اعتراف کرنا پڑا اور اسی بنیاد پر آپ اپنے فرقہ کو اوبھار رہے ہین کہ آپ کے اخبار کے خریدار بنجائین جس سے آپ تو مالا مال ہون اور قوم نادار ہو جائے۔

اس تحریر مین چند فقرے قابل نظر ثانی ہین۔ کیونکہ شیعونکی تمامتر قوت اسمین نہین مصروف ہو رہی کہ اہل سنتہ رد کرین بلکہ عشر عشیر بھی اوس قوت کا نہین صرف ہوتا جو خدا نے اس فرقہ حقہ کو دی ہے اگر پوری توجہ کیجاتی تو آج ہندوستان کا دو حصہ شیعہ مذہب ہوتا۔ خدا کرے اب بھی قوم متوجہ ہو۔

یہ بھی غلط ہے کہ شیعونکی تعداد سواد اعظم اہل سنت کے مقابلہ مین دسوین حصہ کے برابر بھی نہین، کیونکہ مردم شماری کا سالانہ رپورٹ گورنمنٹ کیطرف سے شایع ہوچکا ہے جس سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیعونکی تعداد کتنی ہے اگر آپ صرف اخبار الہلال دیکھئے تو آپکو معلوم ہوتا شیعونکی تعداد خاص ہندوستان مین دو کرور ہے۔ جو تمامی مسلمانونکی بنسبت تیسرا حصہ ہے۔ پھر یہ کہنا کہ دسوین حصہ کے برابر بھی نہین،، کسقدر غلط ہے۔ حالانکہ انصاف بین نگاہون مین کبھی حقیت کا مدار غلبہ اور کثرت ناس پر نہین ہوتا جس کا اشارہ خود قرآن مجید مین موجود ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة اور دوسری جگہہ فرماتا ہے قلیل من عبادی الشکور بلکہ خود کثرت کی مذمت جا بجا موجود ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ

یہ جملہ اس لحاظ سے انہین اہل علم کا بھی اوسط اس قدر نہین نکل سکتا جتنا اہل سنتہ وجماعۃ مین ہے،، اوس وقت مین ضرور عذر رکہتا جبکہ دونو فریق کے اہل مذہب بہ اعتبار شرافت و نجابت یکسان ہوتے حالانکہ ہم دیکھ رہے ہین جتنے ارذال و اجلاف ہین وہ سب سنی ہین خواہ کنجڑے ہون یا قصائی یا نانبائی یا جولاہہ یا دھنیہ یا مہتر وغیرہ اور جتنے شریف ہین وہ سب یا اکثر شیعہ تو اس لحاظ سے تعداد اہل علم کی شیعون مین یقیناً بڑہ جائیگی کیونکہ جتنے شرفا ہین اکثر وہ صاحب علم ہین بخلاف ارذال و اجلاف کے کہ وہ اکثر بلکہ تمامتر جاہل ہی ہین۔ اگرچہ ایک جولاہہ اون کا عالم

ہی کیون نہ بن جاے کوئی اخبار ہی نہ نکال بیٹھے۔

اڈیٹر نے اپنے فرقہ کو سواد کا خطاب بہت موقع سے دیا ہے اگرچہ لفظ اعظم کو بھی ضم کیا جسکی ہدایت کیلیے ستارہ آپنے نکالا مگر اذا طلع الشمس غابت النجوم آپکو نہین یاد رہا۔

یہہ جملہ تو بالکل غلط ہے وہ شیعونکی طرف سے بکثرت رسایل و اخبار ہندوستان کے مختلف مقامات سے روز [illegible] مین نکل رہے ہین "کیونکہ اگر سچ پوچھیے تو شیعونکا ایک بھی اخبار نہین ہے جسپر متعدد تحریرین خود اصلاح مین نکل چکی ہین اور اگر شمار کیلیے کسی اخبار کا نام بھی لیا جاے تو صرف اوس مین یہ صفت ہوگی کہ اڈیٹر شیعہ ہے نہ اخبار محض شیعون کے مباحث کو درج کرتا ہو بخلاف اہلسنتہ کے صدہا نہین ہزارون اخبار ہین اور شاید ہی کوئی اخبار ان کا ایسا ہو جو اس مباحث سے خالی ہو کیا پیسہ اخبار وکیل الوطن سراج الاخبار پنجہ فولاد [illegible] ریاض الاخبار کوئی ان مباحث سے خالی رہتا ہے۔ ہرگز نہین سب مین مذہبی چھیڑ چھاڑ شیعون سے چلی جاتی ہے۔ کرزن گزٹ تو خاص مذہبی اخبار ہے اہل حدیث خاص وہابیونکا اخبار ہے۔ نور اسلام تحفہ محمدیہ صدہا اخبار ورسایل انہین اغراض سے نکلتے ہین۔ اگر آپکو محض قوم کی خدمت منظور ہوتی توان اخبار ورسایل مین اپنی تحریرین بھیجکر مذہب کی خدمت کرسکتے تھے مگر ہان آپکا پیٹ نہ بھرتا جسکے واسطے یہ سب بکھیڑا آپ کر رہے ہین اور قوم کے سامنے غلط فقرات بیان کر کے اپنا کام نکال رہے ہین۔ حالانکہ صرف دو ہی ورق ہر نمبر مین نکلتی ہین شیعونکی طرف سے نہ بکثرت رسایل ہین نہ اخبار ایک تن تنہا ماہوار رسالہ اصلاح البتہ ملک بنگال کے ایک گوشہ کھجوہ ضلع سارن سے شایع ہوتا ہے جو بیشک مذہب کی خدمت کو اور اغراض پر مقدم رکھتا ہے اوسکی نسبت بکثرت اخبار ورسایل کے عظیم الشان القاب مستعمل ہو رہے ہین۔ حالانکہ درحقیقت اصلاح مین بھی مناظرہ کا پورا فرض ادا نہین ہوتا صرف ضرورت کیوقت کبھی کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔

مجالس وعظ کی نسبت بھی اگرچہ آپکا دعوی صحیح نہین ہے مگر حق یہ ہے کہ اس سے بہتر کوئی موقع تعلیم دینے کا نہین ہے۔ اگر اسکا شیعونکو التزام رہتا اور قاعدہ سے ہمیشہ اس صحبت مین احقاق حق کیا کرتے تو آج مذہب کمال عروج پر فایز ہوتا اسیوجہ سے تو آپکے امام غزالی نے پہلے ہی اسکی حرمت کا فتوی دیدیا کہ یحرم علی الواعظ ذکر الحسین کیونکہ اگر ان ظالمونکا وجود نہوتا یہ خلافتین نہ قایم ہوتین تو جناب سید الشہدا کیون شہید ہوتے جنکے ذکر فضایل و مصایب کیلیے مجالس عزا قایم ہوتی ہین۔ اسیوجہ سے امام غزالی اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ تذکرہ واقعات کربلا سے ہیجان ہوتا ہے نفسونمین طرف بغض صحابہ کے۔ لہذا حرام کردیا۔ او.

پھانس لیتے تھے اور جب خود آپ اس جملہ کو ناکافی سمجھتے ہین تو صرف بیان امام اعظم کیلیے کیون ان قیود کو بڑہاتے ہین ۔

آپ علامہ خطیب کی اوس روایت کو دیکھیے جسے مین شروع مین لکھ چکا ہون کہ امام ابوحنیفہ نے کیون نہ علم کلام کیطرف رخ کیا ۔

آخر یہ زلہ ادہر رجوع ہوا کہ اڈیٹر صاحب لکھتے ہین "غضب تو یہ ہوا کہ ہمارے فرضی مصلحان قوم کے ان بے جوڑ تقریرون اور تحریرونکا اثر زیادہ تر امرا پر پڑا ۔ امرا جب کبھی کسی دینی مناظرے مین کوئی مدد کی درخواست گار ہوتا ہے تو وہ ان فرضی مصلحان قوم کی سنی سنائی تقریرونکا اعادہ کرتے ہین ۔ اور اسکے ساتھ ایک ضمیمہ یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ مناظرہ بالکل بے سود چیز ہے آج تک کبھی نہ سنا کہ مناظرہ سے کسیکو ہدایت ہوئی ہو " اڈیٹر صاحب فی الواقع یہی تو بڑا غضب ہے کہ امرا و الا شان روسا عمیم الاحسان کبھی ادہر رخ نہین کرتے جس سے آپکا کام چلے اور درہم و دینار ہاتھ آئے ۔ پھر وہ غریب کیا کرین ۔ پیرجی کی تواضع کرین یا مولود خوانی مین فرین یا ہر وعظ کے بعد کچھ نذر چڑہا مین یا عید بقرعید مین پیشکش کرین یا تراویح کے ختم ہونے پر ہزارون کے توڑے رکھین یا آپکا اخبار نکلنے مین مدد دین ۔ کچھ تو انصاف کرنا چاہیے ۔ ہر شخص شرح وقایہ پڑہ کر مولوی بنجاتا ہے اور پھر کسی امیر کا گھر تکتا ہے تو ان امیرونکو انسے کہانتک فرصت ملتی ہے جو آپ کی خاطر خواہ خاطر مدارات کرین انصاف شرط ہے اسکے علاوہ جب صدر اول سے اسکی تعلیم چلی آتی ہے مناظرہ نہ کرو رافضیونکی کتابونکو نہ دیکھو تواریخ کی کتابونکو ہاتھ نہ لگاو ۔ تو اب تنہا آپکا جادو ان امیرون پر کیونکر چل سکتا ہے حالانکہ اونکو خوب معلوم ہے بزرگون نے مناظرہ سے کیون روکا اور کیون اسکی ممانعت کی ۔

مناظرہ اور کفرستان اگر مناظرہ ہی جایز ہوتا تو کفرستان کا کیون حکم ہوتا جسمین دیدہ را نادیدہ و شنیدہ را ناشنیدہ انگارند کا حکم ہے کہ زبان بند رہے آنکھونکو بند رکھو کانون کو بہرا بناو زبان کو گونگ بنا کر کے فقیر بنے چلے جاؤ ۔

ہم بہت خوش ہین کہ اڈیٹر صاحب نے اس طلسم کو توڑا ۔ اور جن کتابون کے نام تک کو انکے بزرگان دین نہین چاہتے تھے کہ کسیکے کان تک پہونچے اوسکے مطالب عام فہم اردو مین لارہے ہین گو غلط

طریقے سے ہو جس سے بہت جلد امید ہے کہ راہ حق واضح ہو جائے کیونکہ اب نہ وہ سلطنت کا دباؤ ہے نہ قائمیون کی حکومت جو کچھ نے باہر لایا اور قید حجاج مین ڈالدیا گیا۔ ابتو گورنمنٹ کے عطیہ سے ہر فرقہ کو پوری آزادی حاصل ہے اور قوم بھی سیانی ہو چلی ہے جو اپنے نفع نقصان مین تمیز کر سکتی ہے اور چاہتی ہے جہالت کے پھندے سے نکلے اور راہ حق پر آجاے دیکھو دیباچہ تنقید بخاری۔

تاریخ مناظرہ اب ہم چاہتے ہین کہ کچھ تاریخی حال اس مناظرہ کا لکھین کہ کیون شیعونکو اس سے رغبت ہی اور سنیونکو اس سے نفرت بزرگان دین کا کیا انداز تھا اور وہ کیون اس سے روکتے تھے۔

ہماری غرض نہ یہان عام علم کلام سے ہے نہ عام فن مناظرہ سے بلکہ اوس علم کلام سے متعلق ہے جسمین خلافت یا امامت کی بحث کی جاے۔ اوسیکو ہم تاریخی انداز سے یہان لکھا چاہتے ہین۔

(۱) بعد وفات جناب رسالتماب جو حضرت خلیفہ خلیفہ اول بنلے گئے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام بغرض بیعت بلاے گئے۔ یہ تفصیلی حال تمامی کتب تاریخ مین مذکور ہے۔ اسمین جو مناظرہ جناب امیر نے کیا اوسکے نسبت علامہ جمال الدین روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین ابوبکر صدیق چون دید کہ کلمات علی جملہ متحکم و استوار یکے مقابل صد بلکہ صد ہزار ہست از در رفق و مدارا در آمد

(۲) جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلامہ علیہا کا مناظرہ خلیفہ اول اور اونکے ہمراہیون سے تشفی اہلسنتہ خوارج مین ملاحظہ فرمائی جہان حضرت کا خطبہ بقرار علماء اہلسنتہ درج کیا گیا ہے۔ پھر حدیث غدیر و حدیث منزلت سے معصومہ کا مناظرہ اوسی کتاب مین و نیز تبصرۃ السایل مین قابل ملاحظہ ہے۔

(۳) جناب امام حسنؑ کا خلیفہ اول سے مناظرہ کرنا اس بارے مین کہ ہمارے جد کے منبر سے اوترو کتب مناظرہ مین بتصریح مذکور ہے۔

(۴) خلیفہ دوم کا معمولی عورتون کے مقابلہ مین مغلوب ہونا اس جملہ سے ظاہر ہے جو فرماتے تھے کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اور لولا علی لھلک عمر تو ایسا مشہور جملہ ہے کہ نحو میر تک مین مثالاً مذکور ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس کی اور خلیفہ دوم سے جو وقتاً فوقتاً تقریرین در بارہ حقیت جناب امیرؑ ہوئیں مجلدات ذوالفقار حیدر مین بتصریح مذکور ہین۔

(۶) جناب امام حسینؑ نے جو خلیفہ دوم سے دربارہ اوترنیکے منبر رسول سے مناظرہ کیا وہ مشہور ہے

(۷) خلیفۂ ثالث کے انتخاب کیوقت جو جناب امیرؑ نے مناظرہ کیا اور اپنی حقیت کو ظاہر کیا کتاب عبقات الانوار مین تفصیل مرقوم ہے۔

(۸) جناب امیر المومنینؑ اور ابن عباسؓ کا مناظرہ خوارج سے اور بعد کفر اونکا ایمان لانا تشفی مین ملاحظہ ہو

(۹) جناب امیر المومنینؑ و دیگر صحابہ کا مناظرہ عائشہ و طلحہ و زبیر سے دوران جنگ جمل سے اور پھر زبیر کا اپنے ارادہ سے باز آنا اور کیسکا اپنی سرکشی پر قائم رہنا تشفی مین قابل دید ہے۔

(۱۰) جناب امام حسنؑ کا اور دیگر صحابہ کا مناظرہ کرنا معاویہ سے کتاب مناظرۂ احمدیہ مین ملاحظہ فرماؤ۔

(۱۱) جناب امام حسینؑ کا مناظرہ اصحاب یزید سے اور اونکا لاجواب ہونا واقعات کربلا مین قابل دید ہے

(۱۲) جناب امام زین العابدینؑ کا مناظرہ خود یزید سے اوسکے دربار مین اور اوسکا مغلوب و مجروح ہونا کتب مصائب مین مذکور ہے۔

اسیطرح بقیہ حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کا وقتاً فوقتاً مخالفین اہل سنت سے مناظرہ کرنا اور احقاق حق کرنا کتب احتجاج مین ہے۔ تو یہ جسکے لئے بڑی بڑی ضخیم کتابین بھی مکتفی نہین ہوسکتین یہ مناظرے اون حضرات کے نہ صرف پیشوایان اہل سنت سے ہوے ہین بلکہ یہود و نصاری مجوس دہریہ سب سے مناظرے ہوتے رہے اور سب کے سب برابر مغلوب ہوتے تھے کبھی کوئی سر نہ اوٹھاتا تھا۔

چونکہ اوس زمانہ مین ہزارہا صحابی اور تابعین ایسے موجود تھے جنہون نے خود اپنے کانون رسول اللہ سے حدیثین سنین اور اونکا دستور العمل دیکھا تھا اور کتابین ابھی تک نہین مدون ہوئی تھین لہذا انکار نہین کر سکتے تھے بلکہ صرف تاویل کر دیتے تھے چنانچہ آپنے جنگ صفین کے حالات مین دیکھا ہوگا کہ جب معاویہ سے وہ حدیث حضرت کی بیان کیگئی ویح عمار تقتلک الفئة الباغیة تو عمرو عاص نے یہ بات بنادی کہ قاتل ان کے دراصل جناب امیر ہین جنہون نے اونکو لڑنے کو بھیجا جسکا یہ جواب دیا گیا کہ پھر چاہیے قاتل حضرت حمزہ رسول اللہ ہون جنکے حکم سے وہ کفار سے لڑنے گئے۔

ان مناظرونکی شان جہانتک دیکھی جاتی ہے زبانی روایات پر زیادہ مدار ہے اسیوجہ سے انکار کم کیا جاتا ہے کیونکہ سنی بڑے حافظ تھے اور شیعہ سنی روایات مین باہم مخلوط ہین ایک دوسرے سے روایت کرتے اور ایک دوسرے کا شاگرد بھی ہوتا ہے لہذا جہان مناظرہ ہے نفس مطلب پر جسکے ساتھ جانبین انصاف پسندی بھی ہو۔ جیسا کہ مناظرات ہشام بن الحکم اور جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کی حکایتو مین تصریح مذکور ہے

کہ عمر بن عبید نے جو امام معتزلی تھا اور شیخ علی بن عیسے رمانی یا قاضی عبد الجبار معتزلی تھا مناظرہ ہوا اور یہ سب مغلوب ہوئے تو ہشام بن الحکم اور جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کا ہاتھ پکڑ کر صدر مجلس میں لاکر بٹھلایا اور اپنی مغلوبیت کا اقرار کیا۔ جناب شیخ مفید المتوفی ۴۱۳ھ کی یہ شان ہو کہ امام یافعی ان کے نسبت لکھتے ہین توفی سنۃ ثلث عشرۃ و اربعمائۃ عالم الشیعۃ و امام الرافضۃ و صاحب التصانیف الکثیرۃ المعروف بالمفید و بابن المعلم ایضا البارع فی الکلام و الجدل والفقہ وکان یناظر عن اہل مقیدہ بالجلالۃ والعظمۃ فی الدولۃ البویھیۃ و کان کثیر الصدقات عظیم الخشوع کثیر الصلوۃ والصوم خشن اللباس وکان عضد الدولہ ربما زار الشیخ المفید وکان شیخا ربعۃ نحیفا اسمر عاش ستا و سبعین سنۃ ولہ اکثر من مائتی مصنف وکان یوم وفاتہ مشہودہ و شیعہ ثمانون الفا من الرافضۃ والشیعۃ واراح اللہ منہ وکان موتہ فی رمضان۔

اس عبارت مین سب سے قابل غور یہ جملہ اراح اللہ منہ ہو کہ ان کی حیات سے اہل سنۃ کو کیا کرب تھا کہ بسبب اونکی موت کے ان کو راحت ملگئی اور آرام ملا۔

مناظرہ کے اس پہلے دور کو جو تحریری و تقریری ۰۰ نو تو ہم یہین ختم کرتے ہین کیونکہ ابھی تک فریقین کے مناظرہ کا مدار صرف اہلسنۃ کی مقبولہ روایتون پر ہے علما شیعہ او نہین روایتون سے استدلال کرتے ہون اور اہل سنۃ اپنے ہی یہاں کی روایتونسے جواب دیتے ہین خواہ جرح کرین یا قدح یا تاویل یا تسلیم سب ایک قسم کی روایتون سے متعلق ہے۔

ہم یہان علامہ حلی علیہ الرحمہ کا نام شیعونکی طرف سے اسوجہ سے نہین پیش کر سکتے کہ شیعون کا جو طریقہ مناظرہ پہلے سے تھا وہی ابتک قایم ہے کہ اہل سنۃ کی روایات سے استدلال کرتے ہین مگر علماء اہل سنۃ کی طرف سے ابن تیمیہ کا نام اس معرکہ مین ضرور لیا جائیگا جو علامہ حلی علیہ الرحمہ کے ایک مختصر رسالہ کے جواب دینے والے ہین۔ اور در حقیقت پھر کوئی متکلم اس پایہ کا اہل سنۃ مین نہین ہوا جو اس پہلے رنگ کو پھر نورا کر سکے۔

اگر ہم کوئی جرح اپنی طرف سے ابن تیمیہ کے متعلق لکھینگے تو اوڈیٹر اونکے مذہب وا لے کہدینگے کہ یہ تو ایک رافضی کا کلام ہے لہذا ہم علماء اہل سنۃ ہی کا فیصلہ اس بارہ مین پیش کرتے ہین

کہ اونہون نے درمیان علامہ حلی علیہ الرحمہ اور ابن تیمیہ کیا فیصلہ کیا۔ مولوی عبد الحی صاحب سعی مشکور مین لکھتے ہین "اور حافظ ابن حجر کے کلام سے جو لسان المیزان مین مذکور ہے یعنی طالعت الرد المذکور فوجدتہ کما قال السبکی فی الاستیفاء لکن وجدتہ کثیر التحامل الی الغایۃ فی رد الاحادیث التی یوردھا ابن المطہر الحلی وان کان معظم ذلک من الموضوعات والواھیات ولکن رد فی ردہ کثیرا من الاحادیث التی لم یستحضر حالۃ تصنیفہ مظانھا الثانیہ کان لاتساعہ فی الحفظ انکل علی ما فی صدرہ والانسان عامد بنسیان صہ ٣٩٣ یعنی یعنی مینے اوس کتاب رد رافضی کو دیکھا ہے اور جیسا کہ سبکی نے اوسکی تعریف کی ہے استیفا مین ویسا ہی پایا۔ لیکن ابن تیمیہ کثیر التحامل ہے رد کرنے مین اون حدیثون کے جسے وارد کرتے ہین ابن مطہر (علامہ حلی)۔ اگرچہ اونمین موضوعات وواہیات ہین۔ لیکن ابن تیمیہ رد کردیتے ہین بہت سی حدیثونکو جو ثابت ہین جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ کتابین اون کے پاس موجود نہ تھین جنمین وہ دیکھتے لہذا اپنے حافظہ پر اعتماد کرکے اون حدیثون کو رد کرتے ہین حالانکہ انسان عادی بہ نسیان ہے۔

پھر مولویصاحب مذکور لکھتے ہین "اور ابن حجر نے درر کامنہ فی اعیان الثامنہ مین بھی مبالغہ ابن تیمیہ کیطرف منسوب کیا ہے اور وہ عذر جو لسان مین ذکر کیا نہین بیان کیا ہے۔ اونکی عبارت یہ ہے

لہ ای للحلی کتاب فی الامامۃ رد علیہ ابن تیمیہ بالکتاب المشھود بالرد علی الرافضی وقد اطنب فیہ واجاد فی الرد الا انہ تحامل فی مواضع عدیدہ ورد احادیث موجودہ وان کانت ضعیفہ بانھا مختلقہ صہ ٣٩٤ یعنی حلی کی ایک کتاب ہے امامت مین جسکی رد لکھی ہے ابن تیمیہ نے اور وہ مشہور ہے بہ رد رافضی۔ اسمین بہت طول دیا ہے اور خوب رد کیا ہے مگر بہت سے مقام پر تحامل کیا ہے اور اون حدیثون کو رد کیا جو ثابت ہین اگرچہ ضعیف ہین اس گمان پر کہ وہ سب موضوع ہین۔

پھر تنویر المنار بحر العلوم سے لکھتے ہین "وامثال ابن تیمیہ کہ غرق در حکم نفس خود است تا انیکہ طعن بر اولیاء اللہ می کند واین قول صحیح است کہ قول ہمچو متعصب اعتبار ندارد" ص ٣٩٤

پھر خود مولویصاحب لکھتے ہین "اور اگر منہاج السنہ وغیرہ سے جملہ مبالغات واہیہ وکلمات کاذبہ نقل کیے جاوین تو دفاتر کثیرہ سیاہ ہو جاوین ہر منصف ان مبالغات کو دیکھکر یہی کہیگا باقی آئندہ

مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن سے سید نظیر حسین پرنٹر نے شایع کیا

الشمس

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۳ھ

نمبر ۳ | یعنی مشہور عالم رسالہ اصلاح کا ضمیمہ جو ہر عربی ماہ کی ۱۵ کو شائع ہوتا ہے | جلد ۱

قیمت مع محصول عام عہ آ [illegible] | ایڈیٹر علی حیدر دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

انڈین ریلویز ٹائم ٹیبل

(جو واقعی تمام مسافرون کا سچا رہنما اور راہبر ہے حسب ذیل مضامین سے مرتب ہو کر یکم جون ۱۹۰۵ء سے ماہواری شائع ہوگا۔)

مضامین

(۱) ہندوستان کی تمام ریلون کے ہر درجہ کا کرایہ مع اوقات روانگی و آمد و تعداد وقت قیام اور بڑے اسٹیشنون کے لائق سیر مشہور مقامات اور اشیاء وغیرہ وغیرہ

(۲) متبرک مقامات مثل مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ کربلا معلی نجف اشرف خراسان۔ سامرہ۔ کاظمین۔ بیت المقدس۔ بغداد شریف اجمیر شریف ردولی شریف گنگوہ شریف پیران کلیر وغیرہ اور جگناتھ جی کاشی جی گنگا جی۔ گیا جی۔ اجودھیا جی دوارکا جی سری ناتھ جی۔ متھرا بندرابن۔ الہ آباد اور ہردوار وغیرہ کا کرایہ مع حالات منازل خشکی وتری وجائے قیام وسامان ہمراہی واخراجات ضروری و دیگر سواری علاوہ ریل و جہاز اور ہر مقام کے مشہور اشیاء معہ زبان وغیرہ۔

(۳) مال اور پارسل وغیرہ کا محصول بذریعہ ریلوے ڈاک خانہ اور جہاز وغیرہ۔

(۴) متبرک مقامات کے اصلی صحیح اور لائق دید نقشے

(۵) ریل۔ جہاز۔ ڈاک خانہ اور تار گھر کے قاعدے۔

(۶) تمام ڈاک خانہ اور تار گھرون کی مکمل فہرست۔

(۷) سنہ رواں کی مفید جنتری معہ آثار کواکب و یادداشت اور تعطیلات وغیرہ وغیرہ۔

(۸) جنتری برآورد تنخواہ۔

(۹) جنتری برآورد سود۔

(۱۰) رسوم اسٹامپ عدالت۔

(۱۱) نامی سوداگرون کے اشتہارات

قیمت) قیمت اس کی چار آنہ فی جلد بلا محصول ۲ روپیہ سالانہ پیشگی مع محصول ضخامت کم و بیش ۲۷۵ صفحہ تعداد اشاعت تخمیناً ایک لاکھ کاپی تخمیناً ۹۰۱

ضرورت) ہمین تمام ہندوستان مین ایسے ایجنٹون کی ضرورت ہے جو علاوہ ٹائم ٹیبل فروخت کرنے کے اشتہارات وغیرہ حاصل کر کے اجرت وصول کرین اور براہ راست ہم کو بھیجدین لہذا جن صاحبون کو ہماری ایجنسی کرنا منظور ہو وہ شرائط کمیشن وغیرہ بذریعہ خط وکتابت طے کر لین تاکہ ہم پہلے ایڈیشن مین کل ایجنٹون کا نام مشتہر کرین۔ (مینیجر خادم اودھ پریس لکھنؤ)

عرض اڈیٹر

(۱) شکر خدا کہ الشمس کے ۳ نمبر شائع ہو گئے اور امید ہے کہ انشاء اللہ یہ سلسلہ رہتی دنیا تک یونہین قایم رہیگا کیونکہ جس پاک مقصد کا ارادہ کیا ہے نہایت ہی مبارک ہے بشرطیکہ آپ لوگ بھی مدد کرین (۲) بیشک ہم ایفاء وعدہ مین قاصر رہے۔ طاعون نے اسطرح سے کارخانہ کو درہم وبرہم کیا تھا کہ خود اصلاح کی اشاعت خطرناک تھی مگر ہزار شکر اوسکا جسنے سب مشکلونکو آسان کر کے الشمس کے ۳ نمبر ایک ساتھ نکلوا دیئے۔ (۳) قومی ضرورتین آپکے پیش نظر ہین غیرون کے حالات عبرت دلانیکو کافی ہین عقلمند وہی ہے جو غیرونسے عبرت لے اور اپنی اصلاح پر کمربستہ ہو جاے دیکھیے ۵ کرور مسلمانان ہند مین آپ کی تعداد بفضلہ ۲ کرور ہے مگر بجز اصلاح کے آپکا نہ کوئی قومی رسالہ ہے نہ قومی اخبار دوسرے ۳ کرور مسلمانان کے اخبار ورسایل کو اگر گننے لگو تو نہین گن سکتے کیونکہ اردو کے جس قدر اخبار و رسایل ہین سب اونہین کے ہین انگریزی اخبار بھی اونکا ہے مگر آپکا حامی بجز اس اصلاح کے دوسرا کوئی پرچہ نہین۔ (۴) یا اوسکا چھوٹا بھائی الشمس جو آج پہلے پہل روشناس عالم ہو رہا ہے اب اسکی شرم آپکے ہاتھون مین ہے کیونکہ نہ یہ کھانا مانگتا ہے نہ دانہ نہ گھانس صرف اس کا متمنی ہے کہ ہر گھر مین ہماری روشنی پہونچے۔ ہماری عالمتاب ضیا مین کوئی مزاحم نہ ہو بخیل کے دلکی تمثیل ظلمت قبر کافر سے دی گئی ہے پھر جو شخص عمر بھر اسکو نہ دیکھے اوس سے بڑھکر کون بخیل ہوگا (۵) مضامین اسکے ہمیشہ لاجواب ہونگے کہ نور عرفان مین ترقی ہو۔ رات کو کسی غول بیابانی نے بہکایا ہو تو صبح ہوتے ہی وہ شاہراہ ہدایت پر آجائینگے اور اگر کوئی ستارہ دمدار کے چکر مین آیا ہے تو اس خورشید کمال کے نکلتے ہی سب نحوستین اوسکی دور ہو جائینگی (۶) پہلا مضمون اسکا اتمام حجت ہے جو انشاء اللہ مسلسل چلا جائیگا اگر آپ اسکو چاہین تو ایک کتاب مرتب کر سکتے ہین اسمین اوس اخبار کی رد ہوتی رہیگی جسنے محض مغالطہ عوام کیلیے یہ ارادہ کیا ہے کہ کتاب مستطاب استقصاء کی رد کرے حالانکہ اوسکے ایک حرف کو بھی آج تک نہ سمجھ سکے دوسرا مضمون نقد التنقید بھی نہایت ہی ضروری ہے جسکی علحدہ کتاب بن سکتی ہے او تنقید بخاری کا ضمیمہ قرار پا سکتی ہے کیونکہ تنقید صحیح بخاری کا سلسلہ تو خدانے چاہا اوسوقت تک جاری رہیگا کہ صحیح بخاری کا ایک ایک حرف غلط کر دکھایا جا کیونکہ حصہ اول مین آپ دیکھ چکے ہین کہ صحیح بخاری مین اگر کوئی آیہ بھی قرآن مجید کا آیا ہے تو اوسمین بھی اکثر غلطی ہوی ہے اوسی تنقید بخاری کے جواب مین اخبار مذکور نے کچھ قلم فرسائی شروع کی تھی مگر بظاہر اب وہ سلسلہ متروک ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ انگور کھٹے ہین بہرحال نقد التنقید کا سلسلہ اوسوقت تک ضرور جاری رہیگا جب تک تنقید بخاری کے مقابلہ مین کچھ لکھا جاے جو آگے چلکر محال معلوم ہوتا ہے۔

اڈیٹر

نقد التنقید

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو نمبر ۲ صفحہ ۶)

جو خود علمای اہل سنتہ بلکہ اون کے ارکان ملت نے کئے ہین اور اگر یہ مطلب ہی کہ وہ اعتراضات اگرچہ خود علماء اہل سنتہ ہی کیون نہ ہون اس قابل نہین ہین کہ آپ اودہر متوجہ ہوتے تو ہمکو کچھ عذر نہین کیونکہ اس سے خود آپکے علما کی حالت ظاہر ہوی کہ اونکی باتین اس قابل نہین کہ آپ اودہر توجہ کرین۔ ترئی وکدو کا مضمون ہے۔

اسی جملہ مین یہ بھی لکھتے ہین "وہ ایک سال سے زیادہ ہوا کہ جب مینے دہلی مین آپکے دو ایک اعتراض دیکھے تھے اونکو اگر قابل التفات سمجھتا تو ضرور اوسیوقت انکی تردید کا ارادہ کرتا مین اسکے پہلے اور دوسرے نمبر مین اس امر کو اچھی طرح لکھ چکا ہون کہ جو تحریرین اپنے مذہب کے بیجا حمایت مین لکھی جائینگی اور ان مین انصاف اور علم سے کام لیا جائیگا وہ ہرگز اہل علم کے التفات کے قابل نہین ہین۔"

مگر افسوس کہ آپ خود اپنے کلام کی آپ تردید (رد) کرتے ہین کیونکہ جب اونکو قابل التفات ہی نہین سمجھتے تھے تو اس تحریر کی سرخی یہ کیون قرار دی "وہ تنقید صحیح بخاری کا جواب" اب یا اسکا اقرار کرنا پڑا کہ تنقید بخاری کے اعتراضات قابل التفات ضرور ہین تو پھر ڈیڑھ دو برس تک خاموشی اُسکے جواب مین کیون ہوی یا اسکا اقرار کیجئے کہ قابل التفات نہ تھی مگر اب کسیوجہ سے مجبور ہوے جو خلاف ارادہ کرنا پڑا۔

آپکے اس جملہ مین لفظ انصاف بہت پیارا ہے کیونکہ آپکو اپنے علما کے علم سے تو کسیطرح انکار ہی نہین ہو سکتا رہا انصاف یہ البتہ اون سے یقیناً منفی ہے کیونکہ اگر انصاف ہوتا تو ائمہ اربعہ کا مذہب بمخالفت احادیث نہ قایم ہوتا یا حدیثین بمخالفت ائمہ اربعہ صحاح ستہ مین نہ لکھی جاتین حالانکہ بقول مولوی عبد الحی صاحب حنفی امام بخاری کو خاص طور سے امام ابو حنیفہ سے کد ہے جنکے خلاف چن چن کرکے وہ حدیثین لاتے ہین اور حدیثونکو لکھ کر کہتے ہین سنت تو یہ ہے اور بعض آدمی یہ کہتے ہین۔

ہم نہین سمجھتے کہ آخر آپکا مذہب کیا ہے حنفی ہین یا اہل حدیث اعلان تو آپ تمام اپنے

تمامتر حنفیت کا کرتے ہین پھر امام بخاری کی حمایت کا خیال کیون پیدا ہوا حالانکہ تمامی حنفیون کو جو صحیح بخاری سے حسن عقیدت ہی وہ سب کو معلوم ہے مگر آپ اس وجہ سے معذور ہین کہ خریدار آپکے اخبار کے اہل حدیث زیادہ ہین جنکے خوش کرنے کو آپ نے یہ تحریر شروع کی۔

مولوی صاحب آپکو مناسب تھا کہ مناسبت اسم گرامی کچھ تو شکر گذاری کرتے اور مصنف تنقید بخاری کا شکریہ ادا کرتے جنہون نے تمامتر آپ پر احسان کیا ہو کہ صحیح بخاری کو دنیا مین بیکار کر دیا کیونکہ وہابیون کا غلبہ حنفیون پر صرف اسیوجہ سے ہے کہ وہ صحاح ستہ کی بدولت امام ابوحنیفہ کے مذہب کو تمامتر کتاب و سنت کے مخالف ثابت کر رہے ہین۔ اور حنفیون سے کچھ نہین ہوسکتا منہ تکتے رہ جاتے ہین جس سے روز بروز حنفیونکی جماعت کم ہوتی جاتی ہے اور وہابیون کی کثرت بڑھتی جاتی ہے۔ مگر آپ نے اپنے محسن کی قدر نہ پہچانی اور اوسی تنقید پر دانت پیسنے لگے اس احسان فراموشی کا کیا جواب ہی۔ خدا عقل دے۔

اڈیٹر صاحب آپ ایک اچھی صحبت مین آگئے ہین زمانہ بھی نئی روشنی کا ہی عقل سے کام لیجئے کیونکہ اہلحدیث تو مدت ہوی عقل کھو چکے جیسا کہ اصلاح جلد ۵ کے اوس مضمون سے آپکو معلوم ہوگا جسکی یہ سرخی تھی ”عقل و تہذیب اور اہل حدیث“

پھر آپ کیون ان فاقدان عقل و تہذیب کی حمایت پر آمادہ ہو رہے ہین جو عقل سے دست برداری لازم آئے کیونکہ آپ ہی لوگ شروع سے بمقابلہ اہل حدیث عقل و راے کے مدعی تھے جس سے اپلوگون کا لقب ہی اہل الرائے قرار پایا تھا۔

اسی جملہ مین اڈیٹر صاحب یہ بھی لکھتے ہین ”اور اسکی امثال مین مینے سب سے پہلے استقصاء الافحام کو پیش کیا تھا اور نمونہ کے طور پر اسکی حالت ظاہر کی تھی اور یہ کہ اسکے جواب نہ ہونے کی اصل وجہ یہی ہی کہ وہ اہل علم کے قابل

التفات نہین ہے،،
مگرافسوس کہ اصلاح کے جس جملہ کے جواب مین یہ گہر ریزی ہوئی ہو اوس مین اس کتاب مستطاب استقصاء الافحام کی اہمیت خود آپ کے علماکو کلام دکہادیگئی ہو کہ نواب صدیق حسن خان مولوی عبدالحی کے بارے مین لکھتے ہیں ومن العجائب ان الراد لا یرد علی الرفضۃ الذین ردوا علی اسلافہم فی الاستقصاء اسپر بھی آپ یہی کہتے ہین کہ وہ اہل علم کے التفات کے قابل نہین تو اسکا کیا جواب ہے کیونکہ واقعا جب آپ ایسے حضرات کا شمار اہل علم مین ہوگا تو کیونکر ایسی کتاب قابل التفات ہوسکتی ہو۔
مین نہین کہہ سکتا مگر آپکی عبارت کا لازمی مفہوم یہ ہو کہ نواب صدیق حسن خان کی لیاقت ضرور آپسے کم تھی جب ہی تو وہ اسکا الزام دیتے ہین کہ مولوی عبدالحی ہماری تو رد کرتے ہین اور رافضیون کی نہین رد کرتے جو ان کے اسلاف پر استقصا مین رد کر رہے ہین۔
اب فرمائے مین کسکو اہل علم سے سمجھون اور کس کو اہل جہل سے۔
رہی مثال کی اصلیت۔ وہ تو خود ہی آپکو الشمس کے آیندہ نمبرون سے معلوم ہو جاے گی۔ کیونکہ اصلاح مین جو مضمون عقل اور اہل حدیث کا لکھا گیا ہو۔ بار بار لو پڑتا ہے اور بے اختیار جی چاہتا ہو کہ آپ کے ائمہ دین نے جو کچھ آپ لوگون کی عقل پر ریویو کیا ہو اوسکو دوہراون مگر طول تقریر مانع ہے۔
اسکے بعد لکھتے ہین ،، پہلے آپ اپنے ان سوالات کا جواب سنئے حضرت امام بخاری کو احادیث جمع کرنے کا وہی حق حاصل تھا جو ایک امتی کو اپنے نبی کے اقوال احوال اور افعال کی حفاظت کا حاصل ہے ،، مگر یہ جواب اسوجہ سے نا قابل سماعت ہو کہ اگر ایسا تہا تو آپ کے صحابہ و خلفا نے کیون نہ جمع کیا۔ حالانکہ آپکے خلیفہ اول نے تو اپنا وہ مجموعہ جسمین پانچسو حدیثین تھین اپنے مرتے وقت جلوا دیا۔ اور جب کسی امتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلط سلط حدیثین لکھ جائے تو پھر اولاد رسول

کو یہ حق کیون نہ ہوگا جو ان احادیث کی تنقید کرے اور جھوٹھ سچ کو علٰحدہ کرے جس سے راہ ہدایت صاف ہو اور موضوعات و اکاذیب کی قلعی کھلے۔

پھر لکھتے ہین ،،جسطرح خدا نے ہمارے ہی ذریعہ سے قران مجید کی حفاظت کی اسی طرح اپنے برگزیدہ نبی کے احادیث کی حفاظت مین بھی ہمین کو ذریعہ بنایا،، چونکہ یہ تقریر بنا بر مسئلہ جبر ہے لہذا اسکا یہ جواب ہے کہ اگر قران کی حفاظت آپ کے ذریعہ سے ہوی تو بہت سے کفار بھی اوسکی حفاظت مین شریک ہین۔ نولکشور کے مطبع کے قرآن کو دیکھئے اور اگر احادیث نبوی کو آپلوگون نے جمع کیا تو بہت سے کفار و مشرکین بھی اوسکے چھاپنے والے اور بیچنے والے ہین۔ مگر اسکا نام حفاظت قرآن و حدیث نہین ہے کیونکہ اصلی حافظ قرآن و حدیث تو صرف شیعہ ہین جنکے جد امجد رسول اللہ پر قرآن نازل ہوا اور اونھون نے جناب امیرؑ سے لکھوایا اور نسل بہ نسل اوسکی محافظ رہی جو بجدہ آج تک محفوظ ہے۔ ورنہ اہل سنتہ کا جمع کیا ہوا قرآن اور حدیث تو ایسا ہی ہے کہ خود علماء اہل سنتہ اوس مین غلطی اور تحریف اور کذب موضوع ہونیکا اقرار کر رہے ہین۔

پھر لکھتے ہین ،،جسطرح کوی شیعہ یا شیعونکا کوئی پیشوا حفاظت و جمع قران مین اہل سنتہ کا شریک نہین اسیطرح جمع احادیث رسول مین بھی کوی شیعہ اہل سنتہ کا شریک نہین،، بہت درست ہے جبھی تو حضرت عثمان اپنے جمع کردہ قرآن کی نسبت فرماتے تھے ان فی القران لحنا ستقیمہا العرب اور حضرت عائشہ فرماتی تھین لکھتے وقت لکھنے والا اونگھ گیا تھا۔ ایسے قران کے جمع مین کیونکر شیعونکے پیشوا شریک ہوتے اون کے پیشوا جناب امیرؑ کا لکھا ہوا وہی قرآن ہے جسکی نسبت آپکے امام ابن سیرین فرماتے ہین اگر وہ قرآن ہمکو ملتا تو ہمکو علوم کثیرہ ملتے۔ یہ وہی قرآن ہے جسکے لئے جناب امیرؑ نے قسم کھائی تھی کہ جبتک مین قرآن کو جمع نہ کرلونگا بہ استثناء وقت نماز ردا نہ اوڑھونگا یہانتک کہ حضرت جمع کرکے لائے اور آپکے اسلاف نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ جب سات سو حفاظ قرآن جنگ یمامہ مین قتل ہوچکے

(باقی آئندہ)

اتمام حجت

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۲ صفحہ ۱۶)

بقیہ کلام دفعہ شبہات مخالفین ہے۔ مجھے اس رسالہ مین امامیہ یا زیدیہ کے جواب سے غرض نہین اون سے مناظرہ دوسری طرح ہونا چاہیے نہ احادیث صحیحین وغیرہ سے امامیہ و زیدیہ سے ہم قطع نظر بھی کرین تو استقراء سے معلوم ہوتا ہے مسئلہ تفضیل شیخین مین مخالف و متوقف تین فرقے ہین ایک وہ جو علم کلام مین مشغول ہین اون کا اعتقاد شبہات نصیر طوسی (محقق طوسی علیہ الرحمہ) کے سبب سے مختل ہو رہا ہے یہ متکلمین اون شبہات کی رد کرنے پر قادر نہین ہین مدار ان کے عقاید کا تقلید پر ہے سلف صالح کی جیسا کہ کلام عضد الدین و تفتازانی وغیرہ سے ظاہر ہے (علامہ عضد مولف مواقف ہین اور علامہ تفتازانی شارح مقاصد۔ یہ دو نون کتابین آج تک اہل سنت کے درس مین داخل ہین) مادہ ان کے شبہہ کا یہ ہے کہ فضل کلی کی تنقیح نہ کر سکے۔ دوسرے محدثین اہلسنۃ ہین جنہون نے ورق گردانی یا مثل کاتبون کے فن حدیث حاصل کیا نہ بطریق تحقیق و اجتہاد یہ قادر نہ ہو سکے کہ مختلفات حدیث کو جمع کرین اور ہر ایک حدیث کے اشارہ کو علحدہ سمجھین اپ استادان محقق سے معانی حدیث کو نہین سمجھا صرف اسی مسئلہ مین اونکے اعتقاد مین خلل نہین پڑا ہے بہت سے مسایل فقہ و کلام مین دست و پا گم کئے ہین اور سوفسطائیہ ملت مصطفوی بن بیٹھے نہ تقلید سلف محکم کی نہ طریق اجتہاد و تحقیق کو ہتوا کیا۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھولا۔ تیسرا فرقہ صوفیہ ہے جو مشتغل ہے بعلم تصوف وہ یہ دیکھ کر کہ صوفیون کا سلسلہ حضرت مرتضی تک پہونچتا ہے جیسا کہ انمین مشہور ہے حقیقت حال سے غافل ہو گیا یا مکاشفات و عبارات شیخ محی الدین عربی وغیرہ کو کتابون مین دیکھ کر مغرور ہوا ہر چند مخاصمہ ان تینون فریق کے ساتھ کہین زیادہ ہے اس سے کہ اس رسالہ مین اس کا احصا ہو سکے لیکن مقصود میرا اشارہ ہے طرف اصول ان شبہات کے اور یہ ظاہر کرنا ان مشکلون سے کیونکر نجات مل سکتی ہے قرۃ العینین صفحہ ۱۰۰۔ اسکے بعد شاہ صاحب نے تین فصلین قایم کی ہین اور ہر فرقہ کے شبہات سے نجات کی صورت بنائی ہے یہ وہی

ہین جنپر مولوی حسن الزمان صاحب نے انکو ناصبی و خارجی کا لقب دیا۔
اب حضرات اہل سنۃ للہ فرمائین کہ جب تینون فرقے اونکے یعنی متکلمین محدثین صوفیہ بمقابلہ شیعہ ایسے مغلوب ہین کہ عقاید اون کے فاسد ہوگئے علامہ عضد و تفتازانی وغیرہ کو اسکی قدرت نہ ہوئی کہ اعتراضات شیعہ کو دفع کرسکین تو شاہ صاحب کس کھیت کی مولی ہین یہی وجہ ہی کہ انھون نے شیعون کا نام ہی سنکے فارغخطی دیدی کہ مجھے امامیہ زیدیہ سے مناظرہ منظور نہین اور صحیحین وغیرہ کے روایتون سے مناظرہ کرنا شیعون سے درست نہین (کاش شاہ عبد العزیز صاحب اپنے باپ کا کہنا مانتے ہوتے تو یہ روز بد اونکو کیون نصیب ہوتا) اب خدا تمامی اہل سنۃ غور کرین کہ جب صحیحین کی روایتونکو شیعہ کے مناظرہ مین نہین پیش کرسکتے تو دوسرے مہملات کے کب مجاز ہون گے جب متکلمین مختل الحواس ہوکر رہ گئے اور بجز تقلید آباء دوسری دلیل نہین پیش کرسکتے تو محدثین و صوفیہ کا کیا ذکر ہے واقعی شاہ صاحب نے اپنے مذہب کے محدثین کو سوفسطائیہ کا خوب ہی خطاب دیا ہی جنکا کام انکار بدیہیات و محسوسات ہی آگ مین جلائے جاتے ہین مگر نہین مانتے اور آگ کی گرمی کے قایل نہین ہوتے۔ یہی حال ہے محدثین اہلسنۃ کا کہ حدیثین اونکو سروکار ہے دیکھتے ہین کہ حدیث صحیح ہے مرفوع ہے مستفیض ہے متواتر ہے مگر پھر انکار کرتے ہین اور ایمان نہین لاتے شاہ صاحب کے مرید ونکو ضرور اسپر ناز ہوگا کہ شاہ صاحب نے ادراک کاشفہ حقہ سوفسطائی کا خطاب اپنے محدثین کو دیا ہے۔ مگر یہ فخر و ناز اوس وقت نکلجایگا جب یہ معلوم ہوگا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے المتوفی ۷۲۶ھ جو چار پانچ سو برس مقدم ہین انپر یہی خطاب دیا اور اس مادہ خاص مین ایک کتاب تصنیف کی جسکا نام ہے کتاب التناسب بین الاشعریہ و فرق السوفسطائیہ
پس جب شاہ صاحب کے مبشر و متکلمین و محدثین و صوفیہ اعتراضات شیعہ کے جوابون پر قادر نہ ہوسکے تو اب کس سنی خارجی کی مجال ہی کہ دم کس سکے اور بجز خبث و ہرمی سوفسطائی بننے کی کوئی بات بنا سکے۔ اب مین اون تقررات کو بھی محقق طوسی علیہ الرحمہ کے یہان نقل کئے دیتا ہون جنسے تفتازانی وغیرہ کل متکلمین کو باستثناء شاہ ولی اللہ مختل الحواس

کیا خود شاہ صاحب ناقل ہین کہ کہا صاحب تجرید نے ،، اور علی افضل ہین بسبب کثرت جہاد و عظمت بلا کے وقایع نبی مین اور نہ پہونچا کوئی اون کے درجہ کو جنگ بدر و احد واحزاب (خندق) و خیبر و حنین مین- اور رجوع کی اونکی طرف صحابہ نے اکثر مسایل مین بعد غلطی کے- اور فرمایا رسول اللہ نے اقضاکم علی- اور کل عالمون نے ہر علم مین اپنی نسبت کی اونکی طرف اور خود اونھون نے خبر بھی دی اسکی اور افضلیت اونکی ثابت ہے آیہ انفسنا سے- اور بسبب کثرت سخاوت کے- اور تھے از ہد ناس بعد نبی کے اور عابدتر حلیم تر خوش خلق خوشخو سب سے پہلے ایمان لاے فصاحت مین سب سے بڑہے ہوے سب سے زیادہ صائب الرای تھے اور حریص تر اقامۃ حدود و الہ پر اور سب سے زیادہ حافظ کتاب اللہ اور افضل تھے بسبب اسکے کہ غیبی باتون کی خبر دیتے اور دعائین اونکی مستجاب ہوتین اور معجزے اون کے ہاتھون ظاہر ہوے اور مخصوص تھے بقرابت و اخوت رسول اور محبت اونکی اور نصرت اونکی واجب ہے اور مساوی تھے انبیا کے اور افضل تھے بسبب حدیث طیر و حدیث منزلت و حدیث غدیر کے اور کبھی اونھون نے کفر نہین کیا اور بہت انتفاع ہوا اسلام کو بسبب اونکی اور وہ ممتاز تھے بسبب کمالات نفسانیہ و بدنیہ و خارجیہ کے انتھے- یہی آٹھ سطر کی عبارت ہے جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ کی جسنے محققین علماے اہلسنة کو مختل الحواس سوفسطائی فاسد العقیدہ بنا دیا

ایجاد علم کلام اہلسنة یہان تک تو اہل سنت کے اوس علم کلام کا حال تہا جو بحث امامت و خلافت سے متعلق تھا جسمین شیعون کے مناظرہ نے ان کے تینون فرقون کو تین تیرہ کر دیا اور سوفسطائی بنا چھوڑا- اب ہم مختصر طور پر ان کے اوس علم کلام کی حالت دکہاتے ہین جو توحید- رسالت معاد سے متعلق ہے اور صد ہا کتابین اس مین تصنیف ہو چکین جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مین بھی انکا وہی حال ہے جو مسئلہ امامت مین ان کا حال تہا کیونکہ جو شخص اپنے اصول و فروع کی بنا غیر معصوم کی راے اور اتباع پر رکہیگا اوسکا

یہی حال ہوگا۔

یہان سب سے پہلے خیال جو رجوع ہوتا ہی تو اس طرف کہ آخر اس علم کلام کی ایجاد کیون ہوی۔ مولوی شبلی صاحب اس کو نہایت خوبی سے لکھتے ہین خلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتداء پالٹکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوی۔ بنوامیہ کے زمانہ مین چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تھا طبیعتون مین شورش پیدا ہوئی لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفداران حکومت یہ کہکر اوسکو چپ کر دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہی خدا کی مرضی سے ہوتا ہی ہمکو دم نہین مارنا چاہیئے امنا بالقدر خیرہ وشرہ۔ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جو ظلم وجور کا دیوتا تھا معبد جہنی ایک شخص تھا جس نے صحابہ کی آنکھین دیکھی تھی۔ اور دلیر و راست گو تہا وہ امام حسن بصری کے حلقہ درس مین شریک ہوا کرتا تھا ایکدن اوسنے امام صاحب سے عرض کی کہ بنوامیہ کے طوفان سے قضا وقدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہی کہان تک صحیح ہے امام صاحب نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن جہوٹے ہین،، وہ پہلے سے بنوامیہ کی زیادتیون پر طیش سے بھرا ہوا تہا اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا۔

معبد کے بعد غیلان دمشقی نے اس خیال کو ترقی دی۔ وہ حضرت عثمان کا غلام تہا اور محمد بن حنفیہ سے بیک واسطہ تعلیم پائی تہی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اوسنے ایک نہایت آزادانہ خط لکھا اور بنوامیہ کے مظالم پر توجہ دلائی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوسکو بلا بھیجا اور شاہی توشہ خانہ کے نیلام کی خدمت سپرد کی " وہ بر سر عام نیلام کرتا تھا اور پکار پکار کر کہتا جاتا تھا کہ " یہ وہ مال و اسباب ہی جو ظلم اور جبر سے حاصل کیا گیا تہا اسوقت اگرچہ اسلام کی قدیم سادگی بہت کچھ باقی تھی تاہم سامان عیش کو اس قدر ترقی ہو چکی تھی کہ توشہ خانہ مین ۳ ہزار اونی جرابین نکلین

غیلان نے کہا صاحبو! اس ظلم کی کچھ حد ہے کہ عوام فاقے کرتے تھے اور ہمارے فرمان روا تئیس ۲۳ ہزار جرابین توشہ خانہ مین مہیا رکھتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ مین وفات پائی۔ اور ہشام بن عبد الملک تخت حکومت پر بیٹھا۔ وہ غیلان کی کارروائیان اپنی آنکھون سے دیکھ چکا تھا تخت نشینی کے ساتھ اوسکو طلب کیا اور بغاوت انگیزی کے جرم مین اوسکے ہاتھ پانون کٹوا ڈالے تاہم غیلان کی زبان درازیان نہ گئین اور آخر اسی جرم مین جان سے مارا گیا۔

اسی زمانہ مین جہم بن صفوان پیدا ہوا اور وہ بھی امر بالمعروف کے جرم مین قتل ہوا لیکن یہ خون خالی نہ گئے عدل اور امر بالمعروف کا مسئلہ زیادہ پھیلا اور اس قدر زور پکڑا کہ ایک گروہ کثیر نے جو بالآخر معتزلہ کے لقب سے پکارا گیا اسکو اسلام کے اصول اولیہ مین داخل کر لیا۔ فرقہ معتزلہ کے پانچ اصولون مین دو اصول جنکا نام عدل اور وجوب امر بالمعروف ہے اوس کی یہی ابتدا ہے یہ گروہ برابر ترقی کرتا گیا ۱۲۵ھ مین جب ولید تخت نشین ہوا تو اس فرقہ کا شمار ہزارون سے متجاوز ہو چکا تھا یہان تک کہ خاندان بنی امیہ مین یزید ابن الولید نے یہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ولید تخت نشینی کے ساتھ عیش پرستی مین مشغول ہوا اور علانیہ میخواری اور عیاشی شروع کی یہ رنگ دیکھ کر یزید نے امر بالمعروف کے دعوے سے علم بغاوت بلند کیا اور ہزارون معتزلہ اوسکے ساتھ ہو گئے۔ ولید محصور ہو کر قتل ہوا اوسکے قتل کے بعد یزید تخت نشین خلافت ہوا اور یہ پہلا دن تھا کہ اعتزال نے تخت پر جگہ پائی۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یزید نے جب ولید کے خلاف بغاوت کی تھی تو اوسکے طرفدارون مین سے ایک عمرو بن عبید بھی تھا جو مذہب اعتزال کا بہت بڑا امام گذرا ہے ملکی ضرورت نے اگرچہ صرف جبر و قدر کے مسئلہ پر توجہ دلائی تھی لیکن

جب ایک دفعہ کسی وجہ سے خیالات مین حرکت پیدا ہوئی تو بڑھتی ہی گئی یہان تک کہ بنوامیہ کا دور ختم نہین ہوچکا تھا کہ خلق قران - تنزیہ وتشبیہ صفات باری وغیرہ کی بحثین چھڑ گئین اور جسکے موںہ سے جو بات نکلی ایک مذہب بنگئی اس طرح چند ہی روز مین بیسیون فرقے نکل آئے ص۱۹

اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علم کلام کی ایجاد کی وجہ انتہا ظلم وجور ہے کہ بنی امیہ کے مظالم سے دنیا مین اندھیر چھا گیا تھا اوس تاریکی سے نکلنے کیلئے علمی روشنی سے کام لینا پڑا جس پر بنی امیہ نے روکنا چاہا خون ریزیان ہوئین مگر علمی روشنی غالب آئی اور آخر وہ اندھیر زایل ہوا جسکے ساتہ سلطنت بھی اون کی زایل ہوئی - تو اب جہان یہ معلوم ہوا کہ مناظرہ کی غرض احقاق حق ہے اور ابطال باطل - وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کلام معتزلہ بغرض اظہار حق ہے اور علم کلام اہل سنتہ یا اشاعرہ بغرض اسکے کہ ظالمون کا ظلم بنا رہے اور کوئی اوس مین چون وچرا نہ کرے اسیوجہ سے امر بالمعروف اور عدل - اصول معتزلہ مین داخل ہوا اور اصول اہل سنتہ سے خارج رہا اور آگے چلکر معلوم ہوگا کہ جو اصول اہل سنتہ نے مقرر کئے ہین وہ سب ان مظالم خلفا کے موید اور اون کے معائب و مثالب کے پردہ دار ہین -

علم کلام کا وجود شیعون کی بدولت

مولوی شبلی کی اس عبارت سے جو اوپر نقل ہوئی جہان یہ معلوم ہوا کہ علم کلام اہلسنتہ مظالم بنی امیہ کا حامی ومددگار ہے اور معتزلہ کا علم کلام اوسکا توڑنے والا اور حق کا ظاہر کرنے والا - وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کلام کو جس قدر علمی لباس ملا وہ شیعون کی بدولت کیونکہ معبد جہنی کے بعد غیلان دمشقی ہی بانی ہوا جو حضرت محمد بن حنفیہ کا بیک واسطہ شاگرد ہے -

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ جناب امیر المومنینؑ کے بیٹے فرزند ہین جو بعد حسنین علیہم السلام پیدا ہوسے اور پہلے تعلیم جناب امیرؑ

سے مستفید ہوے۔ پھر حسنین علیہم السلام کی تعلیم سے کامل ہوے بس یہ جو کچھہ علمی فیض یہونچا وہ حضرت محمد بن حنفیہ کے بدولت ورنہ حضرت عثمان اوران کے ہم خاندان سارے بنی امیہ تو اوسی مسئلہ جبر کے قایل تھے چنانچہ ازالۃ الخفا مین بصراحت تمام مرقوم ہے کہ اس مسئلہ جبر کے رائج اور جاری کرنے والے حضرت عمر بن الخطاب ہین۔ عن عمر بن الخطاب انہ خطب بالجابیۃ فحمد اللہ واثنی علیہ فلا مضل لہ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ فقال لہ قس بین یدیہ کلمۃ بالفارسیۃ فقال عمر لمترجم لہ ما یقول قال یزعم ان اللہ لا یضل احد فقال عمر کذبت عدو اللہ بل اللہ خلقك وھو اضلك وھو یدخلك النار انشاء اللہ ولولا ان بیننا عقد الضریب عنقك فتفرق الناس وما یختلفون فی القدر صفحہ ۱۸۳ ازالۃ الخفا اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عمر ہی نے اس مسئلہ جبر کو رائج کیا ایک قسیس نے جو کچھہ اعتراض کیا تو اوسکی گردن اوڑادینے کی دہمکی دی کہ اگر پابندی معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو بلا تامل قتل کرڈالتے جس سے عام طور پر مسلمانون مین جبر کا مسئلہ بیٹھہ گیا اور یومًا فیومًا تیز ہوتا گیا یہ ابتدائی حالت علم کلام کی ابھی یونہین چکر کھارہی تھی کہ بنی امیہ کے خلافت کا خاتمہ ہوا۔ اور بنی عباس مسلط ہوی جو حیثیت ایک سلطنت اوسی طرح خاندان رسالت کے دشمن تھے جسطرح بنی امیہ۔ مگر تعلیم ان کی ہوی تھی بالکل اصول شیعیہ پر کیونکہ حضرت ابن عباس جناب امیر کے صرف چچا ہی کے بیٹے نہ تھے بلکہ پورے طور پر تلمذ بھی انکو حضرت سے تھا لہذا تمام خاندان ان کا اسی اصول پر قایم تہا۔ خلافت پاتے ہی ترویج علوم کیطرف مایل ہوے۔ چنانچہ مولوی شبلی لکھتے ہین "اوس کے ساتھہ عباسیون نے (بنوامیہ کے برخلاف) لوگون کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی جو شخص جو چاہتا تہا کہہ سکتا تھا،، پھر لکھتے ہین "لیکن کلام کی یہ اور زیادہ خوش قسمتی تھی کہ سلطنت کیطرف سے بھی تحریک ہوی یعنی خلیفہ مہدی (ہارون رشید) کے باپ نے جو ۱۵۸ھ مین تخت نشین ہوا تہا علما سے اسلام کو

عمر کا قول من یہدہ اللہ

حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کئے جاتے ہین اوسکے جواب کیلئے کتابین تصنیف کی جائین ،، صا۲

ادھر تو یہ کارروائی شروع ہوئی ادھر اہل سنۃ کے علما جو تمامتر بنو امیہ کے قدیم للایام سے طرفدار تھے اسپر آمادہ ہوئے کہ جسطرح ہو علم کلام کو بارور نہونے دین بقول مولوی شبلی امام شافعی امام احمد بن حنبل سفیان ثوری اور اکثر محدثین نے اس علم کو حرام بتایا صـ۲۲

پھر لکھتے ہین ،، محدثین اور ارباب ظاہر کو کلام کی مخالفت مین شدت تھی اسنے علم کلام کو بالکل بجھا دیا ہوتا لیکن خلفاء عباسیہ (بجز دو ایک کے) اور اونکے ارکان دولت نے بڑی مستعدی کے ساتھ تائید کی اور شاہانہ حوصلہ سے اسکو برابر ترقی دیتے رہے - عباسیہ کے علاوہ دیلمیون نے بھی اسکی سرپرستی کی صـ۳۵

خود مولوی شبلی صاحب ملل ونحل شہرستانی سے ناقل ہین واما رونق علم الکلام فابتداؤہ من الخلفاء العباسیہ ہرون والمامون والمعتصم والواثق والمتوکل وانتہاؤہ من الصاحب بن عباد وجماعہ من الدیالمہ -

اور چونکہ یہ امر بخوبی معلوم ہے کہ سلاطین دیالمہ جو آل بویہ بھی کہلاتے ہین اور صاحب بن عباد بھی جو اون کا وزیر تھا شیعہ تھے تو اب بخوبی معلوم ہوا کہ علم کلام کا وجود بھی شیعون کی بدولت قایم ہوا -

اہل سنتہ کی پہلی تصنیف علم کلام مین اور مصنف کا مغلوب ہونا شیعون سے

اسی ذیل مین اس کا لکھنا بھی مناسب ہے کہ اس علم کلام نے اہل سنتہ مین کتابی صورت مین کیسے جنم لیا اور اوسکے مصنف کی کیا حالت تھی مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین ،، جہان تک ہم کو معلوم ہے سب سے پہلے ابو الہذیل علاف نے اس فن مین کتاب لکھی ابو الہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبد اللہ بن مکحول ہے سنہ ۱۳۱ مین پیدا ہوا اور سنہ ۲۳۵ مین وفات پائی صـ۳۵

پھر لکھتے ہین ،، اسی زمانہ مین ہشام بن الحکم کوفی ایک مشہور متکلم تھا یحیی برمکی کی مجالس علمی کا افسر اور علوم عقلیہ کا ماہر تھا - ابو الہذیل مناظرہ مین اگر

کسی سے دبتا تھا تو اسی سے دبتا تھا۔ مسعودی نے اس کے متعدد مناظرے
نقل کئے ہین جنمین اسنے ابو الہذیل پر فتح پائی۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست
مین اسکی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا ہے جن مین سے بعض کے نام یہ
ہین الرد علی الزنادقہ الرد علی اصحاب الاثنین الرد علی اصحاب الطبایع
(یعنی مٹیریلسٹ کا رد) کتاب علی ارسطوطالیس فی التوحید۔ یہ کتاب آج
ناپید ہیں لیکن کتابون کے نام سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیسے مہم
مضامین پر تھیں۔

خلیفہ مہدی کے علاوہ دربار کے اور امرا نے بھی علم کلام کیطرف توجہ کی
یحیےٰ ابن خالد برمکی جو دولت عباسیہ کی روح رواں خلیفہ مہدی کا وزیر
اعظم اور سلطنت کا دست و بازو تھا اسنے خاص علم کلام کے مباحثات
کیلئے دربار مین ایک مجلس مقرر کی جسکا تذکرہ مورخ مسعودی نے
ان الفاظ مین کیا ہے۔

وکان یحییٰ بن خالد ذا بحث ونظر
وله مجلس یجتمع فیه اهل الکلام
من اهل الاسلام وغیرهم

یحییٰ بن خالد مناظرہ دان اور صاحب
نظر تھا وہ ایک جلسہ کیا کرتا تھا جسمین ہر
مذہب کے اہل کلام جمع ہوتے تھے۔

اس مجلس کا مہتمم (سکرٹری) ہشام بن الحکم ایک مشہور فاضل تھا مجلس مین ہر
مذہب و ملت کے لوگ جمع ہوتے تھے اور ہر قسم کے علمی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی
افسوس کہ مولوی شبلی صاحب یہ سب تو لکھ گئے کہ ہشام بن الحکم سے اہلسنۃ کے علم کلام
موجد ابو الہذیل علاف دبتا تھا اور برابر مغلوب ہوتا تھا۔ ہشام نے کتابین بھی
تصنیف کین۔ مجلس مناظرہ کے وہی سکرٹری تھے مگر یہ نہ لکھا کہ یہ ہشام بن الحکم
کون بزرگوار تھے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ جناب امام جعفر صادق
کے صحابی خاص ہین جنکی صد ہا روایتین کتب مذہب شیعہ مین موجود ہیں
اور کیسے کیسے علماء اہل سنۃ کو انہون نے زیر کیا ہے کہ وہ لوگ انکے سامنے نہین بول سکتے

دیکھئے وہی علامہ شہرستانی جنکے اقوال سے اکثر مولوی صاحب نے استدلال کیا ہو
ملل و نحل مین لکھتے ہین وکان ہشام بن الحکم من متکلمی الشیعہ وجرت
بینہ وبین ابی الھذیل مناظرات فی علم الکلام صہ ۲۱
اسکے بعد اپنے دوسرے علماسے ان کے نسبت یہ نقل کیا ہو کہ وہ قایل تشبیہ تھو
مگر خود رد کر کے لکھتے ہین وھذا ھشام بن الحکم صاحب غور فی الاصول
لا یجوز ان یغفل عن الزاماتہ علی المعتزلہ فان الرجل وراء مایلزمہ
علی الخصم ودون مایظہرہ من التشبیہ وذلک انہ الزم العلاف
فقال انک تقول الباری عالم بعلم وعلمہ ذاتہ فیشارک المحدثات
فی انہ عالم بعلم ویباینہا فی ان علمہ ذاتہ فیکون عالما لا کالعالمین
فلم لا تقول ھو جسم لا کالاجسام وصورۃ لا کالصور ولہ
قدر لا کالاقدار الی غیر ذلک صہ ۲۳ یعنی ہشام بن الحکم متکلمین شیعہ
سے تھے جن سے اور ابی الھذیل سے برابر جاری تھا مناظرہ علم کلام مین ۔ یہ
ہشام بن حکم صاحب غور ہین اصول مین ان کے الزامات سے جو معتزلہ
پر وارد کرتے تھے غفلت نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ مرد بہت دور تھا اوس سے
کہ خصم پر الزام وارد کرتا اور مخالف و مغائر تھا اوسکے جو ظاہر کرتا تھا تشبیہ سے
کیونکہ اونھون نے یہ الزام دیا تھا علاف کو کہ جب تم کہتے ہو خدا عالم ہے بہ علم
اور علم اوسکا ذات اوسکی ہے ۔ تو عالم بعلم ہونے مین وہ شریک ہوا حادث
کا ۔ اور اس امر مین کہ علم اوسکا عین ذات ہی ۔ مباین ہوا ۔ پس وہ عالم ہوا نہ مثل اور
عالمون کے تو پھر کیون نہین کہتے کہ وہ جسم ہی نہ مانند سایر اجسام کے ۔ اور وہ صورت
ہو نہ مثل سب صورتون کے اور قدر ہی نہ مثل دیگر اقدار کے وغیرہ ۔
عقلای اہل سنتہ نے اسی الزام سے ہشام بن الحکم کیطرف اسکی نسبت کر دی تھی
کہ وہ اسکے قایل تھے کہ معاذ اللہ خدا جسم ہی نہ مثل سایر اجسام کے اور وہ صورت
ہی نہ مثل سایر صور تو نکی حالانکہ وہ علاف پر اوس کی تقریر سے الزام دیتے ہین
باقی آیندہ

مطبع اصلاح کھجوا ضلع سارن مین سید نظیر حسین پرنٹر نے
شایع کیا

ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۳ ہجری

الشمس

نمبر ۴	یعنی مشہور عالم رسالہ اصلاح کا دوسرا ضمیمہ جو ماہ کی ۱۵ کو شایع ہوتا ہے	جلد ۱
عام قیمت معہ محصول ڈاک عہ امراسے صہ	ایڈیٹر سید علی حیدر دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن	

التماس

بخدمت جناب مولوی محمد عبد الشکور صاحب زاد توفیقاتہ۔

(۱) اگرچہ آپ کے ہمارے روان قوم اس سے خوش نہین کہ آپ نے شیعہ و سنی کے مناظرہ کی دبی ہوئی آگ کو سلگانا شروع کیا جسپر مولوی انشاء اللہ خانصاحب اڈیٹر الوطن اور مسٹر عبد الحلیم شرر اڈیٹر اتحاد وغیرہ وغیرہ آپکے بزرگون نے نصیحت بھی کی اور سمجھایا بھی کہ امت محمدیہ پر رحم کیجئے موجودہ حالت اتحاد کے زوال مین نہ سعی فرمائیے جس سے رہا سہا قومی اتفاق زایل ہو مگر آپنے نہ مانا اور آپنے ذاتی اغراض کو قومی ضرورتون پر مقدم سمجھا تو خیر کوئی مضایقہ نہین ہم آپکی قدردانی کو کافی ہین۔ مگر ان معروضات کو بغور ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) مناظرہ مین خوش نیتی کو اپنا اصول قرار دیجئے کہ جو بات کہئے للہ فی اللہ جو مسئلہ لکھئے یہ سمجھ کر قیامت آنے والی ہے وہان حساب دینا ہوگا کیونکہ دنیا چند روزہ ہے بری بھلی سب کی گذر جاتی ہے مگر وہ روز نہایت ہولناک ہے ان زلزلة الساعة شیٔ عظیم وہان کی فکر سب پر مقدم سمجھئے

(۳) مناظرہ کی غرض احقاق ہے کہ جو امر حق ہو اوسے صحیح طور پر قبول فرمائیے اور ظاہر کیجئے اسمین زید و عمرو کا نہ خیال کیجئے بلکہ خدا و رسول کا خیال کرنا چاہئے کہ اوسکا کیا حکم ہے اوسکا کیا فرمان ہے نہ یہ کہ کس نے کیا کہا کیونکہ جو کہہ گیا یا کر گیا وہ اپنا نتیجہ خود بھگت لیگا۔ آپ کو امر حق دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے تاکہ اوسکے اتباع سے نجات پائے اور مواخذ اخروی سے امان ملے۔ اسکو واضح طور پر تو

سمجھئے کہ آپکے اصول مذہب سے نہ خدا کو عدل لازم ہے نہ رسول اللہ کو عصمت اور صحابہ و خلفا تو عام طور سے غیر معصوم بلکہ خطا کار ہین پس ایسے موقع پر آپکو تاویل نہ کرنی چاہئے بلکہ صاف صاف اقرار کرنا چاہئے کہ خطا ہوئی۔

(۴) مخلوقات خدا اوسکی امانت ہے اور ہر صاحب علم اوسکا راعی ہے۔ ایسی فکر نہ ہو کہ خدا کی امانت ضائع جائے کیونکہ یہ خوب معلوم ہے کہ ہر فریق اپنے علما کیطرف رجوع کرتا ہے سنی عالم اگر کسی شیعہ کو سمجہائے یا شیعہ عالم عوام اہل سنت کو تو ہرگز وہ اثر نہین ہو سکتا جو خود شیعہ عالم اپنے عوام کو سمجہائے اور سنی عالم اپنے عوام کو لہذا آپکو اسکا خیال رکہنا چاہئے کہ ایسی باتین نہ سنائین جس سے فساد عقیدہ کو ترقی ہو اور اون کے عقاید مین خلل پڑے کیونکہ مہربان گورمنٹ نے ہر فریق کو مذہبی آزادی دی ہے کسی مذہب پر سلطنت کا دباؤ نہین ہے اگرچہ قوم و قبیلہ برادری کا دباؤ بھی بہت بہاری ہے مگر زیادہ دیرپا نہین۔ لہذا ایسی تعلیم نہ دینی چاہئے جس سے آپکو تو صرف یہ فائدہ ہو کہ آپ کی بات ورہے اور اخبار کی اشاعت ہو اور عوام کا یہ ضرر ہو کہ وہ اوسی عقیدہ فاسدہ کے معتقد ہون اور ہمیشہ کے لئے اوسکا وزر و بال آپ کی گردن پر رہے۔ مثال کے طور پر یون سمجھئے کہ آپ اگر درحقیقت ائمہ اطہار کو معاذ اللہ برا سمجھتے ہین جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے تو مین ہرگز آپکو روکنا نہین چاہتا بلکہ نہایت آزادی سے اون کے معائب کو بیان فرمائیے مگر بطور واقع جیسا کہ شیعہ آپکے صحابہ و خلفا کے مطاعن کو حقیقۃً اور واقعاً بیان کرتے ہین اور اوسکے ثبوت مین آپکے روایات و احادیث کو پیش کرتے ہین نہ یہ کہ اپنی روایات سے تو اونکی حقیت و فضیلت کے قایل رہئے اور یہ کہکر کہ بنا بر روایات شیعہ لازم آتا ہے اون کے معائب بیان کیجئے جس سے بیچارے عوام تباہ ہون کیونکہ وہ تقریر الزامی اور تحقیقی مین فرق نہین کر سکتے۔ وہ آپکی تقریرون کو دیکھ کر یہی سمجھین گے کہ یہی اعتقاد صحیح اور درست ہے کیونکہ باخوبہا کی تفریق نے تو قلوب اون کے پہلے ہی سے انحضرات سے منغص کیا ہے اونکے گھٹنے کو ڈھیلے کا بہانہ کافی ہے لہذا جو کچھ آپنے بینی و بین اللہ حق سمجھا ہے اوسی کو ظاہر کیجئے۔

(۵) جو بحث شروع کیجئے اوسکو تمام کر ڈالئے یعنے کوئی حالت منتظرہ اوسکے متعلق نہ چھوڑئے جیسا کہ بحث تحریف قرآن مین کیا کہ جن روایتون کو آپکے قاضی احتشام الدین صاحب

نصیحۃ الشیعہ مین لکھ چکے ہین اونھین اقوال و روایات کو آپنے بھی نقل کیا اور اوس کے جوابات کیطرف نہ متوجہ ہوے حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اوس بحث کو پورے طور سے طے کر دیتے کیونکہ نصیحۃ الشیعہ کا جواب بھی مکرر ہو چکا ہے اور سب سے بڑھ کر خود کتاب مستطاب استقصاء الافحام مین اسکی بحث نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہے مگر آپ نے سب کو نظر انداز کر کے مختلف مقامات سے ایک دو جملے لیا اور عوام کو دکھا دیا کہ ہم نے جواب دیا اس سے کیا فائدہ ہوا۔ عوام تو ممکن ہے خوش ہو جائین مگر نہ مذہب کی حمایت ہوئی نہ حق کی۔ کیونکہ فریق مخالف آپکا بھی اونہین جوابونکو پیش کر دیگا۔ تو نتیجہ بجز تحصیل حاصل کچھ نہ ہوگا۔

(۶) جب آپ نے اخبار نکالا ہے اور مناظرہ کی بنیاد ڈالی ہے تو کچھ محنت کیجئے کچھ کتابون کا مطالعہ فرمائیے اس سے کیا حاصل کہ وہی تحفہ وہی منتہی الکلام وہی آیات بینات وہی نصیحۃ الشیعہ ہر جگہ بیچا لاجاے جسکا بار بار جواب ہو چکا اور آپ صرف عوام کے دل خوش کرنے کو اونہین مضامین پارینہ کا ترجمہ کرتے رہین اور اوسکے جوابون کی طرف مطلق توجہ نہین کرتے حالانکہ ہر بحث کا جواب نہایت تفصیل سے دیدیا گیا ہے۔

(۷) اڈیٹر صاحب یہ الزام دیتے ہین کہ الشمس ہمارے پاس نہین آیا مگر ہم اسکے جواب مین بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ یقیناً دفتر اصلاح سے روانہ کیا گیا ممکن ہے اونکو نہ پہونچا ہو یہ امر تو ایسا نہ تھا کہ پبلک مین لایا جاے بلکہ ایک اطلاعی کارڈ کافی تہا چنانچہ ہمنے بھی چند مرتبہ اڈیٹر صاحب کو لکھا کہ نمبر۲ مورخہ ۷ رمضان۔ نمبر۸ مورخہ ۲۸ شوال نمبر۱۳ مورخہ ۷ ذیحجہ نمبر۱۵ مورخہ ۲۱ ذیحجہ نمبر۱۹ مورخہ ۴ محرم نہین پہونچا پہلے خط کے ساتھ رسالہ حکم الثقلین بھی بہیجا تہا جس مین امام ابو حنیفہ کی نماز کا ثبوت کتب حنفیہ سے دیا گیا تہا اوسکی رسید نہ بذریعہ کارڈ ملی نہ بذریعہ اخبار پھر دوسرے کارڈ مین یہ بھی لکھا گیا کہ اگر یون نہ دے سکتے ہون تو ان نمبرون کو بذریعہ وی پی روانہ کریں مگر اڈیٹر صاحب نے اجتک نہ بھیجا۔

(۸) اصلی مقصود آپ کا صرف عوام کو خوش کرنا ہے غلط باتون سے اسیوجہ سے لکھتے ہین دو اصلی وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ امر مسئلہ اسمین سوا گالی گلوج کے اور کوئی بات قابل التفات نہین ہوتی اسلئے وہ صفحہ مخفی کیا جاتا ہو۔ مگر یہ نسبتی ظاہر ہے کہ اسکے جواب مین مسلم وہی نمبر کافی ہین جو شائع ہو چکے

جس مین کس تہذیب اور متانت سے گفتگو کیگئی ہے مگر اسکا کیا جواب ہو کہ صرف نام شیعہ گالی گلوج سمجھا
جاے، اور جب اڈیٹر کے نزدیک کتاب استقصاء الافحام اور عبقات الانوار ناقابل التفات ہے جس سے
خود مولوی صدیق حسن خان صاحب، مولوی عبد الحی صاحب جا بجا استدلال اور استناد کرتے ہین تو دوسری کونسی
کتاب قابل التفات ہوسکتی ہے کیونکہ عوام کے اغوا کے لئے لفظ تبرا ایسا عمدہ آلہ بنایا گیا ہے کہ جہان کوئی بات
منہ سے نکلی اور اوسکو تبرا کا خطاب ملا۔ کوئی کلمہ کہا گیا گالی گلوج ٹھہرا دیا گیا کیسے ہی متانت سنجیدگی
سے کلام ہو مگر وہ دشنام ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے لفظ غیر معتمد بنایا تھا یا در کتب معتمدہ اہلسنت نیست
جسکے لئے جناب حجۃ الاسلام اعلی اللہ مقامہ کو صدہا اوراق صرف کرنے پڑے کہ اوس کتاب کا معتمد
ہونا اہل سنت کے یہان ثابت کیا جائے اور اڈیٹر صاحب نے ناقابل التفات جملہ بنایا ہے مگر اونکو یہ سمجھ رکھنا چاہئے
کہ دنیا اب وہ نہین ہے جو پہلے تھی۔

(۹) تنقید بخاری کے نسبت بھی یہی جملہ صرف کیا گیا ہے "ہمنے تو پہلے ہی اس امر کو ظاہر کر دیا تھا کہ
تنقید بخاری کے مضامین کسیطرح قابل التفات نہین" مگر تنقید بخاری حصہ اول ملک مین شائع ہوچکا اور
نقد التنقید کے اوراق الشمس کے ساتھ شائع ہو رہے ہین جس سے ہر انصاف پسند کو معلوم ہوگا کہ صحیح
بخاری کس قابل کتاب ہے کیونکہ اوسکی ایک روایت بلکہ ایک جملہ بلکہ آیت قرآنی جسے بخاری صاحب نے لکھا
ہے غلطی سے خالی نہین تو اور کیا امید ہوسکتی ہے۔ اڈیٹر صاحب اگر صاحب ہمت اور غیرت ہوتے تو
تنقید بخاری کا کامل جواب شائع کرتے مگر جہان سے اونھون نے جواب چھوڑا ہے وہ ایسا مضمون
اسفندیار ہے کہ صرف ایک حدیث پر صحیح بخاری کے خود اوسکے شارحین نے کسقدر اعتراضات کئے ہین
دیکھو تنقید بخاری صفحہ ۵ لغایت ۹۲

(۱۰) اڈیٹر صاحب اس جملہ پر بہت خوش ہوکر لکھتے ہین "اڈیٹر صاحب اصلاح کی یہ عبارت کس
عاجزی کو ظاہر کر رہی ہے۔ وہ ہمارے اخبار کی نسبت لکھتے ہین کہ اخبار مذکور کتاب مستطاب استقصاء الافحام
کی ہدایت و ارشاد کو خاص طور پر مشتبہ کرنا چاہتا ہے" مگر اڈیٹر صاحب کو معلوم نہین یہ کلام اڈیٹر
اصلاح مقتبس ہے انوار آیات قرآنی سے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ
بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون پس جب خدا نے اس ارادہ اطفاء
نور اللہ کو اپنے مخالفین کیطرف منسوب کیا تو اڈیٹر اصلاح نے اگر اس ارادہ کو مخالفین عبقات و

استقصاء کیطرف منسوب کیا تو اس سے آپکو کیا مسرت ہو سکتی ہے۔ دیکھئے انہیں تحریرون کا یہ اثر ہو کہ آخر آپکو عاجز ہو کر اقرار کرنا پڑا۔ ہمین استقصاء الافحام یا عبقات الانوار کی تردید بالذات مقصود نہین ہو ہمنے ضمناً اسکا بھی ذکر کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ ان وجوہ سے وہ ناقابل التفات ہو۔ ہم بار بار کہتے ہین کہ اگر آپکے نزدیک ہمارے اعتراضات صحیح نہین ہین تو آپ صرف اسی ایک اعتراض کا جواب دیدیجیے جو ۴ رمضان کے پرچہ مین ہمنے لکھا ہی مگر آپ ادہر اودہر کی باتون مین صفحہ کا صفحہ لکھ ڈالتے ہین اُس اعتراض کا نام تک نہین لیتے یہ تقریر آپ کی خود بتا رہی ہی کہ "انگور کھٹے ہین" کیسی سچی مثل ہے کیونکہ النجم کی اشاعت مستقل طور پر اسی امید پر شروع کیگئی تھی کہ شاید آپ کچھ ثبات قدم سے کام لینگے اور کتاب استقصاء الافحام کا رد مستقل طور سے کرینگے۔ جسکی نسبت آپ یہ بھی لکھ چکے ہین کہ زمانہ طالب العلمی مین آپ اسکا جواب لکھ چکے ہین جسکا خیالی نام قبل از قول انتصار الاسلام رکھا تھا مگر اس عاجزانہ فقرہ نے تو سب امیدونکو خاک مین ملا دیا۔ اگر ہم یہ جانتے کہ آپکا مقصود رد استقصا نہین ہے تو النجم کا کیون اہتمام کیا جاتا۔ اصلاح کے اوراق کافی تھے مگر خیر آپ ضمناً گفتگو کرین یا اصالتاً النجم کا نور عالمتاب رفع ظلمات کیلئے کافی ہے۔

افسوس کہ آپنے النجم کے ۳ نمبرون کے انداز تحریر سے نہ سمجھا کہ مناظرہ کا تاریخی حال جو لکھا جا رہا ہی وہ نہایت بسط طلب ہی اور جبتک ایک بحث نہ تمام ہو دوسری بحث کی ابتدا کیونکر ہو سکتی ہے جبپر آپ چاہتے ہین کہ النجم کے تین ہی نمبر مین آپکے اخبار کے ۳۰ نمبر کا جواب ہو جاتا جو ایک امر محال ہی با ایں ہمہ آپ کی خاطر سے ہم ابتدائی سلسلہ کو اسوقت ملتوی کر کے آپکے ان فقرات کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو نمبر ۲۶ مین لکھے ہین۔ اور انشاء اللہ اتمام بحث نمبر ۱ کے تمام ہونے پر جب آپ کے دوسرے نمبر کا جواب شروع ہوگا تو پھر تفصیلی جواب لکھا جائے گا۔

ناظرین! آپ مایوس نہ ہون۔ اڈیٹر صاحب نے کتاب مستطاب عبقات الانوار و استقصاء الافحام کے جواب سے فارغخطی دیدی مگر ہم آپکو یقین دلاتے ہین کہ اگر حیات مستعار نے وفا کی تو اگر وہ جواب کتب شیعہ سے سکوت بھی کرینگے تو ہم استقصاء و عبقات الانوار کے مضامین حق آگین اردو مین شائع کرینگے۔ اور جن جن کتابون کا نام اہل سنت اس فن مناظرہ مین لے سکتے ہین سب کی قلعی کھول دینگے کیونکہ جب صحیح بخاری کی حقیقت کما حقہ ظاہر کی جاتی ہے تو اور کسی کتاب کی کیا اصل ہے۔

حجۃ بالغہ

جو سلسلہ تاریخ مناظرہ کا شمس نمبر ۱ سے شروع ہوا تھا وہ ایک بڑا ذخیرہ تھا جو چند نمبرون مین تمام ہوتا اور اوسکے بعد اون اعتراضات پر توجہ کیجاتی جسمین کتاب مستطاب استقصاء الافحام کے ایک فقرہ پر نافہمی سے اعتراض کیا گیا ہی کیونکہ یہ اعتراض اخبار کے نمبر ۲ مین لکھا گیا ہی۔ اور ناظرین کو خوب معلوم ہے کہ اخبار مذکور ہفتہ وار ہی جو ماہ رمضان سے شائع ہوتا ہی اور شمس ماہانہ جزو ہی جو ماہ محرم سے شروع ہوا۔ پھر ۳ نمبرین مین ۲۴ نمبر کا جواب ایکدفعہ کیونکر ممکن ہے۔ مگر نمبر ۲۴ کے فقرات ذیل نے ہم کو مجبور کیا کہ اوس سلسلہ کو ابھی ملتوی کر کے پہلے اسی کی خبر لین اور بعد پھر اپنا سلسلہ قایم کرین جسمین اسی مضمون کا جواب تفصیلی پھر دیا جائے گا کیونکہ ہم لوگون کا کام ادھورا نہین ہوتا عوام کو مغالطہ دینا نہین چاہتے۔ ہدایت وارشاد سے کام ہی نہ یہ کہ دو چار جیلے ادھر اودھر سے لکھکر مشتہر کردین کہ فلان کتاب کا جواب ہوگیا حالانکہ ایک حرف کا بھی جواب نہین ہوتا۔ لہذا ناظرین سے التماس ہی کہ وہ اس تحریر کو صرف اونہین فقرات کا جواب سمجھین جو اڈیٹر صاحب نمبر ۲۴ مین فرماتے ہین۔ **وهو هذا**

ہمنے استقصاء کی اس قدر غلطیان بیان کین مگر اڈیٹر اصلاح کے نزدیک وہ غلطیان ہی نہین مرض اسکا علاج تو افلاطون کے پاس بھی نہین ہے کہ آفتاب نکلا ہو اور کوئی کہدے کہ آفتاب نہین نکلا ابھی رات ہو اور اغلاط کو جانے دیجیے سب سے پہلی غلطی مولوی حامد حسین صاحب کی جو ۱۳ رمضان کے پرچہ ... مین ہم نے بیان کی ہے اسکی نسبت کوئی عاقل کہہ سکتا ہو کہ وہ غلطی نہین ہے۔

کیا یہ کوئی غلطی نہین ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث اور ابن جوزی کی حدیث کو ایک کہہ دیا حالانکہ دونون مین آسمان و زمین کا فرق ہی کچھ مناسبت ہی نہین نہ سند ہی دونو کی ایک ہو نہ متن ہی مین کسی قسم کا اشتراک ہو۔

کیا یہ کوئی غلطی نہین ہے کہ انھون نے صرف ابن جوزی کی جرح پر صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کہہ دیا حالانکہ وہ خود اس امر کی تصریح کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی جرح قابل اعتبار نہین ہے۔ کیا یہ کوئی غلطی نہین ہے کہ ابن جوزی نے تو صرف اوس حدیث کو منکر کہا تھا مگر مولوی حامد حسین صاحب نے کہہ دیا کہ ابن جوزی اس حدیث کو موضوع کہتے ہین منکر اور موضوع مین اونکو کچھ فرق نہ معلوم ہوا۔

ہم اب بھی یہی کہتے ہین کہ استقصاء وتعقبات دونون صریح اغلاط سے بھری ہوئی ہین اور اکثر وبیشتر دیدہ ودانستہ خلاف حق مضامین اسمین لکھے گئے ہین جس قدر غلطیان ہم نے استقصاء الافحام کی بیان کی ہین وہ ابھی کچھہ بھی نہین ہین کوئی صاحب جواب کے لئے آمادہ ہون تو پھر ہم بھی اور اغلاط پیش کرینگے اور اسقدر پیش کرین گے کہ دیکھنے والون کا دل گھبرا جائے۔

ہم پھر اعلان کے ساتھہ کہتے ہین کہ اڈیٹر صاحب اصلاح یا جس شیعی بزرگ کو استقصاء الافحام کی حمایت کا جوش ہو وہ اور اغلاط سے قطع نظر کرکے صرف اسی ایک غلطی کا جواب دیدین جو ۱۴ رمضان کے ... مین ہمنے بیان کی ہے ہم وعدہ کرتے ہین کہ اگر کسی صاحبنے اسکا ٹھیک جواب دیدیا تو ہم پھر کبھی استقصاء الافحام پر حملہ نہ اوٹھاوین گے اور اگر کسی شیعی بزرگ سے یہ نہ ہو سکے اور یقینًا نہ ہو سکے گا تو اتنا ضرور ہو نہین چاہئے کہ پھر کبھی اہل سنۃ کے سامنے استقصاء الافحام کا نام نہ لین ؛؛

اڈیٹر صاحب کا جوش خروش بلکہ مدہوشی ابھی نہین فرو ہوتی نمبر ۲ مین فرماتے ہین "ہم بار بار لکھتے ہین کہ اگر آپ کے نزدیک ہمارے اعتراضات صحیح نہین ہین تو آپ صرف اسی ایک اعتراض کا جواب دیدیجئے جو ۱۴ رمضان کے پرچہ مین ہمنے لکھا ہے۔

یہ عبارتین ایکو اچھی طرح بتا رہی ہین کہ اڈیٹر صاحب اپنے ان اعتراضون کو جو ہم عدد خلفائے ثلثہ ہین لاجواب سمجھہ رہے ہین کہ شیعون سے اسکا جواب ممکن ہی نہین حالانکہ یہ ایسے پوچ اعتراضات ہین کہ کوئی سمجھدار آدمی تو اسکو منہہ سے بھی نہین نکال سکتا چہ جائیکہ اسپر وہ اسقدر نازان ہو اور اپنے حریف قوی پنجہ صاحب حق کو اوسکے جواب سے عاجز سمجھے۔ لیجئے اب جواب سنئے۔

پہلا اعتراض آپکا یہ ہے۔ کیا یہ کوئی غلطی نہین ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث اور ابن جوزی کی حدیث کو ایک کہدیا حالانکہ دونون مین آسمان وزمین کا فرق ہے کچھہ مناسبت ہی نہین نہ سند ہی دونون کی ایک ہے نہ متن ہی مین کسی قسم کا اشتراک ہے۔ الجواب حدیث صحیح بخاری وحدیث موضوعات ابن الجوزی یقینًا ایک ہی حدیث ہے صرف راوی کا اختلاف ہے اور اسکی تنبیہ خود استقصاء مین کردی گئی ہے چنانچہ فرمایا ہے (ابن الجوزی ہمین حدیث را بروایت عائشہ وارد ساخت در احادیث شنیعہ موضوعہ وروایات مکذوبہ مختلقہ داخل کردہ) اتحاد کی

وہیں اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ خود اہلسنتہ اسکے قائل ہیں۔ سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں جسمیں
خاصۃً احادیث متعقبہ کتاب الموضوعات ابن الجوزی کو لکھا ہے لکھتے ہیں حدیث عائشۃ
رضی اللہ عنہا ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ فیہ عمرو بن المحرم
البصری لہ مناکیر عن ثابت العفار و لا یعرف قلت الحدیث اخرجہ
البخاری فی صحیحہ بھذا اللفظ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
دیکھئے سیوطی نے ان دونون کو ایک ہی حدیث سمجھا ہے چنانچہ کہا کہ اس حدیث کو بخاری نے
اپنی صحیح مین اسی لفظ سے بروایت ابن عباس روایت کیا ہے اگر یہ دو حدیث تھی اور صحیح بخاری
کی حدیث اور تو یہ کلام سیوطی کا کیونکر درست ہوا اور ابن جوزی پر تعقب کیونکر صحیح
ہوا۔ ذرا ہوش و حواس درست کرکے کلام کیا کیجئے دیکھئے آپ کے امام سیوطی اور ہمارے
جناب آیۃ اللہ طاب ثراہ دونوں اس حدیث کے اتحاد مین متحد الخیال ہین صرف فرق یہ ہے کہ آپکے
امام سیوطی چونکہ معتقد صحیح بخاری تھے لہذا اونہون نے ابن الجوزی کے حکم بالوضع کا تعقب
اس امر سے کیا کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین موجود ہے لہذا موضوع نہین ہوسکتی اور ہمارے آیۃ اللہ
طاب ثراہ نے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ ابن الجوزی نے اسے احادیث موضوعہ مین
داخل فرمایا۔ اور یہ ارشاد باوصفیکہ بطور الزام ہے مگر آپ کے امام تحقیق سے بہتر ہے
کیونکہ کلام سیوطی صرف عقیدت صحیح بخاری پر مبنی ہے جسمین ہمیشہ آپ کے محدثین نے کلام کیا ہے
اور یہ ابن الجوزی سے عالم کی تحقیق سے مستند ہے جو آپکے یہان ناقد موضوعات مانا گیا ہے۔
اڈیٹر صاحب! آپ تو فرماتے ہین کہ دو حدیثین ہین اور آپ کے امام سیوطی اسے ایک ہی حدیث
فرماتے ہین۔ آپ کے نزدیک انمین آسمان و زمین کا فرق ہے اور سیوطی کے نزدیک بالکل
اتحاد ہے۔ آپ کے نزدیک کچھ مناسبت ہی نہین نہ سند ہی دونو کی ایک ہے نہ متن ہی مین کسی
قسم کا اشتراک ہے اور آپ کے امام سیوطی فرماتے ہین الحدیث اخرجہ البخاری فی
صحیحہ بھذا اللفظ من حدیث ابن عباس جس سے ظاہر ہے کہ اونکے نزدیک
متن مین اشتراک کا کیا ذکر لفظ کا اتحاد متحقق ہے۔ ضمیر اخرجہ کو اور اغارہ بھذا اللفظ کو
بغور ملاحظہ فرمائیے۔ ماشاء اللہ آپ سے امام کے لئے ایسا ماموم ہونا ضرور ہے اوسپر آپ اپنی

وش فہمی سے خوردہ گیری کرین - برین عقل و دانش بباید گریست جناب الا ابھی آپکو تھوڑے
بون کسی اوستاد کے سامنے علم حدیث کی تحصیل مین زانوے ادب تہ کرنا چاہیے اسکے بعد اس فن
مین کچھہ دخل دیجیگا ابھی تو آپ کا اسمین دخیل ہونا بالکل مدخل در غیر معقول ہے دیکھیے آپنے اس
غلیط مین کیسی فاحش غلطی کی اگر آپ مین کچھہ حیا ہے تو ضرور اپنے وعدہ کو آپ وفا فرمائینگے
اور پھر کبھی استقصاء الافحام کا نام نہ لینگے -

دوسرا اعتراض کیا یہ کوی غلطی نہین ہے کہ اونہون نے صرف ابن جوزی کی جرح پر صحیح بخاری
کی حدیث کو مجروح کہہ دیا حالانکہ وہ خود اس امر کی تصریح کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی جرح قابل اعتبار
نہین ہے الجواب افسوس! سخن نشناس نئی دلبرا خطا اینجاست - پہلے تحقیق و الزام مین
فرق سمجھیے - پھر یہ سمجھیے کہ فریق مخالف کا قول کوی معرض تحقیق مین نہین لاتا بلکہ جب اوس کا
کلام لائیگا تو معرض الزام مین پھر اسکو سمجھیے کہ اقرار العقلا علی انفسہم حجۃ ان مراحل کو طی کرکے اب
سمجھیے کہ جناب آیۃ اللہ طاب ثراہ کلام ابن الجوزی بلکہ کسی عالم اہل سنۃ کے کلام کو اگرچہ کسے
باشد بمقام تحقیق مین کچھہ نہین سمجھتے البتہ کلام ابن الجوزی و دیگر علماے اہل سنۃ کو الزام اہل سنۃ
کیلیے پیش فرمایا کرتے ہین لہذا اگر جناب ممدوح نے استقصا مین ابن الجوزی کا کلام کتاب الموضوعات
سے نقل فرما کر اوسکے بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع ظاہر فرمایا تو بھی درست ہے اور اگر عبقات
الانوار مجلد طیر مین بنا بر افادات علماے اہل سنۃ ارشاد فرمایا کہ ابن الجوزی کی تضعیف جو
اونہنے حدیث طیر کے متعلق کتاب العلل مین کی ہے قابل اعتبار نہین ہے، تو بھی درست ہے اسلیے کہ
دونو کلام مقام الزام خصم مین واقع ہین پس جبکہ علماء اہل سنۃ ابن الجوزی کو اپنے مذہب کا امام مانتے
ہین اور اوسکے اقوال سے احتجاج کرتے ہین تو اوسکے کلام کی بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع
منوا دینا بھی صحیح ہے اور جبکہ خود ہی وہ اوسکی جرح کو بے اعتبار جانتے ہین تو اون کی افادات
کی بنا پر اوسکی تضعیف کو حدیث طیر مین بے اعتبار ظاہر کرنا بھی درست ہے غیر مقام تحقیق و
الزام مین فرق نہ کرنا یہ تو آپکا قصور فہم ہے یا قصدا مغالطہ عوام کے لئے اوس سے چشم پوشی
کر لی ہو مگر یہ تو بتائے کہ آپ کے علما کا یہ کیا حال ہے کہ خود ہی تو ابن الجوزی کی قدح کو قابل
اعتبار نہین جانتے اور پھر خود ہی اوسکی قدح پر اعتماد کرتے ہین بلکہ ادرا مکان خوش فہمی بعا

اہل حق اوس سے احتجاج کرتے ہین اس ہونی غلطی کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ ذرا دیکھیے تو کہ آپ کے علما نے ابن الجوزی اور اوس کے کتاب کی نسبت کیا کیا لکھا ہے اگر آپ کو ہمت ہو یا کتابین نہ میسر ہون تو صرف عبقات الانوار جلد اول حدیث مدینۃ العلم کو صفحہ (۵۹۱) سے (۶۰۸) تک دیکھ جائیے کہ کیسے کیسے اقوال ابن الجوزی کے متعلق آپکے علما نے لکھے ہین اور کس قدر اوسکی جرح کو غیر معتبر بنایا ہے باایں ہمہ آپکے علما اوسکی جرح سے برابر تمسک کرتے ہین اور شیعون کے مقابلہ مین اونہین اقوال سخیفہ کو پیش کرتے ہین اب کہیے یہ آپکے علما کس عقل و دانش کے ہین کہ خود ہی تو اوس کی جرح کو غیر معتبر کہتے ہین اور پھر اونہین اقوال کو شیعون کے سامنے بکمال زیب و زینت لاتے ہین دیکھیے آپ کے امام الائمہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج مین بجواب تفسیر آیہ والنجم اذا ھوی لکھا ہے وھذا الحدیث ذکرہ الشیخ ابو الفرج فی الموضوعات لکن بسیاق آخر الخ نیز ابن تیمیہ نے منہاج مین بجواب حدیث انت اخی و وصیی و خلیفتی من بعدی وقاضی دینی لکھا ہے قال ابو الفرج ابن الجوزی فی کتاب الموضوعات لما روی ھذا الحدیث من طریق ابی حاتم البستی الخ اور نیز ابن تیمیہ نے بجواب حدیث من احب ان یتمسک بقصبۃ الیاقوت لکھا ہے والحدیث الثانی ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وبین انہ موضوع اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج مین بعد ذکر حدیث انا عبد اللہ واخو رسولہ لکھا ہے قال ابو الفرج ھذا حدیث موضوع والمتہم بہ عباد بن عبد اللہ الخ اور بعد اسکے ابن تیمیہ نے متعدد حدیثین نقل کی ہین اور اونکی قدح مین جرح ابن الجوزی سے تمسک کیا ہے اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج مین لکھا ہے۔ وحدیث مدینۃ العلم وعلی بابھا اضعف واوھی ولھذا انما یعد فی الموضوعات وان رواہ الترمذی وذکرہ ابن الجوزی وبین ان سائر طرقہ موضوعۃ اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج مین لکھا ہے وحدیث رد الشمس لہ قد ذکرہ طایفۃ کابی جعفر الطحاوی والقاضی عیاض وغیرھما وعد واذلک من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن المحققون من اھل المعرفۃ بالحدیث یعلمون ان ھذا الحدیث کذب

موضوع تھا ذکر ذلک ابو الفرج ابن الجوزی فی کتاب الموضوعات کیون اوسکو صاحب کہان تو اسکا اقرار کیا جاتا ہے کہ حدیث رد الشمس کو ابو جعفر طحاوی و قاضی عیاض وغیرہ نے معجزات جناب رسالت مآب سے شمار کیا ہے اور اوسکے مقابلہ مین صرف ابن الجوزی کے کلام سے موضوعیت اوسکی ثابت کی جاتی ہے۔ اور سنئے کہ ابن روزبہان نے ابطال الباطل مین بجواب حدیث نور لکھا ہے اقول ذکر ابن الجوزی هذا الحدیث بمعناه فی کتاب الموضوعات من طریقین وقال هذا حدیث موضوع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین بعد ذکر حدیث انا مدینة العلم لکھا ہے وقد اضطرب الناس فی هذا الحدیث فجماعة علی انه موضوع منهم ابن الجوزی والنووی وناهیک بهما معرفة بالحدیث وطرقه اور شاہ ولی اللہ قرۃ العینین مین لکھتے ہین حدیث عنوان صحیفة المومن حب علی قال ابن الجوزی لا اصل له وقال الذهبی باطل وسنده مظلم اور شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ مین لکھتے ہین حدیث پنجم روایت جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انا مدینة العلم وعلی بابها این خبر مطعون است قال یحیی بن معین لا اصل له وقال البخاری انه منکر ولیس له وجه صحیح وقال الترمذی انه منکر غریب وذکره ابن الجوزی فی الموضوعات الخ اور عبد العلی بن نظام الدین الانصاری معروف بہ بحر العلوم شرح مثنوی مولوی روم مین لکھتے ہین ؎

چونتو بابی آن مدینہ علم را آہ اشارہ است باین حدیث انا مدینة العلم وعلی بابها یعنی من مدینہ علم ہستم و علی باب آن مدینہ اند و این حدیث را ترمذی و حاکم روایت کردہ امام نووی و ذہبی بر صحت آن کلام کردہ و ابن الجوزی از موضوعات شمردہ است واللہ اعلم۔ یہ ایک مختصر سی فہرست ہے آپ کے اون علماے اعلام کی جو ابن الجوزی کی جرح جونکو بےدرجہ نامعتبر جانتے ہین اور پھر رد فضایل نفس رسول جناب امیر المومنین مین اوسکے اقوال کو بمقابلہ اہل حق پیش کرتے ہین۔

بالجملہ جب آپکے علما کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو جرح ابن الجوزی کو نہایت زور و شور سے

بے اعتبار بتاتے ہین او یا ایک طرف بمقابلہ اہل حق ابن الجوزی کی جرح سے احادیث صحیح
ترمذی تک کو مجروح و موضوع قرار دیتے ہین تو کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب آیۃ اللہ
فی العالمین طاب ثراہ کا صحیح بخاری کی حدیث کو جرح ابن الجوزی کے موافق موضوع ظاہر
کرنا درست نہین ہے حاشا و کلا اب بھی اگر آپ نہ سمجھین تو آپ کی نافہمی لا علاج ہے
ایک امر اور بھی قابل گذارش ہے وہ یہ کہ آپ کے علما اس قدر ابن الجوزی کی جرح
کے دلدادہ ہین کہ خواہ نخواہ ولو کذب افترا ہی کیون نہ ہو کہہ دیتے ہین کہ ابن الجوزی
نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے یا اس کو کتاب الموضوعات مین ذکر کیا ہے
حالانکہ یہ کہنا اون کا بالکل غلط ہوتا ہے مگر وہ اس نسبت کاذبہ کو اوس کی طرف
بقطع و حتم منسوب کر دیتے ہین بلکہ اوس سے احتجاج بھی کرتے ہین دیکھئے شعرانی
نے کتاب الیواقیت والجواہر مین لکھا ہے المبحث الثالث والاربعون فی بیان
ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بکر ثم
عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وھذا الترتیب
بین ھولاء الخلفاء قطعی عند الشیخ ابی الحسن الاشعری
ظنی عند القاضی ابی بکر الباقلانی ومما تشبث بہ الرافضۃ فی
تقدیمھم علیا رضی اللہ عنہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ حدیث انہ
صلی اللہ علیہ وسلم اتی بطیر مشوی فقال اللھم ائتنی باحب
خلقک الیک یاکل معی من ھذا الطیر فاتاہ علی رضی اللہ عنہ
وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وافرد لہ الحافظ
الذھبی جزءً وقال ان طرقہ کلھا باطل واعترض الناس علی
الحاکم حیث ادخلہ فی المستدرک اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ
الموضوعات مین لکھا ہے فی المختصر اللھم ائتنی باحب الخلق الیک
یاکل معی ھذا الطیر لہ طرق کثیرۃ کلھا ضعیفۃ قلت ذکرہ ابو الفرج
فی الموضوعات اور ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ شرح حدیث طیر مین لکھتے

ہین روا الترمذی و قال ھذا حدیث غریب ای اسنادا و متنا ولا مانع من
الجمع قال ابن الجوزی موضوع اور محمد صبان مصری اسعاف الراغبین مین لکھتے ہین و اما
ما اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی بطیر مشوی فقال
اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی من ھذا الطیر فاتاہ علی فھو وان
کان تشبث بہ الرافضۃ فی تفضیلھم علیا حدیث باطل ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات
وافردہ الحافظ الذھبی بجزء وقال ان طرقہ کلھا باطلۃ واعترض الناس علی
الحاکم حیث ادخلہ فی المستدرک اور شوکانی فوائد مجموعہ مین لکھتے ہین اللھم ائتنی
باحب الخلق الیک یاکل معی ھذا الطیر قال فی المختصر لہ طرق کثیرۃ کلھا ضعیفۃ و قد
ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات واما الحاکم فاخرجہ فی المستدرک وصححہ و
اعترض علیہ کثیر من اھل العلم ومن اراد استیفاء البحث فلینظر ترجمۃ
الحاکم فی النبلاء حالانکہ ہرگز ابن الجوزی نے نہ اس حدیث کو موضوعات مین ذکر کیا ہے نہ اوسکو
کہین موضوع کہا ہے البتہ کتاب العلل مین اسکو ذکر کیا ہے جس سے صرف اوسکی تضعیف لازم آتی ہے نہ اوسکو
موضوع کہنا اور یہ تضعیف بھی مردود ہے جیسا کہ اسکی تفصیل جناب آیۃ اللہ طاب ثراہ نے عبقات جلد
طیر مین بخوبی کی ہے تعجب ہے کہ آپنے یہ عبارتین اوس کتاب مین نہ دیکھین حالانکہ یہ اوسی مقام پر واقع ہین جہان سے
آپ نے چند سطرین بے اعتباری جرح ابن الجوزی کے متعلق نقل فرمائی ہین تو کون عاقل کہہ سکتا
ہے کہ آپ نے اوس بحث کو نہین دیکھا اور اگر ملاحظہ بھی کیا تو اونھین چند سطرونکو جو متعلق بے
اعتباری جرح ابن الجوزی کے تھین اور عبارتین آپ نے مطلق نہ دیکھین جس سے آپکے علما کا
اس قدر دلدادہ جرح ابن الجوزی ہونا ہے۔ سبحان اللہ یہ بھی عجیب بات ہے کہ شیعہ اگر
حدیث طیر سے متمسک کرین تو اوسکے رد مین یہ روش اختیار کی جاے کہ کتب موضوعات
مین بھی اور شرح حدیث و کلام و مناقب کے کتب تک مین اوسکے موضوع کہدینے کا افترا
ابن الجوزی پر کیا جاے اور اس موقع پر ابن الجوزی کا یہ اعتبار ہو جاے کہ اونکے خیالی اور فرضی
حکم بالوضع سے وہ حدیث رد کر دیجاے اگرچہ وہ حدیث صحیح ترمذی ہی کی کیون نہ ہو
اور اس افترا پردازی مین نہ کچھ عیب ہو اور نہ یہ امر غلطی مین محسوب کیا جاے اور نہ اس سے

مطلقاً شروع کیا جائے اور اگر ابن الجوزی کے صحیح ہو۔ وہ واقعی حکم بالوضع سے صحیح بخاری کی ایک معمولی حدیث رد کی جائے اور اوسکو موضوع بتایا جائے تو یہ امر غلطی میں شمار ہو اور اپنے اس خیال غلط و غلطی صریح پر اصرار نا ہنجار اور افتخار رد و انکار کیا جائے واقعی یہ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

ایڈیٹر صاحب! یہ مسئلہ تو آپ کے قواعد فقہ حنفیہ سے بھی غلط ہے کیونکہ آپ کے امام اعظم اجرت تعلیم قرآن کو حرام بتاتے ہیں اور آپ کے امام بخاری نے اونہیں کی رد کیلئے اس ایک حدیث کو مکرر ابواب میں لکھا تو آپ کو جناب آیۃ السد طاب ثراہ کا شکر گذار ہونا تھا نہ یہ کہ اس قدر بیجا جوش و خروش ظاہر کرنا چنانچہ جواب تفصیلی میں اسکی بحث آئیگی۔ انشاء اللہ۔

تیسرا اعتراض کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ ابن جوزی نے تو صرف اس حدیث کو منکر کہا تھا مولوی حامد حسین صاحب نے کہہ دیا کہ اس حدیث کو ابن جوزی موضوع کہتے ہیں منکر اور موضوع میں اونکو کچھ فرق نہ معلوم ہوا۔ الجواب جناب من ذرا کچھ سوچ سمجھکر کلام فرمایا کیجے ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں صرف وہی احادیث لکھی ہیں جو اون کے نزدیک موضوع تھی اسیوجہ سے اگر اونہون نے کتاب الموضوعات کی کوئی حدیث کتاب العلل میں ذکر کی ہے تو آپکے علما نے اونپر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ فعل اونکا متناقض ہے اسلئے کہ موضوع بحث کتاب الموضوعات کا احادیث موضوعہ ہیں اور موضوع کتاب العلل کا وہ احادیث واہیہ ہیں جو اس حد تک منتہی نہیں ہوئیں کہ اونپر وضع کا حکم کیا جائے۔ بس ایک ہی حدیث کو کتاب الموضوعات میں اور کتاب العلل میں وارد کرنا درست نہیں دیکھئے آپ کے امام سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں حدیث اولکم ورودا علی الحوض اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب کو ذکر کر کے لکھا ہے والعجب من المصنف انہ قال فی العلل قد وضعوا احادیث خارجۃ عن الحد ذکرت جمہورہا فی کتاب الموضوعات وانما اذکر ھھنا ما دون ذلک ثم اورد ھذا الحدیث وھذا یدل علی ان متنہ عندہ لیس بموضوع فکیف یوردہ فی الموضوعات وقد عاب الحفاظ ھذا الامر بعینہ فقالوا انہ یورد حدیثا فی کتاب الموضوعات ویحکم بوضعہ ثم یوردہ فی العلل وموضوعہ الاحادیث الواھیۃ التی لم تنتہ الی ان یحکم علیہا بالوضع وھذا تناقض او سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے ثم

ان من العجب ایراد ابن الجوزی فی کتاب العلل المتناهیة کثیرا مما اورده فی الموضوعات۔ خلاصہ ان سب کا یہی ہے کہ کتاب الموضوعات مین ابن جوزی وارد کرتا ہے جو اوسکے نزدیک موضوع ہے اور کتاب علل متناہیہ مین اون حدیثون کو جو اوسکے نزدیک صحیح نہین ہین تو اب جس حدیث کو موضوعات مین لکھ چکے ہین کتاب العلل مین اوسکا لانا صریح تناقض ہے جسپر بہت سے حفاظ حدیث نے اوس کا عیب کیا ہے۔ بالجملہ ابن الجوزی نے جب اس حدیث صحیح بخاری کو کتاب الموضوعات مین ذکر کیا تو ثابت ہو گیا کہ اون کے نزدیک یہ حدیث محکوم بالوضع ہے۔ اب اس امر سے بحث بیکار ہے کہ انہون نے اسکی تصریح کس لفظ سے کی بلفظ منکر یا بلفظ موضوع کیونکہ کتاب الموضوعات مین تو وہ اوسی حدیث کو لاتا ہے جو اوس کے نزدیک موضوع ہوتی ہے۔ دیکھیئے آپ کے علما اظہار وضع حدیث کے مقام مین صرف اتنا لکھدینا کہ ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات کافی سمجھتے ہین جیسا کہ عبارت سابقہ تحفہ سے ظاہر ہے اور معنی اوسکا یہی ہے کہ یہ کتاب صرف موضوعات کے بیان کے لئے تصنیف ہوئی ہے اسمین مصنف کا کسی حدیث کو صرف داخل کردینا اوسکے حکم بالوضع کے لئے کافی ہے اسیوجہ سے جناب آیۃ اللہ طاب ثراہ نے بھی اظہار موضوعیت مین اس حدیث کے یہ الفاظ تحریر فرمائے (ابن الجوزی ہمین حدیث را کہ بروایت عائشہ وارد است درا حادیث شنیعہ موضوعہ و روایات مکذوبہ مختلفہ داخل کردہ) اور یہ نہین ارشاد فرمایا کہ ابن جوزی این حدیث را موضوع میگوید۔ حالانکہ اگر یہ بھی فرماتے تو درست تھا اس لئے کہ کتاب موضوعات مین ذکر کرنے کے یہی معنی ہین کہ حدیث موضوع ہے۔ بہرکیف ابن الجوزی کا اس حدیث کو کتاب الموضوعات مین صرف ذکر کرنا ہی حکم بالوضع مین اوسکے کافی تھا چہ جائیکہ اونہون نے اوسکی تائید کے لئے ابن عدی سے نقل کیا ہے کہ اوسکے ایک راوی عمر کے لئے مناکیر ہین اور دوسرا راوی ثابت معروف نہین ہے اور خود حدیث منکر ہے چنانچہ اصل عبارت کتاب الموضوعات کی یہ ہے قال ابن عدی روی عمرو بن المجرم البصری عن ثابت الحفاد عن ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ قالت سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کسب المعلمین فقال ان احق ما اخذ علیہ الاجر کتاب اللہ قال

ابن عدی لعمر و احادیث مناکیر و ثابت لا یعرف و الحدیث منکر
اب یہان سے اور بھی بخوبی ظاہر ہوا کہ یہ آپکی خوش فہمی ہے جو آپ ابن الجوزی کیطرف اس
کی نسبت کرتے ہین کہ اونہون نے اس حدیث کو منکر کہا ہے حالانکہ اونہون نے درحقیقت یہ
قول ابن عدی کا نقل کیا ہے اور خود تو وہ اس حدیث کو موضوع ہی سمجھتے ہین چنانچہ اسیوجہ سے
اونپر آپ کے علما کو غیظ ہے کہ کیون اونہون نے ایسی حدیث کو جو بخاری مین ہے موضوعات مین
داخل کیا چنانچہ آپنے کتاب التعقبات مین سیوطی کی عبارت پہلے ملاحظہ فرمائی جسمین اونہونے
بغرض حسن عقیدت صحیح بخاری حکم ابن الجوزی کا تعقب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کو اپنی
صحیح مین اسی لفظ سے بروایت ابن عباس تخریج کیا ہے اور سیوطی نے صدر کتاب التعقبات
مین بھی اسکی شکایت کی ہے چنانچہ ذکر کتاب الموضوعات مین لکھتے ہین ووجدت فیہ
حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر وآخرتہ فی البخاری من
روایۃ صحابی غیر الذی اورده عنہ یہ اسی حدیث کیطرف اشارہ ہے کہ اسکو بخاری
نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ابن الجوزی نے بروایت عائشہ وارد کیا ہے اور شکایت
اور علما نے بھی نقل کی ہے چنانچہ علامہ ابراہیم کردی نے المسالک الوسط الدانی مین بہ ذکر
کتاب الموضوعات نقلا من السیوطی لکھا ہے ووجدت فیہ حدیثا من صحیح البخاری
من روایۃ حماد بن شاکر واخرتہ فی البخاری من روایۃ صحابی غیر الذی اوخرجہ
عنہ بالجملہ یہ امر ہرگز محل شک نہین ہے کہ ابن الجوزی کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے اور ہرگز
ابن الجوزی کے کلام سے اس کا خلاف ثابت نہین ہوتا۔ اور ہم ابھی عرض کر چکے ہین کہ یہ
آپکی خوبی فہم ہے کہ اس حدیث کے منکر کہنے کو آپ ابن الجوزی کیطرف منسوب کرتے ہین حالانکہ
وہ اس منکریت کے ابن عدی سے ناقل ہین نہ کہ خود قایل ہون اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا
جائے کہ خود اونہین نے اس حدیث کو منکر کہا ہے تو بھی یہ امر موضوع ہونیکے منافی نہین ہے اسلئے
کہ صرف بعض متاخرین کی اصطلاح مین منکر غیر موضوع ہے والا قدما کے کلام مین برابر منکر بجائے
کذب کے مستعمل ہوا ہے اگر آپ کو کچھ شک ہو تو ذرا براہ مہربانی صحیح مسلم کے دیباچہ
مین ملاحظہ فرمائے کہ مسلم سا حافظ جلیل کیا فرماتا ہے ودلت السنۃ علی نفی روایۃ

المنکر من الاخبار کنحو دلالۃ القرآن علی نفی خبر الفاسق و
ھو الاثر المشھور عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث
عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ
نا وکیع عن شعبۃ عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن سمرۃ بن جندب
ح وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ایضا قال نا وکیع عن شعبۃ وسفین
عن حبیب عن میمون بن ابی شبیب عن المغیرۃ بن شعبۃ قالا قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال
نا غندر عن شعبۃ ح وحدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا حدثنا
محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن منصور عن ربعی بن خراش انہ سمع علیا
رضی اللہ عنہ یخطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکذبوا علی
فانہ من یکذب علی یلج النار وحدثنی زھیر بن حرب قال نا اسمعیل یعنی
ابن علیۃ عن عبد العزیز بن صھیب عن انس بن مالک قال انہ لیمنعنی ان
احدثکم حدیثا کثیرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی
کذبا فلیتبوء مقعدہ من النار وحدثنا محمد بن عبید الغبری
قال ثنا ابوعوانۃ عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ
من النار وحدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر قال نا ابی قال ثنا سعید بن عبید
قال نا علی بن ربیعۃ الوالبی قال اتیت المسجد والمغیرۃ امیر الکوفۃ قال
فقال المغیرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان کذبا علی
لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار
وحدثنی علی بن حجر السعدی قال نا علی بن مسھر قال نا محمد بن قیس
الاسدی عن علی بن ربیعۃ الاسدی عن المغیرۃ بن شعبۃ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ ولم یذکر ان کذبا علی لیس ککذب علی احد

اس عبارت سے بصراحت ظاہر ہے کہ حدیث منکر اور موضوع ایک چیز ہے جب تو مسلم نے مقدمہ میں باب باندھا ہے تحت السنۃ علی نفی روایۃ المنکر من الاخبار اور دلیل میں وہ احادیث بیان کئے جن میں احادیث کاذبہ روایت کرنے یا ارتکاب کذب کرنے کی ممانعت ہے پس اب کوئی شبہ نہ رہا کہ اصطلاح قدما میں منکر و کذب ایک چیز ہے اور کذب و موضوع کا اتحاد اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے پس اگر حدیث متنازع فیہ کو ابن عدی نے منکر کہا جیسا کہ امر تحقیقی ہے یا ابن الجوزی نے منکر کہا جیسا کہ آپ کا مزعوم ہے تو کیا منافی ہوا اوس کے موضوع ہونے سے بلکہ عین اثبات اوسکی وضع کا ہوا لیجئے جواب وہ اعتراض ثالث آپکا جسکو آپ شاید ثالث بالخیر سمجھتے ہوں گے شر الثلثہ نکلا اور ظاہر ہوا کہ آپ سے لفظ منکر کے معنی سمجھنے میں بڑی سخت غلطی ہوئی اور آپ نے یہ نہ جانا کہ عبارت کتاب الموضوعات میں اسکے کیا معنی ہیں تنبیہ جابت چونکہ آپ نے ایک وعدہ کیا ہے اور اوسکی وفا کی بابت ابھی آپکا تجربہ کرنا ہے لہذا ہم اس وقت اور کچھ نہیں کہتے والا آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ سے غالطین کے قرار واقعی کیونکر لیا جاتی ہے اور ان شاء اللہ الشمس کے آیندہ نمبروں میں جب آپکے نمبر ۲ کا جواب شروع ہوگا تو پھر اسکی تحقیقات کی جائے گی۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اڈیٹر صاحب ان جوابوں کے بعد اپنے وعدہ کا ایفا کرتے ہیں۔ یا پھر وہی حیلہ نا قابل التفات ذہن شریف سے نکلیگا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

نقد التنقید

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۳ صفحہ ۶

اور بہت سا حصہ قرآن کا ضائع ہو چکا تب لوگون کے کہنے سننے پر آپ کے خلیفہ اول نے تھوڑا
کی اور ادہر ادہر پھر کر ایک ایک سے پوچھ کر قرآن جمع کیا جس پر آپ کے ابن مسعود فرماتے ہین کہ اگر
ہمکو بھی وہی حکومت ملتی جو ان لوگون کو ملی تو ہم بھی انکے قرآن کے ساتھ
وہی کرتے جو انھون نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا

کیون صاحب اسی طرح کے قرآن جمع کرنے پر آپ کو نازش ہے۔ اور اسی پر آپکو یہ دعوے ہے
کہ جسطرح کوئی شیعہ یا شیعون کا کوئی پیشوا حفاظت قرآن مین اہل سنت کا شریک نہین حالانکہ
آپکو خوب معلوم ہے کہ آپ کے اسلاف نے اس قدر غلطیان اس مین کی ہین کہ آج تک آپکے علما
پر رو رہے ہین اور پھر آپ بیچارے عوام کی فریب دہی کے لئے اس قسم کی تقریر کر رہے ہین
الشمس کے آئندہ نمبرون مین جہان تحریف کی بحث ہے وہان پوری تفصیل اسکی کیجائیگی اس
وجہ سے اسی جملہ پر اکتفا کیا گیا کیونکہ آپ نے بھی تنقید بخاری کے اس بحث تحریف قرآن کا جواب
یہی کہکر ٹال دیا ہے۔

پھر لکھتے ہین "جس قدر علوم و فنون شرعیہ ہین سب کی خدمت مین اہل سنتہ فرد ہین۔"
یہ ایسا دعوے ہے کہ راستی کی بو بھی اسمین نہین کیونکہ حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا [illegible]
اور خود علمائے اہل سنتہ نے اپنی اکثر تصانیف مین اسکو بخوبی ثابت کیا ہے کہ اہل سنت کے تمام
علوم کی انتہا جناب امیر تک ہے یہانتک کہ اسی غرض سے امام ابو حنیفہ کی والدہ ماجدہ کو اون کے
پیروؤن نے حرم محترم جناب امام محمد باقر تک پہونچایا۔ پھر یہ کیسی [illegible] خدمت
علوم و فنون شرعیہ سے شیعون کو نکالتے ہین حالانکہ دنیا مین جس قدر علوم ہین وہ [illegible]
بزرگان شیعون کی بدولت اگر اختصار نہ مانع ہوتا تو ہم آپکو بتا دیتے کہ آپ کا یہ قول [illegible]
راستی سے کتنے فاصلہ پر از راہ تعصب واقع ہوا ہے۔

پھر لکھتے ہین "رہ گیا یہ کہ صحیح بخاری کو آپ بیماریون سے بھرا ہوا فرماتے ہین یہ بھی کوئی
بات نہین ہے اس سے پہلے آپکے قدما قرآن عظیم کو بیماریون سے بھرا ہوا فرما چکے ہین" [illegible]

کہ آپلوگ کسی طرح اس منصوبہ سے باز نہین آتے کہ صحیح بخاری کو ہمسر قرآن بنائین حالانکہ یہ کمال جو آپ
ہی جسکا کوئی مسلمان نہین قصد کرسکتا صحیح بخاری کے مبتلاے اسقام و آلام ہونیکے مدعی مصنف
تنقید ہی نہین ہین جنہون نے قرآنی آیہ یخرج المیت من الحی سے اپنا مقصد کس خوش اسلوبی سے
ثابت کیا ہے کہ احادیث متفق علیہ بین الفریقین کو علحدہ کرکے گویا مردہ کو زندہ کیا۔ بلکہ وہ علماے
اہل سنت جنکے اقوال و اعتراضات تنقید مین نقل کئے گئے سب ہی اوسکی حالت پر رونیوالے ہین
کہ ایسی گتھیان پڑی ہوئی ہین جو کسی طرح سلجھتے ہی نہین۔ رہا قرآن مجید کی نسبت ایسا خیال
جیسے حضرت عثمان اور عایشہ کا قول مذکور ہوچکا اور آپ کے امام تلمسانی تو فرماتے ہین قرآن عظیم
تمامتر شرک کی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان مین مرقوم ہے کما رواہ الامام
ابن تیمیہ والتلمسانی انہ قال وقد قرء علیہ الفصوص وقیل لہ ہذا الکلام یخالف القرآن فقال
القرآن کلہ شرک وانما التوحید قولنا صفحہ ۵۹؎ چونکہ ان امور کی تصریح آیندہ بتفصیل آیگی لہذا ہم
اوس سے تعرض نہین کرتے۔
پھر لکھتے ہین صحیح بخاری کو اہل سنت نے اصح الکتب کا خطاب بہت کچھ جانچ پرتال کرنیکے
بعد دیا ہے،، مگر تنقید بخاری نے اچھی طرح بتا دیا ہے کہ فضل خدا سے ایک حدیث بھی تیر الم
سے خالی نہین چونکہ پہلا حصہ اوسکا چھپ کر تمام عالم مین مشتہر ہوچکا ہے لہذا اسمین گفتگو کی
ضرورت نہین سب کے سامنے اوسکے اجزا موجود ہین جسسے ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ خود پہلی حدیث
انما الاعمال بالنیات کو جسپر بقول آپ کے اکابر کے ثلث دین یا ربع دین کا مدار ہے
امام طبری نے بعض طرق پر مردود کہا ہے اور آخری حدیث مین جو امام بخاری نے اپنی محدثیت
کا کمال دکھایا ہے وہ کس سے مخفی ہے۔
اڈیٹر صاحب ہمکو خود حیرت تھی کہ علامہ عصر فخر الحکما دام ظلہ العالی نے صحیح بخاری کے
تنقید پر کیون توجہ کی جو ایک نہایت ضخیم کتاب ہے اور بعض صاحب کا خیال تھا کہ کام بہت
بڑا ہے اور نہایت مشکل اور بیفائدہ اسکا کم۔ مگر جناب فخر الحکما ہی فرماتے رہے
جنگ جمل مین صرف اونٹ کے پیرون کا بے ہونا باقی ہے واقعاً ممدوح کا فرمان نہایت صحیح
ہے دشمنون نے اوس ظلم کا ارادہ کیا ہے جسکے بعد پھر رگ و ریشہ بھی فساد کا دنیا میں نہ رہے

جزاه الله عنا وعن الاسلام خیرا - اصح الکتب کا لقب تو آپکو بیان یاد ضرور ہوا تاکہ
الامام کی عظمت و شان ہے مگر ابھی تک یہ نہ محقق ہوا کہ اس لقب کا مستحق کون ہو کسکو قامت زیبا پر خلعت آراستہ
ہو کیونکہ سلف سے خلف تک اختلاف چلا آتا ہے چنانچہ امام شافعی فرماتے ہین ما اعلم شیئا بعد کتاب الله
اصح من موطا مالک ظفر الامانی صفحہ ۶۲ جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک اصح
الکتب موطاے امام مالک ہے۔ اور خلف مین اکثرون کا قول یہ ہے وروی عن الحافظ ابی
علی النیسابوری استاذ الحاکم انہ قال ما تحت ادیم السماء کتاب اصح الکتب
من کتاب مسلم ظفر الامانی صفحہ ۵۹

پس جب عہدہ اصح الکتب تین کتابون مین دائر ہے تو اڈیٹر کا یہ کہنا "کہ صحیح بخاری کو اہل سنت
نے اصح الکتب کا خطاب بہت کچھ جانچ پڑتال کرنے کے بعد دیا ہو" کہان تک صحیح ہے۔ مین
نہین کہہ سکتا۔ کیونکہ آپ کے اکثر محققین کا میلان صحیح مسلم کیطرف ہے چنانچہ خود شاہ
عبد العزیز صاحب نے بھی طعن متعہ مین کہا کہ نزد اہل سنت صحیح ترین کتب صحیح مسلم است
اور آپ کے استاد ابو الحسنات مولوی عبد الحی صاحب تذکرۃ الراشد مین فرماتے ہین
ولا شک ان اشتمال الکتب الحدیثیۃ علی نفس الاخبار من دون خلط
آراء الاحبار یرجحها علی ما سواها من الکتب المختلطۃ المخلوطۃ
بالاحادیث وآراء الائمۃ المتبوعۃ ولذلک فضل جمع منهم
صحیح مسلم النیسابوری علی صحیح البخاری وان کان صحیح البخاری مفضلا
علیہ بحسب الصحۃ والجودۃ باتفاق الائمۃ انظر الی قول الحافظ
ابن حجر فی مقدمتہ لصحیح البخاری المسمی بفتح الباری الذی
یظهر لی من کلام ابی علی النیسابوری انہ قدم صحیح مسلم لمعنی
غیر ما یرجع الی ما نحن بصدده من الشرائط المطلوبۃ فی الصحۃ بل ذلک
فان مسلما صنف کتابہ فی بلده فی حیاۃ کثیر من مشائخہ فکان یتحرز
فی الالفاظ ویتحری فی السیاق ولا یتصدی لما یتصدی لہ البخاری
من استنباط الاحکام لیبوب علیها ولزم من ذلک تقطیعہ
للحدیث فی ابوابہ بل جمع مسلم الطرق کلها فی مکان واحد و

علی الاحادیث دون الموقوفات فلم یصح علیها الا فی بعض المواضع
علی سبیل الشذ وذ تبعا لا مقصودا والی قوله قرأت فی فہرست ابی
محمد القاسم قال کان ابو محمد بن حزم یفضل کتاب مسلم علی کتاب البخاری
لان لیس فیہ — بعد خطبۃ الا الحدیث السرد انتہی والی قولہ و
من ذلک قول مسلمہ بن قاسم القرطبی وہو من اقران الدار قطنی قال
لم یصنع احد مثلہ فہذا محمول علی حسن الوضع وجودۃ الترتیب

یعنی اسمین شک نہین کہ جو کتاب شامل ہو صرف حدیثون پر وہ بہتر ہے اوس کتاب سے
جسمین اور ایمہ کی رائین اور اقوال بھی اونکے درج ہو۔ اسیوجہ سے بہت سے لوگون نے
ترجیح دیا ہے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر۔ اگرچہ صحیح بخاری کو اوسپر ترجیح ہو بحیثیت وجودت
دیکھو کلام حافظ ابو علی نیساپوری کو جو تقدیم دیتے تھے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر مگر نہ بوجہ
صحت جسکی ہمکو فکر ہے بلکہ اس وجہ سے کہ مسلم نے اپنی کتاب تصنیف کی تہی شہر مین
اور زمانہ حیات مین اپنے اوستادون کے۔ اسیوجہ سے وہ الفاظ اور سیاق مین بہت
احتیاط کرتے تھے اور اونکو اوس بات کی فکر نہ تھی جو بخاری کا مطلب تہا استنباط
احکام سے جسپر وہ اپنے ابواب کو ترتیب دیتے اور اوس سے تکرار اور ٹکڑا کرنا حدیث
کا لازم آتا ہے۔ بلکہ مسلم نے کل طرق کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور صرف حدیثونکو لاتے ہین
نہ موقوفات کو الا شاذ ونادر۔ پھر دیکھو قول ابو محمد قاسم جو کہتے تھے کہ ابو محمد بن حزم
فضیلت دیتے تھے مسلم کو بخاری پر کیونکہ بعد خطبہ اوس مین صرف حدیث ہی ہے پھر
دیکھو قول امام مسلمہ بن قاسم (یہ وہی امام ہین جنہون نے بخاری کے ابو الحسن مداینی سے
کتاب کے چرانے کا حال لکھا ہے دیکھو تنقید بخاری ص—) جو ہمسر ان امام دار قطنی سے
ہین کہ وہ کہتے ہین کسینے مثل مسلم کوئی کتاب نہ بنائی۔
دیکھیے کتنے معایب نکالے گئے ہین صحیح بخاری مین۔

(۱) صرف حدیثین رسول اللہ کی اسمین نہین ہین بلکہ اور لوگون کے اقوال بھی ہین
جو شان کتاب حدیث کے خلاف ہے بخلاف صحیح مسلم۔

(۲) صحیح بخاری کی ترتیب مین بہت بے احتیاطی ہوئی ہے بخلاف صحیح مسلم کے۔
(۳) صحیح بخاری مین حدیثین ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئین تاکہ اپنے مقرر کئے ہوئے ابواب مین لائین بہ خلاف صحیح مسلم کے کہ اوسمین کل طرق حدیث جمع کر دئے ہین۔
(۴) صحیح بخاری مین بہت سے موقوفات ہین بخلاف صحیح مسلم کے اوس مین کل حدیثین مسند ہین الا شاذ و نادر۔
(۵) ابن حزم کہتے ہین کہ صحیح مسلم مین خطبہ کے بعد صرف حدیثین ہین بخلاف صحیح بخاری کے۔ غرض ابو علی نیسا پوری ابن حزم۔ ابو محمد قاسم۔ امام مسلم بن قاسم سب کے سب صحیح مسلم کو افضل جانتے ہین صحیح بخاری سے۔
ابن حجر نے جو قول حافظ ابو علی نیسا پوری نقل کیا ہو اوسمین سے ایک جملہ حذف کر دیا جو اور بھی بخاری کی کتاب پر روشنی ڈالتا ہو وہ جملہ بہ نقل علامہ سیوطی یہ ہے۔ بخلاف البخاری فربما کتب الحدیث من حفظہ ولم یمیز لحافظ من رواتہ و لھذا ربما یعرض لہ الشک صفحہ ۲۰
یعنی بخاری نے زیادہ تر حدیثون کو اپنی یادداشت پر لکھا ہو اسیوجہ سے اکثر اونکو شک عارض ہوتا ہو پس جس کتاب کی یہ شان ہو اوسکے نسبت یہ دعوے کیسا عجیب ہے۔
ہان صاحب یہ نہ سمجھئے گا کہ صرف صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی گئی ہے بلکہ آپکے علما نے تو صحیح ترمذی کو ان دونون سے انفع کہا ہے جیسا کہ ملا علی قاری جمع الوسائل شرح شمائل مین فرماتے ہین نقل عن الشیخ عبد اللہ الانصاری انہ قال جامع الترمذی عندی انفع من کتابی البخاری و مسلم۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین مین فرماتے ہین "واین جامع بہترین آن کتب است بلکہ بعض وجوہ و حیثیات از جمیع کتب حدیث خوبتر واقع شدہ باور آخرین کہا خانہ ہر کہ این کتاب بادست نیس گو یا درخانہ او پیغمبرے است کہ تکلم می کند۔ پھر آپ کیونکر اس کا دعوی کر سکتے ہین کہ اہل سنت نے جامع پر تال کر کے اصح الکتب کا خطاب صحیح بخاری کو دیا ہو حالانکہ خطاب تو جسکی کہ وہ تر ہے کہ تمام ادنکا پھرتا ہے اور جب صحیح ترمذی کو نبی کا خطاب دیا گیا تو پھر اسکتاب کی کیا حقیقت رہی۔ اب آگے بڑھئے تو سنن ابو داود کی تعریف مین یہ الفاظ ملاحظہ ہون عنادی فیض القدیر مین لکھتے ہین ولما صنفہ صار لاہل الحدیث کالمصحف اور مفتاح

ہین ہے کتاب اللہ عزوجل اصل الاسلام وکتاب السنن لابی داود عہد الاسلام جس سے معلوم ہوا کہ کتاب سنن ابو داود مثل قرآن کے ہے تو یقیناً وہ افضل ہے کتاب صحیح بخاری سے جسکی نسبت اصح الکتب بعد کتاب الباری کہا جاتا ہے کیونکہ سنن ابو داود تو مثل قرآن ہے۔ پھر کیونکر آپ اسکا ادعا کرتے ہین وہ صحیح بخاری کو اہل سنت نے اصح الکتب کا خطاب کچھ جانچ پرتال کرنیکے بعد دیا ہے" کیونکہ جہان اس قدر اختلاف ہو کہ ایک کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری بنائی جاے تو دوسری کتاب کو رسول خدا کا خطاب ملے اور تیسری کتاب ہمسر قرآن بنائی جاے وہان ایسا بے سروپا دعوے کیونکر چل سکتا ہے اور کون شخص اوسے قبول کر سکتا ہے۔

احوال مصنفین صحیحین } اب ہم اسکو بھی دکھاتے ہین کہ امام بخاری اور امام مسلم اپنے زمانہ مین کیا شان رکھتے تھے جس سے ان کتابون کی حالت بھی ظاہر ہوگی۔ مین یہان مختلف اقوال ان کے اسلاف کے لکھ دیتا ہون جس سے ناظرین خود فیصلہ کر لینگے۔

میزان الاعتدال مین ہے امتنع ابو زرعة وابو حاتم من الروایة عن تلمیذہ محمد لاجل مسئلة اللفظ وقال عبد الرحمان بن ابی حاتم کان ابو زرعة ترک الروایة عنه من اجل ما کان منه فی المحنة

یعنے امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے روایت کرنا اپنے شاگرد محمد (امام بخاری) سے ترک کر دیا تھا بوجہ مسئلہ لفظ کے کہا عبد الرحمان بن حاتم نے کہ ابو زرعہ نے اون سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا بسبب اسکے جو اون سے سرزد ہوا محنت مین۔

اگرچہ روایت حدیث کا دائرہ اہل سنت کے یہان اس قدر وسیع ہے کہ منافق بلکہ کفار تک سے اون کے یہان روایتین موجود ہین اور فساق و فجار سے روایت کرنا تو ایک معمولی بات ہے مگر امام بخاری کی یہ نوبت پہونچائی گئی تھی کہ خود اون کے اساتذہ و معاصرین نے اون سے روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔

اگر اسی درجہ پر قناعت ہوتی تو بھی کچھ صبر آتا مگر افسوس کہ اون لوگون نے اس سے بھی ترقی کی اور حکم لگا دیا گیا کہ بخاری بدعتی ہے جو شخص ان کے پاس جائے گا وہ بھی بدعتی سمجھا جائیگا چنانچہ علامہ ذہبی سیر النبلا مین قول امام ذہلی نقل کرتے ہین۔ (باقی آیندہ)

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن سے نظیر حسین نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر	بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ	جلد

تکملہ تمام شد

یا

ایک نیا ناز

[illegible] اس کا مصداق ہو رہا ہے لیکن کہ خریدار ستیہ [illegible] اسی بنا پر ہمارا [illegible] [illegible] کی ما لنگ بروشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ انکی روشنی میں [illegible] [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] طلوع نہ ہو

[illegible] کا شمس کے متعلق ایک حرف لکھنا بھی ضرور [illegible] صاحب ہماری اصلی باتوں کا جواب نہیں دیتے [illegible] آمر کو ظاہر کر دیں کہ ہم [illegible] [illegible] مباحث لکھتے ہیں اور انکا جواب چاہتے ہیں

ناظرین کیا دھوکا کا لفظ [illegible] مولوی نذیر صاحب کا استفتا اور شبہات کے جواب [illegible] [illegible] پھر فرمائے اب حق کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی کہہ جائینگے [illegible] [illegible] کسی امر کا جواب نہ دینگے۔

[illegible] نہ دینے کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ہمارے اصلی باتوں کا جواب نہیں [illegible] [illegible] اصلی [illegible] نقل کرائی ہے [illegible] اصل [illegible] [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۵	بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ	جلد ۱

ترکی تمام شد
یا
ایک نیا ناز

یہ فقرہ زبان زد خواص و عوام ہو رہا ہے "ناز بران کن کہ خریدار تست" اسی بنا پر ہمارا دوستانہ اخبار جس کو ہم الشمس کی عالمتاب روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ اسکی روشنی میں ٹھہر ہی نہیں سکتا روٹھ روٹھ کر یہ سناتا ہے ملاحظہ ہو نمبر ۳

"اب ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ الشمس کے متعلق ایک حرف لکھنا بھی ضروری نہیں تا وقتیکہ اڈیٹر صاحب ہماری اصلی باتوں کا جواب نہ دیں یا اس امر کو ظاہر کر دیں کہ ہم ... کا جواب نہیں دیتے بلکہ ہم جدید مباحث لکھتے ہیں اور انکا جواب چاہتے ہیں"

ناظرین کو یاد ہوگا کہ الشمس میں اڈیٹر صاحب کا استقصا اور تعقبات کے جواب سے استعفا لکھ چکا ہوں پھر فرمائیے احقاق حق کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی کہے جائینگے جو آپکے پرچہ لکھ چکے ہیں اور کسی امر کا جواب نہ دینگے۔

اڈیٹر صاحب اپنے روٹھنے کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ہماری اصلی باتوں کا جواب نہیں دیا جاتا مگر آجتک نہ معلوم ہوا کہ آپکی اصلی بات کون سی ہے اور نقلی کون سی بات ہے کیونکہ اصل میں تو کل باتیں آپکی بے اصل ہیں اور اسلئے اتمام حجت میں آپکے اصل علم کلام کی اصلیت دکھانی شروع کی تھی

اڈیٹر صاحب اس فرمایش کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ آپ لکھتے ہیں یا اس امر کو ظاہر کر دیا جائے کہ ہم جواب نہیں دیتے بلکہ جدید مباحث لکھتے اور ان کا جواب چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسی مضمون میں آپ لکھ رہے ہیں جس مبحث میں جی چاہے ہم سے مناظرہ کر لیں جیتے جو

پھر اس قسم کی فضول تقریر سے کیا حاصل۔ بفرض محال اگر ہم آپ کا جواب نہیں دیتے تو آپ ہی ہماری تحریر کا جواب دیجئے۔

برائے خدا فرمائیے تو آپنے کونسا جدید مسئلہ لکھا ہے جس کا ہمیں جواب دیں کیونکہ اسوقت تک تو جو کچھ آپنے لکھا ہے نصیحۃ الشیعہ سے جدت ہے تو صرف اسقدر کہ نصیحۃ الشیعہ مراد آباد سے ماہانہ نکلتا تھا جو مر گیا اور آپ اونھیں مضامین کو لکھنؤ سے ہفتہ وار نکالتے ہیں اور ابھی زندہ ہیں پھر جس ترتیب سے آپنے لکھا ہے اسی ترتیب سے تو ہمکو بھی لکھنا ہوگا

اڈیٹر صاحب نرے سمجھنے کا یہ موقع نہیں ہے جانے دیجئے بحق ارواح خلفاء ثلثہ میں قسم دیتا ہوں کہ ہندبا طریقہ سے اقتضاء الافحام کی رد لکھیے اور اگر کہیے کہ یہ **تکلیف مالایطاق ہے** تو گو آپکے مذہب میں جائز ہے مگر معاف کرکے استدعا کرتا ہوں کہ الشمس اور صلاح کا جواب لکھیے اگر اس قسم پر آپ توجہ نفرمائینگے تو میں ثمرۃ الخلافۃ حضرت یزید بن معاویہ کے روح کی قسم دونگا کہ جواب لکھیے اور ضرور جواب لکھیے۔ مگر سمجھ بوجھ کر لکھیے سا یمان کہکر لکھیے۔ قیامۃ کا خیال کرکے لکھیے کیونکہ غرض مناظرہ احقاق حق ہے جب تک آپ اپنے خصم کی تقریر کو نہ سنئے گا اسکا جواب کیا دیجیگا کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ کسکا بیان صحیح ہے کسکا غلط

اڈیٹر صاحب اگر کچھ غور و فکر بلکہ معمولی خیال سے بھی کام لیتے تو آپکو معلوم ہوتا کہ آپکے ۳ ہ نمبر اخبار ہفتہ وار کا جواب الشمس کے ۳ نمبر میں کیونکر ممکن ہے آپنے بھی بتدریج لکھا اسیطرح جواب بھی بتدریج ہوگا۔

معلوم نہیں آپ ۳ نمبر کا نام کیوں لیتے ہیں ۴ نمبر آپکے پاس پہونچ چکے کیونکہ نمبر تو ایکدفعہ بتاریخ ہوا اور نمبر ۲-۶ ربیع الثانی کو آپکے پاس روانہ ہوا اور ۱۲ جمادی الاول کو آپ کا اخبار مورخہ پہونچا پھر اس ۱۹ یوم میں کیا آپنے ۳ کو ملاحظہ نہیں کیا جسمیں آپکے اس اعتراض کا جواب تھا جسپر آپکو بیجا ناز تھا نہیں وہ اسی ۳ کی تاثیر ہے جو آپکو مجبور کرتا ہے کہ جواب سے استعفا دیجئے کیونکہ جو بات لاجواب ہو اسکا جواب ہی کیا؟

غور کیجئے آپنے ۳ مابین مناظرہ کے متعلق اجمالا لکھا تھا اسکا جواب ۲ تمام مجتہدین یا جا ہے پھر نمبر ۱ اپنے منقبد سیجاری کا کچھ جواب شروع کیا تھا اسکا جواب نقد المتقید کے ذریعہ سے

دیا جاتا ہے۔ ۱۳۲۱ میں آپنے کتاب مستطاب استقصاء الافحام پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب ۱۳۲۵ میں ایسا لکھا گیا کہ اگر ایفاء وعدہ کا آپکو خیال ہوگا تو پھر اس کتاب کا نام نہ لیں گے۔

افسوس کہ اڈیٹر صاحب اسی ضمن میں لکھتے ہیں "مگر یہ زبانی جمع خرچ کیا کام دیسکتا ہے جبکہ زمانہ حال کے شیعہ باوجود پے در پے دعوات کے جو محض انھیں کے اعلان پر دیجاتی ہیں میدان مناظرہ سے روپوش ہیں ہندوستان بھر میں ایک شیعی عالم بھی ایسا نہیں ہے کہ جو کسی سنی سے میدان مناظرہ میں آکے ایک بات بھی کہہ سکے"۔

ہمکو افسوس اسوجہ سے ہوتا ہے کہ ہمارے خیال میں آپکو اس جملہ سے شرمانا چاہیے تھا کیونکہ لکھنؤ میں جو آپکے جونیر اڈیٹر مولوی عبد الحکیم صاحب نے مناظرہ میں قابل شرم کارروائی کی وہ آپکو معلوم ہے پھر کیونکر کوئی شریف اُن بزرگوں سے گفتگو کر سکتا ہے جو بلوا کرکے مقدمہ فوجداری میں پھنسانا چاہیں کیا آپلوگوں کی کارروائیاں مقدمہ بازی میں کسی سے پوشیدہ ہیں

جب آپنے اخبار بایں شد و مد نکالکر آخر میں جواب استقصا سے بھی استعفا دیا اور جواب الشمس سے بھی فارخطی دی تو اسکی کب امید ہو سکتی ہے کہ آپ مناظرہ میں ثابت قدم رہینگے۔ لیکن مناظرہ بہیڑہ سادات ضلع مظفر نگر کا حال یاد ہوگا جسمیں آپکے سہارنپور۔ دیوبند کے مولوی جمع تھے اس بنیاد پر مناظرہ کو درہم کیا کہ تبدیل مذہب کی شرط نکالدیجائے

بہر حال جناب مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب کی کھلی چٹھی اصلاح ۱۳۲۵ھ میں شایع ہو چکی ہے جسمیں شاید آپ بھی مخاطب ہیں بسم اللہ تحریری مناظرہ تحریر کیجیے اور بلوہ فساد کا اطمینان دلا دیجیے بہت سے حضرات ایسے مناظرہ کو تیار ہیں۔

مگر پہلے اسکا اقرار بذریعہ اخبار کر دیجیے کہ جسطرح استقصا اور الشمس کے جواب سے آپنے انکار کر دیا مناظرہ کیوقت نہ کہہ دیجیے گا کہ میں حاضرین کو آگاہ کرتا ہوں کہ شیعوں کے جواب میں انکی طرف بھی کہنا ضروری نہیں جیسا کہ ابھی الشمس کے متعلق لکھ چکے

اڈیٹر صاحب اب اسکا زمانہ نہیں ہا کہ آپ اپنے بزرگوں کی حکایات نقل کر کے تسکین کر لیجیے کہ مولوی رشید الدین خاں یہ کہتے تھے فلاں صاحب یہ کہتے تھے اب تو فضل خدا سے طرفین کی کتابیں چھپ چھپا کر تمام عالم میں شایع ہو رہی ہیں [illegible]

حق و باطل میں تمیز کر رہی ہے۔ راہ حق کھل رہی ہے لوگوں کو معلوم ہو رہا ہے راستی کدھر ہے۔ کجی و میل کس طرف

آپ جنگ مغلوبہ قایم کیا چاہتے ہیں کہ فضول مباحث میں الجھکر بات رہجائے اور حق نہ ظاہر ہونے پائے مگر میں کب چلنے دیتا ہوں انشاء اللہ المستعان آپکی ہر ہر تحریر کا جواب علحدہ علحدہ دونگا اور پھر اپنا سلسلہ نہ چھوڑونگا

دیکھئے آپکے دو نمبروں کا حال تو لکھ چکا ہوں کہ نمبر ۱ کے جواب میں اہتمام حجت کا سلسلہ قایم کیا گیا ہے اور نمبر ۲ کا جواب اجمالی ہو چکا نمبر ۳ میں اسی کا بقیہ تھا جسکا حال تفصیلی جواب میں نمبر ۲ کے معلوم ہوگا اور نمبر ۴ مجھکو ملا ہی نہیں جسکو مکرر طلب کر چکا

ناظرین النجم سے التماس ہے کہ اخبار مذکور کا نمبر ۴ مورخہ ۲۶ رمضان نمبر ۸ مورخہ ۲۰ شوال نمبر ۱۲ مورخہ [illegible] ذی الحجہ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ نمبر ۱ مورخہ ۱۴ المحرم اگر کہیں مل جائے تو دفتر میں روانہ کر دیں کیونکہ اڈیٹر صاحب [illegible]

نمبر ۸ میں تو آپنے اپنی ملا جامی کے چند اشعار تشیع کے ہجو میں نقل کئے ہیں مگر یہ ہجو ویسی نہیں ہے کہ منشی مرحوم لکھتے تھے کیونکہ [illegible] کم تعصب لطف شاعری ضرور ہوتا تھا اور ملا جامی کے اشعار میں صرف شیعوں کو گالی دیگئی ہے جسکی نقل پر آپکو خود یہ لکھنا پڑا "معذرت ان اشعار میں جو حضرت مولانا عبدالرحمان جامی علیہ الرحمۃ کی کتاب سلسلۃ الذہب سے نقل کئے گئے ہیں اگر کوئی لفظ بعض حضرات شیعی (بعض کی کیا اچھی قید ہے) کو ناگوار طبع ہو تو معاف فرمائیں کیونکہ میں ناقل ہوں" پھر لکھتے ہیں "جابجا ان اشعار میں شیعوں کو رافضی کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے جس سے بہت ممکن ہے [illegible] بھی معذور رہتے کیونکہ قدیم زمانہ میں شیعہ علی الامامیہ کا لقب تھا (زمانہ قدیم کی تحدید [illegible] کس صدی تک زمانہ قدیم کہا جاتا ہے) البتہ عام طور پر علماے اہل سنت امامیہ کو رافضی کہتے ہیں" دیکھو مورخہ ۲۰ شوال

پہلے تو ہم اسکا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپکو اتنی تہذیب آئی جو یہ سمجھنے لگے کہ فلاں لفظ برا ہے اس سے کسیکو ملال ہوگا اور کسی کی دلشکنی کا باعث ہوگا جس پر آپکو معذرت کرنیکی توفیق ہوئی ورنہ بقول آپکے علماء سلف تو عام طور شیعوں کو رافضی ہی کہتے تھے" جس سے انکی اعلی درجہ کی تہذیب نمایاں ہے۔ (اڈیٹر صاحب یہاں [illegible] آپ لکھتے ہیں "یہ عبارت میں محض اسلئے نقل کی ہے کہ [illegible] کی تہذیب کا [illegible] ہو جائے" حقیقت اسکی آیندہ معلوم ہوگی

[illegible] ضروری ہے کہ جو [illegible] اگر [illegible]

طبع ہو تو معاف فرمائیں کیونکہ میں ناقل ہوں ایسی معذرت ہے کہ آپکے پیشوا ابو الحسنات مولوی
عبدالحی صاحب نے اس معذرت کرنیوالیکی بہت کچھ گوشمالی کی ہے معلوم نہیں آپکا تلمذ قبل
یا بعد کیونکہ وہ تذکرۃ الراشد میں فرماتے ہیں واما ما لقبك به ناصرك من انك ناقل
محض لا لك التزام بالصحة ولا لك من الحقية غرض فهفوة كبرى و
هفوة غير صغرى والعجب منه طلب الدليل عمن ينسب اليك التزم الصحة و
يجعلك سالكا مسلك ثقه، اما علمت ان النقل المحض اما ان يراد به النقل
من غير اعتماد على صحة المنقول ولا استناد لمو افقته او مخالفته لتصريحات
العقول مع صحة مبناه وفهم معناه واما ان يراد به النقل كنقل اهل النقش
والنقل من دون ضم ضميمة العقل وايا ما كان فهو وصف يأبى عنه
العقول ولا يتخذه احد من اصحاب العقول العقول ولا يرتضى به احد من
علماء المعقول وفضلاء المنقول بل يلقبون من اتصف به بالقاب نافرة و
وآداب عاهرة كالجهول والعقول والنقال والبطال والغافل و
الباقل والناسي والواهي الخ ص ۳۲

مولوی صاحب نے یہاں اپنی پوری ادبیت خرچ کی ہے اور تمام تر الفاظ معقفی و مسجع ناقل
کی شان میں لائی ہیں۔ تو کیا آپ اسکو پسند کرتے ہیں کہ جو لقب آپکے استاد ناقل کو دیے گئے ہیں
وہی الفاظ آپکے حق میں بھی استعمال کئے جائیں کیونکہ تو آپنے خود اقرار کیا ہے "میں ناقل ہوں"
حالانکہ خود نقال ہونا بھی صفت ممدوح نہیں ہے۔ بہرحال وہ شعار جامعی ایسے تھے کہ اڈیٹر صاحب
کو خود اسکی معذرت کرنی پڑی تو اب میں اسکی نسبت کیا کہوں اسکے بعد اڈیٹر صاحب نے بعینہٖ عبارت
نصیحۃ الشیعہ کی نقل کی ہے جسکے بعد بمزید امتداد یہ بھی لکھ دیا کہ نصیحۃ الشیعہ کی عبارت تمام ہوئی
اب کوئی انسے پوچھتا کہ یہ کون سی غیرت و حمیت ہے کہ آپ نصیحۃ الشیعہ کی عبارت تو
نقل کر دی اور اسکے جواب سے آنکھ بند کر لی حالانکہ آپکو معلوم ہے کہ اسکا جواب انتصار الشریعۃ میں نہایت
شرح و بسط سے ہو چکا ہے ملاحظہ ہو جلد ا کیونکہ مولف نصیحۃ الشیعہ نے اسی حیثیت سے
[illegible] انصاف سے فرماؤ کہ آپ نے اس نقل سے قوم کا نقصان کیا

نہیں ویسے مال کے بدلے وہ پرانا مال دیا جسکی دھجی اوڑ چکی تھی۔

اور یہ بھی غور کیجیے کہ اس کا جواب نیر بدالا اسیر مجبور ہوگا یا نہیں کہ جو جو آپ عبارت کا دیا جا چکا ہے وہی پھر آپکے سامنے پیش کرے تو اس سے جو کچھ قومی نقصان ہوگا اسکے بھی آپ ہی ذمہ دار ہونگے۔ کیونکہ اگر اس جواب پر کچھ اعتراض کیے ہوتی تو البتہ اس کا نیا جواب دیا جاتا ہے یہ سب گذارشیں میری محض دوستانہ ہیں امید کہ معاف فرمائینگے کیونکہ میں چاہتا ہوں آپ ایسے مضامین لکھیں جو جدت رکھتے ہوں کہ آپکے خصم کو بھی کچھ تکلیف اٹھانی پڑے نہ یہ کہ وہ بھی اسی طرح دوسرے کا ذخیرہ پیش کردے

اسکے بعد کچھ عنوان بحث کو لکھکر تحریف قرآن کی بحث شروع کی ہے جو تمامتر اسی تحفہ الشیعہ سے لیا گیا ہے جس کا جواب مکرر ہو چکا ہے

ان مطالب کی توضیح تو الشمس کے آیندہ نمبروں میں بخوبی کیجائیگی انشاءاللہ کیونکہ الشمس کی ترتیب اسی اصول پر رکھی گئی ہے کہ انکے اخبار کا نمبروار جواب دیا جائے مگر ہمنے اس غرض سے یہاں لکھا کہ ناظرین کو معلوم ہو ایسے مناظرہ میں کیا لطف ہے جب وہی ایک بات ہر دفعہ دہرائی جائیگی اور وہی کہا جائیگا جو پہلے کہہ چکے اور اسکے جواب سے اعراض کیا جائیگا۔

افسوس کہ زمانہ ناہنجار نے یا شیطان نابکار نے کیسا لوگونکو اغوا کیا ہے کہ مناظرہ کے اصول و اغراض بالکل معطل کر دیئے گئے کیونکہ اصول مناظرہ تو میں پہلے لکھ چکا ہوں اور غرض مناظرہ یہ تھی کہ امر حق واضح ہو جائے کیونکہ یہ سلسلہ رد و بحث کا ضرور ایک حد پر منتہی ہوگا اور بجز قبول کوئی چارہ نہ ہوگا مگر اب اتنی غرض ہے کہ ہمارا فرقہ یہ کہتا رہے کہ ہماری فلان کتاب کی رد نہ ہو سکی یا فلان کتاب کا جواب نہ ہو سکا

بہرحال چونکہ اڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار کا دو ورق خاص اسی غرض کے لئے مخصوص کر دیا تھا لہذا اسکا جواب مسلسل شروع کر دیا گیا ہے لیکن اب وہ اس سلسلہ کے علاوہ بھی کچھ کچھ فقرات مخالف فرقہ حقہ شیعہ لکھنا شروع کیا ہے لہذا مختصر طور پر کچھ لکھنا ضرور ہے

[illegible] میں لکھنؤ کے شیعہ و سنی کے اتفاق کے متعلق لکھتے ہیں لکھنؤ میں شیعہ و سنی باہم اس اتحاد و اتفاق سے بسر کرتے تھے کہ کوئی دوسرا شخص دیکھکر ہرگز یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ ان میں باہم اس درجہ کا

ہبی مخالف ہے۔ یہ تقریر بجنسہ اڈیٹر صاحب کی ہے جسپر اشتہار میں لکہا گیا کہ اڈیٹر وطن اور
اڈیٹر اتحاد نے بہی اس اخبار کی اشاعت سے اسیوجہ سے مخالفت کی کہ اس سے بجای قومی اتحاد کے
اختلاف میں ترقی ہوگی۔ اڈیٹر صاحب کو یہ دوستانہ نصیحت بری لگی جس سے ناراض ہوکر وہ
اپنے اخبار نمبر ۳۱ مورخہ ۲۸ ربیع الثانی میں تحریر فرماتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ فریق میں باہم اتحاد
تہا اور …. اختلاف ڈالتا ہے۔

ناظرین! انصاف کریں جس شخص کے قول میں اسقدر تناقض ہو وہ کیونکر قوم کی رہبری کر سکتا
ہے آخر وہ کون سا قلم تہا جس سے وہ عبارت لکہی گئی اور اب اس منہ اور قلم کی باگ کدہر مڑ گئی
جو یہ لکہا۔

ہاں چونکہ ایک شیعہ نے آپکا قول نقل کیا تہا لہذا اسکی تکذیب آپ پر لازم ہوئی کیونکہ تمامی
اہل سنت کا یہی اصول ہے کہ خود تو سب کچہ کہیں مگر جب شیعہ اسی قول کو محل استدلال میں
لائے تو انکار کر دیا جاتا ہے

اڈیٹر صاحب اسی ذیل میں شیعہ وسنی کے اتفاق کو لکہتے ہوئے مولوی عبد الحکیم کے وعظ کی
تعریف کرتے ہوئے لکہتے ہیں باہم اتحاد واتفاق کی خوبی سے کوئی واقف نہیں اسکا کیا علاج
ہے کہ دشمنی رکہنا اگر کسی مذہب میں عبادت ہو بلکہ تمامی عبادات میں اسکا درجہ اعلی ہو تو وہ
کسطرح دشمنی سے روکا جای اور اس سے کسطرح اتحاد پیدا کیا جائے۔

مگر چونکہ اڈیٹر صاحب کو معلوم ہوگا کہ جس مذہب میں دشمنی رکہنا افضل عبادات سے قرار پایا ہے اسکی
بنا اس حدیث پر ہے جو صحیح بخاری کی پہلی کتاب کے باب الایمان میں ہے اگرچہ بخاری صاحب نے
اسکی گردن مڑوڑ دی ہے اور صحیح مسلم۔ ترمذی اور مشکوۃ شریف میں مختلف الفاظ سے وارد ہے
الحب لله والبغض لله اور یہ اصول آج نہیں بنایا گیا ہے بلکہ جب سے اسلام کا وجود ہے جب سے
حب لله اور بغض لله کا یہی اصول قایم ہے جسپر آپ خود لکہتے ہیں لکہنؤ میں شیعہ سنی باہم اس
طرح اتحاد واتفاق سے بسر کرتے تہے۔

پس جب یا وصفیکہ شیعوں کے یہاں دشمنی رکہنا مطابق آپکے معلم احادیث صحاح ستہ کی افضل
عبادات سے ہے اسپر بہی وہ اسدرجہ سنیوں سے اتحاد رکہتے تہے کہ کوئی شخص پہلے مخالف مذہبی کا خیال

سمجھ کر یا تھا تو اب اتفاقی کہہ کر آپکی یہ کارروائی کہ بعض وار اخبار اختلاف پھیلانے
کیلیے نکالا اسکی وجہ اتفاق و اتحاد کا برا نتیجہ ہے؟

اڈیٹر صاحب اس اختلاف کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں سال گذشتہ جب سے مولوی مقبول احمد صاحب
دہلوی تشریف لائے ہیں اس امن و اتحاد کی مٹی ایسی خراب ہوئی کہ کچھ کہا نہیں جاتا" ہم اس وجہ کو
بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ پھر اس کا دفعیہ کیونکر ممکن
تھا اور آپ لوگوں نے اس کا علاج کیا یا نہیں خود ہی آپ لکھتے ہیں "اس سال مولوی
مقبول احمد صاحب کے آنے سے پہلے سنیوں کے یہاں علی التواتر مجالس ہو رہی تھیں جسمیں مولوی
عبد الحکیم صاحب بیان کرتے تھے۔ یہ ضروری ہے کہ ان مجالس میں وہ شیعوں کی تردید کرتے تھے (بجواب
سخت کلامی مولوی عبد الحکیم صاحب فرماتے ہیں) میرے خیال میں مولوی عبد الحکیم صاحب کے بیان سے
وہ جوش جو حضرات شیعہ کے حملوں سے اور خاصکر مولوی مقبول احمد صاحب کے بیانات سے عوام
اہل سنت میں پیدا ہوتا ہے ایک حد تک فرو ہو جاتا ہے"

اب آپکو غور کرنا چاہیے کہ جب شیعوں کے مجالس کا جواب بذریعہ مجالس کے اور جناب مولوی
حکیم سید مقبول احمد صاحب دہلوی کا جواب بذریعہ مولوی عبد الحکیم صاحب کی سخت کلامی کے دیدیا گیا
جس کی نسبت خود آپنے اقرار کیا کہ وہ شیعوں کی رد کرتے تھے اور جو جوش اہل سنت میں پیدا ہوتا
انکے بیان سے فرو ہو جاتا تھا تو آپکا اخبار نکالنا اسپر مستزاد ٹھہرا یا نہیں اور اختلاف امہ کے
بڑھانے میں آپکا حصہ زاید ہوا یا نہیں کیونکہ تقریر کا جواب تو بذریعہ تقریر دیا گیا پھر تحریر کی کیا ضرورت تھی
اور اگر شیعوں نے ایسا کیا تو بقول آپکے دشمنی رکھنا انکے یہاں عبادت ہے تو وہ
کیا کرتے تھے پھر کیوں آپ مناع للخیر ہونگے کیونکہ آپکے یہاں تو بقول
آپکے عبادت نہیں بلکہ تعصب ہے جسکی نسبت خود آپ لکھتے ہیں "سنیوں کی
... ہے اور بڑی وجہ اس بے تعصبی کی یہ ہے کہ ان کا مذہب۔ ان کا دین
دشمنی نہیں ایسی تعلیم ہی نہیں دیتا" پھر خلاف اپنے مذہب۔ اپنے دین
و تعلیم کے ایسا کام کیوں کیا جس سے اتفاق و اتحاد کی مٹی خراب ہو
... کی ترقی ہو۔ اور وہ بھی اس غرض سے کہ صرف تعصب ہی ... ہے

بلکہ تحریر بھی ہوجاتے جسکا وجود شیعوں میں تہا تو البادی ہو الاظلال کے حق میں بیجا نہ ہوگا
اور خاصکر جب آپکے دین و مذہب کے خلاف ہو تو آپ کیونکر اسپر مستحق اجر ہوسکتے ہیں۔

۲۱ مورخہ ۱۱ ربیع الاول میں اڈیٹر صاحب نے مرزا حیرت کے اس نوٹ کو نقل کیا ہے جو
بنسبت جناب مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی انہوں نے لکہا تہا چونکہ اسکا جواب اصلاح جلد ۸ نمبر ۱۲
میں دیا گیا ہے لہذا یہاں اسکے جواب کی ضرورت نہیں مگر دو امر عرض کرنا ضروری ہے
ایک یہ کہ سید احمد خاں صاحب کے قول کو جو دربارہ فضلیت صحابہ لکہا تہا درج کرکے آپنے یہ
دعوی کیا تہا کہ اہل سنت جو شیخین کو یکے بعد دیگرے افضل کہتے ہیں اسمیں انہوں نے اپنی اپنی عقل و قیاس
سے کام نہیں لیا۔ اہل سنت اس مسئلے میں حضرت مخبر صادق مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے متمسک
ہیں نہایت افسوس ہے اسکی دلیل میں ایک حدیث بھی رسول اللہ کی نہ لکہی گو وہ موضوع ہی ہوتی بلکہ صحیح بخاری
سے ابن عمر کا قول لکہا جو مثل آپکے ایک سنی تھے وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ ہم انکو افضل کہتے تھے بلکہ الفاظ یہ
ہیں کہ ہم انکو خیال کرتے تہے یا انکی خیریت مانتے تہے یا انکے اچھے ہونیکے بترتیب قایل تھے اور بالفرض اگر
افضلیت کے بھی قایل تہے تو یہ انکا ذاتی فعل تہا۔ چنانچہ علامہ ابو عمر نے اسیوجہ سے اس حدیث کو غلط
او موضوع قرار دیا کیونکہ یہ عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے جو ترتیب افضلیت کے بترتیب خلافت قایل
ہیں اور بموجب قول ابن عمر یہی تو عثمان کے بعد بھی جناب امیر کو کوئی درجہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اور
سایر صحابہ مساوی ہوجاتے ہیں۔

اڈیٹر صاحب آپ بیان کریں کہ آیا یہی آپکا عقیدہ ہے کہ جناب امیر کو بعد عثمان بھی کسیطرح کی
فضیلت سایر صحابہ پر نہیں ہے؟ یا آیات اور اسکی تفاسیر و احادیث سے آپکو نہیں منکشف ہوا کہ بعد
خلفاے ثلثہ بھی جناب امیر کو کسیطرح کی فضیلت سایر صحابہ پر نہ تھی؟ یا کوئی حدیث آپکے نزدیک اسبارہ میں
صحیح نہیں ہے؟ اگر جمہور علما اہل سنت کے دل یا انکے ایمان نے ایسا ہی فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ آپنے اس
حدیث کو لکہا ہے تو آپ شوق سے مجاز ہیں کہ ایسی تحریر پبلک میں شایع کریں اور اگر ایسا نہیں ہے
تو آپکو سمجھ کر کہنا چاہئے کہ اس تحریر سے آپکے جو گمراہ ہوگا یا اہل بیت طاہرین سے کوئی منحرف ہوگا
تو اسکے ذمہ دار آپ ہی ہونگے کیونکہ دلایل اسکے ابطال کے تو اصلاح ۸ میں ہوچکا ہے
دوسرے یہ کہ سید احمد خاں کے قول کو دربارہ استحقاق خلافت درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں اہلسنت

بیشک کہتے ہیں کہ حضرات خلفا نبی کی نبوت میں خلیفہ تھے وہ صرف یہی کہتے ہیں کہ یہی خلیفہ تھے
لیکن کیا اس خلافت کا استحقاق و عدم استحقاق ملک کا مدار صرف اس امر پر ہے کہ جس شخص میں
قوت قدسیہ پیغامبر سے زیادہ مشابہت پائی گئی مقام نبوت کی تکمیل اچھی طرح کر سکے گا وہی مستحق
خلافت ہے اور جسمیں یہ بات نہ ہوگی وہ خلافت نبی کا مستحق نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ
(۱) کیسے خلیفہ تھے رسول اللہ نے خلیفہ بنایا تھا یا اور کسی نے ؟
(۲) اگر دوسروں نے خلیفہ بنایا تو کس حق سے ؟ کیا رسول اللہ نے صریحی اس کا اختیار دیدیا
تھا کہ تم جسکو چاہنا خلیفہ بنا لینا۔
(۳) اگر ایسا اختیار دیگئے تھے تو کچھ شرایط بھی انکے لئے مقرر تھے ؟
(۴) وہ کیا شرایط تھے (۶) قوت قدسیہ میں مشابہت انکی رسول اللہ سے کس ذریعہ سے شرط قرار پائی
(۷) قوت قدسیہ میں مشابہت کا فیصلہ حکم خدا و رسول سے ہونا چاہیے یا رعایا کی رائی و قیاس سے
(۸) طرق خلافت قدیم سے تین پھر چار ہوے یعنی بیعت اہل حل و عقد۔ استخلاف۔ شوری۔ قہر و
استیلا یہ انکی شرط اس میں داخل ہے تو کسطرح اور خارج ہے تو کیوں
(۹) یہ قید کب سے بڑہائی گئی کیونکہ منا امیر کم و منکم امیر کے وقت تو کسی بات کا لحاظ نہ کیا گیا تھا
(۱۰) اس استحقاق کا خیال صرف خلافت راشدہ میں کیا گیا تھا یا کل خلافتوں میں اگر بقیہ
خلافتوں میں نہ کیا گیا تو کیوں ؟
(۱۱) جو شخص جنگ احد سے فرار کرے اور جنگ حنین میں ساتھ چھوڑے اور جنگ خیبر سے اسطرح
واپس آئے کہ یجبنہم و یجبنونہ اور تبلیغ سورہ برات سے معزول کیا جائے اور کوئی خدمت دینی اس سے
عہد رسالت میں متعلق نہوا اور اسارا بدر کے بارے میں اسکی رائے ایسی غلط ہو کہ مستحق نزول عذاب
قرار پائے اسمیں قوت قدسیہ زیادہ ہے یا اس شخص میں جسکی وزارت کا اعلان اسروز کیا جائے
جسروز آنحضرت تبلیغ رسالت کی ابتدا کریں اور وہ حضرت اسکو اشبہ ترین بکل انبیا نام
بنام فرمائیں اور سورہ برات اسکو بعد عزل شیخین حوالہ کیا جائے اور کل معارک کا وہ فاتح ہو
اور نص قرانی میں مباہلہ انفسنا یاد کیا جائے اور جسکے بارے میں حضرت انت منی بمنزلۃ ہارون
من موسی الا انہ لا نبی بعدی فرمائیں اور آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من

ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے بغرض اتمام حجۃ اسکی امامت و ولایت کی تاکید ہو۔ جیسے حضرت فرمائیں من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور خدا وند عالم ایہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے اپنا رضامندی ظاہر کرکے اکمال دین و اتمام نعمت کی بشارت عطا فرمائے ازراہ کرم جواب سے مفصلا مطلع فرمایئے

اخیر میں اڈیٹر صاحب یہ لے دیتے ہیں " فی الحقیقت جبتک اصحاب نبی سے حسن ظن نہو اور خلفاء راشدین کی حقیت خلافۃ کا اعتقاد بموجب کتاب و سنت و آرا و سائر اہل سنت نہ حاصل کیا جائے شریعت اسلامیہ کے ساتھ پورے طور پر تمسک ممکن نہیں جیسا کہ مسند الوقت حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں۔ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت این بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسایل شریعت محکم نہ شود الی آخرہ

مگر افسوس کہ دعویٰ اور دلیل میں کوئی مناسبت نہیں اور جو دلیل لائی گئی ہے وہ اس قابل نہیں کہ دلیل ہو سکے کیونکہ دعویٰ کیا گیا ہے ایک تو حسن ظن کا اصحاب کے ساتھ کا اور دوسرے حقیت خلافت خلفاء راشدین کا۔ اگر آپ مرد میدان تھے تو قرآن و حدیث سے ثابت کرتے نہ شاہ ولی اللہ کے قول سے جو مثل آپکے ایک سنی تھے اور بہت سے علماء اہل سنت کا فتویٰ جس کے خلاف موجود ہے

پھر انھوں نے دعویٰ بھی ایسا کیا ہے جو تمامی اہل سنت کے عقاید کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت خلافت کو اصول دین سے نہیں سمجھتے اسپر لطف یہ ہے کہ اصل خلافت کو اصول دین سے نہیں بتاتے بلکہ اسکے اثبات کو۔ پھر ایسے قول سے آپکو کیا نفع ہوگا

اڈیٹر صاحب میں مکرر عرض کر چکا ہوں نہ اب خلافت ہے نہ کسی شہر یا قصبہ کی قطبیت و امامت صرف چند روزہ دنیا ہے اور اسکے بعد قیامت۔ اس کو خیال رکھکر ایسی تحریر لکھیئے کہ عوام کالانعام گمراہ نہوں۔ باقی آئندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضوء الشمس

اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ

" اعجاز کلام اللہ میں جسکو شک ہو وہ اس جملہ کے اپنا اعتقاد درست کرلے کہ ابھی اس آیہ کو "

" پورا لکھہ بھی نہ چکا تھا کہ اخبار کا ۲۲ پہنچا جس سے آیہ کریمہ کی تصدیق ہوئی -

لائق اڈیٹر نے ۲۹ میں تو یہ شکایت کی تھی کہ الشمس ہمارے پاس نہیں پہنچا مگر شکر خدا کہ وہ ۳۱ میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ الشمس کے ہر سہ نمبر انکو ملگئے مگر افسوس ہے کہ جن نمبروں کو طلب کیا تھا نہ بھیجا حالانکہ قیمت طلب یا رسل کی اجازت دی تھی - ان نمبروں میں ایک نمبر تو یقیناً ایسا ہے جسمیں شیعوں کی صرف ہجو کیگئی ہے -

بہرحال اڈیٹر صاحب نے اس غرض سے کہ عوام میں مشہور کرنیکا موقع ملے الشمس کی کہتونی شروع کردی ہے جسمیں وہ الشمس کے عنوانات کا ذکر کرکے ایک جملہ اپنی طرف سے بھی لکھہ جاتے ہیں جس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کا جواب ہے

(۱) لکھتے ہیں الشمس میں ابھی تک انکے اخبار کا کوئی جواب نہیں دیا گیا جو محض غلط ہے کیونکہ انکے اعتراض کا جواب نمبر وار شروع کردیا ہے اور یہ ممکن ہے کہ نمبر میں ۳ نمبر کا جواب ہو جائے

(۲) پہر لیل کے عدمی ہونے پر گفتگو کی ہے مگر افسوس جن علوم سے انکو مس نہیں انکو میں کیونکر سمجھا سکتا ہوں

(۳) پہر اس سے انکار کرتے ہیں کہ کتب کلامیہ شیعہ کے رد کرنے سے انکو مطلب نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حضرات شیعہ کے اصول سے بحث کریں جس سے مذہب کا فیصلہ ہو سکے چنانچہ ایک مسئلہ تحریف کا کامل ہو چکا ہے جس نے ثابت کردیا ہے کہ حضرات شیعہ کے پاس نہ کتاب اللہ ہے نہ اہلبیت - تمسک اہلبیت کا دعویٰ محض زبانی ہے "

یہ بھی خدا کی شان ہے کہ کتب کلامیہ شیعہ کی رد سے تو انکار رہا اور شیعوں کے اصول سے بحث کریں حالانکہ یہ تو موٹی بات ہے کہ اصول دین کا بیان کتب کلامیہ میں ہوتا ہے پہر بغیر رد کیے اصول شیعہ کا کیونکر رد کر سکتے ہیں الا اینکہ یہ کہیں کسی خاص کتاب کا رد نہیں کرینگے

کیونکہ انکی قدرت امکان سے باہر ہی حالانکہ پہلے ظاہر کیا تھا کہ استقصاء الافحام کا جواب وہ
طالب العلمی کے زمانہ میں لکھ چکے ہیں مگر الشمس کی ضیاء عالمتاب نے اس ارادہ سے فارغ عظمی ولکو رہا

مسئلہ تحریف قرآن کو اصول مذہب شیعہ میں داخل کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے مگر جب کہ کتب
کلام کی رد سے انکار ہی تو پھر اصول بنا لینے کا بھی آپکو اختیار ہے جسکو چاہیے اصول کہیے
جسکو چاہیے فروع ۔

اگر تکمیل مسئلہ تحریف قرآن سے آپکا یہ مطلب ہے کہ جسقدر نصیحۃ الشیعہ نقل کرنا تھا اسکی تکمیل
ہو چکی تو بیشک آپکو یہ کمال حاصل ہو گیا اور اگر یہ مسئلہ پورے طور پر آپ لکھ چکے یعنی جو شیعوں نے آپکے
اعتراضات کا جواب آجتک دیا ہے اس کا جواب بھی آپ لکھ چکے اور اب شیعوں کی کوئی تحریر آپکے سامنے ایسی نہیں
ہے جو اس مسئلہ میں جواب طلب ہو تو آفرین ہے آپکی راستبازی اور سچائی پر

ایمان سے کہئے کیا استقصاء الافحام کی اس بحث کا جواب آپ لکھ چکے جو صفحہ سے شروع ہوا اور صفحہ پر تمام ہے
کیوں اڈیٹر صاحب نصیحۃ الشیعہ کے جوابوں کو بھی دیکھا ہے جس سے آپ عبارت نقل
کر رہے ہیں؟ کیا ان جوابوں کا جواب بھی آپ دے چکے؟

بالفرض اگر آپ یہ ثابت کر چکے کہ شیعوں کے پاس کتاب اللہ نہیں ہے تو یہ کیونکر ثابت ہوا
کہ تمسک اہل بیت بھی انکو حاصل نہیں ہے۔ کیا قرآن و اہل بیت میں آپ بھی لزوم کے قایل ہیں
تو پھر حسبنا کتاب اللہ کس بنیاد پر کہا گیا تھا۔

انشاء اللہ آیندہ نمبر میں تحریف قرآن کا مسئلہ اس توضیح و تفصیل سے لکھا جائیگا کہ پھر کسیکو جائے دم زدن نہ ہو

(۴) پھر اسکے بعد ایک سرخی قایم کی ہے اہل سنت کا گریز مناظرہ سے اس سرخی کے نیچے علم کلام کی
مذمت جو بعض لوگوں نے ائمہ سلف سے نقل کی ہے اسکو نقل کیا ہے اور جو جوابات اسکے دئیے گئے ہیں انسے
کچھ تعرض نہیں کیا ہے مگر افسوس کہ جب اسطرح انکار بدیہیات کیا جائیگا تو کیونکر کام چلیگا حالانکہ
الشمس ۔ میں خود اڈیٹر کا پورا کلام لکھا گیا ہے

اور امام ابو حنیفہ کی طرف سے جو جواب دیا وہ بھی بجنسہ لکھا گیا اور پھر اس کا جواب دیا گیا اس کو
بھی جب آپ یہی کہیں گے کہ میرے جواب سے تعرض نہیں کیا تو میں بھی مجبور ہو کر یہی کہونگا کہ خود
آپ نمبر سابق کے جن میں فرما چکے ہیں کہ ہم نے استقصاء کی اسقدر غلطیاں بیان کیں کہیں کہا اڈیٹر صاحب ضیاء

کے نزدیک وہ غلطیاں ہی نہیں ہیں اس کا علاج تو افلاطون کے پاس بھی نہیں ہے (آفتاب نکلا ہو اور کوئی کہدے کہ آفتاب نہیں نکلا ابھی رات ہے) کیونکہ جس بنیاد پر غلطی استقصا سے انکار کیا تھا اسکے وجوہ آپکو الشمس نمبر ۲ میں معلوم ہو چکے کہ یہ کل غلطیاں ایسے علما کی ہیں جو ابن الجوزی کی جرح کو اسقدر معتبر جانتے ہیں اور پھر شیعوں کے مقابلہ میں انکی جرح پیش کرتے ہیں پھر صاحب استقصا کا کیا قصور جو مقام الزام میں اسی ابن الجوزی کی جرح کو نامعتبر بتاتے ہیں اور اسی کی جرح سے صحیح بخاری کی حدیث کو موضوع ٹھہراتے ہیں بخلاف اسکے کہ آپنے ابھی تک الشمس کے کسی جواب کا رد نہیں کیا۔ جو آپ کچھ کہہ سکیں کیونکہ علم کلام سے جسقدر آپکے علما سلف نے مخالفت کی ہے اس کا ثبوت الشمس کے آیندہ نمبروں میں کچھ توضیح سے دیا جائیگا۔ رہا مناظرہ و علم کلام میں فرق نہ کرنا یہ آپکی خوش فہمی ہے کیونکہ ہم امین خود آپنے مناظرہ اور علم کلام کو ایک کر دیا ہے

(۵) الشمس میں جو اجمالی طور پر جناب امیر اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام اور حضرت ابن عباس کے مناظرہ کا تذکرہ کیا گیا اسکی نسبت لکھتے ہیں "میں ان باتوں کا جواب کچھ نہ دونگا کیونکہ میرے مبحث سے خارج ہیں" جسپر میں بھی دعا کرتا ہوں کہ خدا آپکو اسکی توفیق کرامت فرمائے کہ خارج از مبحث نہ گفتگو فرمائیں مگر افسوس اڈیٹر صاحب کو اپنے اس عمدہ کا مطلق خیال نہ رہا جو لکھتے ہیں مگر یہ اسقدر افسوس مجھے ضرور ہوتا ہے کہ اڈیٹر صاحب اصلاح نے جناب سیدہ کا جناب امیر سے مناظرہ کرنا اور اصحاب ائمہ کا ائمہ سے مناظرہ کرنا کیوں نہ بیان کیا یہ سب مضامین انکی کتابوں میں موجود ہیں اگر وہ ان مناظرات کا بھی حوالہ دیدیتے تو انکے بیانات کی خوب تائید ہوتی۔

لیجئے اب وہ عبارت ہمسے سن لیجے جب جناب سیدہ خلیفہ اول سے فدک مانگنے گئیں اور ان سے نومید لوٹیں تو گھر میں ٹکرا انہیں جناب امیر سے بھی مناظرہ کرنیکی ضرورت پیش آئی یہ مناظرہ حق الیقین کے صفحہ ۱۶۳ پر اسطرح منقول ہے

حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار معاودت وے کشید چوں بمنزل قرار گرفت خطاب درشت باسید الاوصیا نمود کہ مانند جنین در پردہ نشین شدہ و مثل خائنان در خانہ گریختہ بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب ایناں گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ نحلۂ پدرم و بلغۂ فرزندانم را از من میگیرد و باواز بلند با من مخاصمہ و لجاج می کند و انصار یاری

نمی کنند وچہا جان خود را بکنار کشیدہ اند وسایر مردم دیدہ ہارا پوشیدہ اند وانفعی دارم نہ ہاے نہ پایے ورنہ شانے خشمناک بیرون رفتم وغمناک برگشتم خود را ذلیل کردی بدانکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان می درند ومی برند وتو از جاے خود حرکت نمی کنی کاش پیش از ین ذلت وخواری مردہ بودم وای بر من در ہر صبحے وشامے عل اعتماد من مرد ویاور من سست شد۔

اس عبارت میں ایک فقرہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائنان درخانہ گریختہ" قابل ملاحظہ ہے۔ حضرات شیعہ کی طرح ہم اگر کہنا چاہیں تو اس مقام پر بہت کچھ کہہ سکتے ہیں مگر ہم کچھ نہیں کہتے عیاں راچہ بیاں" انتہی لفظہ

اس عبارت کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کسقدر جلد وہ اپنا وعدہ بھول گئے نہیں نہیں چونکہ ان فقرات میں بہ نسبت انکے جناب امیر کی توہین ہوتی تھی اور جناب سیدہ پر انکے خیال میں الزام آتا تھا لہذا انکے دل نے نہ مانا کہ یہ موقع ہاتھ سے جانے پائے اسلئے باوصف انکار لکھ گئے اور حسنین علیہم السلام کا شیخین کو منبر سے نکالنا خارج از مبحث ٹھہرا

ہم پھر وہی کہتے ہیں جو پہلے لکھ چکے کہ مضامین پارینہ میں کوئی لطف نہیں کچھ جدت کیجئے کچھ مضامین نکالئے یہ مضمون تو پانچ مرتبہ اس اشتہار میں شایع ہوچکا جسکے جواب میں تشفی اہل سنت وخوارج اور اخسا اور عشرہ کاملہ ونصر اور جواب شافی وغیرہ وغیرہ چھپ چکا پھر ایسے مضمون دود کے لانیسے کیا حاصل کیونکہ اپکا خصم تو انہیں جوابونکو لکھ دیگا جسکا جواب آجتک اپلوگونسے نہ ہوسکا

اڈیٹر صاحب پہلے اسکا تصفیہ کر لیجے کہ اس معاملہ فدک اور خلافت میں اپکا کیا خیال ہے

(۱) کیا آپ ان روایتوں کو جو اس بارہ میں وارد ہیں جنسے ناراضی جناب سیدہ کی شیخین سے اور جناب امیر کا غصب خلافت میں مظلوم ہونا ثابت ہے، صحیح سمجھتے ہیں یا غلط جیسا کہ عوام میں مشہور کیا گیا ہے کہ یہ واقعات غلط ہیں یا خود باہم نہایت درجہ اتحاد وارتباط تھا

(۲) یا آپ مثل مولوی عبد العلی بحر العلوم وغیرہ اس اختلاف میں جناب امیر اور جناب سیدہ کو غلطی پر تصور کرکے خطاوار سمجھتے ہیں کیونکہ پہلی صورت میں تو ہمکو ان روایات کی صحت آپکے اصول مسلمہ پر ثابت کرنی ہوگی اور دوسری صورت میں چنداں مباحثہ کی ضرورت نہیں کیونکہ خود آپکے علما اپکی تکفیر پر آمادہ کھڑے ہونگے اور آپکو اس عبارت ادب کا مزہ چکھا دینگے۔

اگرچہ یہ زمانہ خارجیت کا ہے جسکی تعلیم میں آپکا اخبار اور کرزن گزٹ وغیرہ کوشاں ہے مگر چونکہ ابھی اتنی جرات نہیں ہوتی ہے لہذا ہم پہلی شق پر مختصر جواب لکھتے ہیں کیونکہ تفصیلی جواب اسکا تشفی میں بخوبی مذکور ہے

بہرحال پہلا فقرہ اپکا ہے جب جناب سیدہ خلیفہ اول سے فدک مانگنے کیلئے گئیں اور انہنے خوب لتاڑیں اگرچہ اپکے لئے ضرور دلخراش ہے کیونکہ یہ محاورہ ارذال میں مستعمل ہے مگر اسکو سمجھ لیجئے کہ یہ قصہ صحاح ستہ میں بھی موجود ہے اور جو تقریر جناب سیدہ نے کی تھی اسکا نام خطبہ لمہ ہے جسکا اپکے علما نے بھی مختلف طور پر اقرار کیا ہے چنانچہ کتاب السقیفہ جوہری میں اور بلاغت النسا احمد بن ابی طاہر میں چند سند منقول اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ کی لغت لمہ میں اسکا اقرار کیا ہے اور علامہ زمخشری نے لغۃ لمۃ میں اور امام مسعودی نے مروج الذہب میں ابن شیخ رحمہ اللہ نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ میں اور علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں اسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں چند فقرات اسکے لکھے ہیں اور کتاب مستطاب تشئید المطاعن میں اصل خطبہ اور کتاب تشفی اہل سنت وخوارج میں ترجمہ اسکا پورا درج ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۲ لغایۃ ۲۳۸ بوجہ اختصار میں یہاں نہیں لکھتا۔

دوسرا فقرہ آپنے یہ منتخب کیا ہے۔ "اس عبارت میں ایک فقرہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل غائبان در خاک رفتہ قابل ملاحظہ ہے۔ حضرات شیعہ کی طرح ہم اگر کہنا چاہیں تو اس مقام پر بہت کچھ کہہ سکتے ہیں مگر ہم نہیں کہتے کیونکہ عیاں را چہ بیاں"

معلوم نہیں اس سے بڑھ کر آپ کیا کہتے کیونکہ عیاں را چہ بیاں کہکر تو آپنے سبھی جو مقصود تھا کہہ گئے اور شیعہ بجز اسکے کیا کہتے ہیں جو خدا اور رسول کہہ گئے کیونکہ وہ کام خلاف حکم خدا و رسول جائز نہیں جانتے

بہرحال چونکہ آپ اخبار کے اڈیٹر ہیں لہذا ہمکو امید تھی کہ کچھ سمجھدار بھی ہونگے خصوصاً اس زمانہ میں تہذیب روشنی نے ضرور سمجھدار بنایا ہوگا غور تو فرمائے اس جملہ میں کونسا جملہ اپکے لئے دلخراش ہے۔ ذرا شرما کر فرمائیگا کہ معصوم کے حق میں وہ معصوم شکایت ظاہری کی حالت میں جس سے مقصود دوسرونکی تنبیہ تھی اس سے بہتر کونسا لفظ لا سکتا ہے کیا کوئی آدمی ایسا بھی پیدا ہوا ہے جو پہلے جنین نہ تھا کیا رسول اللہ پہلے جنین نہ تھے اور رحم مادر میں پردہ نشین نہ تھے چونکہ اڈیٹر صاحب نے پرانا مضمون پیش کیا ہے ہم بھی اسکے جواب میں تشفی کی عبارت نقل کرتے ہیں

اہل عقل و دانش ضرور سمجھتے ہیں کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا مقصود اس تشبیہ سے جناب امیر کی مجبوری و ناچاری و خانہ نشینی جناب امیر علیہ السلام ہے۔ اگر آپکو علم حکمت و فن تشریح سے ذرا بھی مناسبت ہوتی تو آپ بخوبی اس تشبیہ کی وجہ سمجھ جاتے۔ لیکن آپکو تو صرف تشنیع و اسائت ادب جناب ائمہ سے کام ہے اگر آپ اس تشبیہ کو مستہجن و نامناسب سمجھتے ہوں تو ذرا تشبیہ دینا خلیفہ ثانی کا آپکو ہنز کو ہی سے روز احد یاد کیجئے اور شیعوں کی روایات پر اسقدر اگر نکتہ چینی ہو سن لے تو محلکہ لگائیے اور اگر اسپر بھی تسلی نہ ہو تو ذیل کی دو حدیثیں آپکے مذہب کی نہایت معتبر کتاب شفائے قاضی عیاض سے لکھی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیے روی ان النبی صلعم قال ان للنبوۃ اثقالا وان یونس تفسخ منہا تفسخ الربع تحقیق کہ نبوت کے بار ہیں اور حضرت یونس انسے لپٹ گئے تھے جیسے اونٹنی کا بچہ لپٹ جاتا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے عن ابی سعید الخدری کان رسول اللہ صلعم اشد حیاء من العذراء فی خدرہا۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم شرم میں زیادہ تھے اس بکر لڑکی سے جو اپنے پردہ میں مستور ہو۔ مگر مجھے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آپکو ان روایات کے دیکھنے سے بھی تسلی اور تشفی حاصل ہو۔ بلکہ گمان غالب ہے کہ اب ان روایات کو دیکھ کر بالکل اسلام کے دایرے سے ظاہر بظاہر نکل جائیگا اور مثل کفار و یہود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ پر بھی قہقہہ اڑائیگا کیا آپکو جناب امیر کی مجبوری میں عذر ہے جو معاذ اللہ جناب سیدہ پر کسی قسم کی غلط بیانی کا الزام آتا ہے آپ ہی کے علماء نے جناب امیر کی وہ حالتیں لکھی ہیں کہ گھر سے باہر گلے میں کپڑا ڈالکر لائے گئے قتل کی دھمکی دیگئی معاویہ نے اسی کا طنز کیا جسکے جواب میں آپ نے لکھا مومن کو مظلوم ہونے میں کوئی عار نہیں پھر خدا را سایل صاحب فرمائیں تو آخر اس جملہ میں عیب ہی کیا ہے الزام کس پر ہے جناب سیدہ پر جنہوں نے حضرت کی مجبوری بیان کی۔ یا جناب امیر پر جو مجبور تھے یا ان پیشوایان اہل سنت پر جنہوں نے حضرت کو ایسا مجبور کیا۔

اگر آپ نے کبھی قرآن پڑھا ہوتا اور اس کی تفسیر دیکھی ہوتی تو سمجھتے اس تمثیل میں کس کا حق تعالیٰ نے اس حالت کو یوں بیان کیا یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث دیکھو پیدا کرتا ہے خدا تمکو ماؤں کے شکموں میں ایک پیدائش پیچھے پیدائش دوسری کے تین اندھیروں کے بیچ مفسرین نے لکھا ہے مراد انہیں ظلمتوں سے ظلمت شکم ظلمت رحم

ظلمت بطن ہے تو اب غور فرمائیے کہ اب جناب امیرؑ کی تشبیہ جنین سے دیکھی تو آپکے اصحاب ثلٰثہ
ضرور ظلمات ثلاث قرار پائے پھر اسکا نتیجہ کیسا عجیب ہوتا ہے غور کیجئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ولی
الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور کہ جو مومن ہیں انکا خدا ولی ہے انکو نکالتا ہے ظلمات سے نور
کی طرف۔ کیا عجب ہے انہیں ظلمات ثلٰثہ سے نکالنا مراد ہو۔ باقی رہی دوسری تمثیل مثل خائنین
اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی حق الیقین میں یہ لفظ خائنین بصیغہ جمع خائن ہی
واقع ہوا ہے تو بھی کوئی جائے تشنیع نہیں یہ ظاہر ہے کہ مظلوم اپنے آپکو ظالم سے ایسا بچاتا ہے
کہ گویا خود مجرم ہے۔ بنا بریں اس جملہ میں تعریضاً اشارہ ہوگا اس حدیث صحیح مسلم کی طرف جسمیں
یہ مضمون واقع ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت عباس شیخین کو کاذب غادر خائن
و آثم جانتے تھے اور مراد یہ ہوگی کہ خیانت کاران سے آپ ایسے کنارہ کش ہوئے کہ معلوم ہوتا ہے
مجرم ہیں گرگان می روند دمی برند کا مزہ سائل کو معلوم ہوگا تو از جائے خود حرکت نمی کنی
کا جواب جو جناب امیرؑ نے دیا انہیں علامہ مجلسی کی زبانی سن لیجئے " پس حضرت امیر المومنین
فرمود ویل و عذاب بر تو لیت بر دشمنان تست صبر کن و آتش حزن فرونشان ای دختر
برگزیدہ عالمیان و ای باقی ماندہ ذریت پیغمبر من سستی در امر دین خود نکردم و آنچہ از جانب
خدا مامور بودم عمل آوردم و آنچہ مقدورم بود از طلب حق خود دراں تقصیر نکردم " جسپر جناب
سیدہ نے فرمایا حسبی اللہ اور چپ ہو گئیں یہ ایک فطری بات ہے کہ غصہ کی آگ جیسے رفتہ رفتہ
بڑھتی ہے اسی تدریجی طور پر اترتی ہے نہ دفعتاً۔ تو یہ ممکن نہ تھا کہ جناب سیدہ کی سوزش
قلبی خلیفہ کے یہاں سے گھر تک آنے میں جسمیں چند ہی قدم کا فاصلہ تھا ایکدم ایسی سرد ہو جاتی
کہ گویا کوئی رنج ہی نہ پہونچا تھا نہ وہ ایسی ایذا تھی جسکو ایکدم بھول جاتیں۔ اسی سوزش
کے خاتمہ کیوقت یہ گفتگو بمصلحت جناب امیرؑ ہوئی جسکو جناب سیدہ یقیناً جانتی تھیں
کہ یہ ہم سے زیادہ مظلوم و مجبور ہیں تیسرا جملہ آپکا یہ ہے اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہے
کہ جناب سیدہ کیسی جلیلہ و مددگار تھیں اور ان کی کیسی ذلت و خواری ہو رہی تھی مگر
جناب امیرؑ اسکی کچھ پروا نہ کرتے تھے اور جان بچائے گھر میں بیٹھا کرتے تھے۔ اگر یہ جملہ آپ
سچے دل سے لکھتے تو آپکا ایمان انکو کافی تھا مگر افسوس بمقتضائے یقولون بافواہہم ما لیس

فی الواقع آپ اس حیثیت سے لکھتے ہیں کہ شیعوں پر الزام آئے۔ غور تو کیجئے جناب سیدہ کی یاوری و مددگاری
ہوئی اور مہاجرین و انصار نے ساتھ چھوڑ دیا؟ ذلت و خواری کیوں ہوئی؟ خلیفہ اول نے
فدک غصب کیا آپکے دعویٰ کو قبول نکیا

جناب امیر علیہ السلام پر توجیہ الزام آتا کہ وہ کچھ قدرت رکھتے حالانکہ وہ تو جناب
سیدہ سے بھی زیادہ مجبور ہو رہے تھے کیونکہ دعویٰ خلافت تو حضرت ہی کو تھا لہذا وہ حسب زیادہ
مجبور کئے گئے۔ اگر آپ تاریخ یا کتب علم کلام کو دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا جناب امیر صرف اسوجہ سے
اسوقت زندہ چھوڑ دیے گئے کہ جناب سیدہ زندہ تھیں دیکھیے کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری مطبوعہ
جو مصر میں چھپی ہے فلما سمع القوم صوتها انصرفوا باکین وکادت قلوبهم تتصدع واکبادهم
تتفطر وبقی عمر ومعه قوم فاخرجوا علیا فمضوا به الی ابی بکر فقالوا له بایع فقال ان انا لم
افعل فمه قالوا اذا والله الذی لا اله الا هو نضرب عنقك قال اذا تقتلون عبد الله و
اخا رسوله ... وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال له عمر الا تامر فیه بامرک فقال لا اکرهه ما
کانت فاطمة الی جنبه فلحق علی بقبر رسول الله یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی
وکادوا یقتلوننی ص۲۰ مطبوعہ مصر قوم نے جب جناب سیدہ کی آواز اور رونا انکا سنا تو واپس
ہوئے قریب تھا کہ دل انکے پھٹ جائیں اور جگر پاش پاش ہوں۔ کچھ لوگ تو چلے گئے۔ عمر اور
انکے ساتھی کھڑے رہے یہانتک کہ نکالا علی کو باہر اور لیگئے انکو ابوبکر کے پاس۔ کچھ کہا بیعت
کرو تو علی نے کہا اگر بیعت نکروں تو کیا کروگے عمر نے کہا ہم تمکو قتل کر ڈالیں گے قسم ہے علی
نے کہا اگر مجھکو قتل کیا تو ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو قتل کیا عمر نے کہا بندہ خدا ہونا
صحیح نہیں ہے۔ ابوبکر چپکے سنتے رہے عمر نے کہا کیوں کوئی حکم نہیں دیتے ابوبکر نے کہا جب تک فاطمہ
ان کے پہلو میں زندہ ہیں میں انکو جبر نہیں کر سکتا۔ پس گئے علی قبر رسول پر چیختے تھے۔ اور
روتے تھے۔ اور بآواز بلند کہتے تھے اے ماں جائے قوم نے مجھکو ضعیف کیا اور قریب تھا کہ قتل
کرنے انتہی۔

اس عبارت سے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دربار خلافت سے اسیوجہ سے حکم قتل نہ نافذ ہوا
کہ جناب فاطمہ زندہ ہیں پھر آپ جناب سیدہ کی کیا مدد کر سکتے تھے۔

ایڈیٹر صاحب اپنی کتب کلامیہ کو ملاحظہ فرمائیں جہاں اسکی بحث کی گئی ہے کہ جناب امیر نے ابوبکر کی بیعت بہ تقیہ نہیں کی وہاں لکھتے ہیں تزوجت فاطمۃ مع علو نسبہا زوجتہ (ابطال الباطل ابن روزبہان) وکانت فاطمۃ الزہراؑ مع علو شانہا زوجتہ (طوالع الانوار بیضاوی) و کانت فاطمۃ الزہرا مع علو شانہا وجلالۃ قدرہا وفضل نسبہا زوجۃ علی (مطالع الانوار اصفہانی) کیوں صاحب ان عبارتوں سے تو صاف ظاہر ہے کہ جناب امیر کی شوکت و عزت عوام کی نظر میں صرف بوجہ جناب سیدہ تھی جسکو وہ معرض استدلال میں لاتے کہ بوجہ حیات جناب سیدہ آنحضرت مجبور تھے پس جب خود جناب سیدہ اسدرجہ مجبور تھیں کہ کھینچی ہیں جلائی جاتی ہیں ر رہی ہیں اور کوئی مدد نہیں کرتا تو جناب امیر کی کیا حالت ہوگی آپ خوب سمجھ سکتے ہیں

اور اگر اسکے سمجھنے میں تکلف ہو تو صحیح بخاری کے اس جملہ کو ملاحظہ فرمائیں وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علیؑ وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن یبایع تلک الاشہر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا احد معک کراہیۃ لمحضر عمر بعد یعنی علی کو آدمیوں میں آبرو تھی حیات فاطمہ سے جب وفات پائی فاطمہ نے تو پھر گئے علی سے منہ لوگوں کے پس التماس کیا مصالحہ ابوبکر کا اور انکی بیعت کا کیونکہ ان مہینوں تک بیعت نہ کی تھی پس کہلا بھیجا ابوبکر کو کہ تنہا آویں اور کوئی انکے ساتھ نہ آوے اس کراہت سے کہ عمر نہ آویں۔ کیوں ان ایڈیٹر صاحب جس شخص کی بدولت جناب امیر کو عزت وآبرو ہو جب وہی اسدرجہ مجبور ہو جائے کہ اسپر در گرایا جائے گھر میں آگ لگائی جائے [illegible] سقط جس سے سننے والوں کا دل پاش پاش ہو جائے تو جناب امیر کی مجبوری کسدرجہ ہوگی

ہاں ایڈیٹر صاحب کا یہ کہنا محبت کا مقتضا یہ تھا کہ ایسے موقع پر اپنی جان نثار کر دیتے اور اپنے جیتے جی انکی ذلت و خواری نہ دیکھتے ہم خود درست تھا اگر وہ مثل ایک خلفاء کے اپنی خواہش نفس کے تابع ہوتے مگر جناب امیر کی تو یہ شان تھی ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم وہ اپنی جان خدا کے ہاتھ بیچ چکے تھے پھر کیونکر اسکی مخالفت کرتے اور ہوا و ہوس کو راہ دیتے

دیکھئے آپکے علماء جناب سیدالشہداء کی وصیتوں کو کن لفظوں سے ذکر کرتے ہیں کتاب کنز العمال

کتاب الفتن جلد ششم کے صفحہ ۱۹ میں ہے عن علی قال قال رسول اللہ یا علی کیف اذا زهد
الناس فی الآخرة ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین
اللہ دغلا ومال اللہ دولا قلت اترکهم وما اختاروا واختار اللہ ورسوله
والدار الآخرة واصبر علی مصائب الدنیا وبلواها حتی الحق بک ان شاء اللہ
قال صدقت اللهم افعل ذلک به (الثقفی فی الاربعین) حضرت علی سے منقول ہے
کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ یا علی کیا حال ہوگا تیرا جس وقت کہ لوگ نفرت کرینگے آخرت سے
اور رغبت کرینگے دنیا میں اور کھا جائینگے مال میراث کھانا سب کا سب اور دوست
رکھینگے مال کو بہت دوست رکھنا اور بنائینگے دین خدا کو مکر و فریب (یعنی باوصف
عدم تدین متدین بنینگے) اور بنائینگے مال خدا کو دولت کہا میں نے کہ میں چھوڑ دونگا ان کو اور
اس چیز کو جو انھوں نے اختیار کی ہے اور اختیار کرونگا میں خدا کو اور اسکے رسول کو اور خانہ
آخرت کو اور صبر کرونگا میں دنیا کی مصیبتوں پر اور اسکی بلاؤں پر یہاں تک کہ ملحق ہوں میں آپ سے
انشاء اللہ فرمایا رسول اللہ نے کہ سچ کہا تو نے ای علی یا خدا کر تو اسکے ساتھ ایسا ہی انتہے

اگر کسیو جہ سے اس کتاب کو آپ دیکھ نہ سکتے ہوں تو مدارج النبوة جلد ۲ کے صفحہ ۵۱۱ کو
ملاحظہ فرمائے و حفصہ نیز پیش رفت و یاد ستور کہ با عایشہ مکالمہ فرمود با حفصہ نیز گفت
و تمامہ ازواج مطہرہ را وصیت کرد بعد از ان فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد و بر بالین
آنحضرت بنشست و سر مبارکش ابر زانوی خویش نهاد و آن سرور فرمود ای علی فلان یہودی
جیش من چندین مبلغ را داد کہ از وے برای تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ ام زنہار کہ حق او
برائت ذمہ من ادا کنی و فرمود کہ اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن
رسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چون بینی کہ مردم
دنیا را اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ انتہے

اب ڈیہر صاحب فرمائیں کہ بجائے جناب سیدہ اگر جناب امیر خلفا سے لڑتے اور شہید
ہو جاتے تو یہ موجب خوشنودی رسول ہوتا یا بحمایت اسلام جملہ مصائب کو برداشت کرنا اور وصیت
رسول اللہ سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا یہ موجب رضامندی خدا و رسول تھا کیوں صاحب جب آنحضرت

خداوند عالم سے اسکی دعا کر چکے تھے کہ علی کو ان مصایب دنیا پر صبر کی توفیق کرامت فرما پھر اس کے
خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ اڈیٹر صاحب ابھی انکو شجاعت جناب امیر کا حال نہیں معلوم ہے جو ایسی
فرمایش کرتے ہیں مقتضائے شجاعت بھی یہی تھا۔ دیکھیے کتاب استیعاب تو معلوم ہو کہ یہ ضبط کرنا
اور صبر کرنا جناب امیر کا اس موقعہ پر کیسی شجاعت ہے رفاعہ بن رافع بن مالک کے ترجمہ میں لکھتے ہیں
فقال علی العجب لطلحة والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض رسول اللہ ص قلنا نحن اهله
واولیاءه لاینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا
مخافة الفرقة وان یعود الکفر ویبوء الدین لغیرنا فصبرنا علی مضض ص ۱۵۵ جلد اول استیعاب طبع حیدرآباد دکن
یعنی کہا حضرت علی نے طلحہ و زبیر سے تعجب ہے جب رسول اللہ نے وفات پائی تو ہم نے کہا ہم حضرت کے اہل
اور اولیا ہے ہیں کوئی ہم سے منازعت نہ کریگا اس خلافت و حکومت میں مگر قوم نے انکار کیا اور غیر کو
حاکم خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر پھوٹ پڑنے اور کفر کے پلٹ آنے دین کے مٹ جانیکا نہ خوف ہوتا تو ضرور
اس خلافت کو متغیر کر دیتا لہذا میں نے صبر کیا۔

خطبہ شقشقیہ میں جو حضرت نے فرمایا ہے وہ صفت ارتا ہی بیان اصول ہیں ہذا او
اصبر علی طخیة عمیاء یهرم فیها الکبیر ویشیب فیها الصغیر ویکدح فیها مومن حتی یلقی ربه
فرأیت ان الصبر علی هاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری تراثی نهبا
حتی مضی الاول لسبیله۔ سب کو معلوم ہے کہ فرماتے ہیں میں نے اسمیں غور کرنا شروع کیا کہ حملہ کر دوں
اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے (بوجہ نہ ہونے اعوان و انصار کے) یا صبر کروں اس ظلمت تیرہ و تار پر جس میں
بچے بوڑھے ہو جائیں اور بوڑھے ضعیف و کمزور ہو جائیں اور غم والم میں مبتلا رہیں مومن یہانتک کہ
خدا سے ملاقات کرے پس دیکھا میں نے کہ صبر کرنا اس مصیبت پر اولی ہے پس صبر کیا حالانکہ آنکھوں
میں غبار تھا (غم کا) اور حلق میں غم و غصہ کا پھندا تھا دیکھتا تھا کہ میراث میری لٹ رہی ہے
یہانتک کہ گیا پہلا اپنی راہ پر۔

اڈیٹر صاحب جناب امیر کا اس پہلی خلافت میں جنگ کرنا اور پھر عایشہ و طلحہ و زبیر سے
جنگ کرنا دونوں امر محض بغرض حمایت و حفاظت اسلام تھا چنانچہ پہلی خلافتوں کی نسبت
جو فرمایا ہے وہ آپکو استیعاب سے معلوم ہوا اب اسکو بھی سن لیجیے کہ عایشہ وغیرہ سے جو حضرت نے

جنگ کیا اسکی نسبت کیا فرماتے ہیں تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۹۰ ثم حدث هذا الحدث الذی
جرأ علی هذه الامة اقوام طلبوا هذه الدنیا حسدوا من افاء الله علیه و علی الفضیلة
واراد و ان یردوا الاسلام والاشیاء علی ادبارها پہر یہ حادثہ پیدا ہوا جسکے بانی وہی لوگ ہیں
جو دنیا کے طالب ہیں اور خدا کی عطیہ اور اسکی دی ہوئی فضیلت کا حسد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
اسلام اور شریعت کو الٹ دیں۔ دیکھیے جو مصلحت وہاں جنگ نہ کرنیکی تھی وہی یہاں جنگ کرنیکی تھی
دیکھیے جس میراث کے تلف ہونے پر رسول اللہ نے صبر کرنیکی وصیت کی تھی اُسی حق تلفی کو یہاں خطبہ
شقشقیہ میں یاد فرماتے ہیں۔ چونکہ اڈیٹر صاحب نے جناب سیدہ کے خطبہ کے بعض فقرات کی نسبت
کچھ اپنی دلی آرزو کو ظاہر کیا تہا اسوجہ سے مجھے بھی اسقدر اجمالا لکھنا پڑا۔ اگر انکو زیادہ شوق
تفصیل ہو تو کتاب تشئی اہل سنت و خوارج ملاحظہ کریں۔

باقی رہا اڈیٹر صاحب کا یہ جملہ "آپ کا اصحاب ائمہ کا ائمہ سے مناظرہ کرنا وہ بھی اپنی کتابوں میں
منقول ہے" پس چونکہ یہاں اجمالا لکھا ہے اور نمبر ۲ میں اصل عبارت کو آپنے لکھا ہے لہذا وہیں اس کا
جواب بھی لکھا جائیگا۔ کیونکہ آپ خود الشمس کے جواب میں لکھتے ہیں "مگر مقصود یہ ہے کہ ہم اگر ان
مباحث کیطرف متوجہ ہو جائیں تو حصول مقصود سے دور ہو جائیں"۔ لہذا ہم بھی ان فضولیات میں
پڑنا نہیں چاہتے کہ حصول مقصود فوت ہو صرف اسقدر آپکے اطمینان کیلئے کافی ہے کہ اگر آپ الشمس کا
جواب بھی نہ دینگے تو الشمس آپکے تعاقب سے باز نہ آئیگا۔ اور آپکے ہر جملہ کا جواب دیا جائیگا انشاء اللہ
اور ابو بصیر کے اس جملہ کو بعوض اس جملہ کے تصور فرمائے جو خلیفہ دوم نے رسول اللہ صلعم کی بارے
میں کہا تہا جیسا کہ مجھے بروز حدیبیہ شک ہوا کبھی ایسا شک نہوا تہا اور آپکے علی خلیفہ دوم
کی مخالفتوں کے متعلق بلکہ احکام شریعت میں فرماتے ہیں کہ جائز ہے ایک مجتہد دوسرے کی مخالفت کرے
اگر غیر بصیرت کے زمانہ میں کسی نے کہا بڈھا بید ما رع تو ممکن ہے بعد بصیرت وہ توبہ کرے اور
امام سے معافی لیں مگر خیال تو فرمائیے کہ حضرت عمر نے کس وقت ان الرجل لیہجر کہا تہا جس پر حضرت نے
قوموا عنی کہکر نکال دیا کوئی اس جملہ کا مقابل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

نمبر ۳ میں اسی مضمون کے بقیہ میں حضرت زید شہید کے مناظرہ کا نام بھی لیا ہے مگر افسوس
ایسا مجمل لکھ گئے ہیں کہ بجز سکوت اس کا کوئی جواب نہیں کیونکہ حضرت زید کا مناظرہ تو ہشام

بن عبدالملک سے ہوا تھا جسکے بعد وہ شہید کئے گئے اور انھیں کے شاگرد سے لیکے یہاں علم کلام کی ایجاد ہوئی علاوہ اسکے جو انکے علما اور ائمہ سے ان حضرات کے مناظرہ ہوئے کتب رجال وسیر میں درج ہیں اگر کسی واقعہ کی تفصیل کرتے تو میں بھی جواب عرض کرتا

اڈیٹر صاحب نے چونکہ لکھا تھا کہ سنیوں کی مردم شماری بہ نسبت شیعوں کے زیادہ ہے اسلئے اہل علم کا اوسط بھی انھیں میں زیادہ نکلیگا اسکے جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جملہ اسوقت ضرور وزن رکھتا جبکہ دونوں فریق کے اہل مذہب باعتبار شرافت ونجابت یکساں ہوتے الیٰ آخرہ - اس فقرہ پر اڈیٹر صاحب کو بہت غصہ آیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہماری تحریر کا ایک جملہ ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے تہذیب متانت کو صدمہ پہونچے یا ہمکو کسی قسم کی معذرت کی ضرورت ہو کیونکہ یہ بدیہی ہے - ارذال واجلاف کی کثیر تعداد سنی ہے اور اشراف کی کثیر تعداد شیعہ - یہ تو بدیہی اور واقعی ہے جس سے کسیکو انکار ہی نہیں ہو سکتا - رہا یہ جملہ حضرات حسنین کے بعد تقریباً دو سو برس کے عرصہ میں جبکہ دو ہزار نفوس خاندان اہل بیت کے ظہور میں آچکے تھے دو آدمی ایسے ہیں جو حسب زعم شیعہ شیعہ تھے باقی سب شیعوں کے مخالف اور سنیوں کے موافق تھے معقول متوسط کے فہم سے بالکل خارج ہے کیونکہ اڈیٹر صاحب پر لازم ہے پہلے دو ہزار نفوس کا خاندان رسالت میں پیدا ہونا ثابت کریں پھر سب کا سنی ہونا یا سنی کے موافق تب اسکی تحقیقات کیجائے .

آپ بدرجہ مجبوری کتاب ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی کو ملاحظہ کیجئے جو اس حکایت کے ناقل ہیں کہ اعیان اہل بخارا میں سے کچھ مال لائے تھے تقسیم سادات کیلئے تو اسوجہ سے سادات کو نہ دیا کہ وہ سب شیخین کرتے تھے شبکو خواب میں جناب رسالتمآب کو دیکھا جناب سیدہ اسکی شکایت کرتی ہیں کہ یہ ہماری اولاد کو مال نہیں دیتا حضرت نے اس سے سوال کیا تو کہا یا رسول اللہ صلعم میں نے اسوجہ سے سید کو نہ دیا کہ وہ سب شیخین کرتا ہے جسکے بعد وہ شخص گیا ہے اور اس سید کو مال دیا اور معذرت کی - اس واقعہ سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ سادات کا مذہب کیا تھا اور وہ کیوں سطح مردود خلافت میں قتل ہوتے رہے - کتب سیر وتواریخ دیکھئے تو معلوم ہو کہ سادات کس طرح قتل ہوئے - ہم انکو اشراف کہتے ہیں اور ارذال کہنا مسلم ہے - اصطلاح اہل مخالفین کا حضرات شیخین کو ارذال کہنا مسلم ہے مگر یہاں بحث اسکی نہیں ہے بلکہ چونکہ انکے علما کی تعداد زیادہ ہے فرقہ میں تباین ہے اسلئے عرض کیا گیا چونکہ اہلسنت میں ارذال جہلا زیادہ ہیں لہذا اہل علم بھی تعداد میں کم ہیں اور شیعوں میں زیادہ کیونکہ شیعہ سب یا اکثر شریف ہیں اس سے کوئی توہین مقصود نہ تھی بلکہ واقعہ کا بیان ہے - اثنا عشری کے متعلق اڈیٹر صاحب کی تقریر ختم ہوئی اور اسکا جواب بھی عرض کیا گیا - (باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۶ بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۳ ہجری جلد ۱

التماس (۱) رسالہ الشمس کوئی معمولی رسالہ نہیں ہے بلکہ محض علمی رسالہ ہے جسمیں مختلف مضامین متعلق علم کلام سلسلہ وار رہتے ہیں لہذا ہر شخص پر حفاظت اسکی لازم ہے کہ پھر پرچہ نہیں ملسکتا

(۲) چونکہ یہ رسالہ ایک سنی ہفتہ وار اخبار کے جواب میں نکلتا ہے لہذا خاصکر اہل سنت کے ملاحظہ کی ضرورت ہے اسلئے اسکا چندہ ان سے عام طور پر لیا جائیگا کہ وہ بھی بنظر تحقیق اسکو دیکھیں

(۳) اڈیٹر صاحب سے بالخصوص عرض ہے کہ وہ مناظرہ میں اصول احقاق حق کو مدنظر رکھیں نہ محض سخن پروری کیونکہ جو لوگ علماء دین سے ہوتے ہیں انکا فرض یہ ہے کہ عوام بیچارہ کو راہ غوایت و ضلالت سے بچائیں نہ یہ کہ بالخصوص ایسی باتیں لکھیں جس سے گمراہ ہوں جو لکھیں سچی و بین ادلہ لکھیں اور کم سے کم وہ مضامین شایع کریں جسپر وہ اعتقاد رکھتے ہیں نہ ایسے مضامین جو محض دوسرے کے دل دکھانیوالے ہوں و نیز خود ہی اعتقاد سے قلبی بری ہوں اور جہاں کوئی امر لاجواب انکو ملجائے پھر سخن پروری پر آمادہ نہ ہوں وما علینا الا البلاغ۔ اڈیٹر

ضوء الشمس نمبر ۲

اڈیٹر صاحب اپنی تحریر سابق کا آخری جملہ الشمس کی پالیسی نمبر ۲ میں لکھتے ہیں "پھر خاندان اہلبیت کے چشم و چراغ حضرت زید شہید لخت جگر امام زین العابدین کے ساتھ انکے پیشوایان مذہب کا مناظرہ کرنا اور انکو مات دینا یہ سب مضامین انکی کتابوں میں مذکور ہیں ان سب مضامین کو آپ ذکر کرتے تو یقیناً آپکے مضمون میں جان پڑجاتی اور اچھی طرح معلوم ہوجاتا کہ شیعوں میں توجہ مناظرہ کیطرف بہت کامل ہے" مگر افسوس کہ خود تو اڈیٹر صاحب الشمس کے مضامین کی نسبت لکھ چکے ہیں "میں ان باتوں کا جواب کچھ نہ دونگا کیونکہ میرے مبحث سے خارج ہیں"

گمر الشمس کو خواہی نخواہی ان پیش پا افتادہ مباحث الجھانا چاہتے ہیں یہ کونسا انصاف ہے اسکے متعلق ہم اگرچہ نمبرہ میں لکھ چکے تھے۔ مگر اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ اڈیٹر صاحب حضرت زید کے کس مناظرہ کے مشتاق ہیں جو اس طمطراق سے اسکا یہاں تذکرہ کرتے ہیں کیا اپکو حضرت زید کا وہ مناظرہ مطلوب ہے جو اپکے خلیفہ بحق ہشام بن عبد الملک سے دربارہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام ہوا؟ جسکی تفصیل مطابق عمدۃ المطالب یہ ہے محمد بن الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام یکنی اباجعفر ولقب بالباقر لما رواہ جابر بن عبد اللہ الانصاری عن رسول اللہ انہ قال یا جابر انک ستعیش حتی تدرک رجلا من اولادی اسمہ اسمی یبقر العلم بقرا فاذا رایتہ فاقرءہ منی السلام فلما دخل محمد الباقر علی جابر سالہ عن اسمہ فاخبرہ فقام الیہ واعتنقہ وقال لہ جدک رسول اللہ یقرء علیک السلام ووفد اخوہ زید بن علی علی ہشام بن عبد الملک فقال ہشام ما فعل اخوک البقرۃ یعنی الباقر فقال زید لشد ما خالفت رسول اللہ سماہ رسول اللہ الباقر وسمیتہ انت البقرۃ لتخالفنہ یوم القیامۃ یدخل ھو الجنۃ وتدخل انت النار یعنی لقب امام محمد باقر اسوجہ سے ہوا کہ حضرت جابر نے روایت کی تھی کہ رسول اللہ نے انکو خبر دی تمہاری زندگی اتنی طولانی ہوگی کہ ہمارے اولاد سے اس لڑکے کو تم دیکھو گے جو ہمارا ہمنام ہوگا وہ علم کو شگافتہ کریگا پورے طور سے تم جب اسکو دیکھو تو میرا سلام پہنچانا جب حضرت جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو اس حدیث کو بیان کیا اور سلام رسول اللہ پہنچایا جبھی سے حضرت کا یہ نام مشہور ہوا ایکدفعہ حضرت زید ہشام ابن عبد الملک کی ملاقات کو گئے تو ہشام نے امام محمد باقر کی نسبت پوچھا تمہارا بھائی بقرہ کیا کرتا ہے اسپر حضرت زید نے کہا چونکہ تونے تمام مخالفت رسول پر کمر باندھی ہے لہذا جسکا نام باقر کہا تو بقرہ کہتا ہے قیامت کے روز بھی تو انحضرت کی مخالفت کریگا کہ وہ تو بہشت میں تشریف لیجائینگے اور تو جہنم میں۔ ہشام کے ائمہ اثنا عشر اہل سنۃ ہونیسے کسی سنی کو انکار نہیں ہے۔ دیکھو مناظرہ امجدیہ

یا وہ مناظرہ مقصود ہے جس سے بقول شاہ صاحب حضرت زید نے اپکے امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کو اپنا معتقد بنایا جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ

علیہ نیز بصحت امامت زید بن علی قائل بود و آنکہ در این خروج تصویب می نمود و مردم را بر رفاقت و تحریص
می کرد لہٰذا اکثر زیدیہ در فروع موافق مذہب حنفیہ اند و در اصول مطابق اعتقاد معتزلہ کیونکہ
اس تحریر سے ہر شخص کو بخوبی ظاہر ہے کہ آپکے امام اعظم حضرت زید کو امام برحق جانتے تھے اور انھیں
کی تحریص و ترغیب سے حضرت زید ہشام بن عبد الملک سے لڑے مگر آپکے امام اعظم نے اور انکے ساتھیوں
نے حضرت زید کو عین وقت پر دھوکہ دیا جس سے وہ شہید ہوئے اور ابتک وہ اثر باقی ہے کہ زیدیہ فروع
میں حنفیہ کے موافق ہیں اور شاید اسی کا اثر ہے کہ شیعہ کی مخالفت میں جسقدر حنفی سرگرم ہوتے
ہیں دوسرے فرقہ کمتر آمادہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے اڈیٹر نے بھی امام زید شہید لکھا حالانکہ شیعہ اثنا عشریہ کوئی
انکی امامت کا قایل نہیں۔ بہرحال اڈیٹر صاحب اپنے مطلب کو اگر کچھ توضیح سے ظاہر کرتے تو ہم بھی حقیقت
حال ظاہر کر دیں کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے اس مادہ میں تمام فرق اسلام مذہب اہلبیت طاہرین کی
مخالف تھے ان حضرات کو مختلف اوقات میں بہت سے اشخاص سے مناظرہ کرنا پڑا ہے کہاں تک اسکی تفصیل
کی جاسکتی ہے اور پھر بوجہ اختصار و خروج عن المبحث ہم زیادہ تفصیل سے معذور بھی ہیں

شرافت و نجابت اہل سنۃ کے متعلق اجمالاً ہم ۵ میں لکھ چکے ہیں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں چونکہ
اسی عالم غیظ و غضب میں یہ بھی لکھ گئے ہیں "متبعین انبیا کو اہل ضلالت ہمیشہ ارذال و اجلاف کہا
کرتے تھے۔ پس اگر آپ نے اہل سنۃ کی نسبت یہی الفاظ استعمال فرمائے تو انھیں خوش ہونا چاہیے
کہ متبعین انبیا کو جو خطاب ملا کرتا تھا وہ انھیں ملا اس سے زیادہ اور کیا چاہیے" مگر افسوس کہ یہ ساری
تقریر ایسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہے جسکی حقیقت ہم ظاہر کر چکے ہیں کیونکہ دونوں میں بہت فرق ہے
کہ کسی وجہ خاص سے کوئی رذیل کہا جائے یا درحقیقت رذیل کو رذیل کہیں اگر یہی معیار قائم ہو تو پھر
رذیل بھی کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اسی وجہ سے رذیل کہتے ہیں کہ ہمنے فلاں مذہب اختیار کیا اور اسپر ہمکو خوش ہونا چاہیے۔
افسوس کہ جس وقت آپکے ابو الخلفا ابو سفیان نے قیصر روم کے سامنے اہل اسلام کو ضعفا کا خطاب
دیا تھا تو شارحین بخاری اس جملہ سے خوش ہوئے بلکہ شیخین کو اس حلقہ سے خارج کرنے کے لیے یہ تاویل
کرنی پڑی کہ والمراد بالاشراف ہنا اہل النخوۃ والتکبر منہم لا کل شریف حتی یرد مثل
ابوبکر و عمر یعنی شریف سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحب کبر و نخوت تھے نہ یہ کہ ہر شریف یہ جواب دیا
کہ کوئی مثل ابوبکر و عمر کی شرافت پر نہ اعتراض کرے۔ دیکھو تنقید بخاری جلد اول صفحہ ۸

پس اگر اس لفظ سے آپ حضرات خوش ہوتے ہیں تو اس قسم کی تاویل کیوں کیگئی حالانکہ درحقیقت یہ مقولہ ایک کافر کا تہا جو اسوقت تو یقینی کافر تہا اور مدت العمر کافر ہی رہا اگرچہ آپ حضرات کچھ ہی نہ عزت افزائی فرمائیں۔

اڈیٹر صاحب نے یہانتک مضامین الشمس کو منتخب کیا تہا اسکے بعد نوٹ میں لکہتے ہیں "آج تینوں سوالوں ہمیں پیش نظر ہیں اسلئے کہ شیعوں کا مناظرہ کیلئے مستعد ہونا اور مناظرہ کا طریقہ ان میں زمانہ قدیم سے رائج ہونا بیان کیا گیا ہے اور کچھ علما کی قدح وجرح نقل کردی ہے اور کچھ نہیں۔

آخر میں منافی ہیں اب ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ الشمس کے متعلق ایک حرف بھی لکھنا ضروری نہیں تاوقتیکہ اڈیٹر صاحب ہماری اصلی باتوں کا جواب نہ دیں"

اس مضمون کو الشمس نمبر ۵ میں لکھ چکا ہوں مگر سلسلہ کی غرض سے پہر اعادہ کرنا پڑا تاکہ ناظرین کو حقیقت اس اخبار کی معلوم ہو جائے جو اس دم دعوی سے شیعوں کے مقابلہ میں نکالا گیا ہے

ہم اس تحریر کو دیکھ کر بالکل مایوس ہوگئے تہے کہ اب لایق اڈیٹر کوئی جواب دینگے مگر شکر خدا کہ نمبر ۳ مورخہ ۱۴ جمادی الاول میں وہ الشمس کی رسید لکھتے ہیں اگرچہ کاتب کی غلطی سے الشمس کا تیسرا نمبر لکھا گیا ہے مگر درحقیقت وہ چھٹے نمبر کی رسید ہے کیونکہ وہ کل مطالب اسی کے ہیں چنانچہ خود بھی مسٹر میں اس غلطی کے معترف ہوئے

(۱) اسمیں پہلے تہذیب کے شاکی ہیں مگر ہم ۶ میں ایکی وہ تہذیب کہا چکے ہیں جسکیلئے انکو معذرت کرنی پڑی

(۲) پہر اسکی شکایت ہے کہ انکے اخبار کا نام نہیں لیا جاتا حالانکہ الشمس کا نام اسکو ظاہر کر رہا ہے

(۳) عدل خداوندی کا زبانی اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس جملہ کا تفصیلی جواب ہم دیں تو ایک دوسرا مبحث چھڑ جائے" مگر جنلوگ نمبر ۵ عقاید اشاعرہ الشمس ۶ میں پڑھ چکے ہیں وہ اسکی حقیقت کو خوب جانتے ہیں مولوی شبلی صاحب کا رسالہ علم کلام ملاحظہ فرمائیے

(۴) عصمت انبیا کی نسبت لکھتے ہیں "انبیا کا معصوم ہونا یہ آپ ہی کا مذہب ہوگا ہمارا مذہب نہیں" جب اسطرح آپ بدیہیات سے انکار کرینگے تو کیا جواب دیا جائیگا فوائد قادریہ شرح عقاید نسفیہ ملاحظہ ہو اما العصمۃ فی الذنوب فقالت الرافضۃ انہ لا تقع منہم الذنب لا الکبیرۃ ولا الصغیرۃ لا علی سبیل القصد ولا علی سبیل السہو ولا علی سبیل

التاویل والخطا وقالوا انہم معصومون من وقت مولدھم اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ عصمت انبیا کا قول محققات شیعہ سے ہے اور اہل سنۃ اسکے خلاف ہیں پھر کیوں ایسا غلط دعوی کرتے ہیں۔ باقصہ حسد حضرت آدم اس کا جواب تفصیلی اپنے موقع پہ آئیگا اور نیز قفقیہ کی نسبت سے کفر کی نسبت کا الزام آیندہ مذکور ہوگا

(۵) ہمنے نمبر۲ میں جو دوستانہ فرمایش کی تھی کہ ائمۂ اطہار علیہم السلام کی نسبت اسی امر کو ظاہر کرنا جو حقیقتاً آپکا عقیدہ ہے۔ اسکے متعلق لکھتے ہیں "آپ چاہتے ہیں کہ جو معایب ائمۂ اہل بیت کرام کے قدمانے آپکے مذہب کے راویوں نے بیان کئے ہیں ظاہر نہ کئے جاویں۔ وہ ضرور ظاہر کئے جائینگے ورنہ آپ حضرات محبت اہل بیت کے زبانی دعوی کو ترک کر دیجئے اور جسطرح اصحاب نبی سے آپکو سوء ظن ہے اہل بیت سے ظاہر کیجئے"

افسوس کہ اڈیٹر صاحب نے میری تحریر کا مطلب الٹا سمجھا میں اسکا مانع نہیں ہوں کہ روایات شیعہ جو آپکے مطلب کے موافق ہوں انکو نہ پیش کیجئے یا اسپر اعتراض نہ فرمائیے اسکا آپکو پورا اختیار ہے مگر اپنے یہاں کی وہ روایتیں کیوں پیش کرتے ہیں جو عقیدۂ جمہور اہل سنت کی خلاف ہو اور اس سے سوء ظنی پیدا ہو مثل روایت صحیح بخاری کے جسکے قایل ابن عمر ہیں جو صرف تین آدمی کی خیریت ماننے والے ہیں۔ ابوبکرؓ عثمانؓ عمرؓ حالانکہ یہ روایت جس سے جناب امیرالمومنین کو بعد عثمان بھی کوئی درجہ نہیں ملتا خلاف عقیدہ اہل سنۃ ہے جسکی تفصیل صلاح نمبر۲ اور الشمس نمبر۲ میں مرقوم ہے اور خود الشمس نمبر۱ میں بھی توضیح اسکی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲

(۶) مسئلہ تحریف کے متعلق لکھتے ہیں "مسئلہ تحریف قرآن کو ہمنے بسیاطے کر دیا کہ شاید ابتک آپسا طے ہوا تھا" مگر اسکی حقیقت تو الشمس کے آیندہ نمبروں میں ظاہر ہوگی اور اگر الشمس نمبر۲ کو بغور پڑھے ہوتے تو آپ بہت کچھ شرماتے کیونکہ اسمیں آپکی کارروائی کی ساری حقیقت کھولدی گئی ہے کہ آپنے جو کچھ لکھا ہے نصیحۃ الشیعہ سے اور انشاء اللہ بہت جلد اس مسئلہ کا جواب مفصل اسی الشمس میں آتا ہے کیونکہ تمہید مطالب اب تمام ہیں اسیکے ساتھ جواب تحفہ سے آپکی چشم پوشی بھی ظاہر کیجائے۔

(۷) ہمنے نمبر۲ میں لکھا تھا کہ استقصا و عبقات الانوار وہ کتابیں ہیں جس سے خود مولوی صدیق حسن خان اور مولوی عبدالحی صاحب جا بجا استدلال کر رہے ہیں یعنی آپ ایک ہی مقام پر لکھا ہے کہ

جب اڈیٹر صاحب نے کتابیں ہی نہیں دیکھیں تو میں انکا کیا جواب دوں نواب صدیق حسن خان کی مولفات میں تو صدہا مقام ایسے ملیں گے بخوف طول میں سب کا نشان نہیں دیتا ابجد العلوم صفحہ ۸۹۸ لغایت ۹۰۰ ملاحظہ کریں جسمیں حالات محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الصنعانی کے لکھے ہیں اسمیں فرماتے ہیں علی ما نقل السید حامد حسین المعاصر فی کتابہ عبقات الانوار فی امامۃ ائمۃ الاطہار پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں وقد ذکرت لہ ترجمۃ فی کتابی اتحاف النبلاء ونقلہا عنہ السید المعاصر حامد حسین فی العبقات علی تشیعہ ما نطول الکلام ہہنا بذکر ذالک الاملا صفحہ

رہا مولوی عبد الحی صاحب کا استناد دیں انکی تحفۃ الاخیار ملاحظہ فرمائیے جسمیں موضوعیت حدیث نجوم کے بیان میں تمامتر استقصاء الافحام کے قوال نقل کئے ہیں گو نام از راہ مزید دیانت تلبیس مگر اشعار کر دیا چنانچہ فرماتے ہیں وفی بعض شروح الشفا علی ما نقلہ ناقل العصر ۃ علیہ الرحمۃ صفحہ ۱۵۱

اڈیٹر صاحب ان عبارتوں کو دیکھکر غالباً اپنا یہ قول واپس لینگے پھر بھلا نواب صدیق حسن خان صاحب اور مولوی عبد الحی صاحب استقصاء و عبقات سے کیوں استناد کرتے درحقیقت یہ لطیف مضامین آپہی کے قلم کا حصہ ہے کیونکہ جن عبارتوں کا ابھی میں نے حوالہ دیا ہے اس سے اڈیٹر صاحب کو خود معلوم ہو گیا ہوگا کہانتک وہ اپنے قول میں سچے اور راستگو ہیں کیونکہ آخر میں کسی شے فخر سے لکھتے ہیں بات تو جب ہی ہے کہ آپ ایک ہی دو مقام پر اسکا استناد دکھا دیجئے۔

دیکھیں اڈیٹر صاحب ان مقامات کو دیکھکر کیا فرماتے ہیں۔ کیونکہ ان مقامات میں محض استناد ہے نہ بغرض رد و اعتراض

اڈیٹر صاحب اتقا اپنی بات کے بڑے پکے ہیں فرماتے ہیں ہاں جناب بیشک میرے نزدیک استقصاء و عبقات قابل التفات نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ قابل التفات آپکی تحریرات شریفہ ہیں۔

ہم بھی اس کلام کی پوری طور سے تصدیق کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں اسکی تصدیق موجود ہے یقولون بافواہہم ما لیس فی قلوبہم اگر کبھی آپ لوگوں کا دل و زبان ایک ہوتا تو یہاں بھی ظاہر ہوتا مگر نہیں تو آپ لوگوں نے ابتدا سے قسم کھالی ہے کہ کبھی امر حق کا اقرار نکرینگے پھر کیونکر اس کا اقرار کرتے۔

اڈیٹر صاحب! آخر استقصا اور عبقات الانوار قابل التفات کیوں نہیں ہیں؟ کیا سوائے روایات اہل سنة اور کوئی بھی روایت بھی اسمیں لیگئی ہے؟ بجز مدح و ثنا علمآ اہل سنة اور بھی اسمیں کچھ ہے؟ کیا یہی جرم آپکے نزدیک ناقابل معافی ہے کہ کیوں روایات اہل سنة لکھی گئی کیوں علمآ اہل سنة کی مدح سے تمام کتاب بھر دیگئی آخر کوئی وجہ تو معلوم ہو

رہا میری تحریرات کا آپکے نزدیک ناقابل التفات ہونا اسمیں مجھے عذر نہیں۔ کیونکہ جب میرے اہتمام سے کتاب تنقید بخاری شایع ہو رہی ہے جس سے رگ و ریشہ بھی فساد کا دنیا میں نہ رہنے پائیگا انشاء اللہ تو اس سے بڑھکر کیا جرم ہو سکتا ہے اور آپ کیونکر ادھر التفات کر سکتے ہیں جس سے خواہی نخواہی آپ کو اپنا ارادہ بدلنا پڑے

نمبر ۲۳ مورخہ ۱۲ جمادی الاول میں تنقید بخاری کی نسبت لکھتے ہیں "میرے نزدیک آپکی تنقید گرچہ اس قابل نہیں ہے کہ بالاستیعاب اسکے جواب میں وقت صرف کیا جائے مگر ہمکو اسکے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ جب آپ اسکو سمجھ نہیں سکتے تو جواب کیا دینگے اور اسکی امید ہو نہیں سکتی کہ مثل اپنے اسلاف کے سچ بات کا اقرار کر لیجئے۔ پھر اخبار کی اشاعت کیونکر ہوگی

اسی ذیل میں لکھتے ہیں "آپ اپنے امام ہمام جناب مولوی حامد حسین صاحب کو دیکھئے انہوں نے استقصاء الافحام میں منتہی الکلام کی بعد و قبل دونوں کو چھوڑ دیا ہے درمیان سے ۴۰ ورق کا جواب دیا ہے اسپر اسقدر ناز ہے" چونکہ اڈیٹر صاحب کے یہاں لفظ امام بالکل ارزاں ہے جسکو چاہتے ہیں امام بنا دیتے ہیں لہذا جناب حجة الاسلام آیة اللہ فی العالمین طاب ثراہ کیطرف بھی اسی لفظ کی نسبت کر دی حالانکہ فرقہ شیعہ اس لفظ کو بجز ائمہ اثنا عشر علیہم السلام اور کسیطرف منسوب نہیں کرتا۔

بہرحال کجا استقصا اور کجا نقد بخاری کا جواب افسوس امام ابو حنیفہ کا قیاس تو بہت مشہور ہے مگر آپ کیسے حنفی ہیں کہ قیاس بھی کرنا نہیں جانتے۔ استقصا منتہی الکلام کے مسلک ثانی کا ابتدا سے جواب ہے چونکہ اس حصہ پر آپکے جناب مولوی حیدر علی صاحب کو بہت ناز تھا لہذا اسی حصہ کا جواب ضروری سمجھا تو پہلا مسلک یا بقیہ کا جواب گو لکھا گیا مگر طبع نہوا۔ اس سے اور جواب تنقید بخاری کیا واسطہ مصنف تنقید کو اس حصہ پر ناز تھا جس کا آپنے جواب دیا نہ وہ بحث ایسی ہے کہ اڑا دیجئے بلکہ درحقیقت جو کہ اہم بحث اسکی وہ ہے جسمیں حدیث انما الاعمال بالنیات پر اعتراضات کئے گئے ہیں یا آخری روایت ابو سفیان جس کو

بخاری صاحب نے چودہ مقام پر لکھا ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول ص ۸۰ لغایۃ ۹۲
پھر ایسے بھی تو خیال کئے ہوتے کہ منتہی الکلام کے ۳۶ ورق کا جواب ۸۰۰ صفحہ میں دیا گیا جسکی کتابت باوجود سطر منتہی الکلام کے المضاعف ہے۔ تو کیا آپنے ویسا ہی جواب تنقید بخاری کا دیا ہے جو دونوں کو قیاس کرتی ہیں۔

یہ بھی اڈیٹر صاحب کی بلند پروازی ہے جو فرماتے ہیں یقیناً مسلک اول جسکا جواب مولوی حیدر علی صاحب نے نہیں یا سخت مشکل تھا اسکے متعلق وہ ایسی فضول باتیں کہ جسکے جیسے مسلک ثانی کی چند اوراق کے جواب میں انھوں نے ارشاد فرمائی ہیں مگر افسوس کہ اُسوقت آپ موجود نہ ہوے جبکہ مولوی حیدر علی صاحب اپنے مسلک پر ناز کرتے تھے جس کا اشارہ خود دیباچہ میں موجود ہے اور منتہی الکلام باسکات اللئام کہا گیا اور بفضل خدا یہ کتاب دو مرتبہ چھپکر شایع ہو چکی ہے آپ دفتر اصلاح سے بلا قیمت طلب کر سکتے ہیں

اسکے بعد اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "ہمارے اُس اعتراض کا جواب بھی دینا چاہا ہے جو ۱۴ رمضان میں استقصاء الافحام میں کیا تھا اس سے آپکو معلوم ہوگا کہ جواب دینے والے کی قابلیت اور تحقیق کا پتہ چلتا ہے اور نیز اعتبار دینے کو جی چاہتا ہے مناسب ہے کہ اسکے متعلق پورا مضمون ہم آیندہ ہفتہ میں لکھیں تاکہ سب مضمون ایک ہی پرچہ میں رہے۔ ہم اس انتظار کی حالت نہیں بیان کر سکتے جو اس آیندہ ہفتہ کے شوق میں تمام ہوا۔ مگر افسوس نمبر ۳۴ مورخہ ۲۰ جمادی الاول بالکل کورا نکل گیا اور ایک حرف بھی الشمس کے متعلق نہ نظر آیا۔ اب ہمکو خلجان ہو رہا ہے کہ اڈیٹر صاحب اپنے کس وعدہ کو پورا کرینگے آیا وہ وعدہ جو نمبر ۳۳ میں کیا تھا۔ کہ اب ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ الشمس کے متعلق ایک حرف بھی لکھنا ضروری نہیں" یا اس وعدہ کو نمبر ۲۶ میں فرماتے ہیں "کہ اگر کسی صاحب نے اس کا ٹھیک جواب دیدیا تھا تو پھر ہم کبھی استقصاء الافحام پر قلم اٹھائینگے۔ یا اس وعدہ کا ایفا کرینگے کہ ہم آیندہ ہفتہ میں لکھیں گے۔ جو گذر چکا (باقی) آیندہ

نقد التنقید

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴

ومن زعم ان لفظی بالقران مخلوق فهذا مبتدع لایجالس ولا یکلم ومن ذهب بعد هذا الی محمد بن اسمعیل البخاری فاتهموه فانه لایحضر مجلسه الامن کان علی مثل مذهبه

یعنی جو اس کا گمان کرے کہ ہمارا لفظ بہ قرآن مخلوق ہے وہ بدعتی ہے نہ اسکے پاس بیٹھا جاوے نہ اس سے کلام کیا جاوے اور اب جو شخص محمد بن اسمٰعیل بخاری کے پاس جاوے اسکو بھی متہم کرو کیونکہ اس کی صحبت میں وہی جائیگا جو اسکے مثل مذہب رکھتا ہو

اور مقدمہ فتح الباری میں ہے وقال ابوحامد بن الشرقی سمعت محمد بن یحیی الذهلی یقول القران کلام الله تعالی غیر مخلوق ومن زعم ان لفظی بالقران مخلوق فهو مبتدع لایجالس ولایکلم ومن ذهب بعد هذا الی محمد بن اسمعیل فاتهموه فانه لایحضر مجلسه الامن کان علی مذهبه

افسوس ہے کہ خود بخاری صاحب پر تو انکے اساتذہ کرام نے جو دین کے امام الائمہ تھے بدعتی ہونیکا حکم لگایا کہ لوگوں کو انکے پاس آجانے سے منع کیا۔ اور اب انکے پیرو اہل حدیث تمام عالم کو عموماً اور حنفیوں کو خصوصاً بدعتی بتاتے ہیں۔ اور مولوی عبدالشکور صاحب جو اسکے کو شکر گذار ہوتے صرف اسوجہ سے کہ ناقد علام شیعہ ہیں مخالفت پر آمادہ ہیں

امام بخاری کی نسبت صرف یہی نہیں حکم ہوا کہ وہ بدعتی ہیں کوئی انکے پاس آمد ورفت نکرے بلکہ دربار امام المحدثین سے یہ بھی فتوی صادر ہوا کہ بخاری فرقہ جہمیہ سے بھی بدتر ہیں چنانچہ امام ذہبی سیرۃ النبلا میں لکھتے ہیں

قال الحاکم انبا ابوعبدالله محمد بن یعقوب الاخرم سمعت ابن علی المخلدی

کہا حاکم نے کہ خبر دی ابوعبداللہ محمد بن یعقوب اخرم نے سنا میں نے

سمعت محمد بن یحییٰ یقول قد اظهر هذا البخاری قول اللفظیة و اللفظیة عندی شر من الجهمیة

ابن علی مخلدی کو کہ وہ کہتے تھے سنا میں نے محمد بن یحییٰ کو کہتے تھے ۔ اس بخاری نے قول لفظیہ ظاہر کیا حالانکہ لفظیہ میرے نزدیک بدتر ہیں جہمیہ سے

کفر جہمیہ میں تو کسی کو اہل سنت سے عذر بھی نہ ہوگا کیونکہ ذہبی علامہ ذہبی خود جہم بن صفوان کے حق میں لکھتے ہیں جہم بن صفوان ابو محرز السمرقندی الضال المبتدع راس الجہمیۃ ھالک فی زمان صغار التابعین ما علمتہ روی شیئا لکنہ زرع شرا پس جب جہم بن صفوان ضال مبتدع ہالک تھا تو امام بخاری کے حق میں کون سے الفاظ وضع کئے جائیں کیونکہ بقول امام ذہلی وہ بدتر ہیں جہمی سے ۔

امام ذہلی ۔ امام ابو زرعہ ۔ امام ابو حاتم چونکہ اس زمانہ میں محافظ سنت تھے اور حدیث کی تحقیقات کا دار و مدار انھیں لوگوں پر تھا لہذا صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ محکمہ حدیث میں یہ سب احکام صادر کر دئے جائیں بلکہ اسکے اعلان کے لئے عام طور پر منادی کرائی گئی اور فرمان شاہی صادر ہوئے کہ دور دراز ملک کے لوگ بھی اس حکم شرعی سے مطلع ہو جائیں تاکہ پھر کوئی عذر نہ رہ سکے کہ ہم اس حکم سے آگاہ نہ تھے چنانچہ سیر اعلام النبلاء میں ہے لما استوطن البخاری نیسابور اکثر مسلم بن الحجاج الاختلاف الیہ فلما وقع بین الذہلی و بین البخاری ما وقع فی مسئلۃ اللفظ و نادی علیہ و منع الناس عنہ انقطع عنہ اکثر الناس غیر مسلم فقال الذہلی یوما الا من قال باللفظ فلا یحل لہ ان یحضر مجلسنا فاخذ مسلم رداء فوق عمامتہ و قام علی رؤس الناس و بعث الی الذہلی ما کتب عنہ علی ظہر حمال و کان مسلم یظہر القول باللفظ ولا یکتمہ جب بخاری نے نیشاپور میں اکر قیام کیا تو مسلم کی امد و رفت انکے پاس بڑھ گئی جب بخاری اور ذہلی میں درباره مسئلہ لفظ اختلاف ہوا اور ندا کرادی گئی تو اکثر لوگوں نے آمد و رفت بند کر دی مگر مسلم نے ۔ ایکروز ذہلی نے اپنی مجلس میں کہا کہ جو شخص قائل ہو بہ لفظ اسپر جایز نہیں ہے کہ ہماری مجلس میں آئے ۔ اسپر مسلم نے ردا اپنے عمامہ پر ڈالی اور

اکثر الناس ذہلی کی مجلس سے اٹھکر چلے گئے اور جو کچھ لکھا تھا وہ سب ایک عماری
پشت پر رکھ کر ذہلی کے پاس بھیجدیا کیونکہ مسلم بھی قایل تھے مسلہ لفظ کے اور وہ کتمان
نہ کرتے تھے اس عبارت سے ایکو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ امام بخاری پر جو احکام بدعتی وغیرہ
صادر ہوئے وہ کوئی مخفی راز نہ تھا بلکہ اسکی پوری تشہیر کی گئی کہ لوگونکو بذریعہ فرمان
مطلع کیا گیا اور شہر میں مناری شہر ہوا۔
شہر میں یہ حکم ہوا کہ امام بخاری جلا وطن کئے جائیں اور شہر خالی کر دیں چنانچہ جو مقدمہ
فتح الباری میں ہے قال الذہلی لا یساکننی ھذا الرجل فی البلد فخشی البخاری وسافر
یعنی بخاری ہمارے شہر میں نہیں رہ سکتے جس سے بخاری نے وہاں سے سفر کیا۔
مگر یہ نہ سمجھئے کہ امام بخاری کا سفر وہاں سے مردانہ وار تھا نہیں نہیں چھپکر چوری سے
گئے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی سیر النبلا میں بذیل ترجمہ محمد بن یحیٰ ذہلی لکھتے ہیں کان الذہلی
شدید التمسک بالسنہ قام علی محمد بن اسمعیل لکونہ اشار فی مسئلہ خلق افعال
العباد الی ان تلفظ القاری بالقران مخلوق فلوح وما صرح للحق اوضح ولکن ابی
البحث فی ذالک احمد بن حنبل وابو زرعہ والذہلی والتوسع فی عبارات المتکلمین
سدا للذریعۃ فاحسنوا احسن اللہ تعالیٰ جزاھم وسافر بن اسمعیل مختفیا من
نیسابور وتالم من فعل محمد بن یحیٰ مازال الکلام المتعاصرین بعضھم فی بعض
لا یلوی علیہ بمفردہ وقد سقت ذالک فی ترجمۃ بن اسمعیل رحمہ اللہ جمیعہ وغفرھم
ولنا امین یعنی تھے ذہلی شدید التمسک ساتھ سنہ کے اسی وجہ سے قیام کیا محمد بن اسمعیل
بخاری پر کیونکہ انھوں نے اشارہ کیا تھا مسئلہ خلق افعال عباد میں کہ پڑھنیوالے کا لفظ ساتھ قرآن
کے مخلوق ہے پس اگرچہ یہ اشارہ حق ہے مگر امام احمد بن حنبل اور ابو زرعہ و ذہلی نے بغرض سد باب
بحث تعمق کرنے سے انکار کیا۔ اور خوب کیا خدا ان کو جزائے خیر دے۔ اور سفر کیا محمد بن
اسمعیل نے چھپکر نیشاپور سے اور ہمیشہ دردمند رہے فعل محمد بن یحیٰ سے اور ہمیشہ یہی قاعدہ
رہا ہے معاصرین کا اپنے معاصرین کے حق میں
اس عبارت سے جہاں چھپکر امام بخاری کا نیشاپور سے بھاگنا معلوم ہوا وہاں یہ بھی

ہوا کہ امام ذہلی کا یہ قیام دربارہ بخاری بوجہ شدت تمسک بہ سنت تھا کہ کسی طرح کی تعنت
کو جائز نہیں جانتے تھے اسی وجہ سے بخاری پر اسقدر تشدد کیا اور علامہ ذہبی انکے اس تشدد پر
دعای جزائے خیر دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک بھی یہ فعل ذہلی کا ناجائز
نہ تھا بلکہ عین اتباع سنت تھا جس سے وہ مستحق دعا ہوئے تو پھر آخر میں یہ فعل ذہلی
کا تحاسد معاصرانہ پر حمل کرنا کس درجہ قابل مضحکہ ہے۔ کیا وہ شخص جو محض ازراہ حسد
امام بخاری سے امام کو بدعتی بنا دے وہ پیرو سنت کہا جا سکتا ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔
کلام خلف در باب بخاری یہانتک تو بہ کمال اختصار میں نے ان لوگوں کے اقوال لکھے ہیں جو
بخاری کے اسلاف اور بزرگ اور استاد تھے۔ اگر تفصیل کا شوق ہو تو کتاب مستطاب
استقصاء الافحام اور عبقات الانوار ملاحظہ ہو کہ دیدہ بصیرت کھل جائے۔

اب ہم کچھ انلوگونکے اقوال لکھتے ہیں جو امام بخاری کے شاگرد تھے اور ان کے
مابعد زمانہ میں پیدا ہوئے کہ وہ لوگ کن لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو
آپ صحیح مسلم کا خطبہ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں اور دونوں میں
اسدرجہ اختصاص تھا کہ امام مسلم نے اپنے اور بخاری کے استاد امام ذہلی کی رفاقت
ترک کردی لیکن بخاری کا ساتھ نہ چھوڑا وہی مسلم اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں ہمرہ
شرح مسلم ملاحظہ ہو۔ وقد تکلم بعض منتحلی الحدیث من اھل عصرنا فی تصحیح الاسانید
وتسقیمھا بقول لو ضربنا عن حکایتہ وذکر فسادہ صفحا لکان رایا متینا ومذھبا
صحیحا اذ الاعراض عن القول المطرح احری لاماتتہ واخمال ذکر قائلہ
واجدر ان لا یکون ذالک تنبیھا للجھال علیہ غیر انا لما تخوفنا من شرور
العواقب واغترار الجھلۃ بمحدثات الامور واسراعھم الی اعتقاد خطاء المخطئین و
الاقوال الساقطۃ عند العلماء رایناالکشف عن فساد قولہ ورد مقالتہ بقدر
ما یلیق بھا من الرد اجدی علی الانام واحمد للعاقبۃ ان شاء اللہ
وزعم القائل الذی افتتحنا الکلام علی الحکایۃ عن قولہ والاخبار
عن سوء رویتہ پھر لکھتے ہیں وھذا القول یرحمک اللہ فی الطعن فی

الاسانید قول مخترع محدث غیر مسبوق صاحبہ الیہ پھر لکھتے ہیں کہ فیقال المخترع ھذا القول الذی وصفنا مقالتہ او للذاب عنہ پھر لکھتے ہیں ولن یجد ھو ولا غیرہ الی ایجادہ سبیلا پھر لکھتے ہیں و کان ھذا القول الذی احدثہ القایل الذی حکیناہ فی توھین الحدیث بالعلۃ التی وصفت اقل من ان یعرج علیہ ویثار ذکرہ اذ کان قولا محدثا و کلاما خلفا لم یقلہ احد من اھل العلم ویستنکرہ من بعدھم خلق فلا حاجۃ الی ردہ باکثر مما شرحنا اذ کان قدر المقالۃ وقائلھا القدر الذی وصفنا واللہ المستعان علی دفع ما خالف مذھب العلماء وعلیہ التکلان

اڈیٹر صاحب اس عبارت کو اپنے امام مسلم کے بغور ملاحظہ فرمائیے تو معلوم ہوگا امام مسلم نے امام بخاری کی کسدرجہ عزت افزائی کی ہے پہلے تو انکو منتحل حدیث کا لقب دیا یعنی زبردستی وہ عالم حدیث بننا چاہتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ان کا قول اس قابل ہے کہ ہم اگر اسکے نقل ہے اور اسکے فساد کے ظاہر کرنے سے سکوت کرتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ جو قول مردود ہوتا ہے اس کا طرح ہی کرنا بہتر ہے کہ وہ قول نابود ہو جائے اور اسکے قایل کا ذکر پوشیدہ ہو جائے کہ کبھی جاہلوں کو اس سے تنبہ کا موقع نہ ملے۔ پھر انکے قول کو محدثات امور سے قرار دیتے ہیں۔ یعنی بدعت (اس بدعت کا خطاب پہلے ذہلی وغیرہ سے بھی مل چکا ہے) پھر انکے اقوال کو اقوال ساقط عند العلما کہتے ہیں اور انکے فنا قول اور رد مقالہ کو مفید سمجھتے ہیں پھر انکے مذہب کو سوء رویہ کا لقب دیتے ہیں پھر ان کے قول کو قول مخترع مستحدث قرار دیتے ہیں پھر انکے قول کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ قابل وثوق اور اعتماد ہو کیونکہ وہ قول محدث (بدعت) ہے۔ اور کلام خلف۔ پھر خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ بخاری کے اس قول کو رفع کرے جو مخالف اقوال علماء ہے

ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر کوئی کسیکی کیا تذلیل کریگا اور کیا توہین کسطرح مسلم نے بخاری کے اقوال کو محدثات اور بدعتی قرار دیا اس قابل نہ جانا کہ انکا قول ذکر

پس جس کتاب اور اسکے مصنف کی یہ شان ہو اسکی نسبت ایسا دعوی نہایت حیرت خیز ہو کہ اسکو اصح الکتب بعد بہت جانچ پڑتال کے دیا گیا ہو

بے عقلی امام مسلم | اسی ذیل میں اسکو بھی سن لیجیے کہ امام مسلم جو بخاری کے شاگرد ہیں نکلے اساتذہ نے انکو بھی بخاری کی حد پر پہونچا دیا۔ روایت ان کی بھی متروک ہوئی اور بے عقلی کا خطاب دیا گیا چنانچہ امام ذہبی سیر اعلام النبلا میں ذیل ذکر محمد بن یحیی ذہلی لکھتے ہیں قال ابو قریش کنت عند ابی ذرعہ فجاء مسلم بن الحجاج فسلم علیہ وجلس ساعۃ وتذاکرا فلما ان قام قلت لہ ھذا قد جمع اربعۃ الاف حدیث فی الصحیح قال فلمن ترک الباقی ثم قال ھذا لیس لہ عقل لو داری محمد بن یحیی لصار رجلا یعنی ابو قریش راوی ہیں کہ ہم امام ابو ذرعہ کے پاس بیٹھے تھے کہ امام مسلم آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے اور ایک ساعت تک مذاکرہ کرتے رہے۔ جب اٹھے تو ہمنے ابو ذرعہ سے کہا اس نے چار ہزار حدیث جمع کیا ہے تو کہا پھر باقی کو کسکے لیے چھوڑا اسکو عقل نہیں ہے۔ اگر یہ مدارا کرتا محمد بن یحیی سے تو آدمی ہو جاتا اور میزان الاعتدال میں بذیل ترجمہ احمد بن عیسی لکھتے ہیں قال سعید البرذعی شہدت ابا زرعہ ذکر عندہ صحیح مسلم فقال ھؤلاء قوم ارادوا التقدم قبل اوانہ فعملوا شیئا یتشوقون بہ یعنی کہا سعید برذعی نے کہ میں اس وقت موجود تھا کہ صحیح مسلم کا امام ابو ذرعہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو کہا اس قوم نے ارادہ کیا ہے تقدم کا قبل از وقت اور ایسی کتابیں بنالے ہیں جس سے ان کا بازار گرم ہو بقیہ حالات ان کتابوں کے آیندہ مذکور ہونگے انشاء اللہ

رسالہ الصلاح میں ایک مضمون "عقل اور اہل حدیث" کا نہایت عمدہ نکل چکا ہے۔ جس سے عامہ اہل حدیث کا کمال عقلی ظاہر ہے مگر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تمام علمائے اہل حدیث کا یہی حال رہا ہے کہ وہ عقل سے خالی ہوتے تھے کیونکہ علامہ سیوطی "تدریب الراوی" میں لکھتے ہیں ولام الشان احمد حضور مجلس الشافعی وترکہ مجلس سفیان بن عیینہ فقال

له احمد اسکت فان فاتک حدیث بعلو تجده بنزول ولا یضرک
وان فاتک عقل هذا الفتی اخاف ان لا تجده ۔

یعنی کسی نے احمد بن حنبل کی ملامت کی کہ تم نے صحبت سفیان بن عیینہ کو کیوں
ترک کی جو شافعی کی مجلس میں آیا کرتے ہو۔ تو امام احمد نے جواب دیا چپ رہ کیونکہ اگر
کوئی حدیث بہ سند عالی نہ ملے تو بہ سند نازل مل سکتی ہے اور اس سے تیرا کوئی ضرر نہیں
بخلاف اسکے کہ اگر اس جوان کی عقل کو فوت کریگا تو مجھے خوف ہے کہ پھر تو اسے نہ پائے
جس سے بطور لزوم سمجھا جاتا ہے کہ امام احمد سفیان کو خارج از عقل سمجھتے تھے
پس اگر سفیان بن عیینہ کا یہ حال تھا تو اور کوئی اہل حدیث سے عقل کا کیونکر
دعوی کرسکتا ہے ۔

احوال صحیحین اب ہم اجمالا کچھ حالات صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ایک ساتھ لکھتے ہیں
تا کہ معلوم ہو دونوں کتابیں جو اس درجہ مشہور و معروف ہیں حقیقت میں کس
عظمت کی مستحق ہیں کیونکہ جسقدر ان کتابوں پر فخر و مباہات کیا جاتا ہے اور شیعوں کے
مقابلہ میں جس جلالت سے ان کا نام لیا جاتا ہے کسی پر مخفی نہیں ہے

ہم انکو اور غلطیوں سے بوجہ اختصار اعراض کرتے ہیں اور صرف اس جملہ پر اکتفا
کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب در ثمین فی مبشرات النبی الامین میں لکھتے ہیں
الحدیث الثالث الثلثون اخبرنی شیخ ابو طاهر قال اخبرنا الشیخ احمد النخلی
قال اخبرنا شیخنا السید السند احمد بن عبد القادر قال اخبرنا الشیخ جمال القیروانی
عن شیخة الشیخ یحیی الحطاب المالکی قال اخبرنا عمی الشیخ برکات الحطاب عن والده
عن جده الشیخ محمد بن عبد الرحمن الحطاب شارح مختصر الخلیل قال مشینا مع شیخنا
العارف بالله تعالی الشیخ عبد المعطی التونسی لزیارة النبی فلما قربنا من
الروضة الشریفة ترجلنا فجعل الشیخ عبد المعطی یمشی خطوات ویقف حتی
وقف تجاه القبر الشریف فتکلم بکلام لم نفهمه فلما انصرف سالناه عن
وقفاته فقال کنت اطلب الاذن من رسول الله فی القدوم علیه فاذا

قال لی اقدم فقدمت ساعۃ ثم وقفت حتی وصلت الیہ فقلت یا رسول اللہ اکلما روی البخاری عنک صحیح فقال لہ ای وبہ عنک یا رسول اللہ قال ارو عنی وقد اجاز الشیخ عبد المعطی نفعنا اللہ بہ الشیخ محمد بن الخطاب ان یروی عنہ وھکذا کل واحد اجاز من بعدہ واجاز السید احمد بن عبد القادر النخلی ان یروی عنہ بھذا السند واجاز النخلی لابی طاہر وابو طاہر لنا ووجدت ھذا الحدیث بخط الشیخ عبد الحق الدھلوی باسنادلہ عن الشیخ عبد المعطی بمعناہ وفیہ فلما فرغ من الزیارۃ وما یتعلق بھا سالہ ان یروی عنہ صحیح البخاری وصحیح مسلم فسمع الاجازۃ من النبی ﷺ فذکر صحیح مسلم الخ۔ اس عبارت سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شیخ عبد المعطی جب روضہ رسول کے قریب پہونچے تو پیادہ پا چلنے لگے۔ تھوڑی تھوڑی دیر پر ٹھہر جاتے پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ قبر شریف کے قریب پہونچے تو ایسا کلام کیا کہ ہم لوگ نہ سمجھے جب زیارت سے فارغ ہو کر پھرے تو پوچھا بار بار آپ ٹھہر کیوں جاتے تھے جواب دیا کہ ہم خود آنحضرت سے اذن حاضری طلب کرتے تھے جب حضرت اجازت دیتے تو میں آگے بڑھتا پھر ٹھہر جاتا اور اسیطرح پوچھتا یہاں تک کہ حضرت کے قریب پہنچا تو عرض کیا یا حضرت بخاری نے جو کچھ آپ سے روایت کی ہے وہ صحیح ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں صحیح ہے۔ پھر عرض کیا آپ سے میں اسکی روایت کروں؟ فرمایا ہاں مجھسے روایت کر۔ اسکے بعد شیخ عبد المعطی نے شیخ محمد خطاب کو اسی طرح روایت کرنے کا اجازہ دیا اور جس کو اجازہ دیتے اسکے بعد اسی طرح اجازہ دیتے اور سید احمد بن عبد القادر نخلی کو اسیطرح اجازہ دیا اور انھوں نے ابو طاہر کو اور ابو طاہر نے ہمکو (شاہ ولی اللہ) اس حدیث کو میں نے بخط شیخ عبد الحق دہلوی بھی پایا ہے اور اسمیں یہ بھی لکھا کہ جب زیارت سے فارغ ہوئے تو ان سے سوال کیا کہ اسی سلسلہ سے روایت کریں صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں کو تو اسکی اجازت بھی رسول اللہ سے انکو مل گئی جسکے بعد ذکر کیا صحیح مسلم کو

اس سے تو آپکو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صحیحین کا انکے یہاں کیا رتبہ ہے کہ خود رسول اللہ نے صحیح بخاری کی صحت پر نص کیا اور اسکی اجازت دی کہ بلا واسطہ کسی کے خود آپ سے روایت

کیمجاتے چنانچہ اسکے بعد یہی سلسلہ جاری رہا اور اسی سلسلے سے شاہ ولی اللہ بھی روایت کرتے ہیں اور صحیح مسلم۔ بھی یہی وجہ ہے تو اب اسکی عظمت وجلالت میں کسکو شک ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بیان شیخ عبد الحق پر بنیاد کسی خواب کے نہیں ہے بلکہ خود حضرت سے سنا مگر افسوس کسی نے انکو صحابہ رسول میں داخل نہ کیا۔

اب اور آگے قدم بڑھاتے تو آپکو معلوم ہو کہ اگر یہ کتابیں انکی بیکار ہو جائیں تو پھر مذہب اہلسنت بھی باطل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر میں بذیل شرح حدیث افتراق فرماتے ہیں فان قیل ما وثوقک بان تلک الفرقة الناجیة هم اهل السنة والجماعة مع ان کل واحد من الفرق یزعم انه هی دون غیره قلنا لیس ذالک بالادعاء والتثبت باستعمال الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل عن جهابذة اهل الصنعة وائمة الحدیث الذین جمعوا صحاح الاحادیث فی امر المصطفی واحواله وافعاله وحرکاته وسکناته واحوال الصحب والتابعین کالشیخین وغیرهما من الثقات المشاهیر الذین اتفق اهل المشرق والمغرب علی صحتها فی کتبهم یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ اہل سنت کے فرقہ ناجیہ ہونیکی کیا دلیل ہے حالانکہ ہر فرقہ یہی گمان کرتا ہے کہ ہم حق پر ہیں نہ دوسرا تو اسکا ہم یہ جواب دینگے کہ اہل سنت کا یہ دعوی محض ادعا نہیں ہے جو باستعمال وہم قاصر و قول زاعم سمجھا جائے بلکہ بذریعہ نقل ہے جہابذہ اہل صنعت وائمہ حدیث سے جنھوں نے جمع کیا ہے صحیح صحیح حدیثوں کو سیرت رسول اللہ اور انکے صحابہ و تابعین میں مانند شیخین (بخاری و مسلم) کے جو ان ثقات مشاہیر سے ہیں کہ اتفاق کیا ہے اہل مشرق و مغرب نے صحت پر ان حدیثوں کے جو ان کتابوں میں ہے

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ اگر یہ کتابیں کل یا جزو ان کا غلط ہو تو اہل سنت کا مذہب ہی باطل ٹھہرے کیونکہ اس کی حقیقت اسی سے معلوم ہوتی کہ ایسے ایسے ائمہ انکے ناقل ہیں جنکی کتابوں کی صحت پر اہل مشرق و مغرب کا اتفاق ہے

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو کہ خود علماء اہل سنت نے ان کتابوں کے حق میں کیا کیا ارشاد فرمایا ہے اور کیسی پوست کندہ حالات بیان کئے ہیں

ووقع فی الصحیحین احادیث متعارضة لایمکن الجمع بینهما والقطع لایقع التعارض
فیه وقد اتفق البخاری ومسلم علی اخراج حدیث محمد بن بشار بندار واکثرا من
الاحتجاج بحدیثه وتکلم فیه غیر واحد من الحفاظ ائمة الجرح والتعدیل ونسب
الی الکذب وحلف عمرو بن علی الفلاس شیخ البخاری ان بندار یکذب فی
حدیثه عن یحیی وتکلم فیه ابو موسی وقال علی بن المدینی فی الحدیث الذی رواه
فی السجود هذا کذب وکان یحیی لایعبأ به ویستضعفه وکان القواریری لا
یرضاه واکثرا من احادیث عبد الرزاق والاحتجاج به وتکلم فیه ونسب الی الکذب
واخرج ایضا عن سماک بن حرب واکثر عنه وتکلم فیه غیر واحد وقال الامام احمد بن
حنبل هو مضطرب الحدیث وضعفه امیر المومنین فی الحدیث شعبة وسفیان الثوری
وقال یعقوب بن شعبة لم یکن من المتثبتین وقال النسائی فی حدیثه ضعف قال
شعبة کان یقول فی التفسیر عکرمة ولو شئت نقلت له ابن عباس لقاله
وقال ابن المبارک سماک ضعیف فی الحدیث وضعفه ابن حزم قال وکان یلقن فیتلقن
وکان ابو زرعة یذم وضع کتاب مسلم ویقول کیف تسمیه الصحیح وفیه فلان وفلان ذکر
جماعة وامثال ذلک یستغرق اوراقا فتلک الاحادیث عندهما ولم یتلقوها بالقبول و
ان اراد ان غالب ما فیهما سالم من ذلک لم یبق له حجة ص ۱۰۵ عبقات الانوار

(۲) علامہ محیی الدین عبد القادر بن محمد القرشی الحنفی المتوفی ۵ ۷۷۵ھ جواہر مضیئہ فی طبقات الحنفیہ میں فرماتے
ہیں۔ فائدة حدیث ابی حمید الساعدی فی صفة صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم فی مسلم وغیره یشتمل علی انواع منها التورک فی الجلسة الثانیة ضعفه الطحاوی
لمجیئه فی بعض الطرق عن رجل عن ابی حمید قال الطحاوی فهذا منقطع علی اصل
مخالفینا وهم یردون الحدیث باقل من هذا قلت ولا یحنق علینا المجیئه
فی مسلم فقد وقع فی مسلم اشیاء لاتقوی عند الاصطلاح فقد وضع الحافظ
الرشید العطار کتابا علی الاحادیث المقطوعة المخرجة فی مسلم سماه بغرر الفوائد
المجموعة فی بیان ما وقع فی مسلم من الاحادیث المقطوعة سمعته علی شیخنا

واخرج مسلم عن اسباط بن نصر وتکلم فیه ابو زرعة وغیره

اتمام حجت

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۵ صفحہ ۳۲

ترجمہ کلام غزالی یعنی اختلاف کیا ہے علمانے ترتیب خلافت اور اسکی تحصیل میں جسکو یہ خلافت ملی بعض نے گمان کیا ہے کہ از روئے نص ابو بکر خلیفہ ہوئے اور دلیل میں اس امر کے یہ قول باری ہے کہ کہہ تو اے پیغمبر مخلفین سے کہ قریب ہے بلائے جاؤ طرف اوس قوم کے جو صاحب باس شدید ہے الخ پس بلایا انکو ابو بکر نے بعد وفات انحضرت کے طرف طاعت کے اور انلوگوں نے اجابت کی پس معلوم ہوا کہ یہی خلیفہ ہیں

دوسرے یہ کہ بعض مفسرین نے تفسیر آیہ اذا اسر النبی میں کہا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ضرور تیرا باپ خلیفہ ہوگا میرے بعد اے حمیرا اور ایک عورت نے پوچھا کہ اگر ہم اپ کو نپائیں تو کس کی طرف رجوع کریں تو حضرت نے ابو بکر کی طرف رجوع کیا چوتھے یہ کہ ابو بکر نے حضرت کی زندگی ہی میں امامت نماز کی اور نماز عمود دین ہے۔ جو لوگ ابو بکر کے بارے میں نص کے مدعی ہیں ان کی یہی دلیلیں ہیں اس کے بعد انہیں مدعیان ابو بکر نے تاویل کی اور کہا اگر **علی خلیفہ اول** ہوتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور یہ فتوح نہ ہوتی اور حضرت کا آخر خلفا ہونا قادح نہیں کر جیسا کہ جناب رسالتماب کا آخر الانبیا ہونا قادح نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس راہ نص سے عدول کیا وہ اسکے قایل ہوے کہ یہ سب عقاید فاسدہ اور تاویلات باردہ ہیں حق یہ ہے کہ امر خلافت میں بھی میراث جاری ہو لی جیسا کہ اور امور میں میراث جاری ہوئی۔ داود و ذکریا و سلیمان و یحیی علیہم السلام کو نبوت میراث ملی اس روسے ازواج کو بھی ثمن ترکہ خلافت کا پہنچتا ہے مگر یہ دعوے بھی باطل ہے کیونکہ اگر میراث ہوتی تو حضرت عباس زیادہ مستحق خلافت تھے لیکن اب حجت و برہان الہی کا نقاب چہرہ سے ہٹ گیا کیونکہ اجماع کیا ہے جمہور محدثین نے اوپر صحت متن حدیث کے کہ حضرت نے باتفاق خطبہ خم غدیر میں فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا میں مولا ہوں اسکے مولا علی ہیں اسپر عمر نے مبارکباد کہا

ابی اسحاق ابراهیم بن محمد بن عبد اللہ الطاهری سنة اثنتی عشرة و
سبعمائة بسماعه من مصنفه الحافظ رشید الدین بقراءة الشیخ فخر الدین
ابی عمرو عثمان المقابلی وبینها الشیخ محی الدین فی اول شرح مسلم وما
یقول الناس ان من روی له الشیخان فقد جاز القنطرة هذا ایضا من
التحمق ولا یقوی فقد روی مسلم فی کتابه عن لیث ابن ابی سلیم وغیره من
الضعفاء فیقولون انما روی فی کتابه للاعتبار والشواهد والمتابعات
وهذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار والشواهد والمتابعات والاعتبارات
امور یتعرفون بها حال الحدیث وکتاب مسلم التزم فیه الصحة فکیف یتعرف حال
الحدیث و وقع فی مسلم بطرق ضعیفة واعلم ان عن مقتضیة للانقطاع عند
اهل الحدیث الذی فیه والبخاری من هذا النوع شی کثیر فیقولون علی
سبیل التحمق ما کان من هذا النوع فی غیر الصحیحین فمنقطع وما کان
فی الصحیحین فمحمول علی الاتصال وروی مسلم فی کتابه
عن ابی الزبیر عن جابر احادیث کثیرة بالعنعنة وقال الحافظ
ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی یدلس فی حدیث جابر فما کان بصیغة
العنعنة لا یقبل وقد ذکر ابن حزم وعبد الحق عن اللیث بن سعد انه
قال لابی الزبیر علّم لی احادیث سمعتها من جابر حتی اسمعها منک فعلّم لی
احادیث اظن انها سبعة عشر حدیثا سمعتها منه قال الحافظ فما کان من
طریق اللیث عن ابی الزبیر عن جابر احادیث وقد روی مسلم فی کتابه ایضا عن
جابر وابن عمر فی حجة الوداع ان النبی صلی اللہ علیه وسلم توجه الی مکة یوم النحر فطاف
طواف الافاضة ثم صلی الظهر بمکة ثم رجع الی منی وفی الروایة الاخری انه طاف
طواف الافاضة ثم رجع فصلی الظهر بمنی فیتحمقون ویقولون اعادها للبیان الجواز
وغیر ذلک من التأویلات ولهذا قال ابن حزم فی هاتین الروایتین احدهما کذب
بلا شک وروی مسلم ایضا حدیث الاسراء وفیه ذلک قبل ان یوحی الیه وقد تکلم

ف صحیح مسلم غیر طریق اللیث عن ابی الزبیر عن جابر

الحفاظ فی ہذہ اللفظہ و بینوا ضعفها وروی مسلم ایضاً خلق اللہ التربة یوم
السبت و اتفق الناس علی ان یوم السبت لم یقع فیہ خلق وقد روی مسلم عن ابی سفیان
انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اسلم یا رسول اللہ اعطنی ثلاثا تزوج ابنتی ام حبیبہ
وابنی معاویة اجعلہ کاتبا وامرنی ان اقاتل الکفار کما قاتلت المسلمین فاعطاہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ساله والحدیث معروف مشہور وفی ہذا من الوہم ما لا یخفی
فام حبیبة تزوجها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی بالحبشة واصدقها النجاشی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعمائة دینار وحضر وخطب واطعم والقصة مشہورة وابو سفیان
انما اسلم عام الفتح وبین الهجرة والحبشة والفتح عدة سنین ومعاویة کان کاتبا للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم من قبل واما امارة ابی سفیان فقد قال الحافظ اکثرہم لا یعرفونها
فیجیبون علی سبیل التحقق باجوبة غیر طایلة فیقولون فی نکاح ابنته اعتقد ان
نکاحها بغیر اذنه لا یجوز وہو حدیث عہد بکفر فاراد من النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تجدید النکاح ویذکرون عن الزبیر بن بکار باسانید ضعیفة ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم امرہ فی بعض الغزوات وہذا لا یعرف وما حملہم علی ہذا کله الا نوع من التعصب
وقد قال الحافظ ان مسلما لما وضع کتابه الصحیح عرضه علی ابی زرعة الرازی فانکر
علیہ وقال سمیته الصحیح فجعلت سلما لاہل البدع وغیرہم فاذا روی لهم المخالف
حدیثا یقولون ہذا لیس فی صحیح مسلم فرحم اللہ تعالی ابا زرعة فقد نطق بالصواب وقد
وقع بینی وبین بعض المخالفین بحث فی مسئلة التورک فذکرت له حدیث ابی حمید
المذکور اولا فاجبته بتضعیف الطحاوی لما لفظ وقال مسلم یصحح والطحاوی
یضعف اللہ تعالی یغفر لنا ولہم امین صفحہ ۱ عبقات بلفظہ

فایدہ حدیث ابی حمید ساعدی صفت صلوٰۃ سید المرسلین میں جو صحیح مسلم وغیرہ میں واقع
ہے مشتمل ہے چند نوع پر جس سے ایک تورک ہے جلسہ ثانیہ میں کہ تضعیف اس کی ہے طحاوی
نے کیونکہ بعض طرق میں یوں آیا ہے عن رجل عن ابی حمید کہا طحاوی نے کہ یہ منقطع ہے
بنابر اصول ہمارے مخالفین کے حالانکہ وہ لوگ اس سے کم درجہ کی حدیث سے حجت پکڑتے ہیں

ضعف حدیث مسلم کے الزام کا جواب

مرد کرتے ہیں قلت (قول عبدالقادر) ہمارا گلا کوئی اس وجہ سے نہیں گھونٹ سکتا کہ یہ حدیث صحیح مسلم
میں آگئی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو عندالاصطلاح قوی نہیں کیونکہ
حافظ رشید عطار نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسمیں صحیح مسلم کے احادیث مقطوعہ کو بیان کیا
ہے اور نام اس کا غرر الفوائد المجموعہ فی بیان ما وقع فی مسلم من الاحادیث المقطوعہ ہے اسکی
سماعت کی ہے اپنے شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن عبد احمد طاہری سے ۶۱۱ھ میں اور خود انھوں نے اسکی
سماعت کی ہے شیخ مصنف کتاب ہارون سید الدین پر بقرات شیخ فخر الدین ابی عمرو عثمان مقابلی اور بیان کیا
ہے اسکو شیخ محی الدین نووی نے اول شرح مسلم میں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جسکے لیے روایت کی شیخین بخاری
و مسلم نے قبول ہو گیا۔ پس یہ زبردستی ہے اور گلا گھونٹنا جو کسی طرح درست نہیں کیونکہ مسلم نے لیث
بن مسلم وغیرہ سے روایت کی ہے جو ضعفا سے تھے اس کا جواب وہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ ایسوں کی روایت
بغرض اعتبار شواہد و متابعات ہے مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ کہا حفاظ نے اعتبار و شواہد و متابعات
ایسے امور ہیں جن سے حال حدیث معلوم ہوتا ہے اور کتاب مسلم تو وہ ہے جسمیں التزام صحت کیا گیا ہے تو جو
روایت اسمیں بطریق ضعیفہ وارد ہے کیونکر انکی معرفت حاصل ہو سکتی ہے یہ بھی جان رکھو کہ عن کا مقتضی
ہے انقطاع حدیث محدثین کے نزدیک اور صحیح بخاری و مسلم میں اس طریق کی بہت سی حدیثیں ہیں
جنمیں عن ہے اسپر وہ لوگ یہ زبردستی کرتے ہیں کہ جو روایت بطور عنعنہ غیر صحیحین میں ہو وہ منقطع
ہے اور جو صحیحین میں ہے وہ اتصال پر محمول ہے۔ اور روایت کی ہے مسلم نے اپنی کتاب
میں عن ابن الزبیر عن جابر بہت سی حدیثیں بطور عنعنہ۔ کہا حافظ نے کہ ابو الزبیر
تدلیس کرتا ہے روایت جابر میں پس جو روایت بطور عنعنہ نہ ہو نہ قبول کیجاویگی۔ ابن حزم
و عبدالحق نے لیث بن سعد سے ذکر کیا ہے کہ کہا ابو الزبیر نے ہمکو تعلیم کر وہ حدیثیں
جو تمنے سنی ہیں جابر سے کہ میں بھی سنوں۔ اس نے چند حدیثیں بتائیں گمان کرتا ہوں
کہ وہ سترہ ہوں گی جن کو میں نے اس سے سنا کہا حافظ نے کہ جو روایت بطریق لیث
ہے عن ابی الزبیر عن جابر وہ تو صحیح ہے اور صحیح مسلم میں غیر اس طریق سے بہت سی حدیثیں
ہیں مسلم نے جابر و ابن عمر سے حجۃ الوداع میں یہ روایت کی کہ حضرت رسول اللہ متوجہ ہوئے طرف
مکہ کے یوم النحر اور طواف کیا پھر نماز ظہر پڑھی منیٰ میں پھر گئے (باقی آئندہ)

(۱) علامہ ابو الفضل جعفر بن ثعلب ادفوی شافعی المتوفی ۷۴۸ھ کتاب الامتاع فی احکام السماع میں تحریر فرماتے
ہیں ثم اقول ان الامۃ تلقت کل حدیث صحیح وحسن بالقبول وعملت بہ عند عدم المعارض
وحینئذ لا یختص بالصحیحین وقد تلقت الامۃ الکتب الخمسۃ والستۃ بالقبول واطلق
علیہا جماعۃ اسم الصحیح ورجح بعضہم بعضہا علی کتاب مسلم وغیرہ قال ابو سلیمٰن
احمد الخطابی کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف لم یصنف فی علم الدین کتاب
مثلہ وقد رزق من الناس القبول کافۃ فصار حکما بین فرق العلماء وطبقات الفقہاء
علی اختلاف مذاہبہم وکتاب السنن احسن وضعا واکثر فقہا من کتب البخاری و
مسلم وقال الحافظ ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی سمعت الامام ابا الفضل عبد اللہ
بن محمد الانصاری بہراۃ یقول وقد جری بین یدیہ ذکر ابی عیسی الترمذی وکتابہ
فقال کتابہ عندی انفع من کتاب البخاری ومسلم وقال الامام ابو القاسم سعید بن
علی الزنجانی ان لابی عبد اللہ النسائی شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری
ومسلم وقال ابو زرعۃ الرازی لما عرض علیہ ابن ماجہ السنن کتابہ اظن ان
وقع ہذا فی ایدی الناس تعطلت ہذہ الجوامع کلہا او قال اکثرہا ووراء
ہذا بحث آخر وہو ان قول الشیخ ابی عمرو بن الصلاح ان الامۃ تلقت الکتابین بالقبول
ان اراد کل الامۃ فلا یخفی فساد ذلک اذ الکتابان انما صنفا فی المائۃ الثالثۃ
بعد عصر الصحابۃ والتابعین وائمۃ المذاہب المتبعۃ ورؤس الحفاظ الاخبار و
نقاد الآثار المتکلمین فی الطرق والرجال المتکلمین بین الصحیح والسقیم وان
اراد بالامۃ الذین وجدوا بعد الکتابین فہم بعض الامۃ فلا یستقیم لہ دلیلہ
الذی قررہ من تلقی الامۃ وثبوت العصمۃ لہم والظاہریۃ انما یعتنون باجماع
الصحابۃ خاصۃ والشیعۃ لا تعتد بالکتابین وطعنت فیہما وقد اختلف فی اعتبار
قولہم فی الاجماع وانعقادہ ثم ان اراد کل حدیث فیہما تلقی بالقبول من الناس
کافۃ فغیر مستقیم فقد تکلم جماعۃ من الحفاظ فی احادیث فیہما فتکلم الدارقطنی
فی احادیث وعللہا وتکلم ابن حزم فی احادیث کحدیث شریک فی الاسراء قال انہ خلط

دی اور کہا مبارک ہو مبارک ہو اے علی کہ آج صبح کی آپنے اس حالت میں کہ مولا ہوے ہمارے اور کل مومن و مومنہ کے پس یہ قول عمر تسلیم و رضا ہے ساتھ امامت جناب امیرؑ کے کے اور اظہار ہے اسکا کہ حضرت امیر کی خلافت اور حکومت منظور ہے مگر اسکے بعد ہوا ہوس نے غلبہ کیا واسطے تحصیل ریاست اور حکومت کی ایک ریاست عظمیٰ کا ہاتھ آنا اور خلافت کے جھنڈوں کا شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریرونکا ہوا پر ہر جگہ اڑنا اور بیرقوں سے ہوا کا پٹنا اور سواروں کا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑونکی ٹاپوں کا مثال جال کے چوگرد معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح کرنا ان سب خیالات نے ان لوگوں کو جام خواہش نفسانی پلاکر متوالا کر دیا اور اسی مدہوشی نے خلیفہ بنا دیا اور جیسے قبل اسلام کے تھے ویسے ہی پھر ہو گئے اور اپنے اس عہد مبارک کو کو پس پشت ڈالدیا اور اس عہد شکنی کیساتھ ادنی چیز کو کہ حکومت چندروزہ دنیا ہے خرید لیا پس کیا بری چیز مول لی انلوگوں نے (تمام ہوا ترجمہ کلام غزالی)

اس عبارت میں امام غزالی نے جمہور کی راے اور دلایل کو لکھکر اپنا اصلی عقیدہ بھی ظاہر کر دیا اب اہل سنت کو اختیار ہے جس رخ کو چاہیں اختیار کریں کیونکہ جہالت اور علم کا دونوں رخ اس میں دکھا دیا گیا ہے۔

اسکے بعد امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ کا زمانہ آیا جنکی نسبت مولوی شبلی لکھتے ہیں امام صاحب یا تو بالکل تنگ حال تھے ایک دولتمند تاجر کی لڑکیوں سے اپنے لڑکونکی شادی کر کے اسقدر مال وافر جمع کیا کہ شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان نے ان سے ایک رقم کثیر قرض لی جب قرضہ ادا کیا تو اپنی طرف سے صلہ کیطور پر بہت بڑی رقم اسپر اضافہ کی۔ امام فخر الدین رازی کو اہل سنت کے یہاں یہ رتبہ ملا ہے کہ عام طور پر جب لفظ **امام** بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے۔ علم کلام کی جو گت انھوں نے بنائی ہے اس کا کچھ تفصیلی حال ذیل کی عبارتوں سے معلوم ہو سکتا ہے جو مولوی شبلی صاحب اپنے رسالہ علم کلام میں لکھتے ہیں۔

(۱) علم کلام کے متعلق انکا بہت بڑا کارنامہ فلسفہ کا رد ہے لیکن تند طبعی کی وجہ سے اس میں

انھوں نے اسقدر غلو کیا کہ ضروری و غیر ضروری کی کچھ تمیز نہ رکھی بلکہ تمام فلسفہ کو اعتراضات کی تیروں سے چھلنی کر دیا فلسفہ کے سیکڑوں مسایل فی نفسہ صحیح تھے اور مذہب کے مخالف بھی نہ تھے۔ امام صاحب نے ان کو بھی نہ چھوڑا یہانتک کہ جن مسایل پر اعتراض کرنا ممکن نہ تھا مثلاً اثبات باری و توحید باری وغیرہ انپر اس پیرایہ میں اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مسایل فی نفسہ گو صحیح ہیں۔ لیکن فلاسفہ کا استدلال صحیح نہیں اگرچہ امام صاحب اس عالمگیر حملہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ محقق طوسی۔ باقر داماد وغیرہ نے انکے مقابلہ میں فلسفہ کی حمایت کی ص۵۱ علم کلام

اس تعریف سے امام فخر الدین رازی کا حال بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ بوجہ تعصب صحیح باتونکو بھی غلط بنایا اور جو امر محال تھا اسکے ہی رد کا قصد کیا پھر ایسا شخص کہانتک حق کا پیرو ہو سکتا ہے اہل فہم کیلئے کافی ہے

(۲) پھر مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں امام صاحب نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقاید پر قایم کی اور اس سینہ زوری سے اس کی حمایت کی کہ اشاعرہ کے جو مسایل تاویل کے محتاج تھے۔ ان میں تاویل کا سہارا بھی نہ رکھا اور پھر انکی صحت پر سیکڑوں دلیلیں قایم کیں مثلاً اشاعرہ اس بات کے قایل تھے کہ انسان اپنے افعال پر قدرت ہو نہ ہو رکھتا تاہم جبر سے بچنے کے لئے انھوں نے کسب کا پردہ لگا رکھا تھا یہ پردہ بھی امام صاحب نے اٹھا دیا اور صاف صاف جبر کا دعوی کیا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اسکی تصریح کی ہے اور اسپر دلیلیں قایم کیں ص۶۱

اب اہل سنت غور کر سکتے ہیں کہ انکے مسایل دین و ایمان کے اگر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے تو اسقدر رکیک جوڑ توڑ کی ضرورت کیوں ہوتی اور جب سینہ زوری ہی پہ مدار ہے تو یہ حق تو ہر شخص کو حاصل ہے مگر وہ ہادی و رہبر کیونکر ہو سکتا ہے

میں ان کی نسبت اپنی طرف سے کچھ کہنا پسند نہیں کرتا کیونکہ خود مولوی شبلی صاحب اس کا فیصلہ اپنے اسلاف سے یوں نقل کرتے۔

امام صاحب نے اگرچہ معقول کے مقابلہ میں منقول کا پلہ بھاری رکھا اور معتزلہ

وغیرہ کی رد میں مستقل کتابیں لکھیں تاہم فقہا و محدثین نے انکے متعلق یہ رائیں قائم کیں
علامہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں الفخر بن الخطیب صاحب التصانیف راس فی الذکا والعقلیات لکنہ عری من الاثار و لہ تشکیکات علی مسایل من دعائم الدین تورث حیرۃ نسال اللہ ان یثبت الایمان فی قلوبنا

فخر بن الخطیب ذہانت اور عقلیات میں راس رئیس ہیں لیکن حدیث سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان مسایل پر جو مذہب کے ستون ہیں ایسے شکوک پیدا کئے جن سے حیرت پیدا ہوتی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کو قایم رکھے

حافظ ابن حجر لسان المیزان میں ابن الہیب کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وکان یعاب بایراد الشبہہ الشدیدۃ و یقصر فی حلھا حتی قال بعض المغاربۃ یورد الشبہۃ نقدا و یحلھا نسیۃ

انپر یہ عیب لگایا جاتا تھا کہ وہ نہایت قوی شبہات پیدا کرتے تھے۔ اور ان کے جواب میں عاجز ہو جاتے ہیں چنانچہ بعض مغربیوں نے کہا کہ انکے اعتراضات نقد ہوتے ہیں اور جوابات ادہار"

پھر اکسیر فی اصول التفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں

عن شیخہ سراج الدین السرمساحی المغربی انہ صنف کتاب الماخذ فی مجلدین بین فیھا ما فی تفسیر الفخر من الزیف والبھرج وکان ینقم علیہ کثیرا و یقول یورد شبہ المخالفین فی المذھب والدین علی غایۃ ما یکون من التحقیق ثم یورد مذھب اھل السنۃ الحق علی غایۃ من الوھی قال الطوفی و لعمری ان ھذا دابہ فی کتبہ

سراج الدین مغربی نے ایک کتاب جس کا نام ماخذ ہے دو جلدوں میں لکھی جسمیں انھوں نے امام رازی کی تفسیر کی فروگذاشتیں اور غلطیاں ظاہر کیں وہ امام رازی پر سخت اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مخالفین مذہب کے اعتراضات نہایت قوت اور زور و دیکر بیان کرتے ہیں اور اہل سنۃ کیطرف سے جواب دیتے ہیں تو نہایت کمزور طوفی کہتے ہیں کہ یہ ان کا انداز ہے جو انکی تمام کتب کلامیہ میں پایا جاتا ہے چنانچہ اسی بنا پر بعض

الکلامیۃ حتیٰ اتھمہ بعض الناس۔ | لوگوں نے اپر بدگمانی کی

حافظ ابن حجر نے اس عبارت کے بعد طوفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی پر بدگمانی صحیح نہیں کیونکہ اگر انکے کچھ اور خیالات ہوتے تو اسکے ظاہر کرنے میں انکو ڈر کس کا تھا" لیکن طوفی کو یہ معلوم نہیں کہ امام صاحب پر یہ مصیبت گذر چکی ہے حافظ ابن حجر اسی کتاب میں لکھتے ہیں وھو ابہ فاستتر لوگوں نے انکے دار و گیر کا قصد کیا لیکن وہ روپوش ہو گئے امام صاحب کی بد دینی کے ثبوت پر انکے جن مسایل سے استدلال کیا گیا ہے انکو حافظ ابن حجر نے اسی کتاب میں ابن خلیل کی زبانی نقل کیا ہے

ان مذھب الجبر ھو المذھب الصحیح قال بصحۃ بقاء الاعراض و نفی صفات اللہ الحقیقیۃ و زعم انہا مجرد نسب و اضافات کقول الفلاسفۃ و سلک طریق ارسطو فی دلیل التمانع و نقلوا عنہ انہ قال عندی کذا و کذا مایۃ شبہۃ علی القول بحدوث العالم	جبر یہ مذہب صحیح ہے اعراض باقی رہتے ہیں خدا کی صفات صرف نسب اور اضافات کا نام ہے جیسے کہ فلاسفہ کہتے ہیں نیز یہ کہ امام صاحب نے برہان تمانع میں ارسطو کا طریقہ اختیار کیا آپسے یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عالم کے حادث ہونے پر مجھکو سو اعتراض ہیں۔

(تمام ہوئی عبارت رسالہ علم کلام مولوی شبلی صاحب)

یہانتک امام فخر الدین رازی کے حالات تھے جنکے نام نامی پر تمامی اہلسنۃ کو فخر و ناز ہے اور ان سے بڑھکر کوئی محقق علم کلام کا انکے یہان نہ پیدا ہوا تو اب اور کسی عالم کی نسبت علمای کلام سے لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ خود مولوی شبلی لکھتے ہیں " امام غزالی کے بعد امام رازی نے مسایل کو زیادہ صاف کیا اما رازی کے بعد سب خشک خوشہ چین معتے آسے ۸۵ھ

پس جب اصل خرمن کلام اہل سنۃ کا یہ حال ہو کہ تمامتہ کفر بلکہ دہریت ہے تو امام ازی جو تو خوشہ چینوں کا کیا حال ہوگا کیونکہ خود شبلی صاحب لکھتے ہیں

قاضی عضد علامہ تفتازانی وغیرہ نے علم کلام میں بہت سی ضخیم کتابیں لکھیں اور انہیں کتابوں کے چند اجزا آجکل درس نظامی میں داخل ہیں لیکن تعلیم کا یہ کمال ہے لیکن اونکا تو جو کچھ ہے امام رازی اور آمدی کی خوشہ چینی ہے دوسرے ان کتابوں میں فلسفہ کو

کے خالص مضامین اسقدر شامل کردیے ہیں کہ فلسفہ و کلام میں فرق نہیں معلوم ہوتا فقط
پھر اب کس سے کلام کیا جائے اور اب کون شخص علمائے اہل سنت سے اس قابل ہے کہ جو مشکلات کہ شیعوں کے سامنے آئے اور ایسے علم کلام سے خواص و عوام کو کیونکر دل جمعی ہو سکتی ہے کیونکہ آخرت تک بے عقلی نہیں پیدا ہوئی سب بہت ٹہرے ہیں بجز ان علما کے جو زبردستی بات بنایا کریں۔ مذہبی امور تو بالکل سیدہے سادہ طریق پہ واقع ہوئے ہیں جو عام طور پہ قریب الفہم ہیں جبھی تو جوق جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اس کے محاسن و محامد پر فریفتہ ہوئے۔

ابھی ہم کچھ پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کے قول ان علمائے علم کلام قاضی عضد و علامہ تفتازانی کے متعلق نقل کر آئے ہیں دیکھو الشمس ص۳۰ جلد ۱ جسمیں انہوں نے ان جیسوں کو سوفسطائیہ ملت کا خطاب دیا ہے اسکو پھر بغور ملاحظہ فرمائیے اسکے بعد مولوی شبلی صاحب کی اس تحریر کو ملاحظہ جو لکھتے ہیں بذیل ذکر ابن تیمیہ

علم کلام جو ایک مدت سے ایک حالت پر چلا آتا تھا اور جسکے سینکڑوں غلط مسائل اصول موضوعہ کے طور پر اسقدر مسلم ہو گئے تھے کہ کسیکو انپر حرف و چرا کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی علامہ موصوف نے نہایت دلیری اور آزادی سے علمائے ان کی مخالفت کی اور ظاہر کیا کہ متکلمین جن چیزوں کو مذہب کی تائید سمجھتے ہیں وہ درحقیقت مذہب کو اور نقصان پہنچانے والی ہے الرد علی المنطق میں لکھتے ہیں

وامکان رؤیتہ تعلم بالدلائل العقلیۃ القاطعۃ لکن لیس ھو الدلیل الذی سلکہ طائفۃ من اھل الکلام کابی الحسن وامثالہ حیث ادعوا ان کل موجود یمکن رؤیتہ بل قالوا ویمکن ان یتعلق بہ الحواس الخمس فان ھذا انما یعلم فسادہ بالضرورۃ وھذا امر اغالیط

خدا کا ممکن الرویہ ہونا دلائل عقلی سے ثابت ہے لیکن وہ دلیل نہیں ہے جو ابو الحسن اشعری وغیرہ نے قائم کی ہے یعنی یہ کہ جو چیز موجود ہے ممکن الرویہ بھی ہے۔ ابو الحسن اشعری وغیرہ اس سے بڑھکر اسبات کے بھی مدعی ہیں کہ جو چیز موجود ہے وہ حواس خمسہ سے محسوس ہو سکتی ہے حالانکہ یہ دعوی بداہۃً غلط ہے

بعض المتکلمین کغلطهم فی قولهم ان الاعراض یمتنع بقاؤها وان الاجسام متماثلة وانها مرکبة من الجواهر المفردة وکذلک غلطاس غلط المتکلمین وادعی ان الله لم یخلق شیئا بسبب ولا لحکمة ولا خص شیئا من الاجسام بقوی وطبائع وادعی ان کل ما یحدث فان الفاعل المختار الذی یخص احد المتماثلین بلا تخصیص [illegible] انکر ما فی مخلوقات الله وما فی شرعه من الحکم التی خلق وامر لاجلها فان غلط هؤلاء مما سلط اولئک المتفلسفة وظنوا ان ما یقوله هؤلاء وامثالهم هو دین المسلمین وقول الرسول واصحابه

اور یا اس قسم کی غلطی ہے جس طرح متکلمین غلط دعوی کرتے ہیں کہ اعراض کا بقا ممکن نہیں اور یہ کہ تمام اجسام یکساں ہیں اور یہ کہ تمام اجسام جواہر مفردہ سے مرکب ہیں اور جس طرح متکلمین کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے کسی چیز کو کسی سبب سے اور کسی حکمت سے نہیں پیدا کیا اور یہ کہ [illegible] قوتیں نہیں [illegible] ہر شے فاعل مختار [illegible] اور یہ کہ خدا کی مخلوقات [illegible] شریعت میں [illegible] اور حکم [illegible] نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ اشیاء پیدا کی گئی ہیں یا ان احکام کا حکم دیا گیا متکلمین کی ان غلطیوں نے فلسفیوں کو دلیر کر دیا ہے اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ یہ متکلمین کہتے ہیں وہی مسلمانوں کا مذہب ہے اور رسول اور صحابہ کا قول

علامہ موصوف اگرچہ نہایت متعصب متقشف اور فلسفہ کے سخت دشمن تھے تاہم چونکہ تقلید کے پابند نہ تھے اور حق و باطل میں تمیز رکھتے تھے اس لئے [illegible] حکما کے مقابلہ میں ہر جگہ نہایت انصاف سے رائے دی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں

واما فیما یقولونه فی العلوم الطبیعیة والریاضیة فقد یکون صواب المتفلسفة اکثر من صواب من رد علیهم من اهل الکلام فان اکثر کلام

باقی حکمای یونان نے علوم طبیعی و ریاضی کے متعلق جو کچھ کہا ہے تو ان علوم میں ان کے اقوال بہ نسبت متکلمین کے زیادہ صحیح ہوتے ہیں کیونکہ ان علوم میں متکلمین کا اکثر کلام

اصل الکلام فی ھذہ الامور بلا علم ولا عقل ولا شرع	نہ علم پر مبنی ہے نہ عقل پر نہ شریعت پر ۔

اکثر لوگوں کو خیال تھا اور اب بھی ہے کہ اشاعرہ کے عقاید گو دلایل عقلی کے لحاظ سے مضبوط نہوں لیکن اکابر سلف کے یہی عقاید تھے۔ علامہ موصوف نے اس غلطی کا بھی اکثر جگہ اظہار کیا مثلاً عام خیال ہے کہ قرون اولی میں لوگ حسن و قبح عقلی کے قایل نہ تھے۔ اور اس بناپر احکام شرعی کا مصالح عقلی پر مبنی ہونا ضرور نہیں سمجھتے ہیں لیکن علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ تمام اکابر سلف حسن و قبح عقلی کے قایل تھے سب سے پہلے اس کا انکار امام ابوالحسن اشعری نے کیا اور وہی اس خیال کے موجد ہیں۔ چنانچہ اسپر مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں

بل ھو لاء ذکروا ان نفی ذلک ھو من البدع التی حدثت فی الاسلام فی زمن ابی الحسن الاشعری لما ناظر المعتزلۃ فی القدر	بلکہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حسن قبح عقلی کا انکار منجملہ ان بدعتوں کے ہے جو اسلام میں ابوالحسن اشعری کے زمانہ میں پیدا ہوئیں جبکہ انھوں نے معتزلہ سے مسئلہ قدر کے بارے میں مناظرہ کیا تھا

علامہ موصوف نے جیسا کہ مقریزی نے تاریخ مصر میں لکھا ہے "عقاید اسلامی کو حشو اور زوائد سے پاک کر کے پورا پورا وہ نمونہ قایم کرنا چاہا جو قرون اولے میں تھا۔ لیکن کچھ فقہا کے رشک وحسد، اور کچھ خود علامہ موصوف کی درشتی تقریر کیوجہ سے، تمام لوگوں میں اسقدر برہمی پیدا ہوگئی کہ علامہ موصوف کو مدت تک قید خانہ میں زندگی بسر کرنی پڑی اور ان کا اثر دب کر رہگیا تاہم ان کے تلامذہ ابن القیم وغیرہ نے، ان کی پیروی کی،۔ اور گو علم کلام کے متعلق کوئی مفید خدمت انجام نہ دیسکے تاہم سیکڑوں بدعات کی بنیادیں جو مدت سے قایم ہو چکیں تھیں۔ ان کے زور قلم کی وجہ سے متزلزل ہوگئیں۔ رسالہ علم کلام صہ ۱۰۹

چونکہ ابن تیمیہ کی عقل اور فہم کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ لہذا اسکی ضرورت نہیں رہی کہ جو شخص اس فہم و فراست کا ہوگا۔ وہ

بھلا کیونکر ان اغلاط کی اصلاح کر سکتا ہے جو قدیم الایام سے چلا آتا ہے

خصوصاً کہ ان علمای متکلمین سے کوئی متنفس اس الزام سے نہیں بچا کہ کفر و زندقہ کا الزام اسپر نہ لگایا گیا ہو۔ دیکھو امام غزالی جن کی اسقدر مدح خود مولوی شبلی صاحب نے لکھی ہے اُن کی نسبت لکھتے ہیں لو لا تخبطہ فی الاعتقاد و میلہ الی اھل الزیغ والالحاد لکان ھو الامام فی الاسلام اگر انکے اعتقاد میں تخبط نہوتا اور ملحدوں کی طرف مایل نہوتے تو وہ اسلام کے امام ہوتے۔ صفحہ ۶ علم کلام

وجہ اشاعت علم کلام اہل سنت

یہاں اس حیرت کا دفعیہ بھی ضروری ہے کہ جو علم کلام ایسا کمزور ہو اور اسکے مسایل و اصول اسقدر عقل و مشاہدہ کے خلاف ہوں اس نے اتنی ترقی کیونکر پائی۔ اس کا جواب بھی خود مولوی شبلی صاحب رسالہ علم کلام میں لکھتے ہیں

فلما ملک السلطان صلاح الدین کان ھو وقاضیہ عبد الملک علی ھذا المذھب وحفظ صلاح الدین فی صباہ عقیدۃ الفھا لہ قطب الدین وصار یحفظھا صغار اولادہ فلذلک عقدوا الخناصر وشدوا البنان علی مذھب الاشعری وحملوا فی ایام دولتھم کافۃ علی التزامہ فتمادی الحال علی ذلک جمیع ایام الملوک من بنی ایوب ثم فی ایام

جب سلطان صلاح الدین بادشاہ ہوا تو وہ اور اسکے دربار کا قاضی عبد الملک اسی مذہب (اشعری) پر تھے۔ صلاح الدین نے بچپن میں ایک مجموعہ عقاید حفظ کیا تھا جو قطب الدین نے اسکے لئے تیار کیا تھا صلاح الدین کے بچے بھی اسی مجموعہ کو حفظ کرتے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ صلاح الدین اور اسکے خاندان نے اشعری مذہب کی ترویج پر کمر باندھی اور تمام لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا یہی حالت تمام خاندان بنی ایوب اور ان کے ترکی غلاموں

هو البهم الملوك من الاتراك
واتفق مع ذلك توجه
محمد بن تومرت و
اخذه عن ابي حامد
الغزالي مذهب
الاشعري فلذلك صار
دولة الموحدين ببلاد
المغرب يستبيحون دماء من خالف عقيدة
ابن تومرت فكم اراقوا بسبب ذلك من
دماء خلائق لايحصيها الا الله فكان
هذا هو السبب في اشتهار مذهب الاشعري
وانتشاره في امصار الاسلام

غلاموں کے زمانہ سلطنت میں قائم
رہی۔ اس کے ساتھ اور حصر یہ
اتفاق پیش آیا کہ محمد بن تومرت
نے امام غزالی سے اشعری
مذہب سیکھا تھا اس کا یہ
اثر ہوا کہ موحدین کی سلطنت (ابن
تومرت نے یہ سلطنت قائم کی تھی) میں
انلوگوں کا خون حلال سمجھا تھا جو ابن تومرت کے
مخالف عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ اس بنا پر انلوگوں نے
اسقدر بیشمار لوگوں کو قتل کیا جن کی تعداد بجز
خدا کوئی نہیں جانتا یہ سبب تھا جسکی وجہ سے
اشعری مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گیا۔

ایک اور موقع پر مورخ مذکور امام اشعری کے عقاید کو نقل کرکے لکھتے ہیں

فهذه جملة من اصول عقيدته التي عليها الان جماهير اهل الامصار الاسلامية التي من جهر بخلافها اريق دمه

یہ اشعری کے عقاید کے چند اصول ہیں اور آج تمام دنیائے اسلام کا یہی عقیدہ ہے اور جو شخص اسکی مخالفت کا اظہار کرتا ہے قتل کر دیا جاتا ہے رسالہ علم کلام صفحہ ۸۶

اس تصریح سے آپکو بھی اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ جسطرح خلافت خلفائے ثلثہ بزور شمشیر منوائی گئی ہے پہلے خود رسول اللہ کا وہ گھر جلایا گیا یا آگ لکڑی لے جاکر جلانیکی دھمکی دی جسمیں انکی پارہ جگر جناب زہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا مع اپنے دونوں لخت جگر حسن و حسین کے خدمت جناب امیر المومنین میں مشغول تھیں جو قرآن کے سورات کو جمع کر رہے تھے۔ اور اسکے بعد صدہا مسلمان قتل کرکے جلائے گئے اسی طرح علم کلام اہلسنت نے بزور شمشیر رواج پایا کہ جو شخص اس کا خلاف ہوا اسکا خون بہایا گیا جسمیں ہزارہا مسلمانوں کا خون ہوا کہ خدا ہی اسکو گن سکتا ہے بس اشاعت اسلام کا بعد شمشیر جو الزام قائم کیا جاتا ہے اسکے باعث بھی حضرات اہلسنت ہی ہیں جنکی کاروائیوں نے اسلام پر یہ الزام لگایا۔ (باقی دارد)

عید میلاد جناب امیر المومنین ع مبارکباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۷	بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۳ھ	جلد ۱

مقدمہ فوجداری

بہ نسبت جناب مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب دام عزہ

اس مقدمہ کے متعلق اصلاح کا ایک غیر معمولی نمبر شائع ہو چکا ہے اور رسالہ شیعہ اور اخبار اثنا عشری دہلی میں تحریریں شائع ہو رہی ہیں ہمکو بلکہ کسی شیعہ کو اگرچہ مذہبی مقدمات سے کسی طرح کی دلچسپی کبھی نہ رہی کیونکہ ہم ہمیشہ کے مظلوم ہیں اسیوجہ سے مقدمہ جونپور تک ہم نے کچھ نہ لکھا مگر اس دفعہ ضرورت ہی ایسی ہے کیونکہ اس دفعہ مدعی وہ لوگ ہیں جو بلحاظ قومیت جولاہہ مشہور ہیں انکا ایکا۔ انکا اتفاق سب کو معلوم ہے۔ مقدمہ کی ساتہ پیشیاں ہو چکیں اور اب تاریخ ۲۱ یا ۲۶ ستمبر مقرر ہے۔ چونکہ اسلام پر ان جولاہوں کے بہت سخت حملے ہو چکے ہیں اور خاندان رسالت پر جو کچھ گذرا اوس کے بانی وہی لوگ تھے جنکا بزازہ آج تک مشہور زیارتگاہ ہے اور امام اعظم کا پیشہ بھی خزبافی تھا جو کپڑوں میں ایک اعلی قسم ہے لہذا ضرورت ہے کہ مومنین اس مقدمہ کو منظر بہ حقارت نہ دیکھیں اور پوری توجہ سے کام لیں کیونکہ اگر ہم ذرا چوکے تو پھر ہمیشہ رونا ہوگا اور کچھ نہ بن آئیگی برٹش گورنمنٹ کے فیوضات سے اگر متمتع ہونا ہے تو اپنی آپ مدد کرو کہ اصول کو ملحوظ رکھو مقدمات کی کثرت ایکطرف ہے اخبار و رسایل کی ناصبیت آمیز تحریریں ایکطرف جس سے دل پاش پاش ہے۔ مگر حق حق ہے باطل باطل تھوڑی سی توجہ سے کل مرحلے طے ہیں آپکی مستعدی و آمادگی شرط ہے

مقدمہ ہذا کے مصارف کا اندازہ تا جوڈیشلی کم سے کم چار ہزار معلوم ہوتا ہے جسکے مقابلہ میں وہ رقم بہت قلیل ہے جو ابتک وصول ہوئی اور چونکہ وقت بہت ہی کم رہ گیا ہے لہذا مومنین کو نہایت عجلت اور نہایت مستعدی اور سرگرمی سے اس میں کوشش کرکے کل زرچندہ جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب دام ظلہ نخاس لکہنو کے نام سے روانہ کرنا چاہئے کیونکہ دفتر اصلاح یا اور کہیں آنے سے ناحق طوالت ہوتی ہے اور دوبارہ انکی منی آرڈر میں بیکاری جس ہمدردی سے ہمارے غریب بھائی آمادہ امداد ہیں اگر فیصدی ایک بھی رئیس آمادہ امداد ہو جاتا تو آج انکی نوبت نہ آتی مگر افسوس انکی توجہ ایسے امور کیطرف ہے جنسے دین و دنیا دونو کا نقصان ہے

ضوء الشمس نمبر ۳

الحمد للہ کہ جو خوف ہمکو اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ ایڈیٹر صاحب نے آیندہ ہفتہ مین جواب کا وعدہ کیا تھا اور وہ خالی گیا۔ ۷ جمادی الثانی کو دور ہوا کہ اونہون نے بیان تحریری اپنی داخل کی مگر اس وجہ سے افسوس ہو رہا ہی کہ ناحق ہماری اوقات عزیز ضائع ہو رہی ہین کیونکہ جواب اجمالی ہم حجۃ بالغہ مین لکھ چکے ہین اور جواب تفصیلی اتمام حجت نمبر ۲ مین بہ آیندہ چھپیگا۔ اور پھر ہمکو بار قلم اوٹھانا پڑا جس سے ناحق کی طوالت پیدا ہوتی ہی اور آپ کی اصلی باتون مین دیر ہوتی ہی۔

ایڈیٹر صاحب نے اپنا پورا زور اس بحث مین ختم کیا ہی اور جہان تک ہوسکا خوب بسط دیا ہی مگر افسوس مطلب کی بات صرف اس قدر لکھی ہی "بیشک امام سیوطی نے ان دونون حدیثون کی متن کو ایک کہنے مین غلطی کی،، کیونکہ جب تحریر کا مدار اسی پر رہ گیا کہ فلان امام نے غلطی کی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہین وہ صحیح ہے تو پھر کیا مناظرہ ہوسکتا ہی۔

اگرچہ ناظرین کے سمجھنے کے لیئے یہی کافی ہی کہ جب امام سیوطی کی غلطی کو صاف صاف ظاہر کر رہے ہین اور امام مسلم کی تحریر کو بمقابلہ ابن حجر ناچیز سمجھتے ہین تو پھر جواب دینے سے کیا حاصل مگر چونکہ اون کو اس جواب پر بہت کچھ ناز ہے اور نہ معلوم سہارنپور۔ دیوبند کے کن کن قبائل کی شرکت سے یہ جواب لکھا گیا ہی لہذا مختصر طور پر جواب اس کا عرض کیا جاتا ہی۔

مگر قبل از ابتداے جواب یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اصل بحث کیا ہی مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین کتاب سلیم بن قیس کی قدح کی تھی جو رواۃ شیعہ سے ہین اور اونکی کتاب سب سے پہلی کتاب ہی جو اسلام مین لکھی گئی ہی اوسکے جواب مین جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے پہلے اون کے اعتراضون کا جواب محققانہ لکھا پھر بطور معارضہ بالمثل کتب اہل سنت کی جرح و قدح کو عموما اور صحیحین کی جرح کو خصوصا ثابت کیا چنانچہ فرماتے ہین "عجب نمانذ کہ چون بعنایات ربانی و توفیقات یزدانی از جواب کتاب سلیم فراغ حاصل شد مناسب چنان مینماید کہ کتب حدیث اہل سنت را مقدوح و مجروح سازم پس باید دانست کہ خود ائمہ اہل سنت صحاح و سنن و مسانید و مجامیع حدیث نیز مجروح و مقدوح ساختہ اند و از اثبات احادیث موضوعہ و

بابطیل مصنوعہ خالی نگذاشتہ واگرچہ عقید الادراک مادا عیۂ اظہار عوار و ہتک استار وکشف اسرار اسفار این حضرات نبود، لیکن چون مخاطب مضحکہ وطعن وغمز وعیب ورمز بسبب قدح کتاب سلیم بغایت قصوی رسانیدہ لاجرم مناسب می بینم کہ درینجا تخجیل وتفضیح ائمہ سنیہ بغایت قصوری رسانم صفحہ ۱۹۶

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کا مقصد اصلی ان کتابوں سے بحث کا نہ تھا بلکہ چونکہ مولوی حیدر علی صاحب نے کتاب سلیم پر جو کتب قدیمہ شیعہ سے ہے بے حد مضحکہ۔ طعن۔ غمز۔ عیب۔ رمز کیا تھا لہذا جناب حجۃ الاسلام کو اس کی ضرورت ہوئی کہ بعد جواب اعتراضات منتہی الکلام صحاح ستہ اہل سنت کی قلعی کھولیں۔

مگر افسوس ہے ایڈیٹر صاحب کی دیانت پر کہ اونھون نے نمبر ۲ اور پھر اس نمبر ۳۶ مین نقل عبارت مین وہی کارروائی کی جس سے "لاتقربوا الصلوۃ" کی مثال صادق آئی کیونکہ ابتداے کلام سے شرط کو غائب کردیا اور صرف اوسکی جزا "لاجرم مناسب می بینم الخ" سے نقل شروع کی جس سے یہ معلوم ہو کہ جناب حجۃ الاسلام اصلا اور قصدا یہی بحث شروع کر رہے ہین حالانکہ وہ بصراحت فرما رہے ہین "وہ اگرچہ عقید الادراک مادا عیۂ اظہار عوار وہتک استار وکشف اسرار واسفار این حضرات نبودہ"

ایڈیٹر صاحب کی غرض اس کارروائی سے صرف اسی قدر ہے کہ عوام کو بھڑکائین تاکہ اون مین مادہ اشتعال طبع موجزن ہو۔ چنانچہ مرزا حیرت سا شخص جس نے مدت العمر کبھی شاید استقصا کا نام نہ سنا ہوگا اپنے اخبار مورخہ ۲۳ اگست مین ان فقرات پر ایسا مشتعل ہوا کہ نہ معلوم کیا اول فول لکھ گئے۔ انہین فقرات لاجرم مناسب می بینم کو نقل کرکے لکھتے ہین "سب سے پہلے مولوی حامد حسین صاحب کو روکنا تھا کہ اونہون نے سنی کتب حدیث اور محدثین کی نسبت کیون یہ بازاری جملے استعمال کئے۔

مرزا حیرت یا اون سے اور بازاری اشخاص کا یہ اشتعال حالانکہ یقینا اونہون نے خواب مین بھی استقصا کو نہ دیکھا ہوگا صرف اسوجہ سے ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے بیچ اودھر سے عبارت استقصا کاٹ کر لکھی ورنہ اگر وہ پوری تقریر لکھتے تو ان بازاریون کو بھی ہرگز جوش نہ آتا کیونکہ وہ سمجھتے یہ تو مولوی حیدر علی صاحب کی زبان درازیون کا جواب ہے جو اونہون نے کتب شیعہ پر کیا تھا پھر اوس کا جواب تو ویسا ہی ہونا چاہئے بلکہ اور سخت کیونکہ حیدر علی صاحب کی

زبان درازی و درشت کلامی سے تو خود اہل سنت بھی خوش نہین اور جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کی متانت تقریر اور تہذیب تحریر کا تو خود اہل سنت کو اس درجہ اعتراف ہی کہ اپنے کتب مذہبی مین ان کی تحقیقات سے استدلال کرتے ہین جیسا کہ الشمس نمبر۶ مین اجمالا مرقوم ہوا جناب حجۃ الاسلام نے اسی عبارت مین یہ بھی لکھدیا کہ "خود ائمہ اہل سنت صحاح و سنن و مسانید و مجامیع حدیث خود را مجروح و مقدوح ساختہ اند و از اثبات احادیث موضوعہ و اباطیل مصنوعہ خالی نگذاشتہ" جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اثبات موضوعیت احادیث اہل سنت مین وہ خود اپنی طرف سے کوئی کلام نہ کرین گے بلکہ تصریحات صریحہ علماء اہل سنت لکھین گے پھر ایڈیٹر صاحب کی یہ تقریر کیسی مضحک ہی جو فرماتے ہین "ہم تو یہ جانتے تھے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے جب اتنا بڑا دعوے کیا ہے تو جو اعتراضات انھون نے کتب حدیث پر کئے ہین وہ اپنی محنت و تحقیق سے کئے ہون گے۔ یہ کیا معلوم تھا کہ یہ اعتراضات انکی علمی تحقیقات کا نتیجہ نہین ہین بلکہ انہون نے جو کچھ لکھا ہی وہ دوسرون کی تقلید پر اور تقلید بھی کیسی محض عامیانہ" جس سے ہر شخص اس نتیجہ نکالنے پر مجبور ہی کہ انھون نے بھی استقصاء الافحام کو بچشم خود نہین دیکھا بلکہ دوسرون کے کہنے سننے پر لکھ رہے ہین کیونکہ اگر وہ دیکھے ہوتے تو یہ نہ فرماتے "ہم تو یہ جانتے تھے" کیونکہ اس کو تو حجۃ الاسلام نے شروع ہی مین لکھدیا ہی کہ خود ائمہ اہل سنت نے اپنے صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث کو موضوع کہا ہی۔ پھر اس کے خلاف کا علم آپ نے کس ذریعہ سے اور کیون حاصل کیا اور ایسا علم کس لقب کا مستحق ہے۔

مگر اس کا مطلب مین نہ سمجھا "وہ اپنی محنت و تحقیق سے کئے ہونگے" کیونکہ محنت و تحقیق تو ظاہر ہی کہ اونھون نے جو کچھ لکھا آپ کی ہزارون کتابون اور لاکھون علما کے اقوال سے۔ مگر اپنی محنت و تحقیق سے کیا مراد ہی؟ بینوا۔ توجروا

پھر اس پر کیون خفگی ہے "بلکہ اونھون نے جو کچھ لکھا ہی وہ دوسرون کی تقلید پر" کیونکہ آپ تو مقلدین سے ہین اور بلا تقلید آپ کے یہان عمل کرنا حرام ہی پھر اگر جناب حجۃ الاسلام نے آپکے مولوی حیدر علی صاحب کی رد مین آپ ہی کے دوسرے علماء اعلام کی تقلید کی تو آپ کیون ناراض ہوتے ہین؟ کیا اس کے بارے مین بھی کوئی حدیث نکلی ہی کہ علم کلام مین صرف مولوی

حیدر علی صاحب کی تقلید لازم ہو اور کسی کی تقلید جائز نہین اگرچہ شاہ عبد العزیز صاحب ہون یا شاہ ولی اللہ صاحب یا رشید المتکلمین وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی آپ کے افادات جدیدہ بلکہ اجتہادات سے ہو کہ معرض استدلال مین بھی نقل آیات و احادیث و اقوال علماء متبحرین داخل تقلید ہے۔

افسوس صد افسوس کہ اڈیٹر صاحب اس پر اکتفا نہین کرتے کہ اسکو تقلید فرمائین بلکہ یہ بھی لکھتے ہین "اور تقلید بھی کیسی محض عامیانہ" اب مرزا قادیانی اور مرزا حیرت کو مبارک ہو کہ اڈیٹر صاحب نقل علماء اعلام اہل سنت کو تقلید عامیانہ کا خطاب دیتے ہین پس یہ دونون مرزا بڑے خوش قسمت ہین جو اس تقلید عامیانہ سے نکل گئے۔ دیکھئے دیگر حضرات اہل سنۃ کو عموما اور اڈیٹر صاحب کو خصوصا کب یہ منصب ملتا ہو کہ تقلید عامیانہ سے نکلین کیونکہ ابھی تک تو جو کچھ لکھا ہو نقل اقوال علمائے اہل سنت سے کمتر خالی ہے دیکھئے کشف۔ الہام۔ وحی کا نزول کب سے شروع ہوتا ہو۔

اب ملاحظہ ہو

کہ اڈیٹر صاحب فقرہ لاجرم مناسب می بینم کو لکھکر فرماتے ہین "اسکے بعد صحیح بخاری کی اوس حدیث کو دیکھین جسکی نسبت مولوی حامد حسین صاحب نے لکھا ہو کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو جو بروایت عایشہ مروی ہو موضوع کہا ہو۔ پھر مولوی حامد حسین صاحب پر جو اعتراضات ہمنے کئے ہین اون کو ذہن نشین کرلین" مگر اس کی وجہ ہم کو نہ معلوم ہو سکی کہ لاجرم مناسب می بینم والا فقرہ تو استقصاد کے صفحہ ۹۶۲ مین ہے اور یہ حدیث جسکو ابن الجوزی نے موضوع کہا ہو صفحہ ۹۷۲ مین تو اسکی بابت دیکھنے کا کیون حکم ہوتا ہو درمیان کا ایک سو دس صفحہ کیون نہ دیکھا جائے جسمین صحیحین بلکہ صحاح ستہ کے اجمالی و تفصیلی حالات خود علماء اہل سنۃ کی تحریرات سے ہین کہ اگر کوئی متعصب کی عینک اوتار کر دیکھے تو اوس کو معلوم ہوجائے کہ تمام عالم مین عموما اور اسلامی دنیا مین خصوصا ایسی کوئی کتاب نہین تصنیف ہوئی جسپر اسقدر اعتراضات خود اونکے پیروؤن کئے ہون اہل سنت کو معلوم رہے کہ اگر اونہون نے اڈیٹر صاحب کی تقلید کی اور صرف اونھین کے بتائے ہوئے فقرون کو دیکھین گے تو چند روز بعد خود اڈیٹر صاحب آپ کے اس تعمیل حکم کو محض عامیانہ تقلید کا خطاب دین گے لہذا مناسب ہو کہ بنظر انصاف اس پوری بحث کو دیکھ جایئے

پھر بھی اگر آپ پر راہ حق نہ واضح ہو تو میرا ذمہ۔

اڈیٹر صاحب بینۃ المحمد لسد استقصا کو بھی من اولہ الی آخرہ دیکھا ہے اور آپ کے اعتراضات بھی اسی وجہ سے یاد ہیں کہ آج تک دنیا میں ایسا لغو اعتراض کسی نے نہیں کیا تھا اور جواب معقول بھی الشمس میں اجمالاً عرض کر چکا جسپر آپکو پھر جوش آیا اور محض عوام کی تسکین کے لئے یہ لکھ رہے ہیں مگر اب فضل خدا سے آپ کے عوام بھی وہ نہیں رہے جو پہلے تھے بلکہ اب بہت سمجھدار ہو گئے ہیں لہذا آپکی ترکیبوں کو وہ سب سمجھ رہے ہیں کہ محض نادانوں کے دل خوش کرنے کو اس قدر طولانی تقریر آپ کر رہے ہیں۔ ورنہ آپکا

"پہلا اعتراض یہ تھا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث کو اور اس حدیث کو جسپر ابن الجوزی نے جرح کی ہے ایک کہدیا حالانکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نہ سند ہی کے اعتبار سے وہ دونوں ایک ہو سکتی ہیں نہ متن ہی کے اعتبار سے۔"

اسکا جواب الشمس میں یہ دیا گیا تھا کہ ان دونوں حدیثوں کو صرف حجۃ الاسلام ہی نے ایک نہیں کہا ہے بلکہ آپ کے امام سیوطی نے بھی دونوں کو ایک کہا ہے چنانچہ بعد نقل حدیث ابن الجوزی فرماتے ہیں قلت الحدیث اخرجہ البخاری فی صحیحہ بھذا اللفظ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کو ایسا متحد سمجھا کہ اخرجہ البخاری فی صحیحہ بھذا اللفظ فرمایا جس سے اتحاد لفظی ان دونوں حدیثوں کا بہداہت ظاہر ہے یہ جواب ایسا معقول اور دندان شکن تھا کہ صاحبان غیرت تو سر ڈالدیتے اور معترف ہو جاتے کہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم مگر ماشاء اللہ اڈیٹر صاحب ایسے کمزور دل کے نہیں ہیں کہ وہ سر جھکائیں بلکہ فرماتے ہیں "علامہ سیوطی کے لکھ دینے سے یہ دونوں حدیثیں جنکا مختلف و متغایر ہونا بالبداہۃ معلوم ہے ایک نہیں ہو سکتیں بیشک امام سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کے متن کو ایک کہنے میں غلطی کی اور اصل وجہ غلطی کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ وہ کثیر التصانیف ہیں اور اکثر اپنے حفظ کے اعتماد پر لکھا کرتے ہیں جیسا کہ اکثر متقدمین کا دستور تھا۔ صحیح بخاری کی مراجعت کا موقع اون کو اتفاق نہ ہوا ہوگا ان کے خیال میں یہ ہوگا کہ صحیح بخاری کی متن میں صرف اسی قدر جملہ ہے کہ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ اسی بنیاد پر بھذا اللفظ بھی کہدیا ورنہ اگر صحیح بخاری کی

حدیث مین اور عبارت بھی اون کے خیال مین ہوتی تو بہذا اللفظ کبھی نہ کہتے۔،،

الحمد للہ کہ اس عبارت سے بھی ہمارا مطلب بخوبی ثابت ہو کیونکہ فرماتے ہین ،، بیشک امام سیوطی نے ان دونون حدیثون کے متن کو ایک کہنے مین غلطی کی،، جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ امام سیوطی نے دونو کو ایک کہا ہو والحمد للہ باقی رہا سیوطی کا غلطی کرنا آیندہ مرقوم ہوگا۔ پھر اسکا بھی اقرار کرتے ہین ،، اسی بنا پر بہذا اللفظ بھی کہدیا،، جس سے اور بھی میری تصدیق ہوئی کہ سیوطی نے دونون کو متحد اللفظ کہا۔ پھر یہ جملہ بھی ہمارے مؤید ہو ،، تو بہذا اللفظ کبھی نہ کہتے،، جس سے یہ تو بخوبی معلوم ہوا کہ سیوطی کے نزدیک بھی دونون ایک ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ امام سیوطی نے غلطی کی۔ بس آپکی سعادت مندی کی دلیل ہو اور مین کیا کہون کیونکہ جب آپ حضرات خلفا و صحابہ کو خاطی و گنہگار مانتے ہین تو کسی عالم کا خاطی ہونا کون سا امر اہم ہو۔ مگر اس کی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ابن الجوزی اور سیوطی کی تو غلطی ثابت کی جاے اور بخاری کی معصومیت۔ باایں ہمہ دلیل آپ نے ایسی دی ہو کہ خود آپ کے ہم مذہب اوسپر مضحکہ کرین۔ اس لئے کہ جب اونہون نے کتاب التعقبات علی ابن الجوزی لکھا جس مین ابن الجوزی کے اون اعتراضات کا جواب دیا ہو جو بخیال سیوطی حدیثین صحیح تھین تو پھر کون عاقل قبول کرسکتا ہو کہ محض اپنے حفظ پر اعتماد کرکے اونھون نے یہ لکھدیا کہ اس حدیث کو بخاری نے بروایت ابن عباس ذکر کیا ہے۔

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی مقام تحقیق ہو سکتا ہو کہ ایک عالم حدیث کو موضوع کہہ رہا ہو اور دوسرا اوس کی برات وضعیت سے ثابت کیا چاہتا ہو اور پھر آنکھ بند کرکے حکم لگا رہا ہو اور صحیح بخاری کو دیکھ نہین لیتا۔

ایڈیٹر صاحب اپنے اوستاد اعظم ابوالحسنات مولوی عبدالحی صاحب کی سعی مشکور کو ملاحظہ فرمائے جس مین مولوی بشیر صاحب کا یہ قول لکھتے ہین ،، چونکہ ذہبی نے اس حدیث کو منکر لکھا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ مراد منکر سے وہی ہو جو اسباب جرح سے ہو۔ پس یہ قول منافی اوس قول کے ہو جو مقاصد اور وفاء الوفا اور درمنظم سے منقول ہوا اسواسطے یہ نقل قابل اعتبار نہین پس چاہئے کہ یہ بات ثابت کی جائے کہ ذہبی نے یہ کس کتاب مین نقل کیا ہو،، اس کے جواب مین مولوی صاحب فرماتے ہین ،، کچھ ضرورت اس کے اثبات کی نہین کیونکہ ایک جماعت عظیمہ محدثین کی اس امر کو

نقل کررہی ہی اور ہر ایک اون مین سے معتمد علیہ ہی مثل سیوطی وسخاوی وغیرہ کے زرقانی کی شرح مواہب مین بحث خصائص محمدیہ مین ہی السیوطی حجۃ فی النقل صفحہ ۳۲۸ -

کیون ایڈیٹر صاحب مولوی بشیر سہسوانی کا یہ مطالبہ کہ بتاؤ ذہبی نے کس کتاب مین نقل کیا ہی اس بنیاد پر اوڑادیا جاتا ہی کہ چونکہ سیوطی وغیرہ نے نقل کیا ہی لہذا اثبات کی ضرورت نہین السیوطی حجۃ فی النقل - اور حجۃ الاسلام کے مقابلہ مین یہ ہٹ دھرمی کی جاتی ہی کہ ابن الجوزی اور صحیح بخاری کے لفظ لفظ کا مقابلہ بھی کردو سنداً بھی متناً بھی - یہ کون سا انصاف ہی -

ایڈیٹر صاحب! الشمس ۳ کا صفحہ ۱۶ تو ملاحظہ فرمایئے جس مین سیوطی کا قول ابتداے تعقبات سے نقل کیا گیا ہی وہ عبارت یہ ہی

اور سیوطی نے صدر کتاب التعقبات مین بھی اسکی شکایت کی ہی چنانچہ ذکر کتاب الموضوعات مین لکھتے ہین ووجدت فیہ حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر واخر متنہ فی البخاری من روایۃ صحابی غیر الذی اوردہ عنہ یہ اسی حدیث کی طرف اشارہ ہی کہ اس کو بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہی اور ابن الجوزی نے بروایت عائشہ وارد کیا ہی - اور یہ شکایت اور علمانے بھی نقل کی ہی چنانچہ علامہ ابراہیم کردی نے المسالک الوسط الدانی مین بہ ذکر کتاب الموضوعات نقلاً عن السیوطی لکھا ہی ووجدت فیہ حد...

کیون ایڈیٹر صاحب کیا یہان بھی وہی جملہ فرمایئے گا کہ بیشک امام سیوطی سے غلطی ہوئی یہان تو امام سیوطی نے اجمالی حالت سے بحث کی تھی جس سے آپ سمجھ سکتے ہین حدیثون کا اتحاد ایسا یقینی اور حتمی تھا کہ امام سیوطی اسپر قبل از تفصیل ... علامہ ابراہیم کردی نے جو اوسی قول کو لکھا تو کیا اونکی نسبت بھی یہی دعوی کیجیئے گا پس جب آپ کے علما اس قدر غلطیان کرینگے تو ہم کہان تک اونکی اصلاح کرسکتے ہین -

پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہین "ابھی تک تو یہی سمجھا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے خود غلطی کی اب معلوم ہوا کہ اس غلطی مین انھون نے امام سیوطی کی عامیانہ تقلید کی ہی ایک تو خود غلطی کرنا دوسرے کسی دوسرے کی غلطی مین اوس کی تقلید کرنا یہ البتہ ایک بڑا عیب ہی"

افسوس کہ ایڈیٹر صاحب ایسا لائق ورمہذب شخص یہ جملہ لکھے - مناسب ہی کہ آپ اوستاد

کے سبق کو پھر یاد کیجئے اور امام سیوطی کے حق مین تو ایسا نہ فرمائیے ورنہ اپنے اوستاد کی بعض کو کیا جواب دیجئیگا
کیونکہ وہ بمقابلہ حکم امام سیوطی پھر اثبات کی ضرورت نہین سمجھتے ہے اور جب آپ کے علماء معتبرین کا نقل قول
موجب تقلید عامیانہ ہے تو پھر اون میں سے کون بچ سکتا ہے کیونکہ سلف سے خلف تک تو یہی قاعدہ چلا آیا
ہے کہ ہر فریق اپنے دعوے کی تصدیق مخالف کے اقوال مسلمہ سے ثابت کرتا ہے اور اسکو آپ تقلید عامیانہ فرماتے
ہین تو اب مناظرہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے کیونکہ آپکے ہر عالم کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے۔ بقیہ تحریر مع
جواب ابتدا مین لکھ چکا ہون لہذا دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین۔

مگر اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ کے اوستاد ابو الحسنات رسالہ اقامۃ الحجہ میں لکھتے ہین وثانیا
ان الذاکرین لهذه المناقب ليسوا ممن لا يعتمد عليه وممن لا يكون حجة في النقل
بل هم ائمة الاسلام وعمدة الانام الذين يرجع الى اقوالهم في المهمات ويجعل
اخبارهم من القطعيات كابي نعيم وابن كثير والسمعاني وابن حجر المكي وابن حجر
العسقلاني والسيوطي وعلي القاري وشمس الائمة الكردري واللوذي وعبد الوهاب
الشعراني وشيخ الاسلام الذهبي ومن يحذو حذوهم وهم ثقات هؤلاء قد ادرجوا
في تصانيفهم ما يرى انه كذب او اعتمدوا على نقل ما نقله ارباب الكذب كلا
والله هم ائمة محتاطون لا يتاقشون فيما يكتبون فان تشككت في ذلك فارجع الى الطبقات
ينكشف لك احوال صدق هؤلاء الثقات وان اعتبر مثل هذا الشك لا ترتفع
الامان من كتب التواريخ واسماء الرجال فانهم غالبا يكتبون ما يكتبون في
تراجم العلماء بغير سند مسلسل بل بالاختصار والارسال فان شككت في ذلك شالك
علم قطعا انه متعصب خارج عن حد الخطاب لا يليق معه الا [illegible] العتاب دوسرے
یہ کہ جن لوگون نے ان مناقب کو ذکر کیا ہے وہ ان لوگون سے نہین ہین جنپر اعتماد نہ کیا جاوے یا وہ
حجۃ فی النقل نہ ہون بلکہ وہ ائمہ اسلام سے ہین اور عمدہ انام ہین جنکے اقوال کیطرف رجوع کیا جاتا
ہی مہمات مین اور ان کے اخبار قطعیات یقینیات سے شمار کئے جاتے ہین مثل ابو نعیم۔ ابن کثیر
سمعانی۔ ابن حجر مکی۔ ابن حجر عسقلانی۔ سیوطی۔ علی قاری۔ شمس الائمہ کردری۔ لوذی۔ شعرانی
شیخ الاسلام ذہبی وغیرہ کے اور جو اون کے مانند ہون کیا تمہاری بات مین انھون نے
جھوٹی باتین اپنی کتابون مین درج کین یا انھون نے اعتماد کیا اون باتون پر جیسے ارباب کذب

نقل کرتے ہین۔ ہرگز نہین واللہ یہ ائمہ محتاطین ہین اور نہین مناقشہ کیا جاسکتا اون باتون مین جیسے یہ لکھتے ہین۔ اگر تم کو شک ہو تو رجوع کرو طرف کتب طبقات کے جس سے صدق کا حال ان ثقات کا منکشف ہوجا۔ اگر اس قسم کے شکوک کا احتمال کیا جائے تو پھر کتب تواریخ و اسماء الرجال وغیرہ سے امان مرتفع ہوجا اور کسی کا اعتماد نہ رہے کیونکہ جو کچھ یہ لکھتے ہین بلا سند بغرض اختصار اب اگر کوئی اس بارے مین شک کرے تو وہ متعصب ہے اور لائق خطاب نہین بلکہ قابل زجر و عتاب ہے۔

ایڈیٹر صاحب اپنے اوستاد کے اس سبق کو اچھی طرح سے یاد فرمائے کہ آیندہ بہت کام دیگا کیونکہ جب آپ نے تحریر امام سیوطی مین شک کیا تو حسب التحریر اپنے اوستاد کے لایق خطاب نہین رہے بلکہ قابل زجر و عتاب ٹھہرے کیونکہ یہ حکم محکم اون کا مطلق منقولات امام سیوطی وغیرہ کی نسبت ہے جس کو وہ قطعیات و یقینیات سے فرماتے ہین اور اس مین شک کرنے سے پھر کسی پر اعتماد نہین رہتا۔ اور یہان تو اوس سے درجہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ ابن الجوزی کی رد پر آمادہ ہوئے اور جن حدیثون کے نسبت اونکو صحت کا گمان ہے اوس کے تصحیح کے درپے ہین۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ صحیح بخاری کی تو حمایت کرین اور ابن الجوزی کے قول کی رد کرین اور یہ نہ دیکھین کہ درحقیقت ابن الجوزی والی حدیث وہی ہے جو صحیح بخاری مین ہے بقول مولوی عبدالحی صاحب کلا واللہ انہم ائمہ محتاطون لا ینافشون فیما یکتبون۔

اب آئے حسب التحریر آپ کے اوستاد کے آپکو طبقات کی بھی سیر کرادون جس سے امام سیوطی کی جلالت شان کا حال آپکو معلوم ہو اور اس پر بھی نہ مانئے گا تو وہی کہا جائے گا جو آپ کے اوستاد کہہ چکے ہین علم قطعاً انہ متعصب خارج عن حد الخطاب لا یلیق معہ الا الزجر و العتاب۔

اگر آپ کو فضائل و مناقب علامہ سیوطی کے مطالعہ کا شوق ہو تو کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد حدیث مدینہ ملاحظہ فرمائے جس کے چند فقرات یہان بھی لکھے جاتے ہین جس سے اونکا مجتہد فی علم الحدیث ہونا آپ کو معلوم ہو۔

امام شعرانی لواقح الانوار مین لکھتے ہین وکان رضی اللہ عنہ یقول قد رزقنی اللہ تعالی التبحر فی سبعہ علوم التفسیر و الحدیث و الفقہ و النحو و المعانی و البیان و البدیع علی طریقہ العرب و البلغا پھر لکھتے ہین وکان یقول قد استعد جماعۃ بلوغی مرتبۃ الاجتہاد المطلق فی الفقہ والحدیث و العربیۃ لظنہم بانفرادی بذلک بعد الائمۃ المجتہدین وغاب عنہم انہ کان مجتمعاً فی الشیخ تقی الدین

من

السبکی و قبلہ جماعۃ اتصفوا بالاجتہاد المطلق لکن فی الفقہ فقط پھر لکھتے ہیں
و الاجتہاد فی الحدیث ہو المرتبۃ التی اذا بلغہا الانسان سمی فی عرف المحدثین
بالحافظ وقد وصف بالاجتہاد المطلق من لم یوصف بالحافظ کالشیخ ابی اسحاق
الشیرازی و ابی نصر بن الصباغ و امام الحرمین و الغزالی

پھر لکھتے ہیں وکان الحافظ ابن حجر یقول الشروط التی اذا اجتمعت فی الانسان
سمی حافظا ہی الشہرۃ بالطلب و الاخذ من افواہ الرجال و المعرفۃ بالجرح
و التعدیل بطبقات الرواۃ و مراتبہم و تمیز الصحیح من السقیم حتی یکون
ما یستحضرہ من ذلک اکثر مما لا یستحضرہ من استحفاظ الکثیر من المتون فہذہ
الشروط من جمعہا فہو حافظ قال وکان الحافظ ابن حجر یحفظ ما یزید علی مائۃ
الف حدیث وکان عثمان الدیمی یحفظ عشرین الف حدیث قال و اما انا
فاحفظ مائتین الف حدیث ولو وجدت اکثر لحفظتہ و لعلہ لا یوجد علی وجہ الارض
الآن اکثر من ذلک

پھر لکھتے ہیں و اخبرنی الشیخ سلیمان ایضا قال بینما انا جالس فی الخضریۃ علی باب
الامام الشافعی اذ رایت جماعۃ علیہم بیاض وعلی رؤسہم عمامہ من نور یقصدونی
من ناحیۃ الجبل فلما قربوا منی فاذا ہم النبی ﷺ و اصحابہ فقال لی النبی ﷺ امض معنا
الی الروضہ فذہبت مع النبی ﷺ الی بیت الشیخ جلال الدین فخرج الی النبی ﷺ
وقبل یدہ و سلم علی اصحابہ ثم ادخلہ الدار وجلس بین یدیہ فصار الشیخ
جلال الدین یسئل النبی ﷺ عن بعض الاحادیث وہو یقول ہات یا شیخ السنۃ
پھر لکھتے ہیں و اخبرنی الشیخ عبد القادر الشاذلی انہ رای بخط الشیخ جلال الدین
ورقۃ کتبہا لبعض اصحابہ حین سالہ ان یقضی لہ حاجۃ عند السلطان الغوری فقال
یا اخی انی اری النبی ﷺ یقظۃ و اخاف ان اجالس الغوری فیحجب عنی عقوبۃ ولکن
انا اسالک النبی ﷺ فقلت لہ یا سیدی کم رایت النبی ﷺ یقظۃ فقال بضعا و
سبعین مرۃ قال و لقد الف الشیخ کتابا فی ذلک تنویر الملک فی رویۃ النبی
و الملک صفحہ ۳۲۰ طبقات الانوار

ان عبارتون سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ آپ کے امام سیوطی کو بالخصوص سات علم مین تبحر تہا۔ تفسیر۔ علم حدیث۔ علم فقہ۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ اور لوگون نے ان کے بلوغ درجہ اجتہاد سے ان علوم مین اس وجہ سے انکار کیا تہا کہ وہ جانتے تھے یہ درجہ تو بعد ائمہ اربعہ کسی کو نملا حالانکہ اونکو یہ نہین معلوم کہ تقی الدین سبکی بھی مجتہد مطلق تھے اور اون کے قبل اور لوگ بھی مجتہد ہوئے مگر صرف فقہ مین۔ اور حدیث کا درجہ اجتہاد یہ ہے کہ لقب حافظ سے ملقب ہو محدثین کے نزدیک۔ ابن حجر عسقلانی کچھ اوپر لاکھ حدیث کے حافظ تھے اور عثمان دیمی ۲۰ ہزار حدیث کے اور مین یعنی سیوطی تو دو لاکھ حدیث کا حافظ ہون اور اگر اس سے زیادہ پاتا تو اوس کو بھی حفظ کرتا اور شاید دنیا مین اس سے زیادہ حدیثین پائی بھی نجائین۔ شیخ سلیمان راوی ہین کہ مین خضریہ مین قریب دروازہ مقبرہ امام شافعی بیٹھا تہا کہ خواب مین کچھ لوگون کو آتے دیکھا جن کے چہرے سفید اور عمامے اون کے نورانی تھے جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ مع اصحاب ہین حضرت نے شیخ سلیمان کو بھی ساتھ لیا اور مکان امام سیوطی مین تشریف فرما ہوئے۔ سیوطی آپ سے حدیثین پوچھتے تھے اور آپ اونکو بلقب شیخ السنہ یاد فرماتے۔ ایک ورقہ سے معلوم ہوا کہ سیوطی جناب رسالت مآب صلعم کو عالم بیداری مین بھی دیکھتے تھے۔ سوال پر کہا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ حضرت کی زیارت بیداری مین کر چکا ہون۔

کیون اڈیٹر صاحب جب آپ کے امام سیوطی خاص علم حدیث مین بھی مجتہد مطلق تھے پھر کیون اون کے حکم سے سرتابی کی جاتی ہے صرف اس غرض سے کہ جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ پر آپ اعتراض کرین اون کی غلطی کا دعویٰ کر سکتے ہین۔ ممکن ہے کہ سیوطی نے خود حضرت سے سنا ہو کہ یہ دونون حدیث ایک ہے جسے بخاری نے لکہا اور ابن الجوزی نے اوسے موضوع کہا۔

ایڈیٹر صاحب کا بڑا زور و شور اس پر ہے کہ سندین دونون حدیثون کی ایک نہین ہین کیونکہ روایت بخاری مین سیدان۔ ابو معشر۔ عبداللہ بن اخنس۔ ابن ابی ملیکہ راوی ہین ابن عباس سے اور ابن الجوزی کی روایت مین عمرو بن محرم۔ ثابت بعفار۔ ابن ابی ملیکہ راوی ہین حضرت عائشہ سے۔ مگر افسوس کہ ایڈیٹر صاحب کو یہ ہی نہین معلوم کہ بخاری صاحب نے اس حدیث کو کسے مقام پر لکہا ہے کیونکہ صحیح بخاری مین یہ حدیث چار طریق سے ہے تین باب مین اور ہر ایک کے راوی بدلے ہوئے ہین۔ دو روایت تو بذریعہ ابو سعید خدری ہے اور دو روایت بطریق

ابن عباس جس مین سے ایک مقطوع ہو۔ پھر کیونکر وہ دعوے کرسکتے ہین کہ یہی چار راوی اس روایت کے راوی ہین مگر قصہ ایک ہی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہین واما حمل بعض الشارحین ذلک علے تعدد القصہ ان ابا سعید روی قصتین کان فے احدھما داقیا وفی الاخری کان الراقی غیرہ فبعید جدا ولاسیما مع اتحاد المخرج والسیاق والسیاق ویکفی فی رد ذلک ان الاصل عدم التعدد ولا حامل علیہ صـ۳۱۲ جلد ۲

جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ قصہ واحد ہے خواہ ابوسعید راوی ہون یا ابن عباس یا عائشہ اور خواہ بخاری اس کو تین باب مین لکہین یا چار باب مین لکہین توجب اصل قصہ واحد ہے سبب واحد فوج واحد۔ حکم واحد پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ عائشہ والی وہی حدیث تو موضوع ہو اور ابن عباس والی حدیث صحیح۔

ایڈیٹر صاحب وہ زمانہ بھول بھلیان کا اب نہین رہا جو نادان مقلدین کو سمجھا دیتے تھے اب روشنی کا زمانہ ہے دیکھیے کیسی کیسی تحقیقات کا دروازہ کھل رہا ہے اور کس طرح راہ سنت پر لوگ چلے آرہے ہین۔ اس قسم کی ترکیبین اور ایسی نبدشیں نہین چل سکتین آپکو طوعًا وکرہًا ایمان لانا ہوگا کہ صحیح بخاری کی حدیث کو ابن الجوزی نے موضوع کہا اور دونون حدیث کا متحد المخرج ہونا بقول سیوطی ثابت ہے جسپر شک یا اعتراض کرنے والا بقول مولوی عبدالحی صاحب قابل خطاب نہین۔

ولو فرضنا اگر آپ ہی کا قول مان لیاجائے کہ دونون حدیث ایک نہین ہے بلکہ متغائر ہے تو اس سے آپکو کیا نفع ہوگا اور جناب حجۃ الاسلام کا کیا ضرر کیونکہ اون کا مقصود تو صرف اس قدر ہے کہ اس کو ثابت کرین کہ خود ائمہ اہل سنت نے احادیث صحیحین کو موضوع کہا ہے وہ بہرطور ثابت ہوا کیونکہ اگر ابن الجوزی نے اوس کو موضوع نہین کہا ہے تو امام سیوطی نے تو اس کا اقرار کیا کہ حدیث صحیح بخاری کو ابن الجوزی نے موضوع کہدیا فثبت المطلوب والحمدللہ۔

اب آپ اپنے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب کی سعی مشکور مین یہ بھی دیکھ لیجے کہ خود مولوی صاحب فرماتے ہین فالخصم یقول لقد اخطاء ابن الجوزی فے

ذکرہ فی الموضوعات ولا عجب منہ فقد ادرج کثیرا من الصحاح والحسان فی الموضوعات و بلغ افراطہ الی ان ادرج حدیثا من صحیح مسلم واحادیث من مسند احمد فی الواھیات المکذوبات صفحہ ۲۹۲

جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ ابن الجوزی نے بہت سی حدیثوں کو داخل موضوعات کیا ہی یہانتک کہ صحیح مسلم کی حدیث کو بھی واہیات مکذوبات مین داخل کیا

اب اڈیٹر صاحب بینی وبین اللہ فرمائین کہ جناب حجۃ الاسلام کا دعوی کہ احادیث صحیحہ کو خود علماے اہل سنۃ نے موضوعات سے شمار کیا ہی. ثابت ہوا یا نہین۔

اور آپکو اس دردسری سے کیا نتیجہ ملا کیونکہ آپ کا مطلب کوئی خاص اس حدیث سے متعلق نہ تھا کہ اس کی صحت یا عدم صحت کو ثابت کرین بلکہ جناب حجۃ الاسلام کی غلطی دکھانی منظور تھی اوس مین یقینا آپ ناکامیاب رہے۔

رہا یہ امر کہ استقصاء الافحام کا حجم فضول بڑھا دیا گیا ہو بس یہ مقولہ آپ ایسے لوگون کے لئے ضرور زیبا ہے جو فضل خدا سے علم و کلام سے معرا ہین ورنہ مولوی عبد الحی صاحب و مولوی صدیق حسنخان صاحب کا استدلال و استناد کرنا اس کتاب سے اور نوحہ و فریاد کرنا جواب نہ ہونے پر مرقوم ہو چکا ہی فتذکر۔

یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے جو فرماتے ہین کہ " علامہ سیوطی کا حوالہ ظاہر کردیتے " کیونکہ اونکو یہ کہان سے معلوم تھا کہ آپ ایسے لوگ اس کے مقابلہ مین آئین گے جنکو خود اپنے گھر کی خبر نہین علامہ سیوطی کے غلطی کرنے کی دلیل کیسی خوبصورت عنایت ہوتی ہی "امام اعظم طوسی جن کے تلامذہ تین سو سے زیادہ مجتہد بتاے جاتے ہین انکی تصانیف اغلاط و اوہام سے پر ہین" مگر وجہ لزوم نہ معلوم ہوا کہ اگر بالفرض شیخ طوسی سے اغلاط واوہام ہوئے تو امام سیوطی کی تصانیف کا اغلاط و اوہام سے مملو ہونا کیونکر لازم آیا۔ آخر دونون مین کس قسم کا لزوم ہی۔ علماے شیعہ کو تو آپ کا فرمرتد سب ہی کچھ کہتے ہین تو کیا اس سے آپ کے علما بھی کافر فاسق ہو جائین گے۔ فکر خود کن فکر بیگانہ مکن۔

بہرحال جناب شیخ طوسی یا قاضی نور اللہ شوستری رضی اللہ عنہم کے متعلق چونکہ یہ تحریر خارج از مبحث ہی اس لئے ہم جواب نہین دیتے کیونکہ سہو یا غفلت ہونا جو لوازم بشریت سے ہی

دوسری بات ہی اور یہ کہدینا کہ امام سیوطی نے حدیث بخاری و ابن الجوزی کے ایک کہنے مین غلطی کی دوسری بات ہی کیونکہ یہان وہ کلام ابن الجوزی کو رد کر رہے ہین جس نے بخاری کی حدیث کو موضوع کہا تھا تو یہان کیونکر ممکن ہے وہ بلا مراجعہ بخاری ایسا دعوی کرین بخلاف دوسرے مقامات کے جہان صرف نقل اقوال ہوتا ہی یا ذکر حالات و سنہ وفات وغیرہ کہ وہان اس قسم کی تحقیق کی ضرورت نہین ہوتی لہذا وہان غلطی ممکن ہی۔ گر فرق مراتب نکنی زندیقی آپ اپنے امام بخاری و مسلم کو بچائے جن کے صحیحین کے احادیث کی موضوعیت تمام عالم پر روشن ہو رہی ہی اور اسیکا دعولے جناب حجۃ الاسلام نے کیا تہا کہ مین خود تصریحات علماے اہل سنت سے اسکی موضوعیت ثابت کرونگا جسمین وہ بفضل خدا سے پورے طور پر کامیاب ہوئے جسکی سب سے بڑہ کر یہ دلیل ہی کہ اس حدیث کے قبل بخاری کی آٹھہ حدیثون کی موضوعیت ثابت کر چکے ہین اور آپ کو بھی اون مین کچھ کلام کرنے کا موقع نہ ملا بغور ملاحظہ فرمائے استقصاء الافحام صفحہ ۸۶۲ لغایت ۲،۷ ۹ جہان آپ والی حدیث لکھی گئی ہے۔

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ تہا کہ جناب حجۃ الاسلام نے ”صرف ابن الجوزی کی جرح پر صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کر دیا حالانکہ وہ خود اسکی تصریح کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی جرح قابل اعتبار نہین ہی“، الشمس مین اس کا یہ جواب دیا گیا کہ (۱) بقاعدہ اقرار العقلا علی انفسہم حجۃ ہماری حجت اون پر تمام ہی (۲) جبکہ خود آپ کے علما مثل ابن تیمیہ و فاضل ابن روزبہان و ابن حجر مکی اور شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز اور بحر العلوم مولوی عبد العلی و امام شعرانی و ملا علی قاری و محمد طاہر مصری اور امام شوکانی عام طور سے اسی ابن الجوزی کے قول سے مقام تحقیق مین استدلال کرتے ہین (کیونکہ شیعون کے مقابلہ مین تو کسی سنی عالم کا قول الزاماً بھی نہین پیش ہو سکتا) بلکہ اوس غریب پر اتہام لگاکر اوسکا فرضی قول معرض استدلال مین لاتے ہین۔ تو پھر علماے شیعہ کیون نہ اوس کے قول سے بمقابلہ اہل سنت الزامی مقام مین استدلال کرین۔ ملاحظہ ہو الشمس ۱۲ صفحہ ۹۔

اڈیٹر صاحب چونکہ ایک تجربہ کار آدمی ہین اپنے کمزوری کو خوب جانتے ہین کہ اس اعتراض مین تو اتنا بھی دم نہین ہی جو پہلے اعتراض مین تھا لہذا جواب الجواب مین وہ روشش

اختیار کی جو تہذیب اور انسانیت کے بالکل خلاف ہو کہ جناب حجۃ الاسلام کی شان مین وہ الفاظ لکھے جو بازاری الفاظ کہے جا سکتے ہین مثل اسکے "یہ اعتراض مولوی حامد حسین صاحب کی مکابرانہ روش پر پوری روشنی ڈالتا تھا" "یہ اعتراض مولوی حامد حسین صاحب کی کوئی غلطی یا انکی خطا نہین ثابت کرتا بلکہ اونکی عامدانہ کارروائی کو ظاہر کر رہا ہو" "جو شخص اس قسم کی کارروائیان کرتا ہو اسکی تصانیف کسی طرح اہل علم کے توجہ والتفات کے لائق نہین ہو سکتین" وغیرہ وغیرہ

ان فقرات کو دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا ہو کہ ایڈیٹر صاحب سے چونکہ جواب نہین بنتا لہذا ایسے مضامین لکھ رہے ہین کہ اشتعال طبع پیدا ہو اور ایک بہانہ اونکو مل جائے اسی لئے بہت کچھ خارج از بحث و خارج از تہذیب تقریر کی۔ مگر ہم ان سب فضولیات سے کچھ بحث کرنا نہین چاہتے اور اصل مطلب کا جواب دیتے ہین تاکہ خلط مبحث ہو کر امر حق مخفی نہ ہو جائے جو غرض اصلی ایڈیٹر صاحب کی ہے

بہرحال ایڈیٹر صاحب لکھتے ہین وہ تحقیق والزام کا فرق مجھے بھی معلوم ہو اور اقرار العقلاء علی انفسہم حجۃ بھی مسلم ہو لیکن یہ مجھے آج تک معلوم نہ تھا کہ مقام الزام مین ہر رطب و یابس کا پیش کرنا درست ہو جسمین کہ متناقضین اور متضادین کو بھی جمع کر دینا صحیح ہو یہ بات تعجب ہے آج آپکی تحریر سے معلوم ہوئی شکر خدا کہ ایڈیٹر صاحب بے خبر نہین ہین وہ قاعدہ اقرار العقلاء علی انفسہم حجۃ کو تسلیم کرتے ہین۔ مگر یہ ہمارا فیض ہو کہ اونکو معلوم ہوا متناقضین و متضادین کو جمع کر دینا صحیح ہو لہذا ہم اون کے اس اعتراف کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہین اور یہ عرض کرتے ہین کہ پھر آپ نے ناحق مناظرہ کا نام لیا اور اس دردسری مین مبتلا ہوئے۔ پہلے آپکو مناسب تھا کتب درسیہ کو پڑھتے تب اخبار نکالتے۔ دیکھئے آپ کے علامہ بحر العلوم شرح مسلم الثبوت مین فرماتے ہین۔

فزعم ابن الصلاح وطائفة من الملقبين باهل الحديث زعموا ان رواية الشيخين محمد بن اسمعيل البخاري ومسلم بن الحجاج صاحبي الصحيحين يفيد العلم النظري للاجماع على ان للصحيحين مزية على غيرهما وتلقت الامة بقبولهما والاجماع قطعي وهذا بهت فان من راجع الى وجدانه يعلم بالضرورة ان مجرد روايتهما لا يوجب اليقين البتة وقد روي فيهما اخبار متناقضة فلو افاد روايتهما علما لزم تحقق المتنافيين في الواقع۔

قوت استعدادیہ تو موجود ہو ترجمہ خود کر لین گے کہ ابن الصلاح وغیرہ نے اس کا دعوی کیا تھا کہ

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثین مفید علم یقینی ہین کیونکہ اونکو اور کتابون پر برتری ہے اور تمامی امت نے قبول کرلیا ہے اس کے جواب مین بحر العلوم صاحب فرماتے ہین "یہ محض بہتان ہے کیونکہ جو شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کریگا اوسکو معلوم ہوگا بداہتہ کہ محض انکی روایت سے تو یقین ہو نہین سکتا۔ حالانکہ اسمین متناقض روایتین بھری پڑی ہین بس اگر ان کی روایت سے یقین حاصل ہو جاے تو لازم آتا ہے کہ اجتماع نقیضین فی الواقع ممکن ہو"

کیون ایڈیٹر صاحب جب صحیحین مین جمع متناقضین و متضادین صحیح ہے تو مقام الزام مین کیون نہ صحیح ہوگا جسکا مدار صرف اسپر ہے کہ آپ کے اقوال کو آپ کے معارضہ مین پیش کرین۔

ایڈیٹر صاحب مین نے شرح مسلم الثبوت کی عبارت اس لئے نقل کی ہے کہ وہ آپ کے یہان کتب درسیہ مین داخل ہے مگر افسوس پوری نہین پڑھائی جاتی ورنہ آپ اس سے ناواقف نہ رہتے۔ اب دوبارہ شکریہ الشمس ادا فرمائے کہ جو مسئلہ آپکو نہ معلوم تہا وہ معلوم ہوا۔

افسوس آپ نے الشمس نمبر ۶ کا صفحہ ۱۹ نہین دیکھا جس مین آپ کے علامہ محمد بن ثعلب ادفوی کا یہ قول درج ہے ووقع فی الصحیحین احادیث متعارضة لا یمکن الجمع بینہما والقطع لا یقع التعارض فیہ کہ صحیحین مین ایسی حدیثین واقع ہین جو باوجود یا ایسی متعارض ہین کہ کسی طرح اون مین جمع ممکن نہین اور جو چیز قطعی ہوتی ہے اوس مین تعارض نہین ہوتا۔

کیون ایڈیٹر صاحب جب خود صحیحین مین احادیث متعارضہ موجود ہین جسپر وہ حدیثین قطعی بھی بنالی جاتی ہین تو پھر ہمپر کیونکر اس بنیاد پر الزام دے سکتے ہین کہ جہان آپ کے علمانے احادیث مقبولہ مستدلہ شیعہ کو بقول ابن الجوزی موضوع ٹھہرایا ہان آپکے علماکے قول سے اوسکی جرح کی بےاعتباری دکھاکر آپ کے دعوے کو باطل کیا۔ اور جب آپ نے اپنی کسی حدیث سے استدلال کیا تو ابن الجوزی کے قول سے اوسکی موضوعیت ثابت کردی۔ اپنے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب کی سعی مشکور ملاحظہ فرمائے جسمین وہ لکھتے ہین "وعینی کی عادت شرح ہدایہ و شرح صحیح بخاری مین کثرت ایراد شراح پر ہے اور شراح و محشین کی کلام پر کہ بوجہ من الوجوہ مورد ایراد ہوا ایراد کرنا گو دفع اوسکا سہل ہو اونکا ملتزم ہے بہت سے مضامین عینی اپنی تصانیف مین درج کرتے ہین اور اپنا مختار بناتے ہین اور وہی مضامین جب شراح ہدایہ وغیرہ سے صادر ہوتے ہین اونکو مقدوح جسطرح ممکن ہو کردیتے ہین" صفحہ ۱۶۹

کیون صاحب جب آپکے امام عینی خود اپنے مذہب مختار کو بھی صرف اسوجہ سے کہ دیگر شراح و محشین بھی اسکے قایل ہون جسطرح ممکن ہو (یعنی زبردستی) مقدوح کرتے ہین تو پھر آپ جناب حجۃ الاسلام پر کیون اعتراض کرسکتے ہین جو حسب تصریحات صریحہ آپکے علما کے کہین تو ابن الجوزی کی جرح کو نامعتبر کہتے ہین اور کہین اوسکی جرح سے صحیح بخاری کو مقدوح کرتے ہین کچھہ تو انصاف فرمائے حالانکہ معلوم ہے ابن الجوزی کے کسی کلام سے اون کا استدلال بغرض الزام ہو نہ بغرض استدلال۔

اب آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ جناب حجۃ الاسلام ہی پہلے متکلم نہین ہین جنکی تصانیف مین یہ لطیف کار روائی دیکھی گئی بلکہ سب سے سربرآوردہ آپکے امام عینی ہین جو صرف اس بنیاد پر کہ دوسرے شارح یا محشی کا قول ہو خود اپنے مذہب مختار کو بھی رد کرتے ہین۔

ایڈیٹر صاحب پر اس افادہ جدیدہ کا بھی شکریہ لازم ہو جو اون کے اوستاد کا سبق ہو اور الشمس کی بدولت اونکو معلوم ہوا۔ پھر لکھتے ہین ''مین تو یہ جانتا تھا اور یقیناً ہر عقلمند اسکی شہادت دیگا کہ مقام الزام مین وہ باتین پیش کی جاتی ہین جو حریف کے نزدیک مسلم ہون اور اسکے اصول مسلمہ پر صحیح اوترین جو باتین اصول خصم کے موافق راجح ہوتی ہین اسی سے الزام دیا جاتا ہو نہ ان باتون سے جو مجروح ہون'' بمفاد خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا۔ یہان آپ نے خلط ملط خبط کردیا کیونکہ اگر آپ کا یہ اصول مان لیا جائے ''وہ باتین پیش کی جاتی ہین جو حریف کے نزدیک مسلم ہون'' تو پھر لازم آتا ہو کہ نہ ہم خدا کی توحید کو بمقابلہ مشرکین ثابت کرسکین نہ رسالت آنحضرت صلعم کو بمقابلہ یہود و نصاریٰ نہ جناب امیر ع کی خلافت و امامت کو بمقابلہ اہل سنت کیونکہ یہ باتین ان کے نزدیک مسلم نہین ہین۔ یہ جملہ بیشک صحیح ہے ''اسکے اصول مسلمہ پر صحیح اوترین'' جو بحمدہ یہان بخوبی حاصل ہو کیونکہ خود آپ کے علما بلکہ تمامی علما ابن الجوزی کے قول سے استدلال کرتے ہین۔ یہ بھی صحیح ہو ''جو باتین اصول خصم کے موافق راجح ہوتی ہین اوسی سے الزام دیا جاتا ہو نہ ان باتون سے جو مجروح ہون'' مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اصول خصم کے موافق راجحیت کی آپ نے شرط لگائی ہو نہ یہ کہ خصم کے نزدیک راجح ہون کیونکہ دونون مین بہت فرق ہو اس قاعدہ کو خیال کرکے فرمائے یہان کون سا قول پیش کیا گیا ہو جو اصول مسلمہ حریف کے خلاف ہے کیونکہ اگر آپ کے علما نے جیسا کہ زبانی اقرار کیا ہو کہ ابن الجوزی کی قدح

اعتبار نہین ہے۔ اگر علما بھی اسکے پابند رہتے کہ استدلال مین یا الزام مین اوسکا قول نہ لاتے تو ممکن تھا کہ شیعہ بھی اسکے پابند ہوتے جب آپ نے ایسا نہ کیا بلکہ اوس کے اقوال کو استدلالاً والزاماً پیش کیا تو بنا بر آپ کے اصول کے علماے شیعہ بہت اچھی طرح مجاز ہوئے کہ اوسکے اقوال کو آپ کے سامنے پیش کرین اور آپکو اوسکے قبول پر مجبور کرین۔ اور آپ تو کسی طرح اس کے مجاز نہین ہین کہ اپنے کسی عالم کا قول شیعون کے مقابلہ مین پیش کر سکین کیونکہ آپ فرما چکے ہین ”مقام الزام مین وہ باتین پیش کی جاتی ہین جو حریف کے نزدیک مسلم ہون اور اسکے اصول مسلمہ پر صحیح اوترین“

اڈیٹر صاحب نے اسکے بعد خارج از بحث اختلاف فریقین وغیرہ کی نسبت کچھ لکھا ہے جسمین عصمت ائمہ علیہم السلام اور قاضی نور اللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ کی توسیع دائرہ تشیع اور قصہ جنت آدم وغیرہ کا تذکرہ کیا۔ جسکا جواب نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ ان مباحث کو مکرر وہ اپنے اخبار مین لکھ چکے ہین وہین اسکا جواب دیا جائے گا۔ اور یہان نہ اختلاف رائے کی بحث ہے نہ اختلاف فریقین کی نہ اسکی کہ شیعون کے یہان اختلاف زیادہ ہے یا سنیون کے یہان بلکہ بحث تو اس قدر ہے کہ آپ نے جو اصول بنایا ہے کہ ابن الجوزی کی جرح غیر معتبر ہے اسپر آپ کے علمانے عمل کیا یا نہین اگر کیا تو خیر تبرعاً ہم بھی پابند ہو سکتے ہین اور اگر نہین کیا تو ”آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند“ کے مطابق ہمپر کیون زبردستی کیجاتی ہے ہمارا یہ بھی دعوی نہین ہے کہ آپ کے یہان ”علامہ ابن الجوزی کی جرح کے متعلق دو قول ہین بلکہ یہ دعوے ہے کہ بمفاد ”یقولون ما لا یفعلون“ آپ اپنے کسی قول پر عامل نہین اور جو آپکا قول ہے اور جو عمل ہے اوسی سے ہمارا بھی بمقام الزام استدلال ہے۔

یہ جملہ ”تو کیا ہم آپ کے یہان کے مختلف اقوال سے آپکو الزام نہین دے سکتے“ جب فرما سکتے تھے کہ اسپر آپ کا عمل ہوتا۔ تحفہ اثنا عشریہ اوٹھا کر دیکھیے تو کن کن فرقون سے شیعون پر الزام دیا گیا ہے کہین زیدیہ کا قول ہے کہین سبائیہ کا کہین غرابیہ کا کہین اون کتابون اور علما کا نام ہے جنکا وجود دنیا پر موجود نہین چہ جائیکہ شیعون کے یہان اونکا وجود ہو جب آپ ”ضرور دے سکتے ہین“ تو پھر ہمارے الزام سے کیون روتے ہین حالانکہ آپ کا الزام محض غلط ہے اور میرا درست ہے۔

افسوس ایڈیٹر صاحب مجھ پر یہ اتہام لگاتے ہین ،، اور آپ فرمائین کہ مقام الزام مین حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راجح و مرجوح صحیح و سقیم کافی ہین اور دو مختلف و متضاد قولون مین ہر ایک سے الزام قایم ہو سکتا ہے۔ ،،

خدا کیواسطے ایڈیٹر صاحب آفتاب کے سامنے خاک نہ اوڑائیے للہ ولا رواح الثلثہ بتائیے مین نے کہان لکھا ہے ،، مقام الزام مین حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راجح و مرجوح صحیح و سقیم کافی ہین ،، النجم ۔۔۔ صفحہ ۹ مین اس کی بحث ہے اوسکو بغور ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے یہ جملہ مین نے کہان لکھا ہے ۔

میری عبارت یہ ہے ،، جناب آیۃ اللہ جناب تراہ کلام ابن الجوزی بلکہ کسی عالم اہل سنتہ کے کلام کو اگرچہ کتنے ہی باثبات مقام تحقیق مین کچھ نہین سمجھتے البتہ کلام ابن الجوزی و دیگر علمائے اہل سنتہ کو الزام اہل سنت کے لئے پیش فرمایا کرتے ہین لہذا اگر جناب ممدوح نے استقصا من ابن الجوزی کا کلام کتاب الموضوعات سے نقل فرماکر اوس کی بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع ظاہر فرمایا تو بھی درست ہے اور اگر عبقات الانوار مجلد طیر مین بنا بر افادات علمائے اہل سنت یہ ارشاد فرمایا کہ ابن الجوزی کی تضعیف جو اونسے حدیث طیر کے متعلق کتاب العلل مین کی ہے قابل اعتبار نہین ہے تو بھی درست ہے اسلئے کہ دونون کلام مقام الزام خصم مین واقع ہے ۔ ،،

للہ اس عبارت مین یا دوسری عبارت مین کہین بتا دیجئے کہ یہ لکھا ہو ،، مقام الزام مین حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راجح و مرجوح صحیح و سقیم کافی ہین ،،

افسوس جب مناظرہ کا یہ اصول قرار پائیگا کہ اتہام کرکے تقریر کی جائے گی تو کیا مناظرہ ہو سکتا ہے ایڈیٹر صاحب غور کیجئے اور سمجھئے خدا کے سامنے جانا ہے ۔ دنیا چند روزہ ہے ۔

اس مین مجھے کوئی عذر نہین ،، دو مختلف و متضاد قولون مین ہر ایک سے الزام قائم ہو سکتا ہے ،، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اصول مسلمہ خصم سے استدلال کیونکر ممکن ہے کیونکہ یہ تو اوسی صورت مین ممکن ہے جب کسی طرح کا تغایر و تضاد ہو تب ایک فریق ایک قول سے استدلال کریگا دوسرا دوسرے سے اسی لئے تو امام بخاری و امام مسلم نے آپ پر یہ احسان کیا کہ متناقض روایتین داخل صحاح کین ۔ اور امام عینی یہ ہوش بتا گئے کہ خود اپنے مذہب مختار کو اس بنیاد پر رد کردو

کہ دوسرا شارع یا محشی اوس کا قائل ہے۔
پھر لکھتے ہین وہ اب فرمائیے کہ مولوی دلدار علی صاحب اور مولوی سید محمد صاحب غلطی پر ہین یا آپ اگر وہ غلطی پر نہ تھے اور در حقیقت مقام الزام مین بھی خصم کے یہان کے اونہین اقوال و روایات کو ذکر کرنا چاہیے جو راجح ہون مرجوحات کا ذکر ہرگز جائز نہین تو مولوی حامد حسین صاحب نے ابن جوزی کی جرح کی معتبری و نامعتبری دونون سے کیون الزام دیا انکو خیال کر لینا چاہیے کہ ان دونون مین ایک راجح ہوگا ایک مرجوح لہذا راجح سے الزام دینا چاہیے مرجوح کو ترک کرنا چاہیے۔ اگر ان کے نزدیک جرح کا معتبر ہونا راجح تہا تو حدیث طیر مین انہون نے جرح کو غیر معتبر کیون بنایا اور اگر جرح کا غیر معتبر ہونا راجح تہا تو صحیح بخاری کی حدیث کو ان کی جرح کی بنا پر موضوع کیون کہا ''
الجواب ممکن ہے آپکو اپنی تحقیقات پر افتخار ہو مگر آپ کے سمجھدار لوگ تو غیرت سے گڑے جاتے ہون گے کہ یہ کیسی تقریر کر رہے ہین۔ کیونکہ راجح مرجوح کا استعمال احکام مین ہو کہ فلان قول راجح ہے فلان مرجوح۔ خواہ وہ احکام متعلق فقہ ہون یا جرح و تعدیل رواۃ مین اور احادیث کی نسبت صحیح۔ موضوع۔ یا قوی ضعیف یا حسن ضعیف کا اطلاق ہوتا ہے اسی بنیاد پر جناب غفران مآب یا سلطان العلما طاب ثراہم نے قصۂ حسد حضرت آدم ؑ مین یہ تقریر کی کہ اصول دین مین اخبار احاد پر اعتماد نہین یا ضروریات دین مین عمل قطع و یقین پر ہوتا ہے نہ اخبار احاد پر۔
یہان تو کوئی بات نہین ہے صرف اس قدر ہے کہ اصول حدیث مین یہ بتایا گیا ہے کہ صرف ابن الجوزی کی جرح پر اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ تنقید کرنا چاہیے مگر علما نے آپ کے اسپر عمل نہ کیا بلکہ ہر جگہ اوسکے قول سے استدلال کیا اسی بنیاد پر جب آپ کے شاہ عبد العزیز صاحب نے حدیث طیر کی جرح کی بنا پر قول ابن الجوزی تو جناب الاسلام نے آپ کے علما کے اقوال اس مادہ مین نقل کئے کہ ابن الجوزی کی جرح معتبر نہین اور چونکہ کل علما بلا استثنا قول ابن الجوزی سے استدلال کرتے ہین لہذا اون کے قول سے صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کیا یہان راجح و مرجوح کو کیا دخل۔ کیونکہ آپ کے علما کی یہ ترکیب کہ احادیث فضائل جناب

امیر المومنین علیہ السلام کے بارے مین قول ابن الجوزی سے استدلال کرتے ہین بقول آپکے انکی دو کوئی غلطی یا انکی خطا نہین ثابت کرتا بلکہ ان کی عامدانہ و معاندانہ کارروائی کو ظاہر کر رہا ہے کیا اس درجہ معاندنفس رسول ہین کہ خود اپنے قول و قرار کے بھی پابند نہین کہان تو سب متفق اللفظ اوسکی جرح کو نامعتبر کہتے ہین - اور یہان اس بشاشت سے اونھین جرحونکو بمقابلہ شیعہ پیش کرتے ہین -

ایڈیٹر صاحب اب بھی کچھ نہین گیا ہے آپ ایک اعلان اس مضمون کا دیدین کہ جن حضرات کا نام مین نے لکھا ہے کہ اونھون نے انکار فضایل جناب امیر المومنین علیہ السلام مین قول ابن الجوزی سے استدلال کیا ہے - وہ سب معاند تھے اور مکابر خصوصًا شاہ عبد العزیز صاحب جنھون نے حدیث طیر و مدینہ کے جواب مین ابن الجوزی کا قول لکھا ہے جو درحقیقت غلط بھی ہے - تو ابھی قصہ طے ہو جاتا ہے - مین بھی جناب حجتہ الاسلام مطاب ثراہ کی طرف سے اعلان دیدونگا کہ چونکہ علماء اہل سنت اقرار کرتے ہین کہ ابن الجوزی کی جرح نامعتبر ہے لہذا مین صحیح بخاری کی اس حدیث کو حکم موضوعیت سے انکے آزاد کرتا ہون -

اسکے بعد لکھتے ہین ،، اور آپ نے جو فرمایا ہے کہ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کے علما کا یہ کیا حال ہے الخ اول تو یہ کلام آپکو اوسوقت زیب دیتا تھا جبکہ آپ کے یہان کسی قول و روایت مین اختلاف نہوتا اور جبکہ آپ کے یہان ہمارے یہان سے بدرجہا زیادہ اختلاف ہے جسکی وجہ سے آپکے علما بلکہ اصحاب ائمہ خود پریشان ہین تو آپکو ہرگز ایسا کہنا زیب نہین دیتا ،،

افسوس کہ ایڈیٹر صاحب پھر خارج از مبحث چلے کیونکہ مین نے تو آپ کے اس اعتراض پر کہ استقصا مین ابن الجوزی کی جرح سے موضوعیت حدیث صحیح بخاری ثابت کی گئی اور عبقات حدیث طیر مین اوسکی جرح کی بے اعتباری دکھائی گئی - یہ عرض کیا تھا کہ مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کے علما کا یہ کیا حال ہے کہ خود ہی تو ابن الجوزی کی قدح کو قابل اعتبار نہین جانتے اور پھر خود ہی اوسکی قدح پر اعتماد کرتے ہین بلکہ از راہ کمال خوش فہمی بمقابلہ اہل حق اوس سے احتجاج کرتے ہین اس موٹی غلطی کا آپ کے پاس کیا جواب ہے دیکھو الشمس نمبر ۲ صفحہ ۱۰

مگر ایڈیٹر صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا کہ شیعون کے یہان بھی اختلاف ہے اس

جواب کو اوس سوال سے کیا ربط۔ ہمارے یہان لاکھہ اختلاف ہو اوس سے آپکو کیا مطلب جب اوس کا اعتراض کیجیگا تب جواب ملیگا اسوقت تو اسکو طے کیجئے کہ آپ کے علما کی یہ بات کس قسم مین داخل ہے کہ ابن الجوزی کی جرح کو نامعتبر بھی کہتے ہین اور پھر اوسکی جرح سے بمقابلہ شیعہ استدلال بھی کرتے ہین آخر اس مین کون راجح ہے کون مرجوح اسکی حقیقت تو بتائیے۔

یہ سب سے نرالی بات ہے کہ فرماتے ہین دد آپ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن علما نے ابن الجوزی کی قدح کو قابل اعتبار نہین جانا او نھین نے انکی جرح پر اعتماد کیا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے نا قابل اعتبار کہنے والے اور لوگ ہین اور قابل اعتبار سمجھنے والے اور لوگ ہین،، مگر ایسا مضمون ہی کہ اس کے مطلب نہین معلوم ہوتے۔ کیا آپ نے اسکو بھی داخل حکم ترجیح و تعدیل رواۃ کر دیا کہ ایک تعدیل کرتا ہے دوسرا جرح حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ یہ مسئلہ علم اصول حدیث سے متعلق ہے جو علوم یقینیہ مین داخل ہے۔

ایڈیٹر صاحب تو کہتے ہین کہ نامعتبر کہنے والے اور ہین اور معتبر کہنے والے اور حالانکہ جن لوگون نے اصول حدیث مین کتابین لکھی ہین وہ دونون کے قایل ہین۔ ابن حجر عسقلانی اور سیوطی کا قول خود نمبر۲ مین لکھہ چکے ہین دد کہ علامہ ابن جوزی کی جرح قابل اعتبار نہین ان کے مزاج مین سختی بہت تھی،، مگر خود آپ کے اوستاد ابو الحسنات ظفر الامانی مین لکھتے ہین قال شیخ الاسلام ای الحافظ ابن حجر غالب مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی مالا ینتقد قلیل یعنی کہا ابن حجر نے غالب اوسکا جو کتاب ابن الجوزی مین ہے وہ موضوع ہے اور جسپر تنقید کی ضرورت ہو وہ کم ہے بہ نسبت اوسکے جسکے تنقید کی ضرورت نہین اور قول سیوطی یہ نقل کرتے ہین قال، ونقلت من خط السیف احمد بن ابی المجد قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکرہ احادیث شنیعہ مخالفۃ العقل والنقل صفحہ ۲۶۵

کہا نقل کیا مینے خط سیف احمد سے کہ ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات مین جو احادیث شنیعہ مخالف عقل و نقل لکھے ہین اوس مین اونکی راے صواب پر تھی۔

کیون ایڈیٹر صاحب اب تو معلوم ہوا کہ جنہون نے اس کے بے اعتباری کا حکم دیا ہے اونھین

نے اعتبار کا بھی حکم دیا اور یہ بھی کہا جو حدیثیں قابل تنقید ہیں وہ کم ہیں بنسبت اون کے جو تنقید کی محتاج نہیں۔ تو کیا اب بھی آپ اپنا اعتراض واپس نہ لیں گے کیونکہ سیف احمد بن ابی المجد کے قول کو تو خود آپ بھی آئندہ چل کر نقل کر رہے ہیں۔ تو کیا آپکو کچھ شرم نہیں آتی کہ ہم تو تمامی علما سے ابن الجوزی کی جرح کے بے اعتباری کے مدعی ہیں اور خود سیف احمد کا یہ قول نقل کر رہے ہیں کہ ابن جوزی بہت سی روایتوں کی جرح میں صواب پر ہیں۔

ایڈیٹر صاحب! شرم!!!

باقی رہا اختلاف علمائے شیعہ جو درباره ابو الفضل آپ نے یہان لکھا وہ خارج از بحث بھی ہے اور اوسکو کچھ ربط بھی نہیں کیونکہ رواۃ کی جرح و تعدیل کی یہاں بحث نہیں ہو۔

رہا یہ سوال کہ "ابن الجوزی کی جرح کو معتبر کن علما نے کہا ہو ذرا ان کے نام بھی تو بتائیے" پس اس کا جواب تو آپکو الشمس نمبر ۲ میں مل چکا ہے سب کی عبارتیں لکھدی ہیں اور یہاں بھی خود عسقلانی کا قول اور نقل سیوطی لکھا گیا۔

یہ بھی خوب لکھا "اس کے جواب میں غالبًا آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کرینگے کہ اونھوں نے ابن جوزی کی جرح کو محل استناد میں نقل کیا ہو مگر یہ امر آپ کے مدعا کے لئے ہرگز کافی نہ ہوگا کسی عالم کے قول کو محل استناد میں نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے جمیع اقوال معتبر ہوں اور یہ تو پہلے ظاہر کر دیا گیا ہو کہ علامہ ابن جوزی کی کتاب موضوعات سے عارف فی حدیث فائدہ اوٹھا سکتا ہو۔ غیر عارف فائدہ نہیں اوٹھا سکتا۔"

الجواب یہ تقریر ایسی ہو کہ اگر تمام عالم اسپر مضحکہ کرے تو کم ہے کیونکہ آپ الشمس کا جواب لکھ رہے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں "ذرا ان کے نام بھی بتائیے کہ حقیقت حال معلوم ہو" اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ غالبًا آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کرینگے" حالانکہ الشمس میں کل مراتب طے ہو چکے ہیں۔ صفحہ ۱۰ لغایت صفحہ ۱۳ ملاحظہ ہو۔

معلوم ہوتا ہی تماسی کاتبان و ناقلان قرآن مجید آپکو بھی بہنیک عارض ہوتی ہو جو آنکھ بند کرکے لکھتے ہیں۔ یا جیسا کہ علامہ سیوطی کی بنسبت آپ لکھ چکے ہیں "صحیح بخاری کی مراجعت کا اس وقت آپکو اتفاق نہوا ہوگا" آپ بھی بلا مراجعت الشمس لکھتے ہیں **شعر**

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ کیونکہ اوس مین ایک اجمالی فہرست اون لوگون کی دیدیگئی ہو جنہون نے بالخصوص شیعون کے مقابلہ مین ابن الجوزی کے کلام سے استدلال کیا ہو اور اس مین ابن حجر مکی کا یہ قول بھی موجود ہو فجماعۃ علی انہ موضوع منہم ابن الجوزی والنووی وناہیک بہما معرفۃ بالحدیث وطرقہ دیکھئے تو یہ قول کس درجہ کی عظمت جرح ابن الجوزی کی بتا رہا ہو حالانکہ بقول شاہ ولی اللہ آپ صحیحین سے بھی بمقابلہ ہمارے استدلال نہین کر سکتے۔

یہہ جملہ سب سے زیادہ قابل قدر ہو "کسی عالم کے قول کو محل استناد مین نقل کرنے سے لازم نہین آتا کہ اسکے جمیع اقوال معتبر ہون" کیونکہ اس کو تو کوئی عاقل نہین قبول کر سکتا کہ جس عالم کے قول سے آپ بمقابلہ اپنے حریف کے سند لائین اوسکا حریف اوس عالم کے قول سے آپ کے مقابلہ مین کبھی نہ استدلال کرے اور جمیع اقوال کے معتبر ہونیکی بحث تو بالکل فضول ہو نہ اسکا دعوی ہو نہ اس سے بحث اور جمیع اقوال تو کسیکے بھی آپ کے یہان معتبر نہین حتے کہ خلفاء صحابہ کے اقوال بھی وہی مانے جاتے ہین جو آپ کی غرض کے موافق ہوتے ہین یہان تک کہ امام ابو حنیفہ کے احکام بھی دو حصہ سے زیادہ غیر قابل قبول ٹھہرے ۔ بلکہ خود اقوال رسول اللہ صلعم بھی دنیاوی احکام مین نہین مانے جاتے ۔ مولوی عبد الحی صاحب لکھتے ہین اسیوجہہ سے آنحضرت صلعم کا قول دراے امور دینویہ مین کہ محض براے و عقل سے ہون اور امر شرعی سے متعلق نہون لازم الاتباع نہین ۔ صفحہ ۲۳۲ سعی مشکور ۔

پھر لکھتے ہین بلکہ بہ نسبت اوس شخص کے بھی جسنے بالمشافہ ان حدیثون کو سنا ہو کہ سکتے ہین کہ اوس پر بھی طاعت جملہ اقوال نبویہ فرض نہو وے صفحہ ۲۳۳ ۔

پس جب جمیع اقوال رسول اللہ صلعم بھی آپ کے یہان معتبر نہین تو بیچارہ ابن الجوزی کس شمار مین ہو جس کے بارے مین عام طور سے حکم ہی جاری ہو مگر عمل اوسکے خلاف ہو ۔ ایڈیٹر صاحب آپ نے اس پر تو بخوبی غور کیا ہو گا کہ اطاعت قول نبی سے انکار کرنا آپکے خاصہ مذہب سے ہے ۔

یہ بھی لغو ہو ولیس ابن الجوزی کے جرح کی بابت کوئی اختلاف صرف اس امر سے ثابت

نہین ہوسکتا کہ بعض علمانے ان کی جرح کو محل استناد مین نقل کیا ہو " کیونکہ اختلاف کے مدعی تو آپ ہین اور ہمارا تو یہ دعویٰ ہی ہو کہ سب نے زبانی اوس کے جرح کی نامعتبری کا اقرار کیا ہو اور عملی طور پر سب نے اوس سے عموماً اور شیعون کے مقابلہ مین خصوصاً استدلال کیا ہو لہذا جناب حجۃ الاسلام کا استدلال ہر طرح سے درست ہو۔

اڈیٹر صاحب اس کے بعد اس کے مدعی ہین کہ ابن الجوزی کی جرح اس وجہ سے بھی نامعتبر ہو کہ اوہنون نے عمرو راوی پر یہ جرح کی ہو کہ وہ راوی مناکیر ہے اور کسی حدیث کو منکر کہنا جرح مبہم ہو اور کسی راوی کے راوی مناکیر ہونے سے وہ روایت موضوع نہین ہوسکتی ایسی تقریر ہے کہ اس کے جواب کی بھی ضرورت نہین کیونکہ جو مذہب بے اصول ہو اوسکی یہی حالت ہوتی ہے کوئی بات اوسکی درست نہین رہتی آخر آپ کے اون علما کو کیا ہوگیا تھا جنہون نے اسی ابن الجوزی کی جرح سے شیعون کے مقابلہ مین احادیث صحیحہ فضائل جناب امیر المومنین ع کو موضوع بنایا اور جب اوسی ابن الجوزی کے کلام سے صحیح بخاری کی موضوعیت دکھائی گئی تو یہ لمبی چوڑی تقریرین نکلنے لگین۔ افسوس!

مگر ہم نہین سمجھتے اس فضول تقریر کا اونھون نے کیا نتیجہ سوچا ہو کیونکہ جناب حجۃ الاسلام کا دعویٰ تو شروع ہی مین لکھ چکا ہون۔ صرف اس قدر ہو یعنی احادیث صحاح اہل سنت کی موضوعیت خود اون کے علما کے اقوال سے ثابت کرونگا چنانچہ آٹھ حدیثین تو بہت سی علما کے اقرار سے موضوع ثابت ہوئین نوین حدیث بقول ابن الجوزی موضوع ثابت ہوئی اس کے جواب مین اڈیٹر صاحب کا فرض یہ تھا کہ وہ دکھائین صحیحین کی حدیثین علماء اہلسنت کے اقرار سے موضوع نہین ثابت ہوئین۔ اسکے متعلق جو کچھ وہ لکھتے قابل قبول تھا اور اس کے علاوہ جتنی بحثین ہین سب فضول ہین کیونکہ اس کی تو شروع سے بحث ہی نہین ہو کہ فلان کی جرح مقبول ہو یا نہین بلکہ بحث اس قدر ہو کہ فلان نے جرح کی ہے یا نہین۔

اڈیٹر صاحب پہلے اعتراض مین تو آپ یہ لکھ چکے ہین کہ روایت ابن الجوزی اور بخاری سنداً و متناً مغائر ہے جسکا اتحاد بقول سیوطی۔ مین ثابت کرچکا۔ یہی اعتراض آپنے

ابن تیمیہ پر کیون نہ کیا جنکا قول الشمس نمبر ۴ مین لکھ چکا ہون کہ آیہ والنجم اذا ہوی کے جواب مین اونہون نے لکھا ہذا الحدیث ذکرہ الشیخ ابو الفرج فی الموضوعات لکن سیاق خبر کیونکہ خود ابن تیمیہ اس کا بھی اقرار کر رہے ہین کہ اوس حدیث کا سیاق دوسرا ہے جسے ابن الجوزی نے موضوع کہا مگر یہ جوش ناصبیت و عداوت جناب امیر المومنین ع اس حدیث کو بھی موضوع بتاتے ہین۔

کیون صاحب جب لفظ غیر ثابت و منکر جرح مبہم ہے اور وہ مقبول نہین تو شاہ عبد العزیز صاحب نے حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے جواب مین یہ کیون لکھا قال البخاری انہ منکر ولیس لہ وجہ صحیح وقال الترمذی انہ منکر غریب و ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات اگر آپ حضرات یہ میگزین شاہ صاحب وغیرہ کے مقابلہ مین صرف کیے ہوتے تو جناب حجۃ الاسلام کو کیون اسکی ضرورت پڑتی کہ عبقات الانوار حدیث مدینہ تالیف فرمائین۔

اگر ابن الجوزی کا قول کسی روایت کی جرح مین اس بنیاد پر نامقبول ہے کہ وہ راوی کے ضعف ولیس بالقوی کی بنیاد پر اوسکو موضوع کہدیتے ہین تو حدیث انا عبد اللہ واخو رسولہ کے بارہ مین ابن تیمیہ نے یہ کیون لکھا قال ابو الفرج ہذا حدیث موضوع والمتہم بہ عباد بن عبد اللہ۔

ایڈیٹر صاحب غور کرنے کی بات ہے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کی موضوعیت مین جسکی صحت سے نہ کسی سنی کو نفع ہے نہ کسی شیعہ کا ضرر نہ اس ایک حدیث کے بچ جانے سے احادیث صحیحین صحت کو عموماً ثابت کر سکتے ہین۔ آپکو یہ جوش آرہا ہے کہ ۱۷ رمضان سے آج تک اسمین جان کہپا رہے ہین مگر کسی وقت آپکو ایسا جوش آیا کہ ان علماے اہل سنت کو کیا ہو گیا جو خود تو جرح ابن الجوزی کو نامعتبر کہین اور فضایل جناب امیر المومنین ع مین اوسی ابن الجوزی کے قول سے بمقابلہ شیعہ استدلال کرتے ہین یہ کونسی عقل ہے اور کون سی دیانت بلکہ جو بات ابن جوزی نے نہین بھی کہا اوسکو بھی منسوب کر دیتے ہین۔

ایڈیٹر صاحب کو یہ تماشا معلوم ہوتا ہے دعجب تماشا ہے کہتے ہین کہ ابن جوزی کی جرح کو معتبر بنا کے بھی ہم الزام دینگے اور اس کے غیر معتبر ہونے سے بھی ہم احتجاج کرینگے دو مختلف قولون مین راجح و مرجوح کے دیکھنے کی کچھ حاجت نہین دونون سے الزام دین گے ،،

ذق انک انت العزیز الکریم کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے تو معلوم ہو ہمارا الزام کیسا درست ہو کہ کسی طرح آپ سر نہیں ہلا سکتے اگر ابن الجوزی کی جرح کو آپ نا معتبر کہتے ہین تو منہاج السنہ ابن تیمیہ اور ابطال الباطل اور صواعق محرقہ اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ اور تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز صاحب اور شرح مثنوی مولوی روم بحر العلوم عبد العلی اور کتاب الیواقیت والجواہر اور تذکرۃ الموضوعات الحراتی اور شرح مشکوۃ ملا علی قاری اور اسعاف الراغبین محمد صبان مصری اور فوائد مجموعہ شوکانی وغیرہا وغیرہ۔ ہزارون کتب سے آپکو دست بردار ہونا لازم آتا ہو اور اونکی اس بددیانتی کا اعلان ہوتا کہ فضایل جناب امیر المومنین ع کے انکار مین ان علما نے اوس قول سے استدلال کیا جو تمہارے نزدیک قابل اعتبار نہین ہو۔ اس مین بھی ہماری فتح ہے۔

اور اگر اوس کے جرح کا اعتبار کرتے ہین تو اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کے لقب سے دست برداری لازم ہو جو بہر طور ضروری ہو کیونکہ ایک ہی روایت نہین ہو جسکی وجہ سے آپ کچھ اشتباہ پیدا کرین۔ اسکے قبل آٹھ حدیثین موضوع بنا دی گئین جس سے آپ تعرض بھی نہ کر سکے۔

اب آئیے ایک اور تماشا دیکھئے کہ آپ کے اوستاد ابو الحسنات ظفر الامانی مین لکھتے ہین ثم ان من العجب ایراد ابن الجوزی فی کتابہ العلل المتناهیه فی الاحادیث الواهیه کثیرا مما اورده فی الموضوعات کما ان فی الموضوعات کثیرا من الاحادیث الواهیه بل قد اکثر فی تصانیفه الوعظیه و ما اشبهها من ایراد الموضوع و شبهه انتهی بکلام السخاوی یعنی عجائب سے ہو کہ ابن الجوزی علل متناہیہ مین اون حدیثون کو وارد کرتا ہو جسے موضوعات مین لکھ چکا ہے اسی طرح موضوعات مین اوسکو لکھتا ہو جو علل تناہیہ مین داخل ہو پھر اکثر تصانیف وعظیہ مین ایسے اون حدیثون سے سند لاتا ہو جو موضوع ہو۔ کہیئے ایڈیٹر صاحب اس سے بڑھ کر تماشا کیا ہو گا کہ ایک دفعہ اوس کو موضوع کہے ایکدفعہ اوسکو علل تناہیہ مین داخل کرے ایکدفعہ خود اوس سے استدلال کرے افسوس کہ یہ تقریر ایک ایسی روایت کی نسبت ہو رہی ہو جس سے فریقین کو نہ ضرر ہو نہ نفع۔ ورنہ ہم بتا دیتا کہ مذہب اہل سنت کسی اصول کا پابند نہین۔ خود تو کہتے ہین مدلس کی روایت قابل قبول نہین۔ پھر سفیان ثوری۔ امام مالک۔ امام بخاری سب کی روایت قبول کرتے ہین حالانکہ یہ سبھی لکھتے ہین کہ وہ مدلس تھے۔ دیکھو رسالۃ الوضو۔

خود وہی تو یہ اصول بناتے ہین کہ حدیث ضعیف اگر چند طرق سے آجائے تو وہ حسن ہو جاتی ہے حکم صحیح مین مگر احادیث جہر بسم اللہ جو ستائیس۲۷ طرق سے خود اہل سنت کے یہان منقول ہین کسی طرح نہ حسن بنتی ہو نہ صحیح حالانکہ او سمین صحیح نسائی کی بھی روایت داخل ہے پھر ان سے پابندی اصول کی کب امید ہو سکتی ہے۔ دیکھو رسالہ بسم اللہ

ایڈیٹر صاحب اگر آپ کے یہان کے معارضات و متناقضات کا شمار کیا جاوے تو کرڑو ن سے بڑہ جائے آپ صرف اپنے اوستاد ابو الحسنات کے اس تعارض و تناقض کو ملاحظہ فرمائے کہ اقامۃ الحجہ مین فرماتے ہین وسبقہ الی ذلک الخطیب وما ادراک ما الخطیب والدارقطنی وما ادراک ما الدار قطنی اماما ن جلیلان مستندان معتمدان فی غیرھما ص۱۵ جس سے کیسی فضیلت خطیب و دارقطنی کی ظاہر ہے۔ پھر یہی مولوی عبد الحی صاحب رسالہ احکام القنطرہ مین فرماتے ہین اما الخطیب وما ادراک ما الخطیب فھو قد جاوز الحد وسلک مسلک التعصب واحتج فی کثیر من المواضع بالاحادیث الموضوع مع علمہ بذلک ص۲۵۹ دیکھیے اس عبارت مین خطیب کی کیسی قدح ہو کہ اونکو کافر کہدیا کیونکہ اصول مسلمہ اہل سنت سے ہو کہ حدیث موضوع کا راوی مع العلم کافر ہے۔

پھر علامہ ذہبی کے بارے مین اسی اقامۃ الحجہ مین فرماتے ہین وھذا الذھبی شیخ الاسلام المعتمد فی نقلہ عند الانام ص۱ پھر اسی اقامۃ الحجہ مین فرماتے ہین وھذا الشیخ الاسلام ابو عبد اللہ الذھبی لہ تفریط فی حق کملۃ الصوفیہ واجلہ الاشعریہ حیث یطعن علیھم فی تصانیفہ بادنی ما صدر عنھم مما یوی بادی النظر انہ خلاف الشرع ولذا قال تاج الدین السبکی فی طبقات الشافعیہ ھذا شیخنا الذھبی لہ علم و دیانۃ وعندہ علی اھل السنۃ تحمل مفرط فلا یجوز ان یعتمد علیہ ص۱۰۷ کیون صاحب آپ کے اوستاد ذہبی کو ایک دفعہ تو شیخ الاسلام المعتمد فی نقلہ عند الانام فرماتے ہین پھر لکھتے ہین کہ وہ تفریط کرتے ہین کملاء صوفیہ و اجلہ اشعریہ مین کہ اونپر طعن کرتے ہین پھر سبکی کا یہ قول نقل کرتے ہین کہ اوسکے اقوال پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

کہیے ایڈیٹر صاحب تماشا کی باتین یہ ہین یا وہ مگر جناب حجۃ الاسلام صاحب ابن جوزی کی

جرح سے صحیح بخاری کو مجروح کر دیا۔ اور حدیث طیر کو اونکی جرح سے اسوجہہ سے بچالیا کہ آپ کے علما
نے اقرار کیا ہے ابن جوزی کی جرح معتبر نہین۔

ایڈیٹر صاحب نے پھر خلط مبحث کے لئے جرح و تعدیل رواۃ کافی کی بحث نکالی جس کو اس
تقریر سے کوئی ربط ہی نہین کیونکہ یہان جرح و تعدیل رواۃ کی بحث نہین ہے بلکہ صرف اسکی
بحث ہے کہ ہمارا استدلال اور الزام قول ابن الجوزی سے دونون درست ہے کیونکہ علمائے
اہل سنت نے بھی بالمساواۃ دونون طرح سے اس کے قول سے استدلال کیا ہے۔

ہمکو بہت افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب الشمس کی پوری تقریر کا جواب نہین دیتے نہ اوسکے
استدلالات کو دیکھتے ہین کہین تو غالباً کا استعمال کرتے ہین کہین سوال کر کے یہ دکھاتے ہین
کہ اس کا جواب ہمکو نہین ملا اور پھر خود خارج از مبحث باتین پیش کرتے ہین جس سے بجز تضیع
اوقات اور کوئی نتیجہ نہین حالانکہ مین مکرر عرض کر چکا ہون کہ مناظرہ کی غرض احقاق حق
ہونی چاہئے نہ سخن پروری مگر افسوس ایڈیٹر صاحب کسی طرح نہین مانتے۔

الحل چونکہ فضل خدا سے اڈیٹر صاحب اس کا بھی جا بجا اقرار کرتے جاتے ہین کہ یہ بات
ہمکو ۲ الشمس کے ذریعہ سے معلوم ہوئی لہذا اسکی وجہ بھی مختصراً اون کو بتا دیتا ہون
کہ جرح ابن جوزی کی معتبری و نامعتبری کی کیا وجہ ہے اگر آپ خود اپنی عبارات منقولہ مین
بھی کچھ غور کرتے تو حقیقت اسکی معلوم ہو جاتی کیونکہ آپ کے علما نے یہ نہین کہا ہے کہ ابن
جوزی کا قول مطلقاً قابل قبول نہین ہے بلکہ یہ کہا ہے اوسپر اعتماد کلی نہین کرنا چاہئے لہذا اسکی
تنقید و تحقیق لازم ہے چنانچہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا اور آپ بھی خود فرماتے ہین
اور یہ تو پہلے ظاہر کر دیا گیا ہے کہ علامہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے عارف فن حدیث
فائدہ اوٹھا سکتا ہے غیر عارف فائدہ نہین اوٹھا سکتا،، اسی اصول پر جناب حجۃ الاسلام
نے ان کے دونون قول سے فائدہ اوٹھایا کیونکہ حدیث طیر یا حدیث مدینہ کی صحت و تواتر
کو اونھون نے صرف اسی بنیاد پر نہین ثابت کیا کہ جرح ابن جوزی نامعتبر ہے بلکہ ہر قاعدہ سے
اوسکی صحت ثابت کی اور پھر بہت سے علمائے معتمدین کے اقوال صریحہ پیش کئے جس سے اسکی
صحت ثابت ہوئی اور جرح ابن جوزی نامعتبر ٹھہری اور یہی مقولہ آپ کے علما کا بھی ہے

کہ ان کے حکم بالوضع پر اعتماد کلی نہ کرو بلکہ تنقید کرو۔ آپکے علما کو چونکہ فضایل جناب امیرؑ سے عناد کلی ہے لہذا اونھون نے بلا تنقید حکم ابن جوزی کو پیش کیا اور اس کا نہ خیال کیا کہ ہم خود انکی جرح کو نامعتبر کیے چکے ہین۔

رہا جرح صحیح بخاری پس چونکہ آپ کے علما نے اس کو بھی بیان کیا ہے کہ ابن جوزی کی جرح زیادہ تر صحیح ہوتی ہے لہذا بخاری کی روایتؐ اوسکی جرح سے موضوع قرار پائی اگر آپکو حوصلہ ہو تو جسطرح صحت حدیث طیر و مدینہ ثابت کیگئی ہے اوسیطرح اسکا بھی ثابت کیجیے تب البتہ جو کچھ چاہیے فرمائیے کیونکہ آپ اس حدیث کی صحت پر بالخصوص کوئی دلیل نہین لاسکتے بجز اسکے کہ عام طور پر آپ کے علما نے صحیحین کو صحیح مانا ہے جسکا جواب یہ ہے کہ بہت اونھین لوگون نے صحیحین کو مجروح بھی تو کیا ہے تو آپ جبتک خاص اس حدیث کی صحت نہ ثابت فرمائین کچھ بات نہین بنا سکتے۔

پس اگر آپ غور کرین گے تو جناب حجۃ الاسلام نے قولین متناقضین سے نہین استدلال کیا ہے بلکہ آپ کے علما کے حکم کی تعمیل کی ہے کہ قول ابن الجوزی پر اعتماد کلی نہ کرنا چاہیے بلکہ تنقید کرنی لازم ہے۔

تیرہوان اعتراض:۔ ایڈیٹر صاحب نے یہ کیا تھا، کہ ابن الجوزی نے تو صرف اس حدیث کو منکر کہا تھا مولوی حامد حسین صاحب نے موضوع کہنے کی نسبت ابن جوزی کی طرف کیون کی اس کا جواب الشمس نمبر ۷ مین یہ دیا گیا تھا کہ جناب حجۃ الاسلام نے تو کوئی حکم خاص دیا ہی نہین بلکہ یہ فرمایا کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات شنیعہ مین داخل کیا ہے اور ابن الجوزی کا اس حدیث کو کتاب الموضوعات مین داخل ہی کرنا اسکی دلیل ہے کہ اون کے نزدیک موضوع ہے اسپر ہم نے دو سندین دی تھی ایک قول سیوطی سے دوسرے فتح المغیث سے کہ کتاب الموضوعات کی بھی غرض ہے کہ اوس مین احادیث موضوعہ داخل کی جائین مگر اسپر بھی ایڈیٹر صاحب ہی فرماتے ہین وہ الشمس کے ایڈیٹر صاحب سے ان کے اس جواب کے متعلق کسی دلیل کا طالب کرنا تو بالکل فضول ہے،، جس سے اور بھی ہمارے معروضہ سابقہ کی تصدیق ہو گئی کہ دس عالم کا نام ہم نے گنایا اون اور ایڈیٹر صاحب فرمائین،، دو ذرا ان کے نام ہی تو بتائیے کہ حقیقت حال معلوم ہو،، مین تو صاف صاف مکرر عبارتین ابن تیمیہ ابن حجر مکی شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز کی لکھون

ہو آپ فرمائین ”غالباً آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتین پیش کرینگے“ یہی نقشہ یہان ہو کہ مین سیوطی اور فتح المغیث کی عبارتین نقل کرون اور آپ فرمائین ”کسی دلیل کا طلب کرنا فضول ہو“ ناظم بین عقل تو۔ گر اڈیٹر صاحب نے لکھا ہو اسطرح کہ اگر کوئی مواخذہ کرے تو کہدین کہ ہمنے یہ نہین لکھا ہو کہ دلیل نہین لکھی۔

بہرحال اڈیٹر صاحب اس کو نزاع لفظی کہتے ہین کہ حجۃ الاسلام نے یہ نہین فرمایا کہ ابن الجوزی نے اسکو موضوع کہا ہو بلکہ یہ کہا ہو کہ موضوعات شنیعہ مین داخل کیا ہو۔ یہ بحث خود ۲ الشمس ص۱۲ مین طے کردیگئی ہو ملاحظہ ہو ص۱۵ اگرچہ ضرورت ہو اونکو بسط کلام کی لہذا اس کو بھی پھیلا دیکر لکھا حالانکہ اونکا خصم کہ سکتا ہو یہ نزاع لفظی نہین ہو بلکہ بہت سے توجیہات اس کی نکل سکتی ہو۔

یہ بھی تسلیم کرتے ہین ”کہ اس کتاب الموضوعات مین کسی حدیث کا درج کرنا اس امر کی دلیل ہو کہ وہ حدیث ابن جوزی کے نزدیک موضوع ہو“

پھر یہ تقریر کیسی ”مگر جہان کہین قرینہ اسکے خلاف شہادت دیتا ہو وہان یہ امر نہ لازم آئیگا“ کیونکہ جو قرینہ آپ قایم کرتے ہین لفظ منکر کا خود ادوات وضع سے ہو اور یہ تو جب ہوتا کہ ابن جوزی کتاب الموضوعات مین اون حدیثون کو بھی ذکر کرتے جو خود اون کے نزدیک صحیح ہین اور غیرون نے اونکو موضوع کہا ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اس مین تو وہی حدیثین لائی گئی ہین جو اون کے نزدیک موضوع ہو اسی پر محدثین نے اعتراض کیا ہو کہ پھر یہ خلط کیون ہوا کہ ایک ہی حدیث کو موضوعات مین بھی لائے اور علل متناہیہ مین۔

یہ فقرہ ”اس حدیث کو لکھکر اس کے منکر ہونے کی تصریح کردی ہو جو اسکے موضوع ہونیکی صریح منافی ہے“ ایسا چست فقرہ ہو کہ آپ کے ایمان داری کی پوری شہادت دے رہا ہو مگر افسوس ہو آپ کے علماء سلف پر جو اس نکتہ کو نہ سمجھے اور امام سیوطیؒ اعتراض کر بیٹھے کہ کیون اسکو موضوعات مین لکھا حالانکہ بخاری نے اس کی تخریج کی ہے۔

دوسرا جواب الشمس مین یہ دیا گیا تھا کہ ابن جوزی نے تو اس کو موضوعات مین داخل کیا ہو مگر ابن عدی سے منکریت کا قول نقل کیا ہے۔ اس پر اڈیٹر صاحب لکھتے ہین ”ابن عدی کے کلام کو محل استشہاد مین نقل کیا ہو اگر وہ اس کلام کے موافق نہ تھے تو اسکو نقل کیون کیا اور اگر بغرض تردید نقل کیا تھا تو اسکی تردید کیون کی“ مگر افسوس کہ وہ سنی سنائی باتین بے ربط صرف کردیتے ہین اس کا کون منکر ہے کہ ابن عدی کا قول محل استناد مین ہو بے شک محل استناد مین ہو مگر اس کے یہ مطلب نہین ہین کہ ابن جوزی بھی اسکے قایل ہون

بلکہ وہ اس سے درجہ اعلی کے قایل تھے اور اسکی دلیل یہ ہو کہ اگر وہ اس کو موضوع نہ سمجھتے یا منکر کو مرادف موضوع نہ قرار دیتے تو کتاب الموضوعات مین نہ لاتے بلکہ علل متناہیہ مین لیس موضوعات مین داخل کرنا اس کا قرینہ ہو کہ یہ حدیث جو ابن عدی کے نزدیک منکر ہو وہ ان کے نزدیک موضوع ہو اور تردید کی حاجت تو جب ہوتی کہ منکریت منافی موضوعیت ہوتی۔

الشمس مین تیسرا جواب اس کا یہ دیا گیا تھا کہ منکر و موضوع اصطلاح قدما مین ایک ہو جیسا امام مسلم کا قول صحیح مسلم سے لکھا گیا تھا۔

اسکے جواب مین اڈیٹر صاحب فرماتے ہین "صحیح مسلم کے دیباچہ سے جو آپ نے یہ عبارت نقل کی ہے ولت الی علیہ نفی روایۃ المنکر من الاخبار اس سے یہ نہین لازم آتا کہ تمام قدما یا امام مسلم کی اصطلاح مین منکر بمعنی موضوع ہے امام مسلم نے یہان لفظ منکر سے مراد معنی لغوی لئے ہین جو موضوعات اور ضعاف سبکو شامل ہے یہ عجیب بات ہو کہ آپ ہر جگہ اسی قسم کی بات بناتے ہین کہ اس سے یہ نہین لازم آتا اوس سے یہ نہین مراد ہو۔ بات تو اتنی ہو کہ اس عبارت کو دیکھیے احادیث موضوعہ مکذوبہ پر امام مسلم نے منکر کا اطلاق کیا ہے یا نہین اگر کیا ہو تو مانئے ورنہ اس کا ثبوت دیجئے کہ یہ نہین ہو اور جب اسیطرح کی تاویل ہو کہ منکر سے مراد معنی لغوی ہین تو پھر اس قدر ناحق کی زٹغ زٹغ بغ بغ سے کیا حاصل، یہی کہدئے ہوتے امام ابن الجوزی نے جو اپنی کتاب کا نام الموضوعات رکھا تو اس سے موضوعیت اون احادیث کی نہین لازم آتی بلکہ معنی لغوی مراد ہے۔

اڈیٹر صاحب اگر اس سے تسکین نہ ہو تو اپنے اوستاد ابو الحسنات کی ظفر الامانی دیکھیے قال البخاری کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحتج بہ ولا یحل الروایۃ عنہ ص۳۵ اہ تو معلوم ہوا کہ اصطلاح قدما میں یہ لفظ منکر الحدیث کس پایہ کا ہو کیونکہ اسپر تو آپ لوگون کا اتفاق ہو کہ امام بخاری نے جرح مین سب سے زیادہ احتیاط کیا ہو مگر منکر کا یہ درجہ ہو کہ فرماتے ہین لا یحل الروایۃ عنہ پھر اگر امام مسلم اوسکو موضوع کہین تو کیونکر آپ اعتراض کر سکتے ہین۔

اڈیٹر صاحب کی یہ فرمایش کہ اصول حدیث کی کتابون مین اس اصطلاح کو دکہاؤ نہایت حیرت خیز ہے کیونکہ یہ سب اصطلاحین جدید ہین۔ پھر ان اصطلاحات و قواعد کی پابندی علماء سلف کیونکر کر سکتے تھے اینز علامہ عسقلانی کی شرح نخبۃ الفکر مین پڑھا ہوگا کہ اصطلاح اہل حدیث مین سب سے پہلے جو مصنف ہوا

ہو وہ قاضی ابو محمد رامہر مزی ہی اوس کے بعد امام حاکم اون کے بعد ابو نعیم اصبہانی پہر خطیب بغدادی پہر قاضی عیاض وغیرہ جسکے بعد سلسلہ تدوین چلا تو امام مسلم کیونکر ان اصطلاحات کے پابند ہو سکتے ہین - اور الحمد لله کہ خود ایڈیٹر کے اوستاد کی ظفر الامانی سے جو اصول حدیث مین ہے یہ ثابت کر دیا کہ امام بخاری کے نزدیک بہی لفظ منکر اوسی معنی مین ہے جو امام مسلم کے نزدیک ہے کیونکہ لا تحل الروایۃ عنہ موضوع ہی کی شان ہے نہ ضعیف کی حالانکہ یہ سب موشگافیان ہین متاخرین کی جو فضول تاویلات ہین اور اصلیت سے انکو کچھ واسطہ نہین -

اڈیٹر صاحب نے اسپر بہت کچھ خاک اوڑایا ہے کہ لفظ منکر جو کلام ابن عدی سے نقل کیا گیا ان کے نزدیک اس کا قرینہ ہے کہ ابن جوزی کے نزدیک یہ موضوع نہین ہے بلکہ منکر ہے جو دوسری چیز ہے مگر سیوطی کے کتاب التعقبات کے آخری فقرے اسکو بتا دیتے ہین کہ بیشک ابن جوزی نے اسکو موضوع کہا ہے چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہین تنبیہ هذا اخر ما اوردته فی هذا الکتاب من الاحادیث المتعقبة التی لا سبیل الی ادراجها فی سلك الموضوعات صفحہ ۱۴۰ یعنی یہ آخر اوسکا ہے جسے مین نے وارد کیا اس کتاب مین اون احادیث متعقبہ سے جس کا موضوعات مین داخل کرنا کسی طرح جائز نہین جس سے معلوم ہوا کہ ابن جوزی نے ان سب حدیثون کو جسمین یہ حدیث متنازع فیہ بھی داخل ہے - موضوعات مین داخل کیا اور سیوطی نے اوس پر تعقب کیا پہر کیونکر ایڈیٹر صاحب انکار کر سکتے ہین کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات مین نہین شمار کیا۔

غرض جو تین اعتراض ایڈیٹر صاحب نے استقصاء الافحام پر وارد کئے تھے اگرچہ وہ سب بیجا خود لغو تھے مگر الشمس نے پوری حقیقت اوسکی کہولدی اور اوسپر جو اعتراضات اڈیٹر صاحب نے کئے تھے اس تحریر مین کافی طور پر اوسکا جواب بالاختصار دیدیا گیا کیونکہ ان اعتراضات کو نہ اصل مذہب اہل سنتہ سے تعلق ہے نہ اصل مذہب شیعہ سے پہر طول کیون دیا جائے اور دسری کیجائے - اڈیٹر صاحب کا منشا صرف اس قدر تہا کہ جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کی استقصاء الافحام کے دو سطر پر اعتراض کر کے اپنی قوم مین سربلندی حاصل کرین جس سے اونکے اخبار کی اشاعت مین ترقی ہو مگر چونکہ نیت اونکی اچھی نہ تھی خدا نے بہت جلد ان مکاید کا وہن ظاہر کر دیا ان کید الشیطان کان ضعیفا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اونکی غیرت جو بیجا حمیت کے حکم مین ہے اونکو کس بات پر آمادہ کرتی ہے کیا کچھ جواب دیتے ہین جو محال ہے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہین جو اون کے انصاف پرستی اور راستبازی کا مقتضا ہے یا مطلق سکوت سے کام لیتے ہین جس کی چند بار وہ مشق کر چکے ہین کیونکہ یہ اعتراضات ایسے لغو اور سخیف ہین کہ معمولی طالب العلم بھی گو وہ کیسا ہی کج فہم بلید الذہن کیون نہ ہو نہین کر سکتا چہ جائیکہ وہ شخص جو شیعون کے مخالفت مین ایک ہفتہ وار اخبار نکالے اور تمام عالم پر ظاہر کرے کہ جو بزرگون سے نہ ہو سکا وہ ہم کر دکھاتے ہین "

وهذا اخر الکلام فی هذا المقام واخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و اله الطیبین الطاهرین ۵۵

نقد التنقید

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۶ صفحہ ۲۲)

طرف منیٰ کے اور دوسری روایت مین ہو کہ حضرت نے طواف افاضہ کیا بعد اوس کے رجوع کیا اور منی مین نماز ظہر پڑہی اس پر وہ لوگ (محدثین) زبردستی کر کے کہتے ہین کہ حضرت نے اعادہ کیا واسطے بیان جواز کے اور ایسی ہی دوسری تاویلین ہین حالانکہ اسی وجہ سے ابن حزم کہتے ہین کہ ان دونو روایتون سے ایک ضرور کذب ہی بلا شک۔

مسلم نے حدیث اسراء (معراج) بہی لکہا ہی اور اوس مین یہ بیان کیا کہ یہ واقعہ قبل از نزول وحی ہی حالانکہ حفاظ نے اس لفظ مین کلام کیا ہی اور اس کا ضعف ثابت کیا ہی۔

مسلم نے یہ بہی روایت کی ہی کہ خدا نے تربت کو خلق کیا بروز سبت (شنبہ) حالانکہ سب کا اتفاق ہی کہ بروز سبت خلق واقع نہین ہوا۔

مسلم نے ابو سفیان سے اس کی روایت کی ہی کہ جب ابو سفیان اسلام لایا (سنہ) تو عرض کیا یا حضرت ہمکو تین باتین مرحمت ہون۔

(۱) میری بیٹی ام حبیبہ سے عقد کیجئے (۲) میرے بیٹے معاویہ کو کاتب بنائیے (۳) مجہکو سردار بنائیے کہ کافرون سے جنگ کرون جیسا کہ مسلمانون سے جنگ کیا تہا۔ حضرت نے تینون باتین قبول کین یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہی حالانکہ جس قدر اس مین وہم ہے سب کو معلوم ہی کیونکہ (۱) حضرت نے ام حبیبہ سے اوس وقت نکاح کیا تہا جب وہ حبشہ مین تہی اوس کا مہر نجاشی نے دیا منجانب رسول اللہ چار سو اشرفی اور خود حاضر ہوا اور خطبہ پڑہا اور ولیمہ دیا جس کا قصہ مشہور ہی اور ابو سفیان فتح مکہ کے بعد اسلام لایا اور درمیان ہجرت و حبشہ و فتح مکہ چند سال کا تفاوت ہی۔

(۲) اور معویہ اس سے قبل سے حضرت کا کاتب تہا (پہر کیونکر اس کی درخواست کی ابو سفیان نے)۔

(۳) رہا ابو سفیان کا سردار بنایا جانا پس یہ ایسا امر ہی کہ کہا حافظ نے حفاظ حدیث اسکو نہین جانتے۔ اسپر بہی وہ لوگ گلا گہونٹتے ہین اور اجوبہ لاطائل دیتے ہین کہ اگرچہ حضرت نے ام حبیبہ سے پہلے عقد کیا تہا مگر چونکہ وہ (ابو سفیان) کا اذن نہ تہا لہذا ابو سفیان جو جدید العہد تہا اس نکاح کو

باطل جانتا تھا اسلیئے حضرت سے اسکی استدعا کی کہ تجدید نکاح فرمائے اور وہ لوگ زبیر بن بکار کی روایتین باسانید ضعیفہ اسکی بھی لاتے ہین کہ حضرت نے بعض غزوون مین ابو سفیان کو امیر لشکر بنایا حالانکہ یہ ایسا امر ہے کہ کوئی اس کو نہین جانتا یہ سب باتین محدثین نے محض تعصب سے بنائی ہین کہا حافظ نے کہ جب مسلم نے اپنی کتاب صحیح بنائی تو اوسکو عرض کیا ابوزرعہ رازی پر جس پر اونہون نے بہت انکار کیا مسلم پر اور کہا کہ تم نے اس کا نام صحیح رکھا ہے حالانکہ یہ زینہ ہے اہل بدعت وغیرہ کے لئے کیونکہ جب کوئی روایت خلاف اون کے لائی جائے گی تو کہینگے یہ حدیث صحیح مسلم مین نہین ہے پس خدا رحم کرے ابو زرعہ پر کہ اونھون نے نطق کیا بہ صواب کیونکہ ایسا ہی واقع ہوا یہ تقریر مینے اس وجہ سے لکھی کہ مجھہ سے اور بعض مخالفین سے مسئلہ تورک مین بحث ہوئی تو اوسنے حدیث ابی حمید کا ذکر کیا جو پہلے مذکور ہوئی تو مین نے جواب دیا کہ اس کی تضعیف کی ہے طحاوی نے پس وہ کچھہ نہ بولا اور کہا کہ مسلم تو اسکو صحیح کہتے ہین اور طحاوی اس کو ضعیف بتاتے ہین خدا رحم کرے ۔

(۳) اور جناب مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم شرح مسلم الثبوت مین فرماتے ہین ۔ وہذہ عبارتہ

فرع ابن الصلاح وطائفة من الملقبين باهل الحديث زعموا ان رواية الشيخين محمد بن اسمعيل البخاري ومسلم بن الحجاج صاحبي الصحيحين يفيد العلم النظري للاجماع على ان للصحيحين مزية على غيرهما وتلقت الامة بقبولهما والاجماع قطعي وهذا بهت فان من راجع الى وجدانه يعلم بالضرورة ان مجرد روايتهما لا يوجب اليقين البتة وقد روي فيهما اخبار متناقضة فلو افاد روايتهما علما لزم تحقق النقيضين في الواقع وهذا اى ما ذهب اليه ابن الصلاح واتباعه بخلاف

ابن الصلاح اور ایک گروہ نے جو بہ لقب اہل حدیث ملقب ہین۔ یہ گمان کیا ہے کہ شیخین محمد بن اسمعیل بخاری اور مسلم بن حجاج (جو صاحب صحیح ہین) کی روایتین مفید علم نظری ہین۔ کیونکہ اجماع ہو گیا ہے ان دونون کتابون کی بزرگی پر اور امت نے قبول کر لیا ہے اور اجماع یقینی امر ہے۔ حالانکہ یہ بہتان ہے کیونکہ جو شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کریگا اوس کو معلوم ہوگا کہ محض ان دونون کی روایتون سے البتہ کسی طرح یقین نہین ہو سکتا حالانکہ ان دونو مین متناقض حدیثین بھری ہین پس اگر ان کی روایت سے یقین حاصل ہو تو لازم آتا ہے اجتماع نقیضین فی الواقع ممکن ہو جائے جو غیر ممکن ہے اور

ما قالت الجمهور من الفقهاء والمحدثين
لان انعقاد الاجماع على المزية على غيرهما
من مرويات ثقات اخرين ممنوع
والاجماع على مزيتهما في انفسهما لا يفيد
ولان جلالة شانهما وتلقي الامة
بكتابيهما بالقبول لا يستلزم ذلك القطع والعلم
فان القدر المسلم المتلقي بين الامة ليس
الا ان رجال مروياتهما جامعة للشروط
التي اشترطها الجمهور لقبول روايتهم
وهذا لا يفيد الا الظن واما ان مروياتهما
ثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
فلا اجماع عليها فضلا كيف ولا اجماع على
صحة جميع ما في كتابيهما لان رواتهما
منهم قدريون وغيرهم من اهل البدع
وقبول رواية اهل البدع مختلف فيه
فاين الاجماع على صحة مرويات القدرية
غاية ما يلزم ان احاديثهما اصح الصحيح
يعني انها مشتملة على الشروط المعتبرة
عند الجمهور على الكمال وهذا لا يفيد الا
الظن القوي هذا هو الحق المتبع ونعم
ما قال الشيخ ابن الهمام ان قولهم تقديم
مروياتهما على مرويات الائمة الاخرين
قول لا يعتد به ولا يقتدى بل هو من

یہ رائے جو ابن الصلاح اور اوسکے اتباع کی ہے خلاف
اوسکے ہے جو قول جمہور ہے محدثین و فقہا کا کیونکہ
ان دونون کے فضیلت پر اجماع ہونا بنسبت دوسرے
ثقات محدثین کے ممنوع ہے۔ اور خود اونکی ذاتی
فضیلت پر اجماع ہونا کسیطرح مفید نہین اور ان
کی جلالت شان یا امت کا قبول کر لینا کسی طرح
اسکو نہین مستلزم ہے کہ اس سے علم و یقین حاصل
ہو سکے کیونکہ اگر امت مین مسلم ہے تو صرف اسیقدر
کہ اس کے راویون مین وہ شرائط پائے جاتے
ہین جو جمہور نے قبول روایت کے لئے مقرر کئے
ہین۔ اس سے اگر حاصل ہو گا تو ظن و گمان نہ
علم۔ رہا یہ امر کہ ان کی روایتین ثابت ہین
رسول اللہ صلعم سے پس ہرگز اس پر اجماع نہین ہے
کہ جو روایتین ان کتابون مین ہین وہ صحیح ہین کیونکہ
اکثر راوی ان کے قدری وغیرہ ہین اہل بدعت سے
جن کے قبول روایت مین خلاف ہے تو پھر اجماع
کہان ہوا اسپر کہ قدریون کی روایتین صحیح ہین
منتہی امر یہ ہے کہ حدیثین اسکی اصح الصحیح ہین
یعنی شامل ہین اون شرائط پر جو جمہور کے
نزدیک معتبر ہین علے وجہ الکمال جس سے بھی
بھی وہی ظن قوی حاصل ہو اور یہی حق
متبع ہے۔
اور کیا خوب کہا ہے شیخ ابن الہمام نے ان لوگون کا

تحکما تهم الصرفة کیف لا وان الاصحیة
من تلقاء عدالة الرواة و قوة ضبطهم
واذا کان رواة غیرهم عادلین ضابطین
فهما و غیرهما علی سواء لا سبیل للحکم بزیتهما
علی غیرهما الا تحکما و التحکم لا یلتفت الیه
فافهم۔

یہ کہنا کہ صحیحین کی روایتین مقدم ہین غیرون
پر۔ ایسا قول ہی جو قابل شمار نہین نہ قابل اقتدا
بلکہ اونکی زبردستیون سے ہی کیونکہ صحیح ہونا
روایت کا تابع عدالت راوی اور قوت ضبط
ہی۔ اور جب ان کے سوا اور حدیثون کے راوی
بہی عادل و ضابط ہون گے تو یہ اور صحیحین مساوی
ہوئین۔ تو اب یہ کہنا کہ ان کتابون کو دوسرون پر فضیلت ہی محض تحکم ہے جو کسی طرح
قابل التفات نہین۔

اگر اس پر بہی تسکین نہ ہو تو اپنے امام المتکلمین مولوی حیدر علی صاحب کی تحقیقات کو سنئے
منتہی الکلام مین فرماتے ہین "از تتبع و تصفح مقالات جنان بوضوح میگراید کہ ترتیبیکہ اہل حدیث
صحیحین مقرر کردہ اند و این ہردو را بر دیگر کتب مقدم داشتہ اند بر السنہ اتباع مجتہدین بضرب
من التقلید جاری میشود والا از ائمہ اربعہ چیزے درین باب منقول نیست و چگونہ تصور توان
کرد حالانکہ علم غیب خاصہ الوہیت و نزد شیعہ از خواص امامت ہست پس اگر شخصے بعد تالیف این کتب بہ پایہ
اجتہاد میرسید و تمیز صحیح از سقیم نزد او مناط اعتبار گشید و در باب جرح و تعدیل بلا واسطہ متوجہ می گشت ضرور نبود
کہ بر قرار داد شیخین در باب ائمہ روایت میرفت و مخالفت ایشان را بہیچ گونہ مباح نمی دانست آخر این بزرگان
ہم از جملہ بشر بودہ اند گو در تصحیح حدیث بغایت قصوے کوشیدہ باشند بیسما محمد بن اسمعیل بخاری کہ او درین
امور گوئے سبق از امثال و اقران ربودہ ولیکن باز ہم جاے اجتہاد مجتہدین باقی ہست مگر یاد نداری کہ در بارہ چندے
از روایتش بعضے از علما و فقہا بحث دارند و شارحین در جواب آن وجوہے نقل میکنند کہ بعضے ازان خالی از
غرائب نیست و از مطالعہ صحاح ستہ دریافت می شود کہ اکثرے از جامعین تقلید کسے از مجتہدین نمیکنند بلکہ خود اجتہاد
می نمودند و تائید مجتہدات خود را درین کتب غالبا مد نظر داشتہ اند۔

اب مین اس مبحث کو ختم کرتا ہون

کیونکہ یہ بحث کتاب مستطاب استقصاء الافحام و عبقات الانوار مین نہایت شرح و بسط سے لکہی جا چکی ہی
جسکا استقصا یہان دشوار ہی۔ اور چونکہ تنقید بخاری کا سلسلہ فضل خدا سے جاری ہی جسمین صحیح بخاری

کے ہر ہر حدیث اور ہر ہر لفظ سے کافی بحث ہو رہی ہو جس سے ہر ہر روایت کا اوس کے حال معلوم ہوتا ہو لہذا ضرورت بھی نہین کیونکہ اسکی ضرورت تو تب تھی کہ بخاری وغیرہ پر اجمالاً بحث کی جاتی ۔

یہانتک جو کچھ مرقوم ہوا ایڈیٹر صاحب کے اوس جملہ کے جواب مین تہا جو اونھون نے نمبر ۸ مین فرمایا تہا "صحیح بخاری کو اہل سنتہ نے اصح الکتب کا خطاب بہت کچھہ جانچ پڑتال کرنے کے بعد دیا ہو صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد جماعت محدثین صدیون تک اوسکی تنقید کرتی رہی اور ہر ہر حدیث اوسکی جانچی گئی۔"

جسکی تصدیق عبارت صدر سے ظاہر ہو چکی کہ اساتذہ بخاری سے لیکر اسوقت تک صدہا علما نے اوس پر اعتراض کیا اور اوس کی صحت سے انکار کیا اساتذہ نے تو بخاری کو بدعتی کا خطاب دیا اور قابل روایت بھی نہ سمجھا اور امام مسلم سے تا بہ مولوی حیدر علی سب اوس کے صحت سے انکار کرتے آئے پھر بہت کچھہ جانچ پڑتال کے بعد صحت کا خطاب کہان عطا ہوا۔

ایڈیٹر صاحب نے نمبر ۱۹-۲۰-۲۱ مین احادیث شیعہ سے بحث کی ہو جسکا جواب انشاء اللہ الشمس کے آیندہ نمبرون مین دیا جائیگا یہان صرف تنقید بخاری کی نسبت جو کچھ لکھا ہو اوس کے متعلق عرض کرتا ہون کیونکہ اوسے چند مرتبہ افتخار کر چکے ہین۔ اور خود ایڈیٹر صاحب نے بھی شارعین بخاری کے اعتراضون سے چشم پوشی کر لی ہو اور اس کو خارج از بحث کا خطاب دیا ہو تو احادیث شیعہ کے بحث کا ترک کرنا بدرجہ اولی مناسب ہو جو یقیناً خارج از بحث ہو۔

لائق ایڈیٹر نمبر ۲۲ سے تنقید بخاری کی طرف متوجہ ہو کر حسب ذیل رقمطراز ہین۔

"اصلاح میرے پاس نمبر ۱ سے پہنچا ہو اس سے پہلے دو ایک پرچے مین نے دہلی مین سرسری نظر سے دیکھے تھے وہ میرے پاس موجود نہین غیر جسقدر پرچے میرے پاس موجود ہین اوس مین جسقدر اعتراضات صحیح بخاری پر ہین مین انکی حالت ظاہر کرتا ہون ناظرین اسی پر قیاس کرین۔"

الجواب اس عبارت سے خود معلوم ہو سکتا ہو کہ ایڈیٹر صاحب نہ یہ جواب از راہ درد دین لکھتے ہین نہ از راہ تحقیق بلکہ اصلاح کے طعنہ پر کچھ اون کے ہم مذہبون نے غیرت دلایا جسپر انھون نے اناپ شناپ لکھنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اگر درحقیقت تنقید بخاری کا جواب لکھنا تھا تو شروع کتاب سے ابتدا کرتے جو نمبر ۲ جلد ۶ اصلاح سے شائع ہو رہا ہو نہ کہ نمبر ۱ جلد ۸ سے۔ رہا یہ عذر کہ ابتدائی نمبر موجود نہ تھے تو یہ عذر ویسا ہو کہ آنکھ ویکھتے ہین کون کہاے کیونکہ وہ خود ایڈیٹر اصلاح سے طلب

کر سکتے تھے۔ غایت الامر یہ ہی کہ قیمت طلب کرتے۔ حالانکہ مین خوب جانتا ہون کہ دفتر اصلاح سے علاوہ اسکے کچھ اور رسائل بھی روانہ ہوئے بلکہ حکم الثقلین خاص طور پر بھیجا گیا جس مین نماز امام ابو حنیفہ کی نہایت وضاحت سے تصریح ہی مگر آج تک اوسکا بھی جواب نہ ہو سکا۔ بہرحال جب آپ نے قیاس کا حکم دیا تو ہم نے اس تحریر پر قیاس کر لیا کہ آپ کے جواب کا کیا رنگ ہوگا ابتدا انتہا ندارد بیچ سے کوی جملہ لے لیا اور نام اوس کا جواب رکھ دیا۔

پھر لکھتے ہین "ایڈیٹر اصلاح نے جو اعتراضات صحیح بخاری پر وارد کئے ہین ان مین سے کچھ تو شارحین بخاری پر ہین جن کو تنقید بخاری مین شامل کرنا ایک درجہ خلاف موضوع اور خارج از بحث کہنا نازیبا نہین لہذا ہم بھی ان اعتراضات کو بالفعل نظر انداز کرتے ہین"

الجواب یہ پہلی ہوشیاری ہی جس سے راہ تحقیق کو چھپانا منظور ہی کیونکہ تنقید بخاری کو جن لوگون نے دیکھا ہی اونہین خوب معلوم ہی جتنے اعتراضات ہین وہ خود شارحین صحیح بخاری کے وارد کئے ہوئے ہین۔ ناقد علام دام ظلہ کا بذات خاص شاید ہی کوی اعتراض ہو آپ نے جب اونہین اعتراضون سے چشم پوشی کر لی تو پھر جواب کس کا لکھئے گا۔

آپکا قلم راستی پر چلتا تھا مگر زبردستی سے آپ نے کچھ روک دیا کیونکہ قلم یہ لکھ رہا تھا "ان مین سے کچھ تو شارحین صحیح بخاری کے اعتراضات ہین" اور آپ نے بزور یہ لکھ دیا "ان مین سے کچھ تو شارحین صحیح بخاری پر ہین" مگر یہ فقرہ بھی اصل مین اوسی مطلب کو ظاہر کر رہا ہی کیونکہ شارحین صحیح بخاری پر تو اعتراض جب ہی ہوگا جب وہ غلط راہ چلین گے اور اکثر ایسا ہی ہوا ہی کیونکہ اکثر شارحین نے تو کھلے کھلے لفظون مین صحیح بخاری پر اعتراض کر دیا۔ مگر بالخصوص حافظ ابن حجر نے حمایت بخاری مین اون سب کو رد کرنا چاہا جس پر وہ نہ قادر ہو سکے۔ ناقد علام نے ایسی ہی مقام پر اون کے کلام کی حقیقت ظاہر کر دی اور بتا دیا کہ یہ جواب غلط ہی۔ مگر آپ نے تو وہ کارروائی شروع کی جس سے آپ کے ناظرین کو کچھ نہ معلوم ہو کہ کیا لکھا اور کیا کہا۔ صرف جلی قلمون سے "تنقید صحیح بخاری کا جواب" لوگ پڑھ لین اور عوام غل مچائین کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا پھر بتائیے حق کیونکر واضح ہو سکتا ہے۔ باقی دارد

نمبر ۸ | بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۲۳ ہجری | جلد ۱

عرض اڈیٹر

الحمد للہ کہ الشمس کی ضو فشانی ایک عالم کو اپنے انوار سے فیضیاب کر رہی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے اسکی اشاعت میں دونی ترقی ہو رہی ہے۔ (۲) ہمپر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ ابھی تک پورا جواب نہ ہو سکا جو نہایت صحیح الزام ہے مگر اصلیت اسکی یہ ہے کہ اس نوزاد اخبار کے مضامین عام طور پر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو بذریعہ سرقہ کے حاصل کیا ہے کیونکہ جو حصہ انھوں نے مناظرہ کا مقرر کیا ہے اس میں صرف نصیحۃ الشیعہ کا سرقہ ہوتا ہے یہانتک وہی سرخی وہی بجنسہ عبارت رہتی ہے۔ اسکا جواب چونکہ انتصار الشریعہ اور روشنی میں ہو چکا ہے۔ لہذا ابھی تک اسکے جواب سے ہم ساکت ہیں اور یہ سلسلہ بھی اسی کا مقتضی ہے دوسری قسم وہ ہے جو اڈیٹر کا طبعزاد مضمون ہے اسمیں کچھ تو تنقید بخاری کا جواب انھوں نے دینا چاہا ہے جس کا جواب نقد التنقید میں دیا جاتا ہے کچھ کتاب مطاعن (؟) پر اعتراض تھا جس کا جواب بھی تمام ہو چکا اب آیندہ نمبروں سے اسکا جواب بھی شروع ہوگا جو نصیحۃ الشیعہ سے سرقہ کیا ہے (۳) ہمنے وعدہ کیا تھا کہ [illegible] سالانہ چندہ میں ایکجزو ماہوار دینگے۔ مگر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ایکٹ سے الشمس کا حجم ۲۰ بلکہ ۲۴ صفحہ ہوتا ہے اور یہ مقدار بھی کافی نہیں۔ ضرورت ہے کہ ۲۴ صفحہ کر دیا جائے تاکہ اس سال میں ایک معقول حصہ کا جواب شایع ہو جائے لہذا ارباب ہمت حضرات سے [illegible] اصحاب بھی چندہ کی تعداد میں ایکروپیہ اضافہ کر دیں تو بخوبی ممکن ہے کہ حجم رسالہ بڑھا دیا جائے۔

التماس دعا

چونکہ ادھر دو تین ماہ سے جناب الاعلام فخر الحکما دام ظلہ کی طبیعت نے لطف جلی جاتی ہے اور برادرم محمد حمید سلمہ بھی علیل ہیں لہذا تمامی مومنین سے التماس دعا ہے کہ صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ضوء الشمس

اصلاح کے غیر معمولی نمبر میں مولوی انشاء اللہ خاں صاحب اڈیٹر اخبار وطن کی بے تعصبی دکھائی گئی تھی اسپر ہمارے کرمفرما بہت زور سے بھڑکے ہیں فرماتے ہیں "ہمارے مخدوم مولوی انشاء اللہ خاں صاحب اڈیٹر وطن باوجودیکہ ایسی صلح پسند طبیعت رکھتے ہیں۔ لیکن اصلاح کی گالیوں سے وہ بھی نہیں بچ سکے کئی مرتبہ انپر حملہ ہو چکا ہے اور ابتک اصلاح کے غیر معمولی نمبر میں انپر سخت حملہ کیا گیا ہے اور وہ حملہ آخر میں ان کی ذات سے متجاوز ہو کر دوسرے سنیوں پر بھی اثر ڈال رہا ہے" اس تقریر کا بھی خمیری مادہ وہی فتنہ و فساد ہے جس سے آپ مسلمانوں میں جنگ چھیڑا چاہتے ہیں انکے محاورہ میں گالی یہی ہے کہ جوبات انکے خلاف کہی جائے خدا رحم کرے مولوی انشاء اللہ خاں صاحب اس مزاج کے آدمی نہیں کہ وہ اس قسم کی خوشامدانہ تحریروں سے خوش ہو جائیں وہ مستقل الرائے ہیں ہرگز اس زمانہ میں شیعہ سنی کے مناظرہ کو وہ نہیں پسند کرتے آپ انکی رائے اور حکم کے خلاف چل رہے ہیں اب شاید خوش ہوں یا ہوں مگر مولوی

انشاء اللہ خاں صاحب کبھی اس سے خوش نہونگے کہ عون الرفیق پاشا مرحوم شریف مکہ جو ترکی کے مطلق العنان فرمانروا ہوں
فرعون مکہ کے لقب سے یاد کئے جائیں۔ اسی کے متعلق ۲ صلاح نے اپنے دوست کو جتلایا تھا کہ وطن سے عزیز پرچہ میں
یہ لفظ ایسے بزرگ کی شان میں شایع ہونا کسی طرح مناسب نہیں تو آپکے خیال میں یہ بات گالی ٹھہری اس کا کیا علاج
ہے۔ وطن مطبوعہ ۲۲ ستمبر کا یہ جملہ بھی جو دربارہ امام زید بیشایع ہوا قابل افسوس ہے مگر ساتھ ہی کمال رنج و قلق ہے
کہ اس **کمبخت امام کی جہالت** اور بوالہوسی سے ہزارہا مسلمانوں کا خون رایگاں گیا ایسے **نابکار اور دشمن**
ملت کو ہرگز زندہ نہ چھوڑنا چاہئے اگر بخیال محبت رسول اُنکے اولاد کا پاس و ادب نکیا جائے تو اس خیال سے بھی ادب کرنا لازم
تھا کہ وہ ایک اسلامی فرقہ کے امام ہیں اور تکلا ہم آگر۔ ادب نکرینگے تو وہ اُن اماموں کا کیوں ادب کرینگے جو کسی دوسرے فرقہ کے امام
ہیں ہماری یہ نصیحت بھی دوستانہ اور خیرخواہانہ تھی ورنہ فرقہ زیدیہ کو ویسا ہی تصور کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے فرقوں کو بلکہ اگر سچ
پوچھیے تو زیدیوں اور حنفیوں میں خاص طرح کا اتحاد ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ حضرت زیدکو اپنا امام جانتے تھے اسیوجہ سے احکام
فقہیہ میں دونوں متحد ہیں بہرحال اڈیٹر صاحب کو مطمئن رہنا چاہیے کہ انکا جادو ذی عقل و ہوش لوگوں پر نہیں چلیگا دیکھیے اڈیٹر صاحب
وطن اپکو ایسی ذلیل کیا نصیحت کر رہے ہیں سنت جماعت کیطرف سے مولوی مقبول احمد صاحب شیعی پر مقدمہ تو ہیں مذہب دایر ہے مرد ود
فرقوں و کلا پر ہزارہا روپیہ ضایع کر رہے ہیں اور ہمارے بھصر اس جلتی آگ پر خوب تیل ڈال رہے ہیں یہ نفاق و تفرقہ ہماری تقریبا تمام سلطنتوں کو
ستیاناس کر چکا اب کیا ہمارے مہربان قومی وجود کو بھی فنا کرکے دم لینگے۔ اڈیٹر صاحب! غور تو فرمائیے مولوی انشاء اللہ خاں صاحب کا یہ خطاب
کس سے ہے مقدمہ دایر کرنیوالا کون ہے۔ ہزارہا روپیہ کسکی بدولت اور کس کا برباد ہو رہا ہے۔ وہ ہمعصر کون ہیں جو اس جلتی آگ میں تیل ڈال رہے ہیں
کیونکہ یہ تو سبکو معلوم ہے کہ آپکا اخبار کی بالخصوص بنا ہی اس قومی تفریق پر قایم ہوئی۔ آپ اور مرزا حیرت کے سوا اور کون صاحب ہیں جو اس آتش
فساد کو مشتعل کر رہے ہیں خدا کیلئے اب بھی سمجھیے اور قوم کی حالت پر رحم فرمائیے ورنہ سمجھ رکھیے۔ اب نہ بنی امیہ کا دور ہے نہ بنی عباس کا جو
رافضی کی تہمت لگا کر ہزاروں بیگناہوں کا خون کر ڈالا۔ ہم یا کوئی عاقل مذہبی تحقیقات کا مانع نہیں ہے مگر آزادی اور خوش فہمی
سے نہ اسطرح جو آپ کا اور آپکے ہم قالب مرزا حیرت کا طریقہ ہے جو سبکے نزدیک قابل نفرت اور حقارت ہے۔ ہمارے کرمفرما نے اسپر خوشی
ظاہر کی ہے کہ اخبار وکیل کے ایک نامہ نگار نے لکھا ہے رسالہ صلاح کو اس جھگڑے کے مکرر زندہ کرنیکا اگر بانی کہا جائے تو غلط نہوگا مگر ہم
نہیں سمجھتے آپکو اس نامہ نگار کے اس جملہ پر ایمان لانیکا کیا حق ہے توبتا آپکو خوب معلوم ہے صلاح کی اشاعت اسوقت شروع کیگئی جبکہ سنی
اخباروں کا حملہ شیعوں پر حد سے گذر گیا اور انکے زبان قلم کا کوئی حامی نہ تھا اسی ذیل میں آپ مسٹر شرر اڈیٹر اتحاد کو الزام اشتعال شیعہ و سنی دیتے ہیں گو نا جائے
ہیں مگر افسوس آپکو وہ قصہ بھولگیا جو مسٹر شرر نے اپنے ناول سکینہ بنت الحسین سے ایک نیا طوفان قایم کیا تھا جسکے بدولت حیدرآباد چھوڑنا
پڑا افسوس کہ اڈیٹر صاحب ایسے متلون مزاج ہیں کہ ہر طرف جھکتی ہیں مگر زمانے کے کارنامہ کو وہ ٹھنڈے دل سے دیکھ رہی ہیں جو حضرات اہلبیت طاہرین کی
شان میں کیسے کیسے ریدہ دہنی سے مضامین لکھ رہی ہیں اور تمام اسلامی صحایف میں مثل وطن۔ پیسہ اخبار۔ اہلحدیث انکی غلط بیانی دکہائی جارہی ہے مگر
تاہم کی طبیعتوں نے انمیں تعصب جاہلیت ہے۔ انمیں ہیچ کسیطرح اسلامی جوش نہیں آتا خدا سبکو اور تمام اہل اسلام کا ایمان درست کرے۔ اللہم آمین۔

پھر لکھتے ہیں رہ گئے وہ اعتراضات جو انھوں نے احادیث پر کئے ہیں انکی حالت یہ ہے کہ جب میں ان اعتراضات کو نقل کر دوں گا تو ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ یہ اعتراض کس درجہ کی وقعت رکھتے ہیں۔ ایک اعتراض بھی اصول حدیث کے موافق صحیح نہیں اترتا نہ عقل سلیم اسکو قبول کرتی ہے۔

الجواب اگر جب ناظرین آپکے ایسے نافہم ہیں کہ خود سمجھ لیں گے تو آپنے یہ زحمت کیوں اٹھائی وہ تو پہلے سے سمجھے ہوئے ہیں کہ آپکے یہاں نہ کوئی اصول ہے نہ عقل سلیم کو دخل ہے کیونکہ اصول کی پابندی تو خدا اور رسول و ائمہ اطہار کے اقوال سے پیدا ہوتی ہے نہ ہر زید و بکر کے قول اور عمل سے اور عقل کا حال تو اصلاح کے مضمون عقل اور اہل حدیث سے سب کو معلوم ہو چکا ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

پھر لکھتے ہیں صحیح بخاری کی دوسری حدیث پر تیسرا اعتراض جس مقام سے شروع ہوا ہے وہاں سے اصلاح کا پرچہ میرے پاس موجود ہے۔ تیسرا اعتراض ایڈیٹر نے یہ کیا ہے،

اڈیٹر صاحب ذرا فرمائیے اس تحریر سے اُن عوام کو جو آپکے اخبار گرانبار کے ناظر ہیں کیا فایدہ ہو سکتا ہے۔ وہ بیچارے کیا جانتے ہیں صحیح بخاری کی دوسری حدیث کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے جو آپ کی تحریر کا مطلب سمجھتے اور ناقد علام کے اعتراض اور اسکے جواب کو معلوم کرتے۔

مگر یہ سب تو جب ہوتا کہ آپکو حق کی جستجو ہوتی یا بیچارے عوام کو سمجھانا اور انکو فایدہ پہونچانا مقصود ہوتا۔ آپکو تو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں تعصب کو ظاہر کرنا عوام میں مشہور کرا دینا کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا! افسوس جب اہل علم اسطرح کا معاملہ کریں تو عوام کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں۔

ہاں البتہ اڈیٹر کی یہ علامیت بھی قابل غور ہے کہ وہ لکھتے ہیں صحیح بخاری کی دوسری حدیث پر تیسرا اعتراض جس مقام سے شروع ہوا ہے وہاں سے اصلاح کا پرچہ میرے پاس ہے۔ تیسرا اعتراض اڈیٹر کا یہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرچہ دیکھ کر لکھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بقول حضرت ام المومنین جو قرآن کے بارے میں فرماتی ہیں۔ اڈیٹر نے پینک کے

کے عالم میں لکہا ہے کیونکہ یہ اعتراض نہ دوسری حدیث پر ہے نہ اس کا تیسرا جواب نہ اس حدیث سے اسکو کچھ واسطہ ہے نہ سروکار

اڈیٹر صاحب خدا کیواسطے آنکھ کہول کر لکھئے اگر صلاح کے ابتدائی نمبر دیکھتے صحیح بخاری میں دیکھ لیتے یہ حدیث کس نمبر کی ہے۔ دیکھئے دوسری حدیث وہ ہے جسمیں اس کا بیان ہے کہ وحی کی آواز مثل صلصلہ جرس آتی تھی تنقید کے صفحہ ۴۱ سے شروع ہے اور تیسری حدیث صفحہ ۴۴ سے شروع ہے جسپر یہ تیسرا اعتراض ہے۔ ناظرین اسی جملہ سے اڈیٹر کی بیپروائی کو سمجھ لیں اور پہر انکے جوابوں کی حقیقت کو اسپر قیاس کریں

اگر اڈیٹر صاحب یہ فرمائیں کہ پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات کو ہم اس سے خارج کرتے ہیں تو اسکا کوئی حق نہیں۔ اور جب ناقد علام نے اسکو بترتیب بخاری تیسری حدیث بنایا تو صلاح کا آپکو کوئی حق نہیں کیونکہ آپ ناقل ہیں اور اس صورت میں یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ اسکو تیسری حدیث کیوں قرار دیا و اذ لیس فلیس

تنقید بخاری صفحہ ۷۰ سے یہ فقرہ کہ ہو التعبد جملہ حدیث نہیں ہے بلکہ زہری نے شرح یتحنث میں کہا تہا " نقل کرکے لکھتے ہیں مدیر میں پوچھتا ہوں کہ اسمیں کیا عیب ہے کہ اگر کوئی شیخ بعض الفاظ حدیث کی شرح و تفسیر کرے اور وہ حدیث معہ ان تفسیری الفاظ کی روایت کیجائے بلکہ درحقیقت یہ بہت مفید اور کارآمد چیز ہے

الجواب پہلے میں اس حدیث کی حقیقت بتاتا ہوں پھر اعتراض کی پہر اس جواب کی تاکہ ناظرین کو بھی معلوم ہو یہ کس قسم کی کارروائی ہو رہی ہے

صحیح بخاری کی تیسری حدیث طولانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عایشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلعم غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ خدا کا فرشتہ آیا اور آپ سے ہمکلام ہوا حضرت نے گہرا کر سارا حال حضرت خدیجہ سے بیان کیا اسپر پہلا اعتراض تمامی اہل حدیث کا یہ ہے کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا نہ حضرت عایشہ موجود تھیں نہ پیدا ہوئی تھیں نہ حضرت نے ان سے بیان کیا نہ اس شخص کا نام لیا جس سے اسے سنا ہو پہر یہ حدیث صحیح کیونکر ہوئی دیکھو صفحہ ۴۴ تنقید بخاری حصہ اول

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ راوی اول کے نام میں بخاری صاحب نے تدلیس کیا ہے جس سے یہ روایت غلط ہو گئی دیکھو صفحہ ۴۸ جلد اول

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ راوی نے اس کو جو زہری نے شرح میں بیان کیا تھا جزو حدیث کر دیا اسی اعتراض کے جواب میں اڈیٹر صاحب یہ کہتے ہیں

جب آپ یوں پوچھتے ہیں تو میں بتاتا ہوں عیب اسمیں یہ ہے کہ عبارت حدیث خبط ہو گئی اور مطلب بے ربط دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ پوری حدیث حضرت عایشہ کی ہے حالانکہ یہ کلام زہری ہے اور اس کا کوئی اشارہ نہیں کہ یہ کلام کس کا ہے اور کہاں سے شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا اس سے بڑھکر کیا چاہتے ہیں

شیخ کا لفظ یا اسکی عبارت بیشک روایت کیجا سکتی ہے مگر اسکی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے لفظ قال سے یا یعنی یا ای سے کہ سننے یا دیکھنے والیکو معلوم ہو یہ کلام دوسرے کا ہے اسی وجہ سے ابن حجر اور عینی سے یہاں اختلاف ہوا اسکے بڑھکر کیا خرابی چاہتے ہیں آپنے اس جملہ کو جسمیں ابن حجر اور عینی کا اختلاف درج ہے اسی غرض سے حذف کر دیا کہ کسی پر آپ کی اور آپکے صحیح بخاری کی قلعی نہ کھلے مگر منقدین بخاری نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کوئی چال نہیں چل سکتے۔

آخر میں آپ خود چونکے" ہاں اگر وہ تفسیری الفاظ اسطرح مختلط ہو جاتے کہ اصل حدیث سے انکمیں امتیاز نہ باقی رہتا تو بیشک فی الجملہ اعتراض کی گنجایش تھی"

الجواب یہاں بھی معاملہ ہے جسپر خود آپکے علما کو اسقدر عرقریزی کرنی پڑی ہے۔ ذرا فتح الباری و عینی کو دیکھیے کہ یہاں کس قدر انکے دماغ پر بوجھ پڑا ہے اور پھر کچھ نہ بنا سکے لن یصلح العطار ما افسده الدہر

یہ جملہ اور بھی مضحکہ خیز ہے" مگر پھر بھی چونکہ احادیث کے باللفظ کا التزام نہیں اسلئے چندان خرابی نہیں" کیونکہ یہ تو مسلم اعتراض ہے کہ جو حافظ حدیث ہوگا وہ کیونکر بالمعنی لکھے گا اور یہ سب تقریر اس وقت چل سکتی کہ ایک حدیث میں ایک لفظ ہوتا دوسری میں اسی کا ہم معنی دوسرا لفظ۔ تب یہ کہا جاتا کہ روایت

بالمعنی ہو یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے دونوں لفظ ایک ہی حدیث میں ہیں اور اسطرح پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی قایل کا دونوں لفظ ہے حالانکہ وہ دونوں لفظ دو شخصوں کے ہیں تو بظاہر صورت کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا یہ لفظ کس کا ہے وہ لفظ کسکا ہے

یہی وجہ ہے کہ عینی کو اسکی شرح کرنی پڑی کہ اللیالی ذوات العدد یخنث سے متعلق ہے نہ تعبد سے جو کلام زہری ہے

روایت بالمعنی کی بدولت جتنی غلطیاں بخاری صاحب نے کی ہیں انکی حالت تو آپکو تنقید بخاری سے بخوبی معلوم ہو جائیگی اور اگر اس کا شوق ہو کہ شیخ کی تغیر یا تشریح کو راوی کسطرح بیان کرتے ہیں دیکھنا چاہیں تو کتب احادیث فرقہ شیعہ کو ملاحظہ فرمائیے جسمیں کہیں آخر حدیث میں کہیں درمیان حدیث میں توضیح کردیگئی ہے بصراحت اسکے کہ قایل اس کا کون ہے

یہ جملہ اور بھی مضحک ہے "آپ حضرات تو قرآن کی آیتوں کے ساتھ ائمہ کے تفسیری الفاظ کریں" کیونکہ یہاں پر شیعوں سے بحث ہے نہ انکی روایتوں سے۔ بقول آپکے انکے تو کل علوم و فنون نامکمل ہیں یا وہ مفتری و کذاب ہیں ان سے آپکو یہاں کیا بحث آپ لوگوں کا تو دعوے یہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری ہے اس اصح الکتب میں کیوں اسقدر اغلاط ہو رہی ہیں جس سے یہ لقب غلط ہوا جاتا ہے

پھر یہ اعتراض شیعوں کا ہے نہ انکو اس سے کچھ مطلب ہے جو جواب الزامی سے کچھ کام چل سکے بلکہ یہ قول عینی ہے جسپر ابن حجر نے کہا "کوئی دلیل اسکی نہیں" اور جسپر لکھا کہ "ہاں دوسری روایت سے اسی بخاری کے معلوم ہوتا ہے کہ مدرج ہے"

اڈیٹر صاحب نے جو یہاں روایات شیعہ پر دربارہ تفسیر تشنیع کی ہے ہمنے عمداً اس کا جواب ترک کیا کہ خلط مبحث نہو جائے جسکے وہ متمنی ہیں انشاء اللہ اس کا جواب اپنے مقام پر مذکور ہوگا۔ یہاں صرف صحیح بخاری سے مطلب ہے جسکے اسقام کا حال اچھی طرح معلوم ہوا کہ اسطرح کی خرابیاں جمع ہیں جنکی کسیطرح اصلاح ممکن نہیں۔

پھر لکھتے ہیں "اور چونکہ ہمارا فن حدیث کامل و مکمل ہے" مگر صرف نام رکھنے میں

کہیں مسلسل تحریک الشغف نام رکھا کہیں کچھ۔ ورنہ جنلوگوں نے تنقید بخاری کی زیارت کی ہے انپر اس دعوی کی غلطی بخوبی منکشف ہے کہ کوئی صاحب اسکو ملاحظہ کہتے ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ اسکی کوئی دلیل نہیں تیسرا کہتا ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے جیسا کہ عینی میں ہے تو اب کہیے کے نام ہوئے اور کسقدر جدا انکا اصول حدیث کامل ومکمل ہے۔

کرم فرماتے ہیں۔ حدیث یا اصول حدیث وہ کامل ومکمل کہا جاتا ہے جس سے قائل یا متکلم کا کلام پورے طور پر لوگوں کو معلوم ہو اور وہ اس سے نتیجہ نکال سکیں اور عمل کر سکیں نہ یہ کہ ایک حدیث کے سو ٹکڑے کر دیں اور سو باب میں لکھ دیں جس سے نہ یہ معلوم ہو سکے کہ پورا کلام کیا تھا اور کس موقع پر کہا گیا۔ اور کیا مطلب ہے نہ یہی معلوم ہو سکے کہ فلاں حدیث کس باب میں ہے جیسا کہ بخاری صاحب کا طریق ہے۔ اگر آپکو باور نہو (اور کیوں نہوگا خوب معلوم ہے) تو آپ صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی کو لیکر بیٹھ جائیے تو آپکو معلوم ہو جائیگا بخاری صاحب نے کسطرح قطع برید کی ہے۔ اور مسلم صاحب نے کسطرح ان حدیثوں کو لکھا ہے۔ ضد اور تعصب کو چھوڑئے بخاری و مسلم کی حمایت سے کیا فایدہ سنت رسول کی حمایت کیجئے کہ عوام وخواص کو حضرت کا ارشاد صحیح ملے کہ لوگ عمل کر کے رستگار ہوں۔ اور یہ قومی اختلاف دفع ہو فتنہ وفساد موقوف ہو مگر ہائے آپ یہ کیوں چاہنے لگے؟

پھر لکھتے ہیں اسکے بعد اڈیٹر صاحب نے آنحضرت کا حالت ابتدای وحی میں خایف ہونا جو اس حدیث میں مذکور ہے اسکی وجہ میں شارحین سے بارہ قول نقل کئے ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں افسوس کہ ان بزرگوں کو نہ خوف کی حالت معلوم ہے نہ اسکے اسباب حالانکہ خوف ایک فطری امر ہے جو ہر امر اجنبی سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ غور و فکر کا تابع ہو اور سوچنے کے بعد ہو حالانکہ ایسی حالت میں غور و فکر کا موقع نہیں ملتا مگر چونکہ سب کو امام بننے کا شوق تھا لہذا ایک ایک مضمون گڑھ دیا چاہئے الٹا ہو یا سیدھا ورنہ اگر کچھ بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ اسقدر احتمالات کی ضرورت نہیں افسوس اڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں کوئی چیز تو بلا سبب کے ہوتی نہیں۔ ہر چیز کے لئے سبب ضرور ہوتا ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کسی وجہ سے اس سبب پر ہمکو اطلاع نہو۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ ایسی حالت میں غور و

فکر کا موقع نہیں ملتا مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غور و فکر کا موقع ہی نہیں ملتا تو کوئی سبب بھی اس کا نہیں ہوتا ضرور کوئی نہ کوئی خاص سبب ہوتا ہے گر چونکہ طبیعت اسوقت مضطرب ہوتی ہے اس سبب سے ہمکو ادراک اس اسباب کا نہیں ہوتا علاوہ ازیں یہ اعتراض اگر ہے تو شارحین پر ہے تنقید صحیح بخاری سے اسکو کیا واسطہ"

الجواب ہمکو اس جملہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اڈیٹر صاحب علامہ ناقد دام ظلہ کے اس قولکو خود مانتے ہیں "خوف ایک فطری امر ہے جو ہر اجنبی سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ غور و فکر کا تابع ہو اور سوچنے کے بعد ہو حالانکہ ایسی حالت میں غور و فکر کا موقع نہیں ملتا"

پھر کیوں آپ برہم ہوئے بیشک دنیا عالم اسباب ہے اور اسپر غور و فکر ممنوع نہیں مگر جو شخص فطری امور پر غور کرنے بیٹھے وہ صحیح العقل نہیں سمجھا جاتا کیا آپ اسکے اسباب کو بھی سوچتے ہیں کہ لڑکے کو دیکھکر کیوں خوشی ہوتی ہے۔ آواز ہولناک سنکر کیوں خوف ہوتا ہے۔ اگر انہیں فطری امروں کی تشریح آپ کسی اخبار میں کیجئے تو لوگ پاگل یا کچھ اور خطاب دینگے یا یہ کہیں گے کہ آج کوئی مضمون نہیں ملا تو یہی ژٹلیات لکھنے لگے۔ یہی اعتراض ناقد علام کا ہے ان شارحین پر جنھوں نے محض تضییع اوقات کیا اور بیکار کو کاغذ سیاہ کیا۔

رہا یہ جملہ کہ" یہ اعتراض ہے تو شارحین پر ہے تنقید بخاری سے اسکو کیا واسطہ" اس وقت صحیح ہوتا کہ مصنف تنقید بخاری کی وہ غرض ہوتی جو آپ کے جواب کی غرض ہے کہ کچھ لکھدو عوام میں مشہور کردو کہ جواب ہو گیا چاہے غلط ہو یا صواب

علامہ ناقد کی یہ غرض نہیں ہے بلکہ وہ احادیث صحیحہ رسول کی جانچ پڑتال کیا چاہتے ہیں اور غیر مقلدین کو حضرت کے صحیح ارشاد سے مطلع کیا چاہتے ہیں اور اسکے مطلب اور مقصد کو بتایا چاہتے ہیں لہذا وہ ہر حدیث کے متعلق جملہ امور کو بکمال توضیح دکھایا چاہتے ہیں اگرچہ کہ تم ہی اختصار کیوں نہ ہو چنانچہ دنیا تنقید میں کل امور کی توضیح کردی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱ لغایت ۸ حصہ اول تنقید بخاری

قولہ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے ورقہ بن نوفل کے اسلام کی بحث لکھی ہے اور آخر مین یہ بھی فرمایا ہے کہ طبری مین ہے کہ حضرت ابوبکر ۵۰ آدمیون کے بعد اسلام لائے۔ اگر ایڈیٹر صاحب کو خواہ نخواہ اس مقام پر حضرت ابوبکر صدیق کا متاخر الاسلام ہونا ثابت کرنا منظور تھا تو کم از کم ان روایات کا جواب دیتے جن سے اولیت اسلام حضرت ابوبکر صدیق کی ثابت ہے۔ ان روایات کی وجہ ترجیح بیان کرتے جن سے ان کا متاخر الاسلام ہونا اونھین معلوم ہوا ہے۔

الجواب مگر افسوس کہ آپنے بھی وہ دلائل نہ لکھے جس سے اولیت اسلام خلیفہ اول پہ روشنی پڑتی کیونکہ یہ بحث تو خاص طور پر آپ کی دلچسپی کے لائق تھی اور علمائے اعلام شیعہ ایدہم اللہ نے تو اس کی ایسی قلعی کھولدی ہے کہ پھر کسی کو دم مارنے کا یارا ہی نہین۔ اسیوجہ سے **علامہ ناقد** نے مختصراً اشارہ کردیا اور آپ چرچرا کرکے گئے اور کچھ نہ بنا سکے۔

ناقد علام نے اس جملہ کو خواہ مخواہ نہین لکھا ہے بلکہ مقام شرح کا یہی اقتضا تھا کیونکہ جب ابن مندہ ورقہ کے ایمان کے قائل ہوئے اور علامہ عینی اس حدیث کو بھی لکھتے ہین ’’انہ اول من آمن بی وصدقنی،، تو پھر خلیفہ اول کی اولیت اسلام کہان رہی۔ یا اس حدیث کو غلط بنائیے یا اون کی اولیت اسلام سے دست بردار ہوجیے۔

یہ بحث تمام ہوئی مگر ہم پھر مکرر شکریہ ایڈیٹر کا ادا کرتے ہین جنھون نے ناقد علام کی تصدیق مین یہ جملہ فرمایا ’’ ہم مانتے ہین کہ ایسی حالت مین غور وفکر کا موقع نہین ملتا،، کیونکہ یہی جملہ ناقد علام نے بھی فرمایا تھا۔ خدا آپ کو توفیق دے اور کہین کہین تو انصاف پسندی کا ثبوت دیا کرین

اس تحریر سے ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہوگیا ہوگا کہ ایڈیٹر صاحب کے اعتراضات تنقید بخاری پر کیسے ہین۔ پھر تعجب ہے کہ اون کو اپنی تحریر پر کیون اسقدر ناز ہے۔

قولہ پھر صحیح بخاری کی چوتھی حدیث ایڈیٹر صاحب نے نقل کی ہے اور نسبت ... اعتراض کیا ہے کہ وہ خود بخاری سے اور ابن شہاب زہری سے تو ملاقات ہی نہین ہوئی

جو خود سنتے اور اگر دوسرون سے سنا تھا تو اس کی اسناد کو نہین بیان کیا، جناب ایڈیٹر صاحب اس قسم کی احادیث کو جسکی اسناد کا پہلا حصہ مذکور نہو معلق کہتے ہین جیسا کہ آپنے خود کرمانی و عینی سے نقل کیا ہے معلوم نہین اسمین اعتراض کی کیا بات ہے ہان اگر آپ یہ اعتراض کرتے کہ اس قسم کی حدیثون مین یہ پتہ کس طرح چل سکتا ہو کہ اسکی اول سند مین کون راوی تھے اور ان کا کیا حال تھا تو ایک بات بھی ہوتی مگر آپ جانتے تھے کہ یہ اعتراض کسی طرح نہین چل سکتا کیونکہ صحیح بخاری مین کوئی ایسی معلق حدیث نہین ہے جس کو خود امام بخاری نے کسی دوسرے مقام پر موصول نہ کیا ہو یا کسی دوسرے محدث نے اس کے اول سند کے راوی نہ بیان کئے ہون اب بتائیے اسمین آپ کیا اعتراض کرتے ہین۔

الجواب افسوس کہ یہان بھی آپ نے وہی روش اختیار کی جسکی نسبت عرض کر چکا ہون کہ محض تعصب سے نہ کام لیجیے بلکہ وہ طریق اختیار کیجیے کہ عوام کو فائدہ ہو کیونکہ پہلے تو آپکو مختصراً مضمون حدیث بیان کرنا چاہیے کہ حدیث کیا ہے۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت کہین تشریف لے جاتے تھے آسمان سے ایک آواز آئی سر اوٹھا کر دیکھا تو جو فرشتہ غار حرا مین آپ پر آیا تھا اوسیکو ایک کرسی پر جلوہ گر پایا اوس سے خوف زدہ ہو کر گھر آئے جسپر خدا نے یا ایہا المدثر نازل کیا اس مین جو اعتراضات ہین وہ سب تنقید بخاری مین بکمال تصریح موجود ہین پھر کیا پوچھتے ہین۔

اس مین وہی اعتراض ہے جو کرمانی نے کہا معلق ہے اور عسقلانی نے کہا خطا اور عینی نے کہا صورت تو تعلیق ہی کی ہے اور جب معلق ہوئی تو حدیث صحیح سے خارج ہوئی جس مین اتصال سند ضروری ہے۔ ملاحظہ

اور اس سے بڑھکر اعتراض کی بات کیا چاہتے ہین کہ اس حدیث سے اور اوس حدیث سے جو کتاب التفسیر مین ہے اس قدر خلجان پیدا ہوا کہ کوئی اسکا قائل ہوا کہ سورہ اقرا سب سے پہلے نازل ہوا کوئی اس کا قائل ہوا کہ سورہ مدثر

پہلے نازل ہوا۔

کیون اڈیٹر صاحب اس سے بڑھکر آپ کیا چاہتے ہین کہ امام بخاری کے اس طرح بے قاعدہ حدیثون کے لانے سے یہ سب قباحتیں پیدا ہوئے دیکھئے فتح الباری کو بغور۔

رہا وہ اعتراض جسکی آپ تعلیم کر رہے ہین پس اگرچہ تنقید مین اسکا اشارہ موجود ہے تاہم اوسکی ضرورت نہین کیونکہ جب بخاری صاحب کی صریحی تحریف خود کلام اللہ مین درست کردی جاتی ہے تو معلق کا مسند کردینا وہ بھی نہ خود بخاری مین بلکہ دوسرے محدثین کی کتابون سے کون مشکل کام ہے۔

رہا یہ امر کہ بخاری نے یا دوسرے محدثین نے اوسکو موصول کردیا ہے پس آپکو مفید نہین کیونکہ ان سب کرنے پر بھی حکم وضع سے نجات نہین دیکھئے ظفر الامانی اپنے اوستاد کی جو اسی بحث تعلیق میں لکھتے ہین قال ابن حزم فی المحلی ھذا حدیث منقطع لم یتصل ما بین البخاری وصدقۃ بن خالد ولا یصح فی ھذا الباب شئ وکل ما فیہ موضوع ص۲۸ یعنی کہا ابن ابن حزم نے محلی مین کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ بخاری اور صدقہ بن خالد مین اتصال نہین اور اس باب مین کوئی حدیث صحیح نہین بلکہ جو کچھ اس باب مین ہے موضوع ہے۔

کیون اڈیٹر صاحب اگر صحیح بخاری کی کل حدیثین صحیح ہوتین یا اوس کے معلقات میں موضوع ہوتے تو امام ابن حزم اتصال سے کیون انکار کرتے اور کیونکر موضوع لکھتے۔

اڈیٹر صاحب تو یہ فرماتے ہین ”صحیح بخاری مین کوئی ایسی معلق حدیث نہین ہے جسکو خود امام بخاری نے کسی مقام پر موصول نہ کیا ہو“ مگر اونکے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب ظفر الامانی مین فرماتے ہین وان لم یذکرہ فیھا موصولا فی موضع اخر بل لم یذکرہ الا تعلیقا وھو کثیر فی صحیح البخاری قلیل فی کتاب مسلم صفحہ ۷۹ جس سے معلوم ہوا کہ بخاری کی تعلیق اکثر ایسی ہی ہے کہ کہین اوس کو موصولاً نہین بیان کیا بلکہ ہر جگہ تعلیق ہے اور یہ بات صحیح بخاری مین زیادہ ہے اور صحیح مسلم مین کم تو اب مین کس کی تصدیق کرون اڈیٹر صاحب کی یا اون کے اوستاد کی۔

رہا آخر کا یہ فقرہ ”مین اڈیٹر صاحب اصلاح سے پوچھتا ہون کہ کیا آپ اصول حدیث کی

کتابون دکھا سکتے ہین کہ متابعت کی ضرورت غیر صحیح احادیث کے لئے ہوتی ہے صحیح احادیث کے لئے متابعت نہین لاتے"

طرفہ فقرہ ہے کیونکہ بحث تو اس کی ہے کہ جس کتاب کی غرض یہ ہو کہ احادیث صحیحہ اوسمین جمع کیجائین جنمین اتصال سند ہوتا ہے اون کی تائید اون روایتون سے کیونکر ہو سکتی ہے جو مقطوع السند ہون یا معلق ہون۔

یہ تو بدیہی بات ہے جس کے انکار کرنے یا سند مانگنے سے کمال عقل نمایان ہے۔ مگر آپکے مزید اطمینان کے لئے مین سند بھی دے سکتا ہون اور ایسی سند کہ بجز تسلیم آپکو چارہ نہ رہے کیونکہ علامہ محی الدین عبد القادر مصنف کتاب جواہر مضیہ کا پورا کلام مذکور ہو چکا جس مین وہ فرماتے ہین اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جس کے لئے روایت کی شیخین (بخاری و مسلم) وہ پل پار ہو گیا پس یہ زبردستی ہے اور گلا گھونٹنا ہے کسیطرح درست نہین کیونکہ مسلم نے لیث بن ابی مسلم سے روایت کی ہے جو ضعفا سے تھے۔ اس کا جواب وہ لوگ یہ دیتے ہین کہ [illegible] روایت بغرض اعتبار و شواہد و متابعات ہے مگر یہ بھی درست نہین کیونکہ کہا ہے حفاظ نے اعتبار، شواہد، متابعات ایسے امور ہین جنسے حال حدیث معلوم ہوتا ہے اور کتاب مسلم تو وہ ہے جسمین التزام صحت کیا گیا ہے تو جو روایت اوس مین بطرق ضعیفہ وارد ہین کیونکہ اون کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو الشمس نمبر صفحہ

اب بکمال ادب لایق ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرتا ہون کہ سچ فرمائیے آپکے حکم کی تعمیل فی [illegible] اور ناقد علام کے قول کی تصدیق آپکے علامہ عبد القادر کے قول سے ثابت ہی یا نہین۔

یہ نہ سمجھے گا کہ اس جملہ کے قائل صرف ملا عبد القادر مذکور ہین بلکہ آپکے ملا علی قاری بھی اپنے کتاب الرجال مین لکھتے ہین جو قریب اسی عبارت مذکورہ بالا کے ہے و ما یقولہ انتہی

ان من روی له الشیخان فقد جاز القنطرة هذه ایضا من التجاهل والتساهل فقد روی مسلم فی کتابه عن اللیث عن ابی مسلم وغیره من الضعفاء فیقولون انما روی عنهم فی کتابه للاعتبار والشواهد والمتابعات وهذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار

امور يعرفون بها حال الحديث وكتاب مسلم التزم فيه
الصحة فكيف يعرف حال الحديث الذي فيه بطرق ضعيفة
مطلب اس کا بھی وہی ہے کہ شواہد و اعتبارات کی ضرورت تو شناخت حدیث کیلئے ہے
اور جب خاص وسی کتاب مین جو ملتزم الصحۃ ہو ضعیف روایتین لائی جائینگی تو پھر شناخت
کیونکر ممکن ہے۔ اسی مطلب کو علامہ ناقد دام ظلہ نے بیان کیا تھا جیسے آپ سند کے طالب ہوئے
کرم فرمائے من آپنے ناحق اس وادی مین قدم رکھا ہے جس سے رہا سہا پردہ بھی
فن حدیث کا اوٹھ جائے گا اور تمام عالم پر آپکی احادیث کا طلسم کھل جائے گا جس پر
اس قدر آپ لوگون کو نازش ہے۔
سابق مضمون کو تمام کرکے لکھتے ہین و پھر اصلاح کے ایڈیٹر صاحب نے متابعت مین جن
چھ راویون کا مذکور ہے ان مین ایک کا مجہول اور دوسرے کا مجروح ہونا ظاہر کیا، یہان پہلا
افسوس یہ ہو کہ آپ ایڈیٹر اصلاح اور مصنف تنقید بخاری کو ایک سمجھ رہے ہین حالانکہ خود ملاحظہ
اصلاح سے آپکو معلوم ہوگا کہ تنقید بخاری کو اوڈیٹر سے تعلق نہین۔ دوسرا افسوس یہ
ہے کہ راویون کی مجہولیت اور مجروحیت کے اظہار کی نسبت اڈیٹر کیطرف دی حالانکہ اسمین
نہ اڈیٹر کا تصور ہے نہ ناقد علام کا بلکہ یہ سب شرح عینی سے منقول ہے جس کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے۔
رہا متابعت و اعتبار کے متعلق آپکا استدلال قول شیخ نووی اور مولوی عبدالحی صاحب سے
پس اسکی حالت پہلے مذکور ہو چکی کہ خود آپکے علامہ عبدالقادر اور ملا علی قاری نے یہی اعتراض
کیا ہی کہ جب کتاب ملتزم الصحۃ مین اقوال ضعفا و مجروحین مذکور ہوئے تو پھر کیونکر اوس کا
حال معلوم ہوگا کیونکہ یہ سب تو معرفت احوال حدیث کے لئے لائے جاتے ہین۔ اور قول ابن
حزم مذکور ہو چکا کہ بخاری کی تعلیقات مین موضوع بھی داخل ہی تو جب موضوعات سے بھی
آپکے یہان اعتبار ہوتا ہے تو ضعیف سے کیون نہ ہوگا۔ مگر ایسی کتاب صحیح کیونکر کہی جاسکتی ہی
حالانکہ خود آپکے یہان بھی یہ اصول مقرر ہی واما الضعيف فلكذب راويه و
فسقه لا ينجبر بتعدد طرقه جیسا کہ مختصر جرجانی مین ہی۔ پھر یہان کیونکر اون ضعفاء
سے صحت حاصل ہو سکتی ہی اور اگر صحت حاصل تھی پھر ان ضعفا کے ذکر سے کیا فائدہ

ذرا اپنے اوستاد کی سعی مشکور صفحہ ۱۳۱ مین ملاحظہ فرمائے قال النووی فی شرح مسلم انما یفعلون هذا ای ادخال الضعفاء فی المتابعات والشواهد لان المتابع لا اعتماد علیه وانما الاعتماد علی ما قبله انتهی کہا نووی نے کہ ضعفا کو شواہد اور متابعات مین اسوجہ سے داخل کرتے ہین کہ متابع پر اعتماد نہین۔ اعتماد اوس پر ہے جو قبل اوسکے ہی پھر اوسکے لانے سے کیا فائدہ کیونکہ جب اوسپر اعتماد ہی نہین ہی تو نتیجہ کیا ہوا۔ اس پر صاحب فتح المغیث فرماتے ہین ولا انحصار له فی هذا بل قد یکون کل من المتابع والمتابع لا اعتماد علیه فباجتماعهما تحصل القوة جس سی معلوم ہوا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ دونون مین کسی پر اعتماد نہین بلکہ اجتماع سے قوت حاصل ہوتی ہی تو پھر ایسی حدیث یا ایسی کتاب صحیح کہان رہی۔ ایڈیٹر صاحب! خدا کے واسطے کچھ تو عقل سے کام لیجئے ہر جگہ ضد اور تعصب مناسب نہین۔!

بحث تعدد و تکرار حدیث

پھر لکھتے ہین و صحیح بخاری مین جو ایک حدیث کئی کئی مقام پر آئی ہی اس پر بھی ایڈیٹر صاحب نے اعتراض کیا ہی۔ ایڈیٹر صاحب اصلاح کو معلوم نہین کہ اس تکرار حدیث مین بہت سے فوائد ہین جیسے حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ صحیح بخاری کی فصل ثالث مین لکھتے ہین اس مین کئی مطالب ہین منجملہ اون کے یہ کہ وہ ایک حدیث کو کسی صحابی سے روایت کرتے ہین۔ پھر اوسیکو دوسرے صحابی سے روایت کرتے ہین اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غرابت کی حد سے نکل جائے اور اسیطرح دوسرے طبقہ کے راویون مین اپنے مشایخ تک وہ کرتے ہین جو شخص فن حدیث سے بیگانہ ہے وہ اسکو تکرار سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہین ہی اسلئے کہ اس مین بہت سے فائدے ہین ایک فائدہ یہ ہی کہ امام بخاری نے اس طریقے سے بہت سی حدیثون کی تصحیح کیا ہی۔ دوسرا فائدہ یہ ہی کہ بعض حدیثین ایسی ہین جنکو بعض راوی پوری روایت کرتے ہین اور بعض مختصر روایت کرتے ہین۔ تیسرا فائدہ یہ ہی کہ بعض حدیثون کے موصول اور مرسل ہونے مین اختلاف ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہی کہ بعض حدیثون کے موقوف اور مرفوع ہونے مین اختلاف ہی۔ پانچوان فائدہ یہ ہی کہ حدیث کو راوی بہ لفظ عن روایت کرتا ہی لہذا امام بخاری کی دوسری سند سے جس مین سماع کی تصریح ہو اس حدیث کو لاتے ہین یا مختصراً

الجواب بیشک یہ سب باتین آپکے علمانے بنائی ہین بلکہ اس سے بڑھکر بنا گئے ہین۔ کیونکہ تنقید بخاری مین آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہرقل والے قصہ مین امام بخاری صاحب نے آیہ کلام اللہ کو غلط لکھا ہے اوسکی تاویل بھی آپکے علمانے کر دی ہے پھر اس تاویل پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔ مگر اس روشنی کے زمانہ مین آپکو کیا ضرور ہے کہ ویسی ہی باتین بنائے جو خارج از عقل ہون کیونکہ پہلے غرض تصنیف صحیح بخاری کو ملاحظہ کیجئے پھر اس تکرار حدیث کے نتیجہ کو ملاحظہ فرمائیے تو خود آپکو معلوم ہوگا اس تکرار حدیث نے کیا نقصان پہنچایا مقدمہ فتح الباری مین ہے "قال ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری کنا عند اسحق بن راھویہ فقال لو جمعتم کتابا مختصرا لصحیح سنۃ النبیؐ قال فوقع ذلك فی قلبی فاخذت فی جمع الجامع الصحیح ص۵ یعنی محمد بن اسمعیل بخاری بیان کرتے ہین کہ ہملوگ اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے تو اونہون نے کہا کہ کاش تملوگ کتاب مختصر جمع کرتے جس مین صحیح سنت نبی ہوتی۔ کہا بخاری نے کہ اس قول نے ہمارے دل مین اثر کیا اور ہم جامع کے جمع پر آمادہ ہوئے۔"

پس جب باعث تالیف یہی ہوا کہ اسحاق بن راہویہ نے ایک کتاب مختصر کی فرمایش کی جو جامع ہو احادیث صحیحہ کی تو اب ایک ایک حدیث کو دس دس مرتبہ لکھنے سے آپ خود خیال کر سکتے ہین کس قدر اوس فرمایش کی تعمیل ہوئی اب اسکے نتیجہ کو ملاحظہ فرمائے کہ علامہ سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین "واختص مسلم بجمع طرق الحدیث فی مکان واحد باسانیدہ المتعددۃ والفاظہ المختلفۃ فسھل تناولہ بخلاف البخاری فانہ قطعھا فی الابواب بسبب استنباطہ الاحکام منھا واورد کثیرا منھا غیر مظنتہ قال شیخ الاسلام ولھذا نری کثیرا ممن صنف فی الاحکام من المغاربۃ یعتمد علی کتاب مسلم فی سیاق المتون دون البخاری لتقطیعہ لھا قال واذا امتاز مسلم بھذا فللبخاری فی مقابلتہ من الفضل ما ضمنہ فی ابوابہ من التراجم التی حیرت الافکار صفحہ ۲۷۔ یعنی صحیح مسلم مختص ہے ساتھ جمع طرق احادیث کے ایک جگہ پر ساتھ اسانید متعددہ والفاظ مختلفہ کے جس سے تناول اوس کا آسان ہوا

بخلاف بخاری کے جس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اون احادیث کو بابون مین بسبب استنباط کرنے احکام کے اوس سے اور وارد کیا اکثر حدیثون کو غیر محل مین کہا شیخ الاسلام نے اسیوجہ سے تو اکثر مصنفین کو علماء مغرب سے دیکھتا ہے کہ جن لوگون نے احکام مین کتابین تصنیف کین اونکا اعتماد صحیح مسلم پر ہے متون احادیث مین نہ بخاری پر جس نے ٹکڑہ ٹکڑہ کر ڈالا حدیثون کو۔ کہا جب مسلم اس فضیلت مین ممتاز ہوئی تو بخاری کو اوس کے مقابلہ مین یہ فضیلت حاصل ہے کہ اونہون نے قطعات حدیث کو ایسے ایسے بابون مین لکھا ہے جس نے حیرت مین ڈال دیا افکار کو صحیح بخاری کے یہی عیوب نہین ہین جو مذکور ہوئے بلکہ آپ کے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب تذکرۃ الراشد مین فرماتے ہین " ولا شك ان اشتمال الكتب الحديثية على نفس الاخبار من دون خلطها بالاخبار يرجحها على ما عداها من الكتب المختلطة المخلوطة بالاحاديث وآراء الائمة المتبوعة لذلك فضل جمع منهم صحيح مسلم النيسابوری علی صحيح البخاری وان كان صحيح البخاری مفضلا عليه بحسب الصحة والجودة صفحہ ۳۶۹ " کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کتاب مین صرف احادیث رسول اللہ ہون وہ افضل ہے اوس سے جسمین اور آئمہ کے آراء بھی شریک ہون اسیوجہ سے بہت سے لوگون نے صحیح مسلم کو ترجیح دی صحیح بخاری پر پس بحسب تصریح آپ کے اوستاد کے صحیح بخاری کتب مختلطہ مخلوطہ سے ہے۔

یہان ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ عالم کا کام رفع تحیر ہے اسی غرض سے تصنیفین ہوتی ہین اجتہاد کیا جاتا ہے ابواب فصول مقرر ہوتے ہین کہ طالبان علم کو سہولت ہو۔ آسانی ہو حیرانی و پریشانی رفع ہو اور امام بخاری کی تالیف سے یہ غرض ہے کہ ہر شخص حیرت ضلالت مین ڈوبا رہے جسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبان عقل و شعور نے بخاری سے حدیثین لینی چھوڑ دین اور صحیح مسلم پر نقل احادیث کا دارومدار رکھ لیا۔

اڈیٹر صاحب! اس تکرار بیکار نے یہی نہین کیا کہ صحیح مسلم کا رتبہ اس سے اعلیٰ قرار پایا بلکہ جامع ترمذی کو بھی اوس پر فضیلت دی گئی جامع الاصول ابن اثیر جزری مین بہ ذیل ذکر ترمذی " وله تصانيف كثيرة في علم الحديث وهذا كتابه الصحيح احسن الكتب واكثرها فائدة واحسنها ترتيبا واقلها تكرارا وفيه ما ليس في غيره من ذكر المذاهب ووجوه الاستدلال

اگر انصاف کا خیال ہوتا تو تاریخی حیثیت سے بتا دیا جاتا کہ اہل سنت کے جتنے مذاہب ہین اونہون نے جس قدر رواج پایا صرف بزور شمشیر و سلطنت دیکھو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف دربار خلافت مہدی عباسی مین قاضی مقرر ہوئے خلیفہ ہارون رشید نے اونکو قاضی القضاۃ بنایا اب جو قاضی مقرر ہوتا ہے ان کے حکم و مشورہ سے کہ سوائے حنفی کے کسی کو دخل نہین ملتا علامہ ابن خلکان لکھتے ہین قال عمار بن ابی مالک ما کان فی اصحاب ابی حنیفۃ مثل ابی یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفۃ ولا محمد بن ابی لیلی ولکنہ ھو الذی نشر قولھما وبث علمھما یعنی شاگردان ابوحنیفہ مین کوئی شخص ہمسر ابو یوسف نہین ہوا اگر وہ نہوتے تو ابوحنیفہ کا نام بھی کوئی نہ جانتا اسکا نام ہی قومی تعصب کہ امام ابو یوسف نے بجز شاگردان امام اعظم کسی کو محکمۂ قضا مین نہ رہنے دیا۔ مگر خود اپنے استاد کے مجموعہ کو درست کرنے لگے جیسا کہ امام غزالی منخول مین فرماتے ہین استنکف ابو یوسف و محمد عن اتباعہ فی ثلثی مذھبہ لما رایا فیہ من کثیرۃ الخبط والتخلیط والتورط فی المناقضات یعنی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی نے دو ثلث مذہب ابوحنیفہ سے انکار کیا بسبب اسکے کہ دیکھا اونھون نے کثرت خبط و خلط کو اور کثرت تناقضات کو ان مسائل مین۔

یہ تسلط انکا ایسا قوی ہوا کہ مذہب امام مالک کا قدم اسلامی دنیا سے بالکل اوکھڑ گیا حالانکہ خود منصور دوانیقی دوسرے عباسی خلیفہ نے اس مذہب مالکی کی سرپرستی کی تھی اور اسی منصور کی ہدایت و تعلیم کے مطابق امام مالک نے موطا تصنیف کی تھی تو اسوجہ سے کہ امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے کچھ اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف [illegible] تھے عراق [illegible] امام مالکی [illegible] ابو جعفر [illegible] اندلس مین [illegible] خلافت عباسیہ سے خارج [illegible] الاعیان ابن خلکان مین ہے صفحہ ۲۱۲ جلد ۲ قال ابو محمد علی بن احمد المعروف بابن الحزم الاندلسی مذھبان انتشرا فی مبدء امرھما بالریاسۃ والسلطان مذھب ابی حنیفۃ فانہ لما ولی قضاء القضاۃ ابو یوسف یعقوب صاحب ابی حنیفۃ

کانت القضاۃ من قبلہ فکان لا یولی قضاء البلدان من اقصی المشرق الی اقصی عمل افریقیۃ

الا اصحابہ والمنتمین الیہ والی مذہبہ ومذہب مالک بن انس عندنا بالاندلس

فان یحیی بن یحیی کان مکینا عند السلطان مقبول القول فی القضاۃ فکان

لا یلی قاض فی اقطار بلاد الاندلس الا بمشورتہ واختیارہ ولا یشیر الا باصحابہ و

من کان علی مذہبہ والناس سراع الی الدنیا فاقبلوا علی ما یرجون بلوغ اغراضہم

بہ علی ان یحیی بن یحیی لم یل قضاء قط ولا اجاب الیہ وکان ذلک زائدا فی

جلالتہ عندہم وداعیا الی قبول رایہ لدیہم یعنی کہا امام ابن حزم نے کہ دو مذہب نے ابتدا

امر سے بذریعہ ریاست وحکومت رواج پایا ایک مذہب ابو حنیفہ کہ ابو یوسف و تماشا گرو

چونکہ بغداد کا قاضی القضاۃ مقرر ہوا لہذا ابلاد مشرق سے افریقہ تک کوئی قاضی بلا ان کے

مشورہ اور حکم کے نہ مقرر ہوتا اور یہ انہیں لوگوں کو مقرر کرتے جو مذہب ابو حنیفہ پر ہوتے

دوسرا مذہب مالک بن انس ہے جس نے بلاد اندلس میں رواج پایا کیونکہ یحیی بن یحیی کو دربار

سلطان میں بہت دخل تھا بہت کچھ محکمہ قضا میں اسکا قول وحکم مقبول تھا لہذا تمامی بلاد اندلس

میں جو قاضی مقرر ہوتا اسی کے صلاح ومشورہ سے اور یہ انہیں لوگوں کو مقرر کرتا جو اس

مذہب مالکی پر ہوتا لہذا تمام مسلمانوں نے بطمع دنیا اسی مذہب کو قبول کیا اور یہ اسیکا رواج ہوا

علامہ مقریزی لکھتے ہیں ثم ولی معز بن بادیس حمل جمیع اہل افریقیۃ علی التمسک

بمذہب مالک وترک ما عداہ من المذاہب فرجع اہل افریقیۃ واہل الاندلس

کلہم الی مذہب مالک الی الیوم رغبۃ فیما عند السلطان وحرصا علی طلب

الدنیا اذ کان القضاء والافتاء فی جمیع تلک المدن وسائر القری لا یکون

الا لمن تسمی بالفقہ علی مذہب مالک فاضطرت العامۃ الی احکامہم وفتاویہم

ففشا ہذا المذہب ہناک فشوا طبق الاقطار کما فشا مذہب ابی حنیفۃ ببلاد المشرق

یعنی معز بن بادیس نے تمام اہل افریقہ کو مجبور کیا اسپر کہ مذہب امام مالک کو قبول کریں

اور دیگر مذاہب کو ترک کریں جس سے تمام اہل افریقہ واندلس نے اسی مذہب کو قبول

کیا بغرض طلب دنیا کیونکہ قاضی یا مفتی وہی شخص مقرر ہوتا جو مذہب امام مالک پر ہوتا

لہذا رعایا مضطر ہوئے طرف قبول کرنے مذہب مالک کے جس سے اس مذہب نے وہان
ویسا ہی رواج پایا جیسا کہ مذہب ابوحنیفہ نے بلاد مشرق مین رواج پایا تھا۔"
اسکے بعد امام شافعی کا دورہ آیا جنہوں نے مذہب امام مالک اور امام ابوحنیفہ کو مخلوط کرکے
ایک نیا مذہب بنایا جیسا کہ ابن خلدون لکھتے ہین "ثم کان بعد مالک بن انس محمد
بن ادریس المطلبی الشافعی رحل الی العراق من بعد مالک ولقی اصحاب
الامام ابی حنیفۃ واخذ عنہم ومزج طریقۃ اہل الحجاز بطریقۃ اہل العراق
واختص بمذہب وخالف مالکا فی کثیر من مذہبہ"
چونکہ امام ابویوسف کی بدولت تمامی ملک عراق مین مذہب حنفی کا پھریرا اوڑ رہا تھا اسلئے امام
شافعی کی امامت نہ چلی ۱۹۵ھ مین وہ مصر مین تشریف لائے جو اگرچہ خلافت کا تابع تھا
مگر ہمیشہ سے ایک علحدہ حصہ سمجھا جاتا۔ مگر افسوس کہ یہان بھی حسب دلخواہ فروغ انکو نہ ہوا
کیونکہ چند ہی روز مین مصر پر خلفائے اسمعیلیہ کا قبضہ ہوگیا جس سے فقہ اہل بیت کا
عمل و دخل بیٹھ گیا اور کچھ اوپر دو سو برس تک یہی حالت رہی۔ مگر سلطان صلاح الدین نے
جو عدل مین بے نظیر ہے ۵۶۷ھ مین آکر دولت اسمعیلیہ کو مٹانا شروع کیا اور صدر الدین
بن درباس مارانی شافعی کو قاضی مقرر کیا اوسنے مذہب شافعی کو مصر مین رواج دیا جیسا کہ
علامہ مقریزی لکھتے ہین "ثم لما انقرضت الدولۃ الفاطمیۃ علی ید السلطان الملک
الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب فی جمادی الاخرۃ سنۃ سبع وستین و
خمسمائۃ وشرع فی تغییر الدولۃ وتحجر علی العاضد واوقع بامراء الدولۃ [illegible]
وابتنی بمدینۃ مصر مدرسۃ للفقہاء الشافعیۃ ومدرسۃ للفقہاء المالکیۃ
وصرف قضاۃ مصر الشیعۃ کلہم وفوض القضاء لصدر الدین عبد الملک بن
درباس المارانی الشافعی فلم یستنب عنہ فی اقلیم مصر الا من کان الشافعی
المذہب فتظاہر الناس من حینئذ بمذہب مالک والشافعی واختفی مذہب
الشیعۃ الاسمعیلیۃ والامامیۃ حتی فقد من ارض مصر کلہا" المختصر
مختصر یہ ہے کہ ۵۶۷ھ مین سلطان صلاح الدین نے ورنہ [illegible] کو مذہب الاربعہ

شروع کیا تغیر دولت اسمعیلی مین اوس عہد مستنصر باللہ کو مجبور کیا اور امراء سلطنت و سرگروہان لشکر کے قلع وقمع مین مشغول ہوا اور مصر مین ایک مدرسہ فقہاء شافعیہ کیلئے بنایا اور ایک مدرسہ فقہاء مالکیہ کیلئے۔ اور مذہب شیعہ کے جتنے قاضی و امام تھے سبکو علیحدہ کردیا اور صدر الدین عبد الملک شافعی کو قاضی بنایا جو صرف اونہین لوگون کو منصب قضا پر مامور کرتا جو شافعی ہوتا جسسے مذہب مالکی و شافعی نے وہان رواج پایا اور مخفی ہوگیا مذہب شیعہ و اسمعیلیہ و امامیہ یہان تک تمامی مصر سے یہ مذہب اوٹھ گیا۔

ان واقعات سے یہان یہ معلوم ہوا کہ مذہب اہل سنت کے بزور سلطنت و حکومت رواج پایا اور مجبور کئے گئے کا اسکا دبایا گیا۔ وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ گو بعض مذہب شیعہ کی تبلیغ مین بھی پوری کوشش کی گئی کیونکہ صلاح الدین نے اپنے عہد مین بزور مصر سے مذہب شیعہ کو اوٹھا دیا حالانکہ خلفاء اسمعیلیہ کی دو سو بائیس برس تک سلطنت رہی۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ سنی کس قدر متعصب ہین اور شیعہ کسقدر کیونکہ تمامی تواریخ کو آپ پڑھ جائے تو کہین آپکو کوئی واقعہ ایسا نہ ملیگا کہ خلفا یا سلاطین شیعہ نے کسی کو قبول مذہب شیعہ پر مجبور کیا ہو کیونکہ لا اکراہ فی الدین پر اون کا عمل ہے مگر اہل سنت ہرجگہ جبر اور زبردستی سے کام لیتے ہین کہ بزور شمشیر قبول مذہب پر مجبور کرتے ہین۔

امام احمد بن حنبل کی ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ مین ہے اوسوقت تک انکا درجہ ایک محدث کا تھا کہ علم حدیث مین کامل تھے ۳۰۲ھ سے اس فرقہ کا ظہور بحیثیت مذہب ہونے لگا کیونکہ امام محمد بن جریر طبری نے جسب فرمائش مقتدر باللہ عباسی ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام اختلاف العلماء تھا اوس مین تمامی ائمہ سنت کے اقوال لکھے تھے مگر امام احمد بن حنبل کا نام نہ لکھا نہ کسی قول کو انکی طرف منسوب کیا کیونکہ اون کے خیال مین یہ محدث تھے فقیہ نہ تھے۔ لہذا طرفداران امام احمد بن حنبل ان سے ناراض ہوئے اور انکو گھر مین بند کیا آمد ورفت لوگون کی بند کردی۔ اسی زمانہ سے اس فرقہ نے بھی لباس شہرت پہنا اور لوگونکو معلوم ہونے لگا کہ دنیا مین یہ بھی کوئی فرقہ ہے۔

۳۲۳ھ مین بغداد مین اسپر فتنہ قائم ہوا کہ ابوبکر مروزی حنبلی کے معتقدین نے آیہ

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا کی تفسیر مین بیان کیا کہ خداوند عالم بروز قیامت عرش پر
رسول اللہ کو اپنے ساتھ بٹھلائیگا اور دوسرے گروہ کا یہ بیان تھا کہ مراد اس سے شفاعت ہے ان اختلاف
سے فتنہ عظیم برپا ہوا اور طرفین سے بے انتہا لوگ مارے گئے صفحہ ۲۶ تاریخ کامل جلد ۸
سنہ ۳۲۳ھ مین خاص بغداد مین حنابلہ کا زیادہ زور ہو گیا اور انھون نے عجیب بے امنی اور
شورش برپا کی کوتوال شہر نے بہت کچھ کوشش کی کہ حنابلہ اپنی حرکتون سے باز آئین مگر سود مند نہ ہوئی آخر
اون کے فتنہ و فساد سے تنگ آکر خلیفہ راضی باللہ نے تہدیداً اون کے متعلق ایک فرمان جاری
کیا جسمین زجر و توبیخ کے بہت سے مضامین درج تھے از انجملہ حنابلہ کے اعتقاد تشبیہ و تجسیم کا
بھی یہ ذکر تھا کہ اے گروہ حنابلہ تمھارا گمان فاسد یہ ہے کہ تمھاری بھونڈی صورت اور قبیح شکل
مثال رب العالمین ہے اور تمھاری ذلیل ہیئت مثال ہیئات خدا ہے تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ خدا
کے ہاتھ اور انگلیاں اور پاؤن اور زردوزی جوتے اور گھونگر والے بال ہین اور وہ کبھی آسمان سے
اترتا ہے اور کبھی دنیا کی طرف اوترتا ہے نعوذ باللہ عن ذلک تعالی عما یقولون الظالمون
والجاحدون علواً کبیراً مع ذلک تمہارا یہ شعار ہے کہ برگزیدگان امت مرحومہ پر طعن و تشنیع
کرتے ہو اور پیروان و ہوا خواہان دودمان رسول اللہ (یعنی مطیعان عباسیہ و علویہ) کو گمراہی کی
طرف منسوب کرتے ہو اور مسلمانون کو اپنی اون کھلی ہوئی بدعتون اور پر فجور طریقون کی طرف بلاتے
ہو جو بالکل مخالف قرآن ہین۔ آئمہ سلف کی زیارت قبور کو تو منع کرتے ہو اور خود ایک ایسے شخص
کی زیارت قبر کے لیے جمع ہوتے ہو جو محض عوام مین نقطہ نظر شریعت تھا نہ عالی نسب حسب
لعنت کرے اوس شیطان پر جسنے تمہارے لیے ان منکرات کو زینت دی ہے اور جسمین بہکا رکھا
سنو امیر المومنین حق الٰہی قسم کھاتے ہین کہ اگر تم اپنے ان ناشائستہ اقوال و افعال سے باز
نہ آئے تو تلوار تمہاری گردنون پر چلیگی اور تمہارے محلون اور گھرون مین آگ لگا دی
جائیگی اور جلا وطن کر دیے جاؤ گے۔

اس واقعہ سے ابتدا اس قسم کے صدہا فتنے اور جھگڑے اس کے بعد پیدا ہوتے رہے گو کم ہو گئے اگرچہ
اس فرقہ کو شہرت دی مگر اسلامی سلطنت تباہ ہوئی اور خلافت بغداد کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوا
یہانتک کہ آٹھوین صدی مین ابن تیمیہ نے اس مذہب کو از سر نو زندہ کیا۔ اگرچہ قید بھی مین

مرے مگر اون کے شاگرد اور پیرو تازہ کرتے گئے پھر تیرھوین صدی مین عبدالوہاب نجدی نے اس مذہب کی اشاعت مین جو کچھ مکہ و مدینہ کربلا مین بدعتین کین ناظرین تواریخ پر ظاہر ہے اوس کے بعد شاہ ولی اللہ و محمد اسمٰعیل شہید وغیرہ ہندوستان مین اس کے مروج ہوئے آخر مین نواب صدیق حسن خان کو بھوپال مین تسلط ہوا اور اون کی حکومت و اقتدا سے اس فرقہ کو وہ قوت حاصل ہوئی کہ اب حنفی پر وہی لوگ غالب ہین۔

الغرض اہل سنت کے آج جتنے مذاہب دنیا مین پھیلے ہوئے ہین اسی زور اور زبردستی کے ذریعہ سے کہ جہان انکو رسوخ ملا انہون نے خونریزی کر کے اپنے مذہب کو پھیلایا۔

غرض اہلسنت کا کوئی مذہب ایسا نہ ملیگا جس کے شہرت و رواج مین فتنہ و فساد۔ زور سلطنت اور نیزہ و تلوار نے نہ مدد دی ہو۔ اگر کچھ تفصیلی حالات دیکھنا ہو تو ہمارے فاضل دوست مولوی غضنفر علی صاحب کا رسالہ کشف الغیاہب عن حدوث المذاہب ملاحظہ فرمائے نقصان علم کلام اہل سنت یہانتک تو آپنے علم کلام کے وجود کی ضرورت بغرض پردہ داری خلفا بنی امیہ اور اسکی اشاعت کی وجہ بذریعہ خونریزی ملاحظہ کی کہ ہر فرقہ کی اشاعت محض بزور سلطنت ہوئی اور یہ بھی دیکھا کہ ہر ہر زمانہ کے جدید عالمون نے اپنے اپنے عندیہ کے مطابق اس علم کلام کو درست کرنا چاہا مگر مرض بڑھتا گیا جیون جیون دوا کی کیونکہ سب بناء الفاسد علی الفاسد کے مطابق غلط اصول قایم کرتے گئے اور غلط رفتار پر چلتے رہے جس سے بجز خرابی کوئی نتیجہ نہ پیدا ہوا۔ یہی سبب ہے کہ مولوی شبلی صاحب کو صاف صاف لکھدینا پڑا ہو علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کو سخت مخالفت کرنی پڑی تمام محدثین بلکہ ائمہ مجتہدین (بجز امام ابو حنیفہ) اس کے دشمن بن گئے۔ دولت عباسیہ کی حمایت کی بدولت وہ برباد ہونے سے بچ گیا لیکن مقبول عام نہ ہو سکا جو محدود فرقہ اس کا طرفدار تھا اور اسکو ترقی دینا چاہتا تھا وہ اعتزال کے نام سے بدنام تھا۔ اہل سنت و جماعت مدت کے بعد اوسکی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ فلسفہ و عقلیات سے آشنا نہ تھے کیونکہ اس گروہ مین اب تک .... فلسفہ تو فلسفہ منطق کا سیکھنا بھی ناجائز تھا۔ امام

غزالی نے جرأت کرکے منطق کو مذہبی گروہ مین روشناس کیا۔ انکے تعلق سے فلسفہ کو بھی اس بزم مین باریابی ہوئی۔ فلسفہ اور عقلیات کی آمیزش سے علم کلام نے ایک دوسرا قالب اختیار کرنا شروع کیا تھا اور امام رازی و آمدی جیسے لوگ پیدا ہونے شروع ہوئے تھے کہ دفعۃً تاتار کی طرف سے اس زور کی آندھی اوٹھی کہ اسلام کا تمام دفتر پراگندہ ہوگیا۔ مشرق نے تو پھر سنبھالا ہی نہین لیا۔ شام و روم مین ملکی طاقت سنبھل گئی لیکن وہان کی خاک، مشرق کے سے دل و دماغ کہان پیدا کرسکتی تھی۔" اس کے ساتھ اجتہادی قوت تمام قوم سے مسلوب ہوچکی تھی اشاعرہ کی فرسودہ عمارت کے کچھ آثار باقی رہ گئے تھے متاخرین اوسی پر پردے رکھتے گئے وہی عمارت سو آج پرستشگاہ عام بنی ہے، امام غزالی اور ابن ارشد نے جو بیناکاریان اور جواہر نگاریان کی تھین اسکی آپ کو خبر بھی نہین۔

علم کلام کے ناقص رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خیالات کا آزادی سے ظاہر کرنا ممکن نہ تہا اور دولت عباسیہ کے آزادی پسند ہونیکی ہم تعریف کرتے ہین لیکن یہ آزادی صرف حکومت تک محدود تھی عوام کا ہر زمانہ مین یہ حال رہا کہ جو بات اونکے فہم اور خیال سے باہر ہوتی تھی اوسکے اظہار پر وہ جان کے دشمن بنجاتے تھے۔ سلطنت کی روک تھام سے صرف اس قدر ہوسکتا تہا کہ کسی کی جان کو خطرہ نہ پہنچنے پائے لیکن صرف اس بندش سے کیا کام چل سکتا تھا۔ عوام جس کو چاہتے مردود عام کرسکتے تھے۔ سب و دشنام دیسکتے تھے۔ آرام و راحت سے بسر کرنے مین خلل انداز ہوسکتے تھے۔ اس سے بڑھکر یہ آفت تھی کہ ظاہر پرست فقہا بھی عوام کے ساتھ ہوجاتے تھے اور کفر کے فتوون سے انسان کا زندہ رہنا مشکل کردیتے تھے امام غزالی۔ آمدی۔ رازی۔ ابن ارشد۔ شہرستانی اور ابن تیمیہ کے حالات اوپر پڑھ آئے ہو ان مین ایک بھی فقہا کے فتوون کے حملہ سے نہ بچ سکا حالانکہ ان بزرگون نے بہت کم آزادی سے کام لیا تھا اور کچھ کہتے بھی تھے تو سو پہلو بچا کر کہتے تھے۔ امام غزالی وغیرہ کی تصنیفات پڑھو تو صاف نظر آتا ہے کہ سیکڑون خیالات دل مین بھرے ہین لیکن زبان تک نہین لاسکتے جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ بعض کتابون مین جو کچھ اصلی

خیالات بیان کیے ہیں بعض قسم دلائل سے کیونکہ ظاہر ہے عام لوگون کے یہ کتابین اور کسی کے ہاتھ
مین نہ جانے پائین امام صاحب اور اور بزرگون کے اس قسم کی تصریحات ہم کتاب کے
دوسرے حصہ مین نقل کرین گے -

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے آئمہ فن کے اصلی خیالات یا سرے سے ظاہر ہو سکے یا
ہوئے تو اس طرح کہ کسی نے سمجھا اور کسی نے نہ سمجھا -

معتزلہ نے البتہ جو کہنا تھا کہہ گزرا جسکی وجہ یہ تھی کہ انکو عوام سے سروکار نہین ہوتا تھا
یعنی نہ وہ واعظ ہوتے تھے نہ فتوی دیتے تھے نہ امامت و خطابت کرتے تھے لیکن اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ آج اون کی ایک تصنیف بھی موجود نہین کتابون مین اگر اون کے حالات اور
اقوال مذکور نہ ہوتے تو یہ پتہ لگنا بھی مشکل تھا کہ وہ دنیا مین کبھی تھے بھی یا نہین -

علم کلام ابتدا مین اگرچہ ایک مختصر اور سادہ علم تھا لیکن رفتہ رفتہ اس مین جو جو ترقیان اضافہ
ہوتی گئین اوس کے لحاظ سے اب علم کلام دو چیزون کے مجموعہ کا نام ہے -

(۱) اسلامی عقائد کا اثبات (۲) فلسفہ ملاحدہ اور دیگر مذاہب کا رد ، رسالہ علم کلام
یہ ہین وہ حالات علم کلام اہل سنت کے جو آج تک عوام سے مخفی رکھے گئے اور مولوی شبلی صاحب
نے اس آزادی سے اوس کو ظاہر کیا پھر کون ہے علمائے اہل سنت سے جو اس علم کلام کا
شیعون کے مقابلہ مین نام لے کیونکہ نہ کوئی انکا عالم کفر و زندقہ کے الزام سے پاک ہے نہ کوئی
اصل ان کے اصول و قواعد سے درست ہے بلکہ تمام تر جہالت جہالت بیعقلی کا مجموعہ ہے
اور عوام کے خوف سے کوئی دلی راز اپنا نہین ظاہر کر سکتا اور نہ وہ فرسودہ عبارت پر
رد سے رکھے چلے جاتے ہین جو تیز ہوا کے جھونکے مین ایک منٹ کے لئے بھی نہین ٹھہر سکتا
جس سے آخر دست برداری ہونا پڑا چنانچہ مولوی شبلی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب
کے حالات یہ لکھتے ہین -

شاہ صاحب کے زمانہ مین علم کلام کا جو سرمایہ موجود تھا وہ صرف متاخرین اشاعرہ کی
تصنیفات تھین شاہ صاحب کی تربیت و تعلیم بھی اسی طریقہ کے موافق ہوئی تھی لیکن
انکی اجتہاد پسند طبیعت پر ان چیزون کا کچھ اثر نہ ہوا اور انھون نے علم کلام کے مسائل

بالکل نئے اصول کے موافق ترتیب دیے۔ اشاعرہ کے جو ممیزات مسائل ہیں شاہ صاحب ان کے عموماً مخالف ہیں۔" صفحہ ۱۱۵ علم کلام

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اصول اشاعرہ کے کیسے کمزور اور بودے تھے کہ آخر شاہ ولی اللہ کو یہ طلسم توڑنا پڑا اور نئے اصول بنانے پڑے اور کل مسائل اشاعرہ سے مخالفت کرنی پڑی افسوس کہ اختصار کا خیال ہمارے قلم کو اس طرح روک رہا ہے کہ کچھ لکھ نہیں سکتے ورنہ بتا دیتے کہ شاہ صاحب نے جو اصول قائم کیے ہیں وہ کس درجہ غلط ہیں اور جب تک حکم خدا و رسول کی طرف نہ رجوع کریں گے کسی طرح نہ ان کے اصول درست ہو سکتے ہیں نہ فروع اور وہ منحصر ہے علم کلام فرقہ حقہ شیعہ اثنا عشریہ ایدہم اللہ میں یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہی خطاب اب عطا ہوئے جو اونکے پیشرو ان کر گئے تھے۔

اصول علم کلام شیعہ [illegible] ہم وہاں پہنچے ہیں جہاں جملہ مسائل خواہ اصول دین کے ہوں یا فروع دین کے وہ ایک [illegible] سلسلہ [illegible] ہیں نہیں بال بھر کا فرق نہیں صراط مستقیم ایک [illegible] پر جو چاہے ہمیشہ آنکھ بند کر کے چلا جائے۔ کیونکہ اس کی ابتدا رسول اللہ سے ہے جو خدا سے بذریعہ وحی و الہام لائے اور اس کی انتہا ان بارہ اماموں پر ہے جن کی خلقت اس نور سے ہے جو رسول اللہ کا نور تھا اسی وجہ سے نہ اس میں تبدیل کی ضرورت ہے نہ تغیر کی۔ نہ کہیں غلطی ہے نہ کہیں اصلاح۔ نہ کہیں اشاعرہ کی سی شعوری ہے نہ اعتزال کی عزلت گزینی۔ نہ ہر صدی پر علم کلام کا نیا صحیفہ شروع ہوتا ہے نہ ہر عالم کی آمد یا دورہ۔

قرآن کو پڑھو۔ احادیث صحیحہ رسول اللہ کو دیکھو۔ نہج البلاغہ سے ملاؤ جو جناب امیر المومنین ع کے خطبوں کا مجموعہ ہے آئمہ اطہار کی دعاؤں۔ اور حدیثوں خصوصاً صحیفہ کاملہ سے تطبیق دو تو ایک حرف بلکہ بال برابر بھی فرق نہ پاؤ گے۔ نہ کہیں عقل کے خلاف ہے نہ کہیں زبردستی کی تاویل۔ نہ کسی کو اس میں باتیں کا منہ ہے۔ نہ موجد ہونیکا وجہ سب کے سب ایک اصول ایک قاعدہ کے پابند ہیں نہ کہیں کمزوری ہے جو دوسرا شہ زور کا [illegible] ہو [illegible] نہیں جبکہ سمجھ گئے پڑھا جائے۔ نہ کہیں فلسفہ یا ہے جو صبح کا ہو

جو حکم خدا نے دیا رسول اللہ نے پہنچایا۔ آئمہ نے اوسکی تعمیل کی اور رعایا کو بتایا نہ کہیں دو رنگ کی کتاب تصنیف ہوئی ہے اپنے لئے علیحدہ اور عوام کیلئے علیحدہ۔ نہ سلطنت کیوقت دوسرا حکم ہے نہ زوال حکومت کیوقت دوسرا قاعدہ۔ نہ مذہب کے لئے جنگ ہے نہ جدال نہ خونریزی کہ ہمارا علم کلام نہ مانوگے تو خون بہا دینگے۔

جو کچھ ہے وہ خدا اور رسول کی تعلیم ہے۔ اسی وجہ سے آج تیرہ سو برس گذرنے پر بھی ان کے وہی عقائد ہیں جو خاص عہد رسول اور آئمہ اطہار کے تھے۔ انکا وہی معمول ہے جو اوس وقت تھا شان کی شریعت کیا بجز خدا اور رسول و امام کوئی باقی ہے نہ ان سے علاوہ کوئی درست کرنے والا جو طریقہ پہلے تھا وہی اب بھی ہے بلا کم و کاست۔ کیونکہ سب خرابیوں کا منشا جہالت ہے اور جہالت اس کا سر چشمہ علم۔ وہیں وہ لوگ عالم بنائے گئے جو ایک حرف بھی نہ جانتے تھے وہاں وہ لوگ خلیفہ قرار پائے جو ایک ایک مسئلہ میں دریوزہ گری کرتے۔ ان سے اوس نے پوچھ کر تو قضایا فیصل کرتے اور مسائل میں فتوے دیے جاتے اور جو عالم تھا وہ معطل کیا گیا تھا بلکہ اوسکے ارشاد و ہدایت کے مقابل میں اپنی اپنی رائے لگائی جاتی۔ اسی کا نتیجہ ہوا کہ ہر وقت اوس میں جدت کرنے کی ضرورت رہی۔

اگر وہ عالم علم لدنی نہ موجود ہوتا تو یہی اتنی بات ہی تھی کیونکہ سب جاہل ہی جاہل تھے یا اوس عالم کیطرف رجوع کرتے تب سب باتیں درست ہو جاتیں مگر خدا نے اتمام حجت کے لئے اوس عالم علم لدنی کو اوس وقت تک زندہ رکھا جبتک اوسکی مصلحت تھی جس سے ان جاہلوں کی جہالت کھلتی رہی۔ اور شیطان نے ان کے نفوس پر قبضہ کیا غرور یا غیرت نے جھکنے نہ دیا جو ہر امر کی حقیقت کو دریافت کرتے۔ اونکی باتیں سنتے تھے مگر اپنے علوم کو اوسی میں گڈمڈ کر ملانا چاہتے تھے مگر راہ بدل کر دوسرے طریقہ سے اسیوجہ خرابی بڑھتی گئی او کیسی طرح درست نہ کرسکے۔

ترتیب قرآن مجید) اگر صرف قرآن مجید ہی پر غور کرو تو سب عقدہ کھل جائے کیونکہ باتفاق فریقین ثابت ہے کہ حضرت علی نے عہد رسول اللہ میں الکتاب یعنی جو وحی کے ذریعہ سے خدا کا کلام حضرت پر اوترتا تھا اوس کو جناب امیر سے لکھوا دیتے تھے اور جو کچھ اوسکا مطلب

مفہوم ہوتا وہ بھی بتا دیتے تھے جس پر حضرت نے صد ہا مرتبہ فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ یہانتک کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال کیا اور جناب امیر اوس مین مشغول ہوئے کہ اون ریزوں پرزون کو یک جا کرین۔

اب بتاؤ وہ قرآن حضرت سے کیون نہ لیا گیا اور اوس پر عملدرآمد کیون نہ کیا گیا جو انکی نوبت آئی کہ ہر خلافت مین ترتیب قرآن کی ضرورت پڑی اور ترمیم و تبدل کی نوبت آئی یہانتک کہ حضرت عثمان نے آخری دور مین اوسکو مرتب کیا اور ماسبق نسخونکو منگوا کر جلوا دیا۔

خود تمہین انصاف کرو کہ آخر حضرت علی والا قرآن کیون نہ لیا گیا۔ کیا اوس سے انکی خلافت چھین جاتی۔ یا خلافت مین نقص آجاتا۔ یا معاذ اللہ حضرت علی نے اوس مین کچھ تحریف کردیا تھا جب ان باتون سے کوئی بات نہین تو ظاہر یہ وجہ ہوئی کہ جو قرآن اس قاعدہ سے مرتب ہوا کہ ہر روز رسول اللہ لکھواتے تھے اور روز کی تفسیر بتاتے تھے۔ وہ تو چھوڑ دیا جائے اور ان سے اون کے حکم سے اور جو حافظ قرآن جنگ یمامہ مین قتل ہو چکے پوچھ پوچھ کر مرتب کیا جائے تو پھر کیونکر ایسا مجموعہ کامل سمجھا جا سکتا ہے اور جو الزام یا اعتراض اسپر وارد ہوتے ہین اوس کا کون ذمہ دار ہوگا۔ قرآن کے متعلق جتنے اعتراضات ہوتے ہین اصلی وجہ تو اوسکی یہی ہے کہ مجموعہ مرتب اوسکا چھوڑ دیا گیا۔ اور جیسے جیسا ملتا گیا ملا کر ایک ایک آیہ کو دو دو چار چار آیہ کو ادھر ادھر سے لیکر لکھوا دیا جس مین نہ ترتیب کا خیال ہے نہ تقدیم کا نہ تاخیر کا پھر اوس پر اعتراض نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

مخالفین اسلام کے مقابلہ مین نہ یہ اصلی سامان ظاہر کیا جاتا ہے کیونکہ ہر شیعہ پڑھے لکھے ہین نہ پوری طور سے جواب دے سکتے ہین بجز اسکے کہ سینہ زوری سے کچھ بات بنائین لعن یا مضمون کا تتمہ جیسے وہ سنکر یا مضحکہ کرے یا خاموش ہو جائے

متکلمین کی بے پروائی قرآن سے مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین کہ علم کلام کا بہت بڑا نقص یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعلق جو مخالفونکے شبہات تھے انسے بہت کم تعرض کیا جاتا تھا شرح مواقف وغیرہ مین صرف قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت کے متعلق جو اعتراضات تھے انسے تعرض کیا ہے۔ حالانکہ مخالفین کو الفاظ سے زیادہ مطالب کے متعلق اعتراضات تھے ان مین بہت سے اعتراضات تفسیر کی کتابون مین مذکور ہین لیکن جوابات جو ہوئے وہ شافی نہین بلکہ معا

نے ان تمام اعتراضات کو نہایت خوبی سے رفع کیا۔ صفحہ ۱۱۵

پھر لکھتے ہین "آج کل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید مین کسی قسم کی ترتیب ونظام نہین۔ ایک مضمون شروع ہوا ہے وہ ابھی ناتمام ہے کہ دوسرا شروع ہو گیا۔ فرائض کے مسائل بیان کرتے کرتے بیچ مین نماز عصر کا ذکر آجاتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرنے ہون تو سیکڑون مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑے گی۔

قدما مین سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہین دیا بلکہ خود اعتراض سے تعرض نہین کیا۔ حالانکہ آج کل یہ ایک مشکل اعتراض خیال کیا جاتا ہے کہ دلائل جو آنحضرتؐ کی نسبت نہایت عمدہ خیال رکھتا ہے۔ اور جو اسلام کی تمام باتون کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گھبرا گیا اور اس کی تاویل کوئی نہ کرسکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے تعرض کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا صـ۱۱

ہماری غرض نہ شاہ صاحب کی مدح سرائی سے متعلق ہے نہ مخالفین اسلام کے اعتراضون سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ اعتراض کیون وارد ہوئے اور آج تک اوس پر کیون نہ تعرض کیا گیا کیونکہ شاہ ولی اللہ تو سنہ ۱۱۱۴ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۷۶ھ مین اونہون نے وفات پائی۔ اس زمانہ تک یہ اعتراضات لاجواب رہے۔

اصل سبب وہی ہے کہ علم اپنے غیر ماخذ سے لیا گیا۔ عالم کو چھوڑ کر جاہل کو عالم بنایا۔ قرآن منزل من اللہ مرتب تھا مگر اوس سے روگردانی کی گئی جس سے ہر قسم کے اعتراضات پیدا ہوئے اور اونہین لوگون نے جواب بھی دئے مگر اصل امر کی طرف نہ رجوع کیا نہ حق کی جستجو ہوئی۔

اسی وجہ سے اہل سنت کا علم کلام اس طرح بڑھتا گیا کہ ہر رطب ویابس اوسمین بھرتے گئے اور وقتاً فوقتاً اوس کے اصلاح کی ضرورت پڑتی گئی۔ حالانکہ اگر خدا اور رسولؐ کی طرف وہ متوجہ ہوتے اور علوم کو اپنے ماخذ سے لیتے تو کبھی یہ خرابیان نہ ہوتین۔

کیونکہ یہ قرآن وہی ہے جو وقت نزول سے تمام عالم کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ ان کنتم صادقین

جس مین وہ اصلاح تمام عالم کو غیرت دلاتا ہے کہ اگر سچے ہو تو ایک سورہ اسکے مانند بنا لاؤ

اگر تم سب ملکر بھی چاہو تو اس کا ایسا لاؤ تو نہیں ممکن ہی اگرچہ ایک دوسرے کا معین و مددگار بھی نہ ہو۔ تو کیا جس قرآن پر اتنے اعتراضات ہو سکتے ہوں وہ کبھی ایسا دعوی کر سکتا ہی۔ ہرگز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ اعتراض ہیں وہ اصل قرآن پر نہیں ہیں بلکہ ہماری نالائقی اور شرارت نفس پر ہیں کہ ہم اپنی نفسانیت اور جہالت سے قرآن سے روگردان ہوئے اور اوس کی ترتیب کو اولٹ دیا بے سمجھے بوجھے آیات کو مرتب کیا۔ اور اب یہی نہیں کہتے کہ یہ سارا قصور ہمارا ہے بلکہ سینہ زوری سے یہ بات بناتے ہیں۔

یہی وجہ ہی کہ شیعون کا علم کلام ہر نقص و عیب سے پاک ہی نہ وہ کسی کی طرفداری کرتا ہے نہ کسیکے جرم کا اخفا بلکہ جو حق ہی اوس کا پیرو ہے اگرچہ اس مین جان جائے یا آبرو۔

اب تم شیعون کے علم کلام کی اون کتابون کو جو تیرھوین تصنیف ہوئین اور اون کتابون سے ملاؤ جو دوسری صدی مین تصنیف ہوئین۔ یا جو روز اظہار نبوت کلام کیا گیا وہ سب تم کو ایک سلسلہ سی ملین گی بال برابر کا فرق نہ ہوگا نہ عقل سی مخالفت ہوگی نہ جس سے اوسکا ابطال۔ بلکہ جو طریقہ رسول اللہ کا تہا وہی اون کے خلفا اور جانشینون کا اور وہی اونکے علما کا نہ کبھی ملکی ضرورتونسے مسئلہ جبر پاؤگے نہ آزادی ملنے سے اعتزال کا رنگ دیکھوگے بلکہ لاجبر ولا تفویض بل امر بین الامرین پر ہمیشہ سے عمل ہی نہ تشبیہ پاؤگے نہ تجسم بلکہ اصل الدین معرفتہ وکمال معرفتہ التصدیق بہ وکمال التصدیق بہ توحیدہ وکمال توحیدہ الاخلاص لہ وکمال الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ لشہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف وشہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ۔ پر ابتدا سے آج تک اعتقاد ہی اور عمل ہے۔

یہان تک اجمالی حال تہا مناظرہ اور علم کلام اہل سنۃ کا جسکے نسبت وہ خود اقرار کرتے ہین کہ مذہب یہ فن ان کے یہان ناقص ہی اور کلام اللہ سے انکو کسی طرح سروکار نہین۔ پھر وہ کیونکر مناظرہ کر سکتے ہین اون لوگون سے جو بحکم رسول اللہ متمسک بالثقلین ہین کتاب اللہ وعترت طاہرہ سے احکام پر اون کے اعمال کا دارومدار ہے۔

اب ہم متوجہ ہوتے ہین اڈیٹر صاحب کے دوسرے نمبر پر جس کو وہ خود اپنے مناظرہ کی جان سمجھتے ہین

اتمام حجت

نمبر ۲

اڈیٹر صاحب اپنے نمبر ۲ میں لکھتے ہین مذہب کی بیجا حمایت کے نمونہ مین دو ایک مثالین ہم یہان پیش کرتے ہین جن کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ لیگا کہ اس قسم کے جوابون کی طرف وہی شخص متوجہ ہوگا - جس کو دنیا و آخرت مین کوئی کام نہ ہو یا وقت کی قدر سے ناواقف ہو۔

پہلی مثال جناب مولوی حامد حسین مرحوم لکھنوی مشہور مناظر بلکہ حضرات شیعہ کے مناظرین کے امام جن کے علم و فضل کا سکہ حضرات لکھنؤ مین چلتا ہے اس سے بھی زیادہ ایران مین رائج تھا تمام علماء ایران ان کو پیشوا جانتے تھے۔ تا زندگی ان [illegible] ایران کے علمائے [illegible] جناب مولوی صاحب موصوف کے نام بھیجتے تھے۔ مولوی صاحب کے معتقدین نے ایک کتاب کی صورت مین طبع کر دیا ہے جس کا نام سواطع الانوار فی تقریظات مصنف عبقات الانوار ہے اس کتاب کو مین نے دیکھا تو مجھے مولوی صاحب مرحوم کی قدر و منزلت معلوم ہوئی ورنہ اس سے پہلے مین انکی تصانیف کے لحاظ سے انہین معمولی درجے کا شیعی عالم سمجھتا تھا۔

مولوی صاحب ممدوح نے اپنی عمر بھر مین دو کتابین تصنیف کین ایک عبقات الانوار تحفہ اثنا عشریہ مصنفہ جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے جواب مین دوسری استقصاء الافحام منتہی الکلام مصنفہ مولوی حیدر علی صاحب کی رد مین عبقات کی دس جلدین بیان کی جاتی ہین جن مین سے بیشتر چھپ چکی ہین اور اون کو مین نے جستہ جستہ مقامات سے دیکھا ہے۔

استقصاء الافحام دو ضخیم جلدون مین ہے۔ استقصاء الافحام پر جناب مولوی صاحب ممدوح کو بڑا ناز ہے حضرات شیعہ کہتے ہین کہ یہ کتاب مولوی حیدر علی صاحب کی زندگی مین چھپ کے تیار ہوگئی تھی اور انکے پاس بھیجی گئی تھی مگر وہ اسکا جواب دینے سے عاجز رہے حضرات شیعہ کے بے انتہا مبالغہ آمیز تقریرون کو سن سن کے مجھ سے نہ رہا گیا اور مینے زمانہ طالب علمی مین اسکا جواب لکھنا شروع کیا تھا

آمدم برسر مطلب استقصاء الافحام مین مولوی حامد حسین صاحب نے ایک مبسوط بحث اہلسنت کی کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ و موطا امام مالک پر کیا ہے اور سب سے زیادہ توجہ صحیح بخاری کی

طرفہ تر بقول غزالی کی ہے جسکو مسلمانون کے سواد اعظم کثیر سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری کا لقب ملا ہے مولوی صاحب ممدوح نے اپنے نزدیک اہل سنت کی تمام حدیثون کی کتابون کو بیکار کردیا اور فن حدیث کی بنیاد ہلا دی ۔"

یہ پوری عبارت ہمنے اس غرض سے نقل کردی ہے کہ اڈیٹر صاحب یہ نہ کہ سکین کہ ہمارے مطلب کو بدل دیا یا کسی قسم کی تحریف ہوئی آپنے پہلے فقرہ مین خود اپنے جواب کی حقیقت لکھدی کہ اس قسم کے جوابون کیطرف وہی شخص متوجہ ہوگا جسکو دنیا و آخرت مین کوئی کام نہ ہو یا وقت کی قدر سے ناواقف ہو کیونکہ آپکے اسلاف سے جو علما تھے وہ تو بخوبی جانتے تھے کہ جن امور کا جواب محال ہے اوسکی طرف متوجہ ہونا ذوی عقل کا کام نہین ۔ اسی وجہ سے کبھی اس کا قصد نہین کیا کہ کتاب مستطاب استقصاء الافحام کے مقابلہ مین کچھ کلام کرسکین مگر چونکہ آپ دنیا و آخرت کے کام سے فارغ ہو چکے ہین اور وقت کا ضائع ہونا بھی پسند کرتے ہین لہذا ادہر متوجہ ہوئے کیونکہ بغیر اسکے نہ قوم مین مشہور ہوسکتا ہے نہ اشاعت اخبار ممکن ہے ۔

مگر جو لوگ اہل حق احقاق حق کو دنیا کے اعلی اغراض سے اور آخرت کے افضل مقاصد سے سمجھتے ہین اس لئے دیگر امور پر اس کو مقدم سمجھتے ہین کیونکہ اس مین جو وقت صرف ہوتا ہے وہ محض رضائے خدا مین صرف ہوتا ہے ۔

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب کو جناب حجۃ الاسلام آیۃ اللہ الملک العلام کاسر اعناق الکفرۃ اللئام مصنف استقصاء الافحام و استیفاء الانتقام اعلی اللہ مقامہ فی دار السلام کی قدر و منزلت اون خطوط سے معلوم ہوئی جو علماء ایران نے لکھے اور جناب مولانا کے معتقدین نے بصورت کتاب اون سب کو علحدہ چھپوا دیا جسکا نام سواطع الانوار ہے ورنہ وہ پہلے سے معمولی درجہ کا شیعی عالم جانتے تھے ۔

یہ وہ تقریر ہے جو بمخالفت کلام ہدایت التیام جناب امیر المومنین علیہ السلام کی گئی کیونکہ حضرت کا یہ ارشاد عام طور پر مشہور ہے انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال اڈیٹر صاحب نے اس ہدایت کے خلاف صرف علماء ایران کے خطوط سے جناب حجۃ الاسلام کی قدر و منزلت پہچانی نہ اون کی تصنیف سے ۔

سچ ہی جو جس مذہب کا ہوتا ہو سنتی ہی اثر نہیں جاتا اگرچہ کسی وجہ سے وہ عقل حاصل کرے۔ اسی وجہ سے اڈیٹر صاحب نے اپنے مذہب اہل سنت والجماعت کی حقیقت کا بھی اعلان کر دیا کہ اگر اونکو کچھ قدر و منزلت حاصل ہوئی تو لوگون کے کہنے سننے سے نہ اپنی تحقیق اور جانچ سے۔ یہی اصول مذہب اہل سنت والجماعت ہی کہ اگر صحابہ نہوتے اور اسلام نہ لائے ہوتے تو رسول اللہ کی نبوت کسی طرح نہین ثابت کر سکتے یہی حال ہی کل عقائد کا ہی کہ چونکہ کثرت ناس ادہر ہی لہذا وہ اسکے معتقد ہوئے۔ مگر افسوس کہ یہ سب اصول غلط ہین اور ہرگز کوئی عاقل اسکا پابند نہیں ہوسکتا کیونکہ ابھی تک کفار کی تعداد مسلمین سے زیادہ ہے۔

اڈیٹر صاحب نے اس کا کوئی ثبوت نہین دیا کہ درحقیقت جن علما کے وہ خطوط کتابی صورت مین چھپے ہین۔ وہ آیا علما تھے یا نہ۔ کیونکہ یہ خاک ہند کے رہنے والے ہین نہ کبھی ایران گئے نہ عراق جو انکو معلوم ہوتا کہ فی الواقع یہ لوگ موجود فی الخارج بھی تھے۔ یا موجود فی الذہن یا موجود فی الوہم والفرض والخیال۔ کیونکہ جب طبع کتاب سواطع الانوار کو مقلدین کی تہذیب سمجھتے ہین تو وہان آپ اسکی بھی رائے قایم کر سکتے تھے کہ یہ سب موضوعات و مفتریات روافض ہی بہرحال ہم آپکے شکرگذار ضرور ہین کہ کسیوجہ سے ہو آپنے جناب علامہ کی قدر و منزلت پہچاننے کا اعتراف کیا جس کے بارے مین خداوند عالم پہلے سے فرما چکا ہے یقولون مالیس فی قلوبہم۔ اور قالوا نشہد انک رسول اللہ واللہ یعلم انک رسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت آپ عارف قدر و منزلت ہوتے تو اپنے ایمان کو درست کرتے نہ یہ کہ اور بھی اضلال عالم کا سامان کرتے۔

بہرحال اڈیٹر صاحب نے جناب علامہ کی تصانیف کو دو کتابون مین محدود کر دیا ایک استقصاء الافحام دوسرے عبقات الانوار ہین۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہ دیا کہ کس ذریعہ سے انکو یہ معلوم ہوا کہ یہی دو کتابین ہین حالانکہ اگر وہ استقصاء و عبقات الانوار کو دیکھے ہوتے تو انکو معلوم ہوتا کہ کس قدر اپنے مصنفات کا حوالہ ان کتابون مین دیا ہے۔

اڈیٹر صاحب نے عبقات الانوار کو تحفہ اثنا عشریہ کا جواب بتایا ہے جو کہ جہ اسم بامسمیٰ ہے مگر آپکو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اسکے باب امامت کا جواب ہے۔ مگر اسمیں بڑی غلطی ہے کہ [illegible] کر سکتے ہین کہ یہ حدیث

الشمس

نمبر ۹ | بابت ۱۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ | جلد ۱

ضروری عرض

جن ضرورتوں سے الشمس کا طلوع دفتر اصلاح سے شروع ہوا آپ سے مخفی نہین کیونکہ نہ ہم مالدار تھے نہ ہمارے پاس کوئی عالیشان کتبخانہ تھا نہ اعوان تھے نہ انصار بلکہ خود دفتر اصلاح کا کاروبار انشاء اللہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مجھ ایک متنفس سے نہین سنبھل سکتا مگر محض حسبۃً للدین نے اس امر عظیم پر اقدام کیا گیا کتابونکا خریدنا۔ کتابون کا مطالعہ کرنا پھر مسودہ کرنا پھر کاپی کراکر چھپوانا اور تقسیم کرنا مجھ ایک متنفس سے متعلق ہے۔ اسپر خطوط کا جواب لکھنا فرمایش کی تعمیل کرنا یہ سب میرے فرایض سے ہین۔

ان سب پر عہ سالانہ مین بجائے ۱۶ صفحے کے ۳۲ صفحہ دینا ہو اور ۱۳ رجب کو عہ کا نصف ار کردیا گیا اسپر اگر تاخیر ہوتی ہے یا غفلت سے ڈاکخانہ والون کے کوئی پرچہ نہین پہنچتا تو ایسے جگرخراش کلمات لکھے جاتے ہین کہ دل پاش پاش ہو۔

یہ سب مصائب مین نے صرف اس لئے گوارا کئے کہ ہمارے مذہب حق پر جو بیجا حملے ہو رہے ہین اوس کا دفعیہ ہو کذب و افترا کی قلعی کہلے حق لوگون پر واضح ہو۔ اس پر اگر برادران ایمانی اس کو نہ دیکھین۔ اس کی اشاعت مین نہ کوشش کرین تو اس کی فریاد کہان کیجائے پہلا سال اس کا ختم ہو رہا ہے کل تین مہینے باقی ہین مگر ہم اپنے کرم فرماکے اون مضامین تک نہ پہنچے جنہین وہ املائی مضامین اپنے فرماتے او۔ در حقیقت وہ وہی مضامین ہین جو طبع ناجائز نضیحۃ الشیعہ سے لئے گئے ہین۔

لہذا میری تمنا یہ ہے کہ حجم رسالہ کا بجاے ۳۲ صفحہ کے ۴۸ صفحہ کردیا جائے کہ کم سے کم تحریف قرآن کا مسئلہ ان تین نمبرون مین طے ہو جائے جسکے لئے اگر دو سو اصحاب بھی عہ کا اضافہ چندہ منظور فرمائین یا سال آیندہ کا چندہ مع رقم اضافہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائین تو کچہ مجھے سہولت مل سکتی ہے کیونکہ یہ رقم چندہ کسی طرح اخراجات کو کافی نہین ع

بہر کریمان کارہا دشوار نیست

دفع حیرت

اسلامی دنیا مین ایک تہلکہ پڑا ہوا ہے کہ مرزا حیرت صاحب جو ابھی سال آئندہ تک پانچوین امام بن جاتے۔ واقعہ کربلا کے منکر ہین لہذا تمام سنی اخبارون مین ایک سوگ ماتم قایم ہے کہ جب ایسے مشہور عالم واقعہ کا انکار کر دیا گیا تو پھر اور واقعہ کی واقعیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے نہ رسول اللہ کا وجود ثابت کر سکتے ہین نہ اون کا مدعی رسالت ہونا نہ کوئی اسلامی واقعہ جس پر پیسہ اخبار۔ وطن۔ اہلحدیث وغیرہ وغیرہ سب کو غصہ آرہا ہے کہ اس سعادت و نیک بختی کا کیا علاج ہے کہ انکھ والا اندھا کہہ رہا ہے کہ آفتاب نہین ایسے وقت مین پولیس کی ضرورت ہے

ہمارے کرم فرما اس موقع پر لکھتے ہین "وہ انشاء اللہ العزیز یہ ناچیز ایک دو جملہ سے شہادت کی حقیت مرزا صاحب کو سمجھا دیگا جو اونکو ماننا پڑے گا اور خدا نے چاہا تو بہت آسانی سے اون کے تمام شبہات رفع ہو جائینگے اور ذرہ بھر بھی طول نہ ہوگا" نمبر ۱۲ مورخہ ۴ شعبان

چونکہ الشمس کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اکثر حضرات اہل سنت و الجماعت خصوصا فرقہ احناف اور اہل حدیث اسکو ملاحظہ فرماتے ہین لہذا اون کے مزید اطمینان کے لئے یہ جملہ نقل کیا گیا۔ آپ تو خاطر جمع رہین ہمارے کرم فرما بہت جلد ایک دو جملہ سے شہادت کی حقیت مرزا صاحب کو سمجھا دین گے جو اونکو ماننا پڑیگا کیونکہ نہ ابھی مرزا صاحب کا جوش اوس حد تک پہونچا ہے جو وفات رسول اللہ سے انکار کرتے ہوئے ...... کی حالت ہوئی تھی کہ ہاتھ مین ننگی تلوار تھی اور آنکھ کے ڈورے لال لال ہو رہے تھے منہ مین کف بھرا ہوا تھا نہ مسلمانون کو ابھی وہ خوف و ہراس اور ششدری پیدا ہوئی جو اوس وقت کا خونی منظر دیکھکر صحابہ کا زہرہ آب ہو رہا تھا جب وہ وقت آئے گا ہمارے کرم فرما بجائے محلہ سنخ شیخ محلہ سے آکر مرزا صاحب کا ہاتھ پکڑ لینگے جس طرح اوسوقت آیہ انک میت و انہم میتون دم کیا گیا اوسیطرح ہمارے کرم فرما بھی آیہ وفدینا بذبح عظیم کی تلاوت کرین گے جسپر مرزا صاحب ڈھیلے پڑ جائین گے اور کہین گے گویا ہم نے اس آیہ کو سنا ہی نہ تھا۔

اسلئے ہم تمام مسلمین کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ وہ باطمینان تمام مرزا صاحب کے جمنا سٹک کو دیکھین اور دوسرے نمبر کی تیاری پر نظر رہے تردد و انتشار کی ضرورت نہین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

ضوء الشمس نمبر ۵

یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو فریق ہوتے ہین تو ایک دوسرے کو جہوٹہا اور لاغی تصور کرتا ہو اور ایک کو دوسرے پر کسی قسم کا اعتماد نہین ہوتا مگر ہم اپنے کرمفرما کے حد درجہ شکرگذار ہین جنہون نے اس قدر انصاف پسندی سے کام لیا ہو کہ دنیا کو معلوم ہو جائے "انصاف" کا لفظ کبہی پیدا ہی نہ ہوا تہا اور اگر کسی وقت مین پیدا ہوا تہا تو ستارہ دمدار کے نکلتے نکلتے "انصاف" نے دنیا سے منہ پہیر لیا۔

دیکہئے ہمارے لایق ایڈیٹر۔ الشمس نمبر ۵ و ۶ و، کا جواب ایک ہی دو ورقہ مین دیتے ہین کہئے ایسے صاحب کمال بہی کہین پیدا ہوے تھے! یہ بہی کیا مزاحیت کا سمجہنا ہو جو آپ لیبا معجزہ دکہلائین گے۔ بجائے قم باذن اللہ۔ انک میت وانہم میتون کی تلاوت کی گئی ہو چونکہ ایڈیٹر صاحب کا مطلب یہ ہو کہ اپنے عوام کو ازراہ نظر بندی دکہائین کہ ہم کس طرح روافض کا قلع قمع کر رہے ہین اس لئے جو چاہتے ہین لکہ جاتے ہین اور نہین سمجہتے کہ اس قسم کی فضول باتون سے کیا فائدہ ہو سکتا ہو۔ کیا آپ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی سے بہی زیادہ لسّان ہون گے۔

مکرمی۔ دنیا سمجہدار ہو چلی ہے۔ قیامت آنے والی ہو جو لکہوا ایمان سے جو کہو اسمان سے حرمۃ مال المومن کدمہ مسلمانون کا ایک ایک پیسہ اون کے ایک ایک قطرہ خون کی عزت رکہتا ہو مال ناحق نہ لو۔ سخن فروشی نہ کرو اون کے راہ عاقبت مین خار ضلالت نہ بوؤ جنہ لوگون نے اونکو گمراہ کیا اون کو کیا ثمرہ ملا جو حضور کو کچہ ملے گا۔ اخبار کی اشاعت یون بہی ہو سکتی ہو اگر اچہے اچہے مضامین لکہے جائین تو ضرور آپ کے اخبار کی اشاعت بہی پیسہ اخبار وطن کے برابر ہو سکتی ہے مگر قومی اور ملکی خدمت سے یہ عزت حاصل ہو سکتی ہو نہ اس طریق سے جو آپ ناحق مسلمانون کو لڑوا رہے ہین اور ایک بات بہی فائدہ کی اون کو نہین بتلاتے۔

چونکہ گزشتہ نمبرون مین ہم ان مضامین کو بتصریح لکہ چکے ہین لہذا دوبارہ لکہنے کی ضرورت نہ تہی مگر اپنے کرمفرما کے خیال سے بعض فقرات سے اون کے تعرض کیا جاتا ہو مناسب ہو کہ پچہلے نمبر خصوصاً نمبر ۴ اور نمبر ۶ ضرور نظر سے گذرے۔

قولہ دلی افسوس کے ساتہ ہم اس بات کو ظاہر کرتے ہین کہ الشمس کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے

رسالہ کو اہل علم کے التفات کے قابل نہین رکھا ،،

اقول مگر ہمکو افسوس ہے کہ آپکو ناحق **اہل علم** ہونے کا دعوی ہی اور جب آپ ہی سے لوگ اہل علم کہے جائینگے تو خاطر جمع رہیے دنیا مین کوی کتاب آپ کے قابل التفات نہ ہوگی

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جب آپ کے قابل التفات **استقصاء الافحام** و عبقات الانوار نہین ہے تو الشمس کیا چیز ہے۔ کیون نہو کل الناس افقہ کے امتی ایسے ہی ہوتے ہین۔

قولہ یقیناً ضوء الشمس کے ایڈیٹر صاحب جانتے تھے کہ لفظ امام کا استعمال مولوی حامد حسین صاحب کے نام کے ساتھ بیجا نہین اور شیعون کے محاورہ مین بھی صحیح و درست ہی مگر جواب دینا ان پر فرض تھا اس لئے مجبور ہو کر انہین ایسی باتین لکھنا پڑا ..

اقول الشمس ۵ مین سمجھا دیا گیا تھا کہ شیعون کے محاورہ مین امام کا لفظ بجز ائمہ اثنا عشر علیہم السلام اور کسیکے ساتھ نہین مستعمل ہے۔ ایڈیٹر کو اس سے پرہیز کرنا تھا ہے یہی ایک فقرہ الشمس دیکھ مین ان کے نزدیک ایسا ضروری الجواب تھا کہ اپنے اخبار کا ۲ کالم صرف کیا حالانکہ یہ بھی نصیحت کرتے جاتے ہین دد وہ اس بات کا بھی نہین خیال کرتے کہ بے فایدہ وقت ضایع ہو رہا ہی ناحق کاغذ کا خون ہوتا ہی اور بیچارہ مسلمانون سے جو روپیہ وصول کیا گیا ہی وہ برباد جاتا ہے ،، لہذا بہ امتثال حکم مین ہی اپنی مونچھ نیچے کر لیتا ہون اور اونکو اجازت دیتا ہون علمائے شیعہ ایدہم اللہ و ابقاہم کے نسبت عموماً اور حجۃ الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ کے حق مین خصوصاً لفظ امام آپ استعمال فرمائین مجھے عذر نہ ہوگا بلکہ اگر رسول اللہ کا بھی خطاب آپ دین گے تو مین آپ پر اعتراض نہ کرون گا فذرہم یہ جاملین کیون ایڈیٹر صاحب اتنے ہی بات پر آپ غصہ تھہ لیجئے اب مان جائیے اور میری خاطر سے اسکو قبول کر لیجئے کہ مولوی عبد الحی صاحب اور نواب صدیق حسن خان نے استقصاء و عبقات الانوار سے استدلال اور استناد کیا ہی کیونکہ نواب صدیق حسن خانصاحب نے تو صاف صاف لکھ دیا ہے کما نقلہ المعاصر السید حامد حسین فی العبقات ایڈیٹر صاحب بحث کو غلط کہیئے اگر اس پر بھی آپ نہ مانینگے تو لیجئے ایک آسان طریقہ فیصلہ کا مین بتا دیتا ہون۔ کہ اپنے کل

علماسے اس کا استفتا کیجئے اور اون کا مہری فتویٰ شائع کردیجئے تو فیصل ہوجائے
صورت استفتا صرف اس قدر رہنا چاہیئے

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مولوی صدیق حسن خان صاحب ابجد العلوم مین فرماتے ہین علی ما نقل المعاصر السید حامد حسین فی کتابہ عبقات الانوار۔ اسکے نسبت ایڈیٹر الشمس مدعی ہین کہ نواب صاحب نے استقصا و عبقات سے استدلال اور استناد کیا ہو پس یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اور مولوی عبد الشکور صاحب کا یہ بیان ہو۔ جناب من استدلال و استناد اس کو نہین کہتے کہ کسی ضمنی باب مین کسی شخص کا حوالہ دیکر اپنے ہی علما کا کلام نقل کیا جائے۔ کتاب استقصا و عبقات مین دیکھ کر اگر کوئی سنی اپنے کسی عالم کا قول نقل کرے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اسنے استقصا و عبقات سے استدلال و استناد کیا ہے،، علمائے دین فرمائین کہ یہ بیان انکا صحیح ہے یا غلط۔ بینوا توجروا۔

ایڈیٹر صاحب زیادہ طول دینا فضول ہو۔ خود آپ نصیحت کررہے ہین وہ بیچارہ مسلمانون سے جو روپیہ وصول کیا گیا ہی برباد ہوتا ہی،، لہذا صرف جناب مولوی عین القضاۃ صاحب فرنگی محلی اور ایک عالم دہلی کا فتویٰ مہری شائع کردیجئے تاکہ فیصلہ ہوجائے پھر ہمکو یا آپکو اس مین لکھنے کی ضرورت نہ ہو

معلوم نہین اس کا کون منکر ہے کہ استقصا و عبقات مین مولوی حیدر علی صاحب کے کلام سے استناد نہین کیا گیا ہی جو آپکو صفحات ۲، ۳، ۷ کا حوالہ دینا پڑا بیشک استناد کیا ہو اور ایسا استناد کہ مولوی حیدر علی صاحب کا کلام خود اون کے کلام سے باطل کیا گیا اور شاہ عبد العزیز کا کلام خود اون کے کلام سے۔

یہ تو معلوم ہو کہ شیعون کے تمامی کتب کلامیہ کا عموماً اور استقصار الافحام اور عبقات الانوار کا خصوصاً استدلال استناد۔ احتجاج کتب اہل سنت سے ہو نہ کسی اور کتاب سے پھر ورنہ کیا فرمارہے ہین۔

ایڈیٹر صاحب آپکی حیا داری کے قربان جو آپ فرماتے ہین وہ اگر نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے کہین بوجہ اہل کتاب نہ ملنے کے اپنے ہی عالم کا قول بواسطہ عبقات نقل کرلیا تو یہ استدلال بالعبقات نہین کہا جاسکتا۔،، خدا کے واسطے اس قول کی تصدیق مین صرف جناب مولوی

قضاۃ صاحب کا بہی فتوے شائع کردیجئے تو ہم نہایت درجہ شکر گذار ہون گے۔ کیون اگر قول مخالف بغرض رد ہم نقل کرین تو وہ بھی استدلال و استناد نہین۔ اور اگر بوجہ نہ ملنے سکے اپنی ہی عالم کی عبارت ہم دشمن کی کتاب سے نقل کرین تو وہ بھی استدلال و استناد نہین۔ اب لفظ استدلال و استناد بھی مثل لفظ مولا ایسا معمی ہوگیا کہ کسی کی سمجھ مین نہین آسکتا۔ مانتا ہون کہ مولوی عبدالحی صاحب نے ازراہ حیالاکی عبارت منقولہ مین تحفہ الاخیار مین اسکی تصریح نہین کی ہے کہ وہ استقصا سے لے رہے ہین۔ مگر ایڈیٹر صاحب بینی و بین اللہ قسم کہا کر فرماسے کہ مین نے جو حوالہ دیا ہی صحیح ہی یا نہین اور آپ دیدہ و دانستہ اوس کو چھپاتے ہین یا نہین۔ ایڈیٹر صاحب بقول آپ کے عبقات الانوار درحقیقت اہل سنۃ کے لئے مفید ذخیرہ ہے تو پھر اوسکی قدر کیون نہین کرتے جو بار بار فرماتے ہین یہ ناقابل التفات کتاب ہے اور کہین اوسکو مجموعہ مناقضات بناتے ہین۔ افسوس کہ کبھی آپ لوگون کو صراط مستقیم نہ ملی۔ الشمس نمبر ۵ کے متعلق ایڈیٹر صاحب کی تحریر ختم ہوئی اور اب وہ اس کے مجاز نہین ہین کہ اس مادہ مین کچھ لکہین جبتک جناب مولوی عین القضاۃ صاحب کا اور ایک عالم دہلی کا فتوے نہ شائع کرین۔ الشمس نمبر ٦ کو بھی بالکل ہضم کرگئے اور ڈکار بھی نہ لی حالانکہ اوس مین بہت سے اقوال ایڈیٹر صاحب کے متعلق شرافت نسبی وغیرہ کا جواب دیا گیا ہے مگر سب ہضم۔

ایڈیٹر صاحب بمفاد تامہ در باید رسانید مین زیادہ مفصول تقریر مناسب نہین سمجھتا۔ ایک فہرست مسئلہ کے مطالب کی پیش کیجاتی ہی اوسکا جواب اپنے اخبار نمبر ۴۳ + ۴۴ + ۴۵ سے دکہا دیجئے اور اگر نہ ہوسکے تو اقرار کرلیجئے کہ جواب نہ ہوسکا۔

فہرست حسب ذیل ہے

۱ استقصا مین صحاح ستہ کی جرح لزاما لکھی گئی ہی نہ اصلا۔

۲ استقصا مین اسکی تصریح ہی کہ علماء اہل سنت نے خود صحاح ستہ کی روایتون کی موضوعیت بیان کی ہے۔

۳ ایڈیٹر صاحب کا بے دیکھے استقصا پر اعتراض کرنا۔

۴ ایڈیٹر سے پوچھا گیا تہا کہ "اپنی محنت و تحقیق سے کئے ہون گے"، اس کے کیا مطلب ہین۔

۵ اڈیٹر سے پوچھا گیا اس حدیث کے قبل جتنی حدیثون کی موضوعیت ثابت کیگئی اون کے موضوعیت کا اقرار ہی یا انکار۔

۶ اڈیٹر صاحب کا معنی تقلید نہ سمجھنا۔

۷ جناب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر سے دکھایا گیا کہ جس امر کو سیوطی وغیرہ نقل کرین تو پھر اصل قایل کے قول کی ضرورت نہین۔ پھر بخاری وابن جوزی کی روایت کے اتحاد کو کیون نہین مانتے۔

۸ مولوی صاحب کے قول سے یہ بھی ثابت کیا گیا کہ جو شخص ان کے منقولات مین شک کرے وہ قابل خطاب نہین اڈیٹر صاحب کو خاص طور پر خیال کرنا چاہیے۔

۹ قول علامہ ابن حجر عسقلانی سے دکھایا گیا کہ وہ بخاری کی چارون حدیثون کو ایک کہتے ہین حالانکہ سندون مین بہت کچھ فرق ہی۔ پھر بخاری وابن جوزی کی روایت کیون نہ ایک ہوگی۔

۱۰ اس کی شکایت کیگئی کہ آپ نے حجۃ الاسلام مصنف استقصاء الافحام کی شان مین کلمات نامہذب استعمال کئے حالانکہ آپکو تہذیب کا بڑا دعویٰ ہے۔ صفحہ ۱۶

۱۱ اڈیٹر صاحب نے اس کو تناقض سمجھا تھا کہ استقصا و عبقات مین خود علماء اہل سنت کی کہین مدح لکھی جاتی ہی کہین قدح۔ اسکے جواب مین قول بحر العلوم لکھا گیا کہ خود صحیحین مین اخبار متناقضہ موجود ہین اور خود مولوی عبدالحی صاحب نے خطیب بغدادی و دارقطنی امام ذہبی کی ایک جگہہ مدح کی ہی دوسری جگہہ مذمت۔ صفحہ ۱۷ + ۱۹

۱۲ یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کے علامہ عینی تو خود اپنا مذہب مختار بھی صرف اس وجہ سے ترک کر دیتے ہین کہ دوسرے شارحین اوسکے ناقل ہوتے ہین۔ صفحہ ۱۷

۱۳ ہمارا استدلال قدح ابن الجوزی سے اور اوسکے حکم بالوضع سے دونو طرح درست ہی۔ صفحہ ۲۰

۱۴ اڈیٹر صاحب کی تحریف نقل قول اڈیٹر الشمس مین از نمبر ۴۔

۱۵ اڈیٹر صاحب سے اسکی فرمائش کیگئی کہ اب بھی اسکا اعلان دیدیا جاے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو ابن جوزی کے قول سے استدلال کیا ہی وہ غلط ہی۔ صفحہ ۲۲

۱۶ ثابت کیا گیا کہ جن لوگون نے ابن جوزی کی جرح کو نامعتبر کہا ہی بمقابلہ شیعہ۔ اونہین لوگون نے اوس کے کلام سے استدلال کیا ہے۔ صفحہ ۲۳

۱۷	الشمس نمبر ۷ میں اون علما کے نام اور عبارت لکھی گئی ہے جنہوں نے ابن جوزی کے کلام سے استدلال کیا مگر اڈیٹر صاحب نے اوس کا کوئی جواب نہ دیا۔ صفحہ ۴۲
۱۸	قول مولوی عبدالحی صاحب کہ احکام نبوی میں حکم رسول اللہ کی اطاعت ضروری نہیں ہے
۱۹	یہ بھی تماشا ہے کہ ابن جوزی ایک حدیث کو موضوع بھی کہتے ہیں اور پھر علل متناہیہ میں لاتے ہیں پھر کتب وعظ میں استدلال کرتے ہیں۔
۲۰	مولوی عبدالحی صاحب کا مدح و قدح خطیب و دارقطنی و ذہبی سے اپنی اپنی غرض کے مطابق استدلال کرنا۔
۲۱	منکر کا امام مسلم کے نزدیک معنی موضوع آنا اور امام بخاری کا کہنا جس کو میں منکر کہوں اوس سے پھر روایت کرنا حلال نہیں
۲۲	امام سیوطی کا اپنی کتاب التعقبات کے آخر میں اس کی صراحت کرنا کہ ابن الجوزی نے بخاری کی حدیث کو موضوع کہا۔

یہ مختصر فہرست ہے اون مضامین کی جو الشمس میں شائع کیا گیا۔ اڈیٹر صاحب اپنے اخبار نمبر ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ سے دکھائیں کہ انہوں نے ان مطالب سے کس کس مطلب کا جواب دیا ہے جو نمبر ۴۳ میں جلی حرفوں سے لکھتے ہیں الشمس کا پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں نمبر، جس سے عوام کو معلوم ہو جائے کہ لایق اڈیٹران کل نمبروں کا جواب ایک ساتھ دیتے ہیں۔ خدایا اب بھی مسلمانوں کو انصاف پسندی اور غیرت کا مادہ عطا فرما۔ اللّٰہم آمین۔

ان مطالب سے دو تین مطلب کے متعلق اڈیٹر صاحب نے کچھ تحریر کیا ہے لہذا اوس کے متعلق میں بھی کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں اوسکی حالت بھی مختصراً ملاحظہ فرمائیے۔

قولہ بھلا موضوعات ابن جوزی کی حدیث اور صحیح بخاری کی حدیث کا متغایر ہونا کوئی نظری امر نہ تھا"۔ **اقول** اگر نظری نہ تھا تو بدیہی تھا پس جب بدیہیات میں آپ کے علما سے ایسی غلطیاں ہوتی ہیں کہ سیوطی۔ ابن جوزی کی حدیث کو اور صحیح بخاری کی حدیث کو ایک کہتے ہیں تو ان کے حق میں کیا کہا جائے۔

کیوں اڈیٹر صاحب **اب میں اس کو بالاعلان کہوں کہ علمائے اہل سنت کو**

امور بدیہی بھی نہین معلوم ہوتے آپ ناراض تو نہ ہون گے۔

ایڈیٹر صاحب پہلے حدیث کی تعریف سنئے فتح المغیث مین ہے الحدیث لغۃ ضد القدیم واصطلاحا ما اضیف الی النبی صلعم قولا لہ او فعلا او تقریرا او صفۃ حتی الحرکات والسکنات فی الیقظہ والمنام صفحہ ۴ پس جب حدیث نام ہوا قول وفعل وتقریر رسول اللہ صلعم کا تو اب آپ ہی ایمانا فرماوین ابن جوزی اور بخاری والی روایتون مین قول رسول اللہ ایک ہی پایا نہین کیونکہ قول انحضرت دونون جگہ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ ہے۔

قولہ بخاری کی حدیث مین آیات قرآنی سے جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کا ذکر ہے اور موضوعات ابن جوزی مین آیات قرآنی کی تعلیم پر اجرت لینے کا ذکر ہے ۱ **اقول** اگر کچھ غیرت ہو گی تو علامہ عسقلانی کے اس قول سے آپ ضرور شرماوینگے ھذا طرف من حدیث وصلہ المصنف فی الطب واستدل بہ للجمہور فی جواز اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن وخالف الحنفیہ فمنعوہ فی التعلیم واجازوہ فی الرقی کالدواء صفحہ ۵۱۴ جلد ۲

کیون ایڈیٹر صاحب اب آپکی غیرت کس بات کی متقاضی ہے کیونکہ عسقلانی صاحب کہتے ہین یہ ایک طرف ہے اوس حدیث سے جسکو بطریق موصول بیان کیا ہے کتاب الطب مین اور اس سے استدلال کیا ہے اسپر کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس مین خلاف کیا ہے حنفیہ سے جو تعلیم مین منع کرتے ہین اور جھاڑ پھونک مین جائز جانتے ہین۔

کیون ایڈیٹر صاحب مین آپ کی تصدیق کرون "کہ بخاری کی حدیث مین آیات قرآنی سے جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کا ذکر ہے" یا علامہ عسقلانی کی تصدیق کرون جو فرماتے ہین اس سے استدلال کیا ہے تعلیم قرآن کی اخذ اجرت پر۔

قولہ علاوہ تغائر سند کے یہ تغایر متن کیسا صریح وصاف ہے کہ ایک بچہ بھی اس مین شک نہین کر سکتا ۱ **قول** افسوس آپ کے امام سیوطی ایسے نہ بچے ہین جنکو شک کیا اس کے خلاف کا یقین واثق ہے۔ ایڈیٹر صاحب! جب آپ کے محدثین نے آپ کے امام اعظم کو

محدث نہ مانا پھر آپ کس شمار مین ہین جو علم حدیث مین دخل دیتے ہین کچھ دنون دہلی جاکر پڑھیئے -

کرم فرماے من صحیح بخاری ہاتھ مین لیجئے مین قسم دیتا ہون قسم کھائیے اس حدیث کو بخاری نے چار جگہ لکھا ہے - کھائیے قسم - چار باب مین - کھائیے قسم چار طرق سے کھائیے قسم ان سب پر علامہ عسقلانی فرماتے ہین وقد تقدم شرح ھذا الحدیث مستوفی فی کتاب الاجارۃ وبینت فیہ ان حدیث ابن عباس وحدیث ابی سعید فی قصۃ واحدۃ صفحہ ۱۴۱ کھائیے قسم یعنی پوری شرح اس حدیث کی کتاب الاجارہ مین لکھ چکا ہون اور یہ بیان کرچکا ہون کہ حدیث ابن عباس و ابو سعید قصہ واحدہ مین ہے -

اڈیٹر صاحب اس کو بھی غور کیجئے قول رسول چار و حدیث مین مختلف ہے کیونکہ پہلی حدیث مین قول رسول یہ ہے فقال ما یدریك انہا رقیۃ ثم قال لقد اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم سہما فضحك رسول اللہ اور دوسری حدیث مین حضرت کا ارشاد یہ ہے فقال وما کان یدریہ انہا رقیۃ اقسموا واضربوا بسہم اور تیسری حدیث مین یہ ہے فسالوہ فضحك وقال وما ادراك انہا رقیۃ خذوھا واضربوا لی بسہم اور چوتھی حدیث مین یہ ہے فقالوا یا رسول اللہ اخذ علی کتاب اللہ اجرا فقال رسول اللہ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ

اس اختلاف پر بھی عسقلانی چار و حدیث کو ایک کہتے ہین اور یہ کہ بخاری نے اس سے استدلال کیا ہے اخذ اجرت پر تعلیم قران کے -

تو اب مین اڈیٹر صاحب سے دریافت کرتا ہون کہ علامہ عسقلانی کے حق مین آپ کیا فرماتے ہین کیا اون سے بھی یہی سوال کرین گے در ایمان سے کہہ سکتے ہین کہ ان دونو حدیثون کی سند اور متن مین یہ عظیم تغائر نہین اب ایسے کھلے ہوئے فرق کے بعد اگر کوئی کہدے کہ یہ دونون حدیثین ایک ہین ان مین کچھ فرق نہین تو کیونکر مان لیا جائیے وہ کہنے والے خواہ علامہ سیوطی ہون یا من فوقہ" اگرچہ اڈیٹر صاحب نے من فوقہ کہکر عسقلانی صاحب کو بھی سمیٹ لیا ہے مگر صاف صاف کہین ہو یان ابن حجر عسقلانی نے غلطی کی ہے !

ایڈیٹر صاحب مین امام بخاری اور ابن الجوزی اور امام سیوطی اور عسقلانی ان سب کے روح کی قسم کھاکر کہہ سکتا ہون کہ اصل حدیث واحد ہی۔

یا حضرت! علم حدیث اگر ایسا آسان ہوتا ہی کہ ہر ایک شخص اس کا عالم بن جائے تو آپ کے امام اعظم کو امام اہل الرائے کا لقب کیون ملتا۔

قولہ الشمس کے ایڈیٹر نے اس ساتوین نمبر مین ایک عجیب وغریب کارروائی کی ہی کہ عبقات سے علامہ سیوطی کے مدائح و مناقب نقل کئے ہین اور نیز جناب مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کے کلام سے انکا معتبر و مستند فی النقل ہونا ثابت کیا ہی (حالانکہ یہان ان کے مستند فی النقل ہونے کی بحث نہ تھی اور نہ اس کا انکار ہی) اور بعد نقل مناقب کے فرمایا ہی کہ کیون ایڈیٹر صاحب جب آپ کے امام سیوطی خاص علم حدیث مین بھی مجتہد مطلق سمجھے پھر کیون ان کے حکم سے سرتابی کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہی کہ علامہ سیوطی کے مناقب و مدائح کا انکار نہین ہے نہ ان کے مستند فی النقل ہونے مین کلام ہی مگر یہ تو بتائے کہ ان کے صاحب مناقب ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ وہ سہو و غفلت سے بالکل معصوم و محفوظ ہین ۲ قول یہ ایسی تقریر ہی کہ جہان تک اسکی تعریف کی جائے کم ہی کیونکہ الشمس مین جو بڑا کے مناقب عبقات سے اور کلام مولوی عبدالحی صاحب سے نقل کئے گئے تو یہ نہایت ہی عجیب وغریب کارروائی ہوئی۔ کیون ولیا! امام سیوطی آپکے نزدیک اس قابل نہین ہین کہ اون کے مدائح و مناقب نقل کئے جائین۔

کیون ایڈیٹر صاحب جب بقول مولوی عبدالحی صاحب امام سیوطی کو مستند فی النقل مانتے ہین تو پھر اون کے اس نقل سے آپ کو کیون انکار ہی جو وہ حدیث ابن جوزی و بخاری کو ایک کہتے ہین۔ کیا یہ قول اون کے منقولات سے نہین ہے؟

کیون صاحب سہو و غفلت کا الزام کس بنیاد پر لگاتے ہین کیا کسی عالم کے قول سے آپ اس کی سند لائے ہین کہ حدیث بخاری اور حدیث ابن جوزی دو ہی اگر اس کی کوئی سند آپ دئے ہوتے تو البتہ امام سیوطی کے قول کو اوس کے مقابلہ مین آپ اپنے ذاتی غرض سے غلط یا سہو کہہ سکتے تھے جب کوئی اس کا معارض ہی نہین بلکہ سب اوسی

کے قائل ہین کہ یہ دونون حدیث ایک ہی پھر امام سیوطی کے سہو و غفلت کا کس بنیاد پہ دعوے کر سکتے ہین۔

کیون ایڈیٹر صاحب سیوطی نے آخر کہ مرتبہ سہو کیا ایک تو تذروع کتاب مین دوسرے آخر کتاب مین تیسرے لالی مصنوعہ مین جو اُن موضوعات مین اخری تصنیف ہے فرماتے ہین والحدیث منکر ای من ھذا الطریق بھذا لا القصہ و الا فھو بھذا اللفظ فی صحیح البخاری قال فی کتاب الطب الخ صفحہ ۱۲۲

کیون ایڈیٹر صاحب یہان بھی امام سیوطی سے سہو و غفلت ہوئی جو بھذا اللفظ فی صحیح البخاری فرماتے ہین۔ پھر علامہ عسقلانی سے کیا ہوا سہو ہوا یا غفلت جو صحیح بخاری کی چارون حدیثون کو فی قصہ واحدہ کہا۔

اب اس کا پورا فیصلہ ہونا چاہیئے کہ آپ کے یہ کل علما تو خطاکار نکلے اور سب کے مقابلہ مین آپ ہی وہ شخص ہین جو بغرض مخالفت حجۃ الاسلام سب کے خلاف دعوی کر رہے ہین اور اوسی کو حق سمجھتے ہین خدا رحم کرے۔

قولہ حکایت ایک تحصیلدار صاحب ۲ اقول کیون صاحب لفظ امام کے متعلق جو مین نے عرض کیا تھا او سپر تو آپ نے یہ نصیحت کی تھی دو مسلمانون سے جو کروپیہ وصول کیا گیا ہی وہ برباد جاتا ہی،، اور یہان جو آپ نے حجام والی حکایت کہ اوسنے تحصیلدار سے کہدیا کہ آپ کی زوجہ بیوہ ہوگئین ایک کالم مین لکھا اس سے تو یقینا مسلمانون کا ملک سچا یا ہوگا شرم!

ایڈیٹر نے بڑے فخر سے لکھا ہی وہ کہ اہل سنت کے یہان معتبر نائی کی ایسی باتین نہین مانی جاتین جو عقل کے خلاف ہون،، مگر کیا وہ اس کا بھی دعوی کر سکتے ہین کہ اگر خلیفہ ثالث کا بہنوئی جو نائی تھا خلاف عقل کہے تو اوس کو بھی نہ مانین گے ملاحظہ ہو اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ تزوج الحکم بن کیسان مولی بنی مخزومی ذکان حجاما امیہ بنت عفان اخت عثمان ذکانت مشاطہ اب معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب نے جو اس حکایت کو جلی خط سے لکھوایا اسی وجہ سے کہ حکایت خاندانی ہوگی اور لوگ کم واقف ہون گے لہذا قوم پر احسان کیا کہ ایسی مفید حکایت کو بیان کیا شرم!

کیون ایڈیٹر صاحب آپ کے مذہب مین عقل کو بھی کچھ دخل دیا گیا ہے عقاید امام الاثنا عشرہ پڑھیے اور جب امام سیوطی کو آپ نائی بنا رہے ہین تو حضرت عثمان کو کیا جواب دین گے۔

قولہ ایڈیٹر اصلاح بلکہ جمیع شیعہ مصنفین اس بات کو یاد رکہین تو بہت بہتر ہی کہ اہل سنت کا یہ مقررہ اصول ہی کہ سوا رسول خدا کے اور کوی ایسا نہین ہی جس کے قول و فعل کے آگے خواہ مخواہ وہ سر اپنا جہکا دین **اقول** تمام شیعون کو بخوبی معلوم ہی کہ اہل سنت کسی طرح قول رسول خدا کے آگے بھی سر نہین جہکاتے نہ قول خدا کو دہیان مین لاتے ہین تو اوسی کا قول وہ کب ماننے لگے وہ تو وہی کرین گے جو اون کا دل چاہے گا۔

قول رسول کے متعلق تو دے مین لکہ چکا ہون مگر یہہ سنئے آپ کے اوستاد فرماتے ہین مسلم الثبوت مین اول یہ کہ حجیت اصلیہ و موجب حقیقی بوجہ اس کے کہ حاکم حقیقی سوا اللہ جل جلالہ کے کوی نہین صرف حکم حاکم حقیقی کو چنانچہ آپ بھی اسکا اقرار کر چکے ہین اور کتب اصول اسی تحقیق سے مملو ہین۔ پس کسی بشر کا حکم گو بدرجہا فضیلت رکہتا ہو کسی بشر پر حجت نہین ہی جب تک فرمان الٰہی کے ساتہ منضم نہ ہووے اسیوجہ سے آنحضرت کا قول و رائے امور دنیویہ مین کہ محض رائے و عقل سے ہون اور امر شرعی سے متعلق نہ ہون لازم الاتباع نہین سمجھے جاتے ہین ور بلکہ یہ نسبت اوس شخص کے بہی جس نے بالمشافہ ان کی حدیثون کو سنا ہو کہہ سکتے ہین کہ اوسپر بھی اطاعت جملہ اقوال نبویہ فرض نہ ہوئی صفحہ ۲۳۲

کیون ایڈیٹر صاحب اب کہئے مین آپ کا یہ اصول مقررہ مانون یا آپ کے اوستاد کا حجت اصلیہ اور موجب حقیقی قبول کرون جو قول رسول اللہ کو بھی مطلقاً آپ کے یہان قابل قبول نہین مانتے کیونکہ اگر حکم رسول ہی مانا جاتا تو پھر خلافت کیونکر ملتی جس سے اہل سنت پیدا ہوے ایڈیٹر صاحب پہلے اس کو طے کر لیجئے کہ غلطی مین اور سہو و غفلت مین کچھ فرق ہی یا ایک ہی شے ہے اور پھر اسکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب سہا بنا سی کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہین۔ اور پھر امام سیوطی کے بارے مین کیا حکم دیتے ہین کہ جو ان پر اعتماد کرے وہ قابل زجر و عتاب ہی نہ لائق خطاب

قولہ مولوی حامد حسین صاحب نے عبقات مین یہ روش اختیار کی ہی کہ علما کے مناقب

دفتر کے دفتر نقل کرتے چلے جاتے ہین اور وہ یہ جانتے ہین کہ ان مناقب کے بعد ان کے قول یا ان کی روایت سے کسی طرح سر تابی ممکن نہ ہو گی یہ محض ان کا خیال خام ہے ان مناقب و مدائح کیوجہ سے وہ علما معصوم نہین بن سکتے ۱ قول جس طرح آپکو یہ جملہ ہاتہ آگیا ہے ،، کہ قابل التفات نہین ،، آپ کے شاہ عبد العزیز صاحب کو یہ جملہ مل گیا تہا ،، در کتب معتبرہ اہل سنت نیست ،، اسی کی تکذیب مین جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے ہر حدیث کی صحت بلکہ تواتر اوس کا اس طرح ثابت کیا کہ جتنے صحابہ اوس حدیث کے ناقل ہین اون سب کی روایتین علحدہ لکھین اور ہر ہر صحابی کی مدح و ثنا جو علماء اہل سنت نے لکھی ہے اوسکو لکھا تاکہ معلوم ہو یہ دعوائے اہل سنۃ کہ کتب معتبرہ اہل سنۃ مین نہین ہے۔ محض غلط ہے۔

اسکے بعد جن جن تابعین نے اوس روایت کی تخریج اوس صحابی سے کی ہے مع توثیق تابعی تحریر فرمایا۔

اسکے بعد جو جو راوی ہوئے یہان تک کہ ائمہ محدثین تک اوس روایت کا سلسلہ پہنچا اب اوس محدث کی توثیق اوسکے عصر سے تا بہ عصر شاہ عبد العزیز صاحب بلکہ رشید الدین خان بلکہ مولوی حیدر علی صاحب بلکہ مولوی صدیق حسن خان تک پہنچا دیا۔ تاکہ معلوم ہو شاہ عبد العزیز صاحب نے کس حیاداری سے یہ جملہ لکہا تھا ،، در کتب معتبرہ اہل سنت نیست

ایڈیٹر صاحب! جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے از خود یہ روش نہین اختیار کی بلکہ آپکے شاہ صاحب کے مزید صدق و دیانت نے مجبور کیا کہ اتنے شواہد لائے جائین کیونکہ اون کو یہ خوب معلوم تہا شاہ صاحب یا اون کے چیلے وغیرہ اپنے اغراض ذاتی کے مقابلہ مین جب حکم خدا و رسول کو نہین ملنتے تو ان علما کے قول یا حکم کو کب مانین گے مگر عامہ ناس پر ثابت کر دینا تہا کہ اہل سنت ایسے ہٹ دھرم ہین کہ جن علما کو درجہ نبوت و رسالت پر پہنچا دیتے ہین بلکہ اپنے خلیفہ اول سے بھی اونکو افضل جانتے ہین۔ شیعونکی ضد اور ہٹ مین اون کا قول بھی نہین مانتے جیسکی تصدیق یہان بھی امام سیوطی کے حالات سے ثابت ہو گئی۔ ملاحظہ ہو نمبر ۵

ایڈیٹر صاحب! جب اس خدائی میہ نہ خدا آپ کے یہان عادل مانا گیا نہ انبیا عموماً اور جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصًا معصوم نہ مانے گئے تو وہ علما آپ کے یہان
کب قابل قبول ہو سکتے ہین جو کوئی کلمہ حق کہہ جاتے ہین مگر کیا ہزارون علما کی مدح وثنا کرنے
پر بھی بقول شاہ عبدالعزیز صاحب وہ نامعتبر ہی رہینگے - بینوا توجروا

افسوس کہ ایڈیٹر صاحب کو فضول باتون کا بہت شوق ہے شیعون کے دلایل تحقیقی
سے انکار ہے - اپنے علما کی تکذیب پر نازان ہین خدا رحم کرے - کیونکہ نہ شیعون کو وہ
عقل ملی ہے جو اہل سنت کو ملی ہے کہ اپنی کتابون سے خصم کے مقابلہ مین استدلال کرین
اور نہ وہ ایسے مجبور ہین کہ ا[illegible] کتابون کے کچھ بنا ہی نہین سکتے - بلکہ شیعیان حیدر کرار
اپنا ہر دعوے خود اہل سنت کی کتب معتمدہ بلکہ صحاح ستہ سے ایسا ثابت کرتے ہین کہ
خود ایڈیٹر صاحب بلبلا کر کہنے لگے کہ ابن الجوزی کی جرح سے بھی الزام دیا جائیگا اور آنکو
کے بے اعتباری سے بھی الزام دیا جاے گا!

جن باتون کے نسبت الشمس [illegible] مین لکھا گیا تھا کہ چونکہ یہ باتین خارج از بحث ہین
اسوجہ سے یہان تعرض نہین کیا جاتا بلکہ جہان مخاطب نے تفصیلا لکھا ہے وہان اسکی
بحث ہوگی اونھین باتون کو ایڈیٹر صاحب نے پھر دوہرایا ہے کہ خلط مبحث کرین
جو خلاف تدین ہے کیونکہ حق [illegible] اضیع ہو رہا ہے -

ایڈیٹر صاحب اگر علامہ مجلسی نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے نسبت سہو و غلط کا اقرار
کیا ہے یا سلطان العلماء نے قاضی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے طرف ایسی نسبت دی یا حسام
مین کافی کے نسبت لکھا گیا یا ضربت حیدریہ مین دربارہ ہشام و مومن الطاق علیہم
الرضوان کیفیت کچھ لکھا گیا بشرط صحت تسلیم (کیونکہ ابھی تک مجھے تطابق نقل کا موقع
نہین ملا) تو بوجہ مخالفت اصول مقررہ لکھا گیا کہ جب کوئی امر دلایل قویہ و براہین یقینیہ
سے ثابت ہو چکا ہے تو اوس کے مخالف نقل یا قول یا دعوی کے نسبت کہا جا سکتا ہے
کہ یہ قول بوجہ مخالفت دلائل قویہ قابل قبول نہین یا اسنے غلطی کی یا اس سے سہو ہوا نہ کہ
آپ کی طرح ایک امر ثابت و بدیہی کے ابطال کے لئے اپنے سارے علما کی تکذیب و تغلیط
و تسفیہ و تحمیق کے مرتکب ہوئے -

اگر اڈیٹر صاحب آپ یہ دکھائے ہوتے کہ حدیث ابن جوزی و بخاری مین قول رسول مختلف ہی نفیاً و اثباتاً تو البتہ آپ ایسا دعوی کرسکتے تھے یا دو چار عالمون کا قول نقل کر لائے ہوتے تو اوسکی مخالفت سے البتہ سیوطی پر سہو یا غفلت کا الزام دے سکتے تھے یہ سب تو آپ سے کچھ نہ ہوا اور دعوی یہ کہ سیوطی سے غفلت ہوی سہو ہوا جیسا کہ شیعون کے شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے ہوا بھلا ان بے جوڑ باتون کا کیا علاج ہے۔

اڈیٹر صاحب تمام دنیا کو بلا کر دکھائے کہ صحیح بخاری و ابن جوزی کے دونو حدیثون مین قول رسول اسی قدر ہی ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ پھر کیون یہ حدیث متحد نہ ہوگی۔

رہا قصہ کا مختلف ہونا کہ بخاری مین یہ حدیث جھاڑ پھونک والے قصہ مین ہی اور ابن جوزی کی حدیث مین بجواب کسب معلمین ہے اس سے قول رسول مین کیونکر اختلاف ہوا۔ وہ تو ایک ہی ہے۔

یہ امر اگرچہ بدیہی تھا مگر اڈیٹر کے انکار پر پہلے سیوطی کا یہ قول نقل کیا الحدیث اخرجہ البخاری فی صحیحہ بہذا اللفظ من حدیث ابن عباس - ملاحظہ ہو الشمس ۸ صف اسپر بھی جب اڈیٹر صاحب انکار ہی کرتے رہے تو الشمس ۹ مین دوسرا قول سیوطی نقل کیا - ملاحظہ ہو صفحہ ۳ اور پھر قول ابن حجر عسقلانی جو بخاری کے چارون حدیثون کو فی قصہ واحدہ کہ رہے ہین ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳

مگر چونکہ اڈیٹر صاحب کو اوس رئیس زادہ کی حکایت معلوم ہو کہ نہایت غبی تھا اور کسیطرح قابل تعلیم نہ تھا تو اڈیٹر صاحب ایسے ایک لایق معلم نے اوسکو یہ سکھا دیا کہ کوی کچھ کہے تم اوس کے جواب مین یہی کہا کرو لا انسلم چنانچہ اس تعلیم کے بعد معلم نے رئیس کے سامنے پیش کیا اوسنے علما کا مجمع کیا کہ امتحان لیا جائے بڑے بڑے منطقی جمع ہین ہر ہر دعوے پر صدہا دلیلین لائی جاتی ہین - وہ رئیس زادہ ایک جملہ لا انسلم سے سب کو قایل کر دیتا ہی معلم بھی خوش ہے - لڑکے کا باپ بھی خوش ہی کہ ہمارا لڑکا بڑا لائق ہی اور وہ منطقی لوگ چکرا رہے ہین - آخر ایک بڈھے نے کہا ہمارا دعوی یہ ہے

لا الہ الا اللہ اسکے جواب مین بھی بے دھڑک لڑکا کہہ پڑا لا نسلم جسپر سب نے قہقہہ لگایا۔
اسی طرح ہمارے لایق ایڈیٹر اس دفعہ بھی لا نسلم فرماتے ہین جسپر مین نے تیسری دلیل تو
امام سیوطی پیش کیا جو لالی مصنوعہ مین فرما گئے ہین اور قول ابن حجر عسقلانی جو فتح الباری مین ہے
مگر اسپر بھی ایڈیٹر صاحب انشاء اللہ لا نسلم ہی فرمائین گے۔ کیونکہ قول مردان جان دارد۔
ایڈیٹر صاحب یہ مقام ضمنی ہی اس وجہ سے ہم آپ کے خارج از مبحث باتون کا جواب نہین دیتے
جہان حضرت خضر کے کشتی کے متعلق آپ تفصیلا لکھین گے وہین جواب بھی پائین گے
ایڈیٹر صاحب علمائے شیعہ کو آپ کے الزامات کے نسبت وہی کہنا پڑا جو آپ کے شاہ ولی اللہ
آپ کے تینون فرقہ کی نسبت کہہ گئے ہین۔ ملاحظہ ہو الشمس ۲ صفحہ ۱۶۔
رہا تعارض احادیث کا مسئلہ پس نزہہ اثنا عشریہ جلد ملاحظہ فرمائے جو جواب تحفہ
ہے جسمین شاہ صاحب نے اصول حدیث شیعہ پر اعتراض کیا تھا اور نزہہ مین اوس کا
جواب دیا گیا۔

قولہ سچ ہے ایڈیٹر الشمس کا مناظرہ ہو چکا ان کے مناظرہ کا دار و مدار اسی قسم کے اقوال
پر ہی جب وہ اقوال نہ مانے جائین گے تو وہ بے چارے کس بنیاد پر مناظرہ کرین گے۔

اقول بہت درست ہی ہم لوگ شرفا کا مدار تو اسی پر ہی کہ آیت حدیث اقوال علما سے استدلا
لائین جب وہ نہ مانے جائین گے تو وہ بے چارے کس بنیاد پر مناظرہ کرین گے کیونکہ نہ یہان
لٹھ بازی ہے نہ مقدمہ بازی نہ رد الت جو مار پیٹ سے کام لین۔

قولہ ہمارے مناظرہ کا دار و مدار غیر معصوم کے اقوال پر نہین ہی۔ **اقول** آج نیا شگوفہ
کھلا جو معصوم کے اقوال سے آپ استدلال کرینگے۔ خلفا عن سلف عقیدہ اہل سنۃ تو یہی ہی کہ نبی
معصوم نہین جس کے لیے تخطیۃ الانبیا لکھی گئی اور یہان یہ دعوی کیا جاتا ہی خدا خیر کرے
کیون صاحب وہ معصوم کون ہے جس کے اقوال سے آپ مناظرہ کرین گے۔ قایل کلمہ ان الرجل
لیہجر۔ یا وہ شخص جسکی شان مین یہ کلمہ کہا گیا۔
الشمس ۶ ملاحظہ ہو جسمین اعتقاد عصمت انبیا مخصوصات شیعہ سی ہونا بیان کیا گیا ہی صہ

قولہ اگر مین نے یہ کہا ہو تاکہ علامہ سیوطی موضوعات ابن جوزی کی جس حدیث کو صحیح بخاری کی

جس حدیث سے متحد کہتے ہین وہ حدیث صحیح بخاری مین نہین تو البتہ آپکو اس قسم کی باتین زیبا تھین اقول اور جب آپ نے یہ کہا کہ امام سیوطی جس حدیث کو ابن جوزی اور بخاری کے متحد بتاتے مین وہ غلط ہے۔ تو اس کے جواب مین مجھے یہ باتین زیبا تھین کہ آپ کے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب کا قول نقل کرون جو یہ فرماتے ہین کہ جو شخص اقوال سیوطی وغیرہ مین شک کرے وہ قابل خطاب نہین بلکہ لایق زجر و عتاب ہے۔ ملاحظہ ہو الشمس ۷ صفحہ ۹۔

ایڈیٹر صاحب بہتر ہے اس کا بھی قاعدہ مقرر ہو جائے کہ کس مقام پر علما کے قول سے سند لا سکتے ہین اور کہان نہین ؟۔

سبحان اللہ مولوی عبد الحی صاحب تو بجواب مولوی بشیر صاحب سہسوانی فرماتے ہین کہ جب سیوطی وغیرہ اس کے ناقل ہین تو ہمکو اصل کتاب یا اصل قول کیطرف رجوع کرنے کی ضرورت نہین اونکی نقل کافی ہے اور آپ یہ فرماتے ہین کہ جب مین اسکا منکر ہوتا کہ صحیح بخاری مین نہین ہے تو اون کا قول پیش کیا جاتا۔ خدا رحم کرے۔ وہان اور رجوع بہ کتاب کی ضرورت تھی؟

قولہ ۱۸ مین نہایت افسوس سے کہتا ہون کہ الشمس کے ایڈیٹر بات کے سمجھنے مین اور اسکے موقع و محل کے تجویز کرنے مین بالکل غور سے کام نہین لیتے یا اسپر وہ قادر نہین اقول اور مین یہ کہتا ہون رحم اللہ من انصف بہتر یہ ہے کہ جناب مولوی عین القضاۃ صاحب کو ہم اور آپ حکم مقرر کرین الشمس ۱۲ و ۱۳ ملاحظہ فرما کر فتوی دین کہ آپ کی تحریر اوسکے مقابلہ مین ہٹ دھرمی ہے یا کیا۔

قولہ علامہ ابن جوزی کی جرح پر اعتماد کر کے صحیح بخاری کی حدیث کو موضوع بنا دیا اور پھر اسی جرح ابن جوزی کو حدیث طیر کے متعلق غیر معتبر بنانا مولوی حامد حسین صاحب کی ایسی لطیف کارروائی ہے جسکا جواب نہین اقول قاعدہ کی بات ہے جب غبی لڑکا اوستاد کے سامنے ایک ہی امر کو مکرر پوچھیگا تو پہلے استاد کو رحم آئیگا کہ اوس ذہین مادہ فہم کم ہے بتا دیگا مگر بار بار کے پوچھنے سے کیسا ہی حلیم کیون نہ ہو غصہ آہی جائیگا مگر ہم پیکر حلم اور رحم سے کام لیکر بتاتے ہین کہ یہ کارروائی کچھ زیادہ لطیف نہین ہے کیونکہ اگر کاذب کی کذابیت دوسرے آدمی کے ساتھی کے قول سے ثابت کر دیجا تو یہ معمولی

بات ہی۔ اسیطرح بخاری کی موضوعیت ابن جوزی کے کلام سے اور ابن جوزی کی بے
اعتباری دوسرے ہمراہیون سے ثابت کردی گئی۔

لطیف کارروائی یہ ہی کہ خود ہی تو علماے اہل سنت کبھی تو ابن جوزی کا قول جرح مین
معتبر نہین اور [illegible] اور ہی ابن جوزی کا قول ہر جگہ سند مین پیش کیا جاتا ہی کہ حدیث
نامعتبر ہے کیونکہ ابن جوزی نے اس کی جرح کی ہے۔

اس سے بھی زیادہ لطیف کارروائی سنئے کہ مولوی عبدالحی صاحب آپکے اوستاد ایک
جگہ تو ذہبی۔ سیوطی۔ امام خطیب امام دارقطنی کو رکن دین بناتے ہین اور جو اون کے قول
پر اعتماد نکرے اوس کو خارج از عقل کہتے ہین جب یہ غرض اونکی نکل گئی تو لکھتے ہین کہ
امام ذہبی اہل سنت کا دشمن ہی اوس کا قول قابل اعتبار نہین۔ خطیب و دارقطنی کا قول
قابل اعتبار نہین۔

اڈیٹر صاحب! لعد فرمائے یہ کارروائی لطیف ہی یا وہ جس کا آپ نے حوالہ ما
ملاحظہ ہو الشمس نمبر [illegible]

قولہ۔ ہمارا اعتراض تو یہ ہی کہ ابن جوزی کی جرح کا معتبر ہونا اور غیر معتبر ہونا دونو
متضاد باتین ہین ان مین سے جو راجح ہو اوسکو اختیار کرنا چاہیے **اقول** اسی کا جواب
الشمس مین دیا گیا کہ مولوی عبدالحی صاحب سے اس کو دریافت کیجے کہ ذہبی خطیب
دارقطنی [illegible] و قدح متضاد باتین ہین ان مین سے جو راجح ہو اوس کو اختیار کرنا چاہیے
[illegible] نہین کیا بلکہ ایک جگہ مدح سے استدلال کیا ہی دوسری جگہ جرح سے
[illegible] مقام استدلال [illegible] الزام مین بلکہ بخلاف جناب حجۃ الاسلام بمقابلہ
[illegible] الزام مین ہین خواہ مدح سے استدلال کرین خواہ قدح سے۔
[illegible] کی خوبی ہے یا چونکہ دیکھا نہین اسوجہ سے ایسا فرماتے ہین اثبات صحت بلکہ
[illegible] جناب حجۃ الاسلام کا استدلال صرف بے اعتباری جرح
[illegible] نہین ہے بلکہ صدہا دلایل سے ایک دلیل [illegible] ہی بغور ملاحظہ فرمائیے۔
[illegible] ابن الجوزی کے قول ہی سے استدلال کیا ہے

کیونکہ اوس کی جرح عام طور پر آپ کے یہان معتبر سمجھی جاتی ہے۔

قولہ ان مین سے جو راجح ہو اوسکو اختیار کرنا چاہیے ۱ اقول اگر ایسا ہی الزام دینا ہے تو کل کو آپ یہ بھی فرماینگے۔ مذہب اہلسنت پر کیون الزام دیتے ہین کیونکہ یہ تو یقینا مسلم ہے کہ یہ مذہب مرجوح بلکہ باطل ہے پھر ہم آپ کی ہدایت کیونکر کرین۔

ایڈیٹر صاحب اسی پر تو ہم لوگ رو رہے ہین اور آپ لوگون کو سمجھا رہے ہین کہ ایک اصول مقرر کیجئے اوسکی پابندی کیجئے۔ یہ کیسی بات ہے کہ قران کی تلاوت بھی کرتے ہین اور اوسکے احکام نہین مانتے حدیث رسول کو صحیح مانتے ہین مگر اوسکی تعمیل نہین کرتے اور ہمسے اسکی فرمایش کرتے ہین کہ ہمارے مذہب کا تناقض نہ دکھاو ہمارے متناقضات ہی سے استدلال کرو۔ راجح و مرجوح دیکھ لو۔ بھلا ہم کو اس دردسری کی کیا ضرورت ہے ۵

زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام ست

قولہ اب الشمس کے ایڈیٹر غالبا خود ہی سمجھ گئے کہ مولوی حامد حسین صاحب کی یہ کارروائی کسی طرح محمود نہین سمجھی جاسکتی۔ ۲ اقول الحمدللہ کہ ایڈیٹر الشمس کو وہ عقل نہین ملی جو اثنا عشریہ کو حاصل ہے اگر جناب حجۃ الاسلام کی یہ کارروائی کسیطرح محمود نہین سمجھی جاسکتی تو پھر قرآن و حدیث سب کا استدلال ناقص ہے کیونکہ اوس مین تو کفار کی متناقض باتون سے استدلال کیا جاتا ہے جو خدا کو خدا بھی مانتے ہین اور بت پرستی بھی کرتے ہین۔ بتونکو اپنا مخلوق بھی مانتے ہین اور پھر اون کی پرستش کرتے ہین یہ سب ہی تو متناقضات ہین پھر قرآن و حدیث مین کیون اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔

دیکھیے کہین اون کفار کو بھی نہ سمجھا دیجیگا کہ مخلوق و معبود ہونا متضاد باتین ہین اون کو معبود ماننے سے کیون الزام دیا اگر اس سے الزام دینا تھا تو پھر مخلوق ماننے سے کیون الزام دیا

قولہ مین الشمس کے ایڈیٹر صاحب سے پوچھتا ہون کہ کیون جناب مولوی حامد حسین صاحب کا اگر یہ مقصود ہے کہ علماء اہل سنت کے اقوال احادیث صحیحین کی موضوعیت مین پیش کرینگے چاہے وہ اقوال صحیحہ ہون یا غیر صحیحہ مشتبہ ہون یا غیر مشتبہ تو یہ اور بھی لطیف بات ہے

اقول پوچھنے کی ضرورت نہین ہے الشمس نمبر ۷ صفحہ ۳ کو ملاحظہ کرین جسمین جناب حجۃ الاسلام کا قول

منقول ہے خود ائمہ اہل سنت صحاح و سنن و مسانید و مجامیع حدیث خود را مجروح و مقدوح ساختہ اند الخ رہا صحت و عدم صحت اقوال پس جہان تک ممکن تھا جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے کل مراتب طے کر دیا لیکن اس کا علاج نہ اون کے پاس ہے اور نہ کسیکے پاس کہ آپ نہ مانین اسیطرح مثبت و غیر مثبت ہونا طے ہو چکا ہے۔

قولہ اہل سنت کو کیا ضرر ہو سکتا اقول دعوای اصح الکتب بعد کتاب الباری غلط ہوا اور بفرض محال اگر اقوال مرجوحہ و غیر مستحبہ بھی جمع کر دئے جائین تو اہل سنت کا ضرر صریحی نمایان ہے کیونکہ وہ مدعی ہین اجماع امت کے صحت پران کتابون کے جو باطل ہوا۔

قولہ دوسرے اگر ان کا مقصود صرف یہی تھا تو وہ اس کی بنا پر ایسا بڑا دعوی نہ کرتے۔

اقول اگر لفظ صرف اس سے نکال ڈالئے تو درست ہے کیونکہ یہ تو خوب معلوم ہے کہ اس حدیث کے صحت و بطلان سے اونکو کسی قسم کا تعلق نہین ہے نہ فائدہ نہ نقصان اور ایکا بہر طور نقصان ہے کیونکہ صحت صحیحین کی چار دیواری ٹوٹتی ہے۔

دیکھئے جناب حجۃ الاسلام کا دعوی ایسا قوی تہا کہ سال بھر سے آپ لڑ رہے ہین اور کسی طرح نہ صحیح بخاری کی اس حدیث کو صحیح بنا سکے نہ قدح ابن الجوزی کا جواب دے سکے بجز اسکے کہ ہٹ دہرمی کرتے ہین۔

قولہ بہت سی احادیث کی قدح مین مولوی حامد حسین صاحب نے ایک بھی قول کسی عالم اہل سنت کا نقل نہین کیا پس صاف ظاہر ہوگیا کہ محض نقل اقوال مفیدہ اور غیر مفیدہ ان کو مقصود نہ تھا۔ اقول افسوس غصہ مین انسان کا ہوش نہین درست رہتا اس کا کون مدعی ہے کہ جناب حجۃ الاسلام کا مقصود محض نقل اقوال مفیدہ و غیر مفیدہ ہے۔ خدا رحم کرے۔ مطلب تو اس قدر ہے کہ جناب حجۃ الاسلام آپ کی احادیث کی جرح و قدح نہ اس بنیاد پر فرماتے ہین کہ وہ مذہب حق شیعہ کے خلاف ہین نہ صرف اس بنیاد پر کہ مباحث کلامیہ مین اون کے دعاوی کے خلاف ہین بلکہ مقصود اصلی اون کا الزام دینا ہے۔ مولوی حیدر علی صاحب جنھون نے کتاب سلم کی قدح کی تھی اوس کے جواب مین حجۃ الاسلام نے بھی بعد تحریر جواب فرمایا کہ اب مین خود علماء اہل سنت کی زبانی انکے صحاح ستہ کی موضوعیت ثابت کرتا ہون اگر کہین

اگر کہین کوئی قول صریحی نہین لکھا ہے تو وہان وہ اصول مقررہ ضرور تحریر فرماتے ہین جس پر وہ حدیث موضوع قرار پائی ہے -

ایڈیٹر صاحب اگر ابتدا کا خوف نہین ہے تو خدا لگتی سے شرم کیجئے اور فرمائیے اس حدیث کی موضوعیت جناب حجۃ الاسلام نے کیونکر ثابت کی اس سے اون کو کیا نفع ہوا بجز اس کے کہ صحت بخاری کا دعویٰ باطل ہوا اور آپکا کیا نقصان ہے بجز اسکے کہ صحت بخاری جاتی ہے -

قول الحمد للہ کہ الشمس کے ایڈیٹر صاحب اس بات کو سمجھ گئے کہ علامہ ابن جوزی کی جرح ناقابل اعتماد ہے گو بہت دیر کے بعد سمجھ رہ گیا ان کا یہ کہنا کہ مولوی حامد حسین صاحب اسی اصول پہ انکی جرح سے فائدہ اٹھایا یعنی وہ عارف فن حدیث تھے - یہ ہمارے نزدیک غیر مسلم ہے اول تو ہم اون کو عارف نہین سمجھتے اور اگر بالفرض عارف ہون بھی تو ہم اون کا عرفان کب حجت ہوگا - **اقول** آخر آئی وہی شکایت جو ہم نے اوپر مذکور ہو چکی لا نسلم کیونکہ ابن جوزی کو کون پوچھے شیخین کا کاذب عاد ہونا - خائن آثم ہونا سنی مسلم سے ثابت ہے تو ابن جوزی کس قطار مین ہے - رہا دیر کا الزام بھی اوسیوقت سمجھ تھے کہ کیون بے غسل و کفن نہ چلے آئے کہ ہم سب بیعت کر لیتے - رہا یہ کہ جناب حجۃ الاسلام کو آپ عارف فن حدیث نہین سمجھتے تو جب رسول اللہ صلعم کو آپکے اسلاف مرتے وقت تک نہ پائے سمجھے ہے تو اس کی کب شکایت کرتا ہون - رہا اون کے قول کا آپ پر حجت ہونا سو میں بھی کوئی خواہشمند نہین کہ آپ اون کو حجت مانئے کیونکہ حجۃ ذرا سے تو ہمیشہ آپ حضرات منحرف رہے -

ایڈیٹر صاحب کی اس تقریر کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس عالم اختلال مین لکھ رہے ہین کون سا شخص مدعی ہے کہ سنی کا قول شیعہ پر یا شیعہ عالم کا قول سنی پر حجت ہے جو ایڈیٹر صاحب حجیت قول حجۃ الاسلام سے انکار کرتے ہین - ایڈیٹر صاحب جب آپ امام سیوطی کو نہ عارف فن حدیث مانتے ہین نہ اون کے قول کو حجت تو حجۃ الاسلام کے قول پر کیونکر آپ ایمان لا سکتے ہین -

جب آپ کا دل اس کو گوارا نہین کرتا کہ اپنے دعوے کے خلاف علامہ ابن حجر کے قول کو قبول کرین تو جناب حجۃ الاسلام کی ہدایت آپ کب مان سکتے ہین -

قولہ اس حدیث کی صحت کا اس سے کیا زیادہ ثبوت ہوگا کہ صحیح بخاری مین بطرق متعددہ مروی ہے **اقول** اس کا جواب تو پہلے ہی الشمس مین دیدیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہی دعوی چلا جاتا ہے افسوس کہ آپ حنفی ہوکر ایسا دعوی کرتے ہین تبا اوس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ امام ابو حنیفہ مخالف حدیث صحیح تھے کیونکہ وہ تعلیم قرآن پر اجرت لینیو کو حرام کہتے ہین اور بخاری ہمارے جائز اسیوجہ سے رد ابو حنیفہ کے لئے ایک حدیث کو اونھون نے چار باب مین لکھا ہے۔

رہا صحت صحیحین سے قول ابن الجوزی کو رد کرنا یہ طرفہ عقل مندی ہے اگر ابن الجوزی کے نزدیک وہ صحیح ہوتی تو کیون اوس کو موضوع کہتے۔

مشکل یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب پر محبت دنیا ایسی غالب ہے کہ اونکو اسکی فکر ہے اپنی قوم پہ ثابت کرین کہ شیعون کی رد لکھ رہے ہین جس سے خوب پکری ہو اور سال آخر ہے تو خوب چندہ جمع ہوجائے۔ اور اس کی مطلق فکر نہین کہ ہم بات کیسی کر رہے ہین اگر خدا و رسول نا راضی ہوگا تو خلایق مین تو ناموا ہون۔

ایڈیٹر صاحب نے یہ کہا تھا "جس طرح صحت حدیث دلیر و مدینہ ثابت کیگئی ہے اوسیطرح اسکو بھی ثابت کیجئے"۔ صفحہ ۱۳ کیا اوس کا یہی جواب ہے "اجی حضرت صحیح بخاری مین ہونے سے بڑھکر اور کیا دلیل اس کے صحت کی ہوگی"۔ یہ تو ایسا جواب ہے کہ کوئی کہے خلافت ابوبکر صاحب اس وجہ سے حق ہے کہ عمر صاحب اونکے خلیفہ ہین۔

قولہ ہمارے علمائے محققین نے ہرگز صحیحین کو مجروح نہین کہا۔ **اقول** نقد التنقید مین جن علما کے نام جارحین صحیحین مین مرقوم ہین کیا وہ آپ کے علما سے نہین ہین یا محققین سے نہین ہین۔ افسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے سچ بولنے کی قسم کھالی ہے۔

یہان تک تو ایڈیٹر صاحب نے الشمس کے جواب مین گہر ریزی کی ہے اب لطیفہ گوئی کیطرف متوجہ ہوئے۔

قولہ ایک آخری لطیفہ الشمس کا یہ ہے کہ منکر کو مولوی حامد حسین صاحب نے موضوع کے معنی مین لیا ہے۔ **اقول** یہان تو بے اختیار آیہ معلومہ کی تلاوت پر مجبور ہون کیونکہ شیخ الاسلام کا قول آپ خود لکھ چکے ہین۔

ہے اس مین منکر کو معنی موضوع کہان لیا گیا ہی جو آپ نے اعتراض کیا اور بالفرض اگر ایسا ہوتا تو کوئی مضائقہ نہین کیونکہ امام مسلم بھی منکر کو بمعنی موضوع لیتے ہین۔ یہ جواب الشمس مین دیا گیا تھا۔ اس پر ایڈیٹر صاحب نے یہ فرمایش کی کہ اصول حدیث کی کتاب سے دکھاؤ ''یعنی امام مسلم کا قول قابل قبول نہین'' بتعمیل اس حکم کے ... مین مولوی عبدالحی صاحب کی ظفر الامانی سے جو خاص اصول حدیث کی کتاب ہی یہ دکھایا گیا کہ امام بخاری فرماتے ہین'' کل من قلت فیہ منکر الحدیث لایحتج بہ ولا یحل الروایۃ عنہ'' اس جواب پر اگر ایڈیٹر صاحب مین کچھ بھی خدا ترسی ہوتی تو اعتراف کرتے اگر اقرار نہ کرتے تو سکوت کرتے مگر خدا بھلا کرے ایڈیٹر صاحب کا کہ جب اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو میری اس جملہ پر کہ ''یہ سب اصطلاحین جدید ہین پھر ان اصطلاحات و قواعد کی پابندی علماء سلف کیونکر کر سکتے تھے'' یہ اعتراض کر بیٹھے ''اس عقل و فہم کا کیا کہنا۔ اصطلاحات تو ... مین بچے تک جانتے ہین۔ مرتبہ تدوین مرتبہ ایجاد سے متاخر ہوتا ہی الخ

مگر مین اس مین زیادہ الجھنا نہین چاہتا کیون یہ سب اصول حدیث سے متعلق ہی جس سے حنفیون کو کوئی سروکار نہین۔

ایڈیٹر صاحب صرف اس قدر بتادین کہ امام مسلم و امام بخاری کا قول زیادہ قابل قبول ہی یا سخاوی وغیرہ مصنفین اصول حدیث کا؟ اور اگر یہ اصطلاحات قدیم ہین تو بقول آپ کے امام ترمذی بعض احادیث کو حسن صحیح اور بعض کو حسن غریب کیون لکھتے ہین جس پر یہ اعتراض ہوا کہ یہ خلاف اصطلاح ہی۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب اصطلاحات جدید ہین قدما ان کے پابند نہ تھے ورنہ لازم آتا ہی کہ ایڈیٹر صاحب اس کے بھی قایل ہو جائین کہ حضرت انس وابوہریرہ وغیرہ بھی ان اصطلاحات سے واقف تھے بلکہ خود رسول اللہ جو کسی وقت حدیث صحیح فرماتے کسیوقت حسن کسیوقت ضعیف کسی وقت موضوع۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ اللھم آمین۔

قولہ دوسرا لطیفہ یہ الشمس کے ایڈیٹر صاحب نے ایک مقام مین ہم سے

یہ اعتراض کیا ہے کہ احادیث کو راجح و مرجوح نہیں کہتے راجح و مرجوح کا استعمال احکام مین ہوتا ہے احادیث کی نسبت صحیح۔ موضوع۔ قوی ضعیف کا لفظ بولا جاتا ہے **اقول** زیادہ بات بنانے کی ضرورت نہیں آپ ہر جگہ اصول حدیث بگھارا کرتے ہین کسی کتاب سے اصول حدیث کو اس کو لکھ دیجیے کہ اقسام حدیث سے ایک قسم راجح کی بھی ہے تو سب قصہ طے ہے زیادہ فضول کی ضرورت نہیں۔

رہا قول ابن حجر "انلم یعرف التاریخ فلا یخلو اما ان یمکن ترجیح احدہما علی الآخر بوجہ من وجوہ الترجیح" پس اہل فہم کے سمجھانے کو کافی ہے جس سے میرے دعوے کی اور بھی تصدیق ہوئی کیونکہ ترجیح اس مین اسباب خارجہ سے پیدا ہوگی بوجہ من وجوہ الترجیح۔ نہ یہ کہ راجح و مرجوح دو قسم ہو حدیث کی جیسا کہ آپکا مزعوم ہے اور میرے ہی دعوے کی مؤید وہ عبارت بھی ہے جو آپ حسام سے نقل کرتے ہین بمقتضائے آن از ادلہ شرعیہ راجح میباشد بمقتضائے آن عمل میکنند جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ وجوہ ترجیح اسباب خارجہ سے ہے نہ کہ قسم حدیث ہو۔

ایڈیٹر صاحب حسام اور صمصام حیدریہ کی یہ عبارت "بالجملہ یکے از مرجحات نظر در سند و حال رجال است" نقل کر کے بہت اتراتے ہین جس پر فرماتے ہین "اے اہل انصاف دیکھو اس ناواقفی کی کوئی حد ہے ابتدائے خطاب سے اسوقت تک ہم نے بہت سے مقامات ایسے دکھائے ہین جنسے ایڈیٹر الشمس کی ناواقفی شیعہ سنی دونو کے اصطلاحات سے ظاہر ہے خاصکر فن حدیث کو تو معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے دیکھا ہی نہین ایسی حالت مین تنقید صحیح بخاری پر انکا قلم اٹھانا اس شعر کا مصدق نہین ہے تو کیا ہے ؎

تو کار زمین را نکو ساختی ✿ کہ با آسمان نیز پرداختی

اقول یون تو بعض آدمی ایسا خواب دیکھتے ہین کہ نیند اوچٹ جاتی ہے اور آپ تو ماشاء اللہ چشم بددور جیتے جاگتے دن دھاڑے تنقید صحیح بخاری کی وہ مہیب صورت دیکھ رہے ہین جس سے آپکا سلطانی مذہب اب چند ہی روز کا مہمان رہ گیا ہے اسی لئے تو آپکے مرزا حیرت اور آپ دونو صاحب حرکت مذبوحی کر رہے کہ کسیطرح تنقید صحیح بخاری کا سلسلہ متروک ہو۔

مگر خداوند عالم وجود ذی جود جناب فخر الحکما محی السنہ ماحی البدعہ دام ظلہ العالی کو تا ابد قایم رکھے جنکے ترشحات قلم سے تنقید بخاری کا سکہ تمام عالم مین جم رہا ہی۔ یہ بھی لطایف غیبی سے ہی کہ بتاکید تمام اس دفعہ اصلاح نمبر۹ مین ایکجز و تنقید کا شائع ہوا جو چند ماہ سے بند تھا۔

بہرحال اگر ایڈیٹر صاحب کچھ غور کرتے تو معلوم ہوتا راجح و مرجوح اقسام حدیث سی نہین ہی بلکہ مرجحات خارجیہ یا داخلیہ سے رجحان پیدا ہوتا ہی اور جو اعتراضات آپنے تنقید بخاری پر کئے تھے الحمد للہ کہ نقد التنقید مین جواب اون کا بجمالہٖ وضاحت مرقوم ہو چکا۔ غیرتمندان معاونین ایڈیٹر صاحب سے امید ہی کہ غیرت کو ہاتھ سے نہ دینگے

ایڈیٹر صاحب اگر غور کرین گے تو ابھی شیعہ وسنی کے مناظرہ کا بہت بڑا میدان پڑا ہوا ہی جس مین ابھی تک آپ نے قدم نہین رکھا ہی۔ لہذا فضول باتون مین نہ اوجھین ڈالئے ضد۔ ہٹ دھرمی اچھی چیز نہین۔ نہایت معیوب ہی۔ ایمان کو درست رکھکر اس فہرست کو ملاحظہ فرمائیے جو مین نے الشمس ۷ کی پیش کی ہی بعدہ اپنے اخبار سے دکھائیے کہ ان مطالب کا کیا جواب دیا ہی اور یون بیکار لکھنے کا تو آپ کو ہر طرح اختیار حاصل ہی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

ناز بیجا

افسوس کہ اڈیٹر صاحب اس آخری نمبر مین پھر اسکی دھمکی دیتے ہین "الحمد للہ ہمنے الشمس کا ناقابل التفات ہونا کماینبغی ثابت کردیا اب ہم آیندہ الشمس کے متعلق خود ایک حرف نہ لکھین گے"

ناظرین! الشمس ۵ مین ایک نیا ناز ملاحظہ فرمائین ہمارے کرم فرما کا دستور العمل شعر ہی۔ شعر۔ دیدار می نمائی و پرہیز میکنی ٭ بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

جناب من! اب مجھ عشرتکدہ مین جانے کا حکم دین یا میکدہ مین ہدایت سے غافل نہ ہون گا۔

آیندہ نمبر سے انشاء اللہ مسئلہ تحریف شروع ہو جائے گا

اڈیٹر

اور شیخ عبد الحق تحصیل الکمال میں لکھتے ہیں وکتابہ الجامع احسن الکتب و اجمعها واکثرها فائدة واحسنها ترتیبا واقلها تکرارا اور ملا علی قاری جمع الوسائل شرح شمایل میں فرماتے ہیں ونقل عن الشیخ عبد اللہ الانصاری انہ قال جامع الصحیح عندی انفع من کتابی البخاری ومسلم اور مفتاح کنز الدرایہ میں ہے قال ابو السعادات ابن الاثیر وکتابہ هذا احسن الکتب واکثرها فائدة واحسنها ترتیبا واقلها تکرارا

اور شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں واین جامع بہترین آن کتب است بلکہ بعض وجوہ وحیثیات از جمیع کتب حدیث خوب تر واقع شدہ اول از جہت ترتیب و عدم تکرار۔

ان عبارتوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ ان علماء نے صحیح ترمذی کو صحیح بخاری و صحیح مسلم پر اسی وجہ سے فضیلت دیا ہے کہ اس کے فواید زیادہ ہیں اور ترتیب اس کی احسن ہے اور تکرار اس میں کم ہے یہاں تک کہ شیخ عبد اللہ انصاری نے صاف صاف کہہ دیا کہ صحیح ترمذی بہ نسبت بخاری و مسلم زیادہ نافع ہے کیوں ایڈیٹر صاحب تو کیا ان علما کو آپ کے بخاری کے تکرار کے فواید نہیں معلوم تھے جو سب نے جامع ترمذی کو صحیح بخاری سے افضل بتایا اور اس عیب کو خاص طور سے ذکر کیا کہ بخاری میں تکرار زیادہ ہے اور ترتیب اس کی ناقص ہے کیونکہ الاشیاء تعرف باضدادہا۔

یہاں ایک خط کا بھی تذکرہ مناسب ہے جو رسڑا ضلع بلیا سے ایک صاحب کا اہل حدیث سے آیا جنکا نام نہیں لیا جاتا شاید اون کو ناگوار ہو اوس میں اونھوں نے امام بخاری کے تکرار حدیث کو مشابہ کیا ہے تکرار آیات وقصص قرآن مجید سے۔ مگر افسوس یہ اونکی خوش اعتقادی ہے جو

ف اصل خط یہ ہے دو آپ کے پرچہ اصلاح کو اکثر میں دیکھا کرتا ہوں ضمیمہ پرچہ میں تنقید بخاری شریف آپ تحریر فرمایا کرتے ہیں میری نظر سے جہاں تک یہ ضمیمہ گذرا آپ کے اعتراضات اکثر و بیشتر بخاری شریف پر ہوتے ہیں کہ ایک حدیث کو چند مقامات پر لکھا ہے یہ تکرار بے جا ہے مگر آپ نے قرآن مجید ملاحظہ فرمایا یا نہیں ایک سورہ رحمٰن میں فبای آلاء ربکما تکذبان اکتیس جگہ جناب باری نے ارشاد فرمایا ہے اگر جناب والا یہ جواب دیں کہ تکرار تاکید میں جائز ہے تو تکرار تاکید میں بھی تین بار سے زیادہ ناجائز ہے۔ براہ مہربانی ذریعہ پرچہ اصلاح اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب اگرچہ اصل بحث تکرار کا جواب تو معلوم ہو چکا مگر افسوس کہ آپکو یہ اعتراض معلوم ہوا حالانکہ در اصل وہ اعتراض نہیں ہے بلکہ شارحین اعلام نے بہ بوجہ دیا نہ دہ لکھی جا [illegible] حدیث فلاں فلاں باب میں جو لکھی گئی

صحیح بخاری کو ہمسر قرآن بناتے ہین۔ حالانکہ خود تکرار آیات قرآنی کی یہ حالت ہی کہ مولوی شبلی صاحب لکھتے ہین" مثلاً مخالفین کا ایک یہ اعتراض تہا کہ قرآن مجید مین ایک ہی بات کو دس دس بیس بیس دفعہ بیان کیا ہی مفسرین اس کا یہ جواب دیتے ہین کہ اس سے قدرت کلام دکھانا مقصود ہی کیونکہ ایک ہی مطلب کو مختلف عبارتون اور مختلف پیرایون مین ادا کرنا بڑی انشاپردازی کا ثبوت ہی لیکن یہ جواب محض لغو ہی ایک مضمون کو مختلف طریقون مین ادا کرنا ابوالفضل و ظہوری کا مایہ ناز ہو سکتا ہی نہ خدائے ذوالجلال کا صفحہ ۱۱۶

پس جب یہ امر خود محل اعتراض ہی تو بخاری بیچارے کی یہ بے ترتیبی اور تکرار بیجا کس طرح نہ قابل اعتراض ہوگا حالانکہ سب جانتے ہین قرآن کی اصلی غرض اثبات اعجاز ہی کہ کوئی اوس کے مثل پر قادر نہین اسیوجہ سے نہ اوس مین باب ہی نہ فصل ہے بلکہ جس طرح خدا چاہتا ہی مطالب اعجازیہ کو بیان کرتا ہی۔ اور یہان تو بخاری صاحب نے بغرض اختصار کتاب کو جمع کیا ہی اور اوس کے لیے ابواب و فصول مقرر کئے۔ پس اگر ان لوگون نے امام بخاری کو اپنا خدا مان لیا ہی تو جسطرح کلام خدا کو ہر الزام سے پاک جانتے ہیان اوسی طرح اوسکو بھی مانین ورنہ اگران کو آدمی اور محدث مانا ہی تو پھر اپنے محدثین کا کلام دیکھین جو اون کے اس تکرار بیکار کو نظر حقارت سے دیکھتے ہین۔ یہ جملہ معترضہ تھا ورنہ ابھی کلام اڈیٹر صاحب بہت کچھ قابل اعتراض ہی۔ کیونکہ پہلا فائدہ جو اونھون نے ابن حجر سے نقل کیا۔ اسمین کل محدثین شریک ہین سب

صاحب باب بھی حدیثون کے لئے ایسے بناتے ہین جو معمولی عقل سے خارج ہی جسپر امام سیوطی فرماتے ہین" لقد حیرت الافکار

بہرحال چونکہ تکرار ایک ایسا امر مذموم ہی کہ زیادہ بتانے کی ضرورت نہین لہذا تنقید بخاری کا وہ حصہ جس مین تعداد تکرار حدیث بتائی جاتی ہی اعتراض معلوم ہوتا ہی اور جو اصل اعتراض ہی جس سے صحیح بخاری ایک ہمزہ اخبار کے درجہ مین آگئی اوسپر کبھی توجہ کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس مین بھی عذر نہین کہ اہل حدیث نے بخاری شریف کو ہر طرح سے ہمسر قرآن شریف بنایا یہان تک کہ شریف کا لفظ بھی اوسکے لئے لایا جاتا ہی اور ۳۰ پارہ بھی بنایا گیا مگر آپنے اسپر نہ خیال فرمایا کہ آیہ فبای الاء ربکما تکذبان کی تکرار بھی ایک سورہ رحمٰن مین ہی نہ یہ کہ ہر آیہ اوسکا ہر ہر سورہ۔ ہر ہر پارہ مین دس دس بارہ بارہ مرتبہ مکرر لایا گیا ہو۔ اور جب خود تکرار قصص جو قرآن مجید مین ہزارون مصلحتون پر مبنی ہی اہل سنت کے یہان محل اعتراض ہی تو پھر آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ صحیح بخاری کی تکرار کیسی

چاہتے ہین اپنی حدیث کو غرابت سے نکالین پھر امام مسلم نے یا ترمذی نے کیون کل حدیثون کو ایک ہی باب مین باسانید معتبرہ و متعددہ و الفاظ مختلفہ لکھ دیا جسپر اونکی مدح کیجاتی ہو اور بخاری کی مذمت۔ پس اگر تکرار بخاری سے قند مکرر بنتا ہو تو حیف ہو اون علماپر جو صحیح مسلم و ترمذی کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہین مگر کیا کرین کہ اون کو وہ عقل نہین ملی تھی جو بخاری صاحب کو ملی۔

دوسرے فائدہ مین جو عسقلانی صاحب سے آپ یون ناقل ہین "لہذا امام بخاری ہر حدیث کو جس طرح راویون نے بیان کیا لکھدیتے ہین تاکہ ناقل کیطرف کسی قسم کا شبہ نہ ہو" اس کے نسبت بہت کچھ تامل ہے کیونکہ محدث کا یہی فرض ہو اور ایسا ہی ہونا چاہئے مگر افسوس کہ امام بخاری صاحب نے یا تو اس کا بالکل لحاظ ہی نہ رکھا یا بہت کم۔ کہا چنانچہ تنقید بخاری کے صفحہ ۳۹ مین اپنے ابن حجر صاحب کا قول ملاحظہ کیا ہوگا "چونکہ مصنفون کی عادت ہو کہ کتاب کے خطبون مین وہ اپنے اصطلاحات و اختیارات و مذہب کو لکھتے ہین اور بخاری کی یہ رائے ہو کہ حدیث کا مختصر کرنا جائز ہے اور روایت بالمعنی کر سکتے ہین (یعنے الفاظ حدیث کو بدل دین) اور تدقیق استنباط مین (یعنے اپنے مطلب کے موافق حدیث کو قرار دینا) اور انمعض کو اجلے پر اختیار کرنا (یعنے ظاہر و مشہور کو ترک کرکے جو مطلب تاویل و تحریف نکل سکتے ہین اوسکو اختیار کرنا) اور ترجیح دینا اس سند کو جو اس صیغہ سے وارد ہے جس مین سماعت کی تصریح ہے دوسری سندون پر لہذا ان سب سندون اور ترکیبون کو اسی حدیث سے سند بدلکر یعنے ظاہر کردیا"

پس جب یہی اون کا مذہب ہو پھر کیونکر آپ ایسا کہہ سکتے ہین "کہ جسطرح راویون نے بیان کیا لکھدیتے ہین" کیونکہ یہ قاعدہ تو عام محدثین کا ہی نہ امام بخاری کا جن کا مذہب ہی سب سے جداگانہ ہو۔

دیکھئے آپ کے علامہ ذوالنسبین ابن دحیہ شرح اسماء النبی مین لکھتے ہین بد انا بما او ح لا

بدمزہ ہوگی جسمین نہ انشاپردازی کی تاویل ہوسکتی ہو نہ قادر کلامی کی حالانکہ جن لوگون کو حلاوت تلاوت کیرہ رحمان ملی ہو اور کچھ بھی عربیت کا مذاق رکھتے ہین وہ جانتے ہین اس مین کیا لذت ہو اور کیسی بلاغت کاش شاعرونکی ترجیع اور بندیون کے دو حصے بھی آپ سنتے تو معلوم ہوتا کہ ایک مصرعہ پر سو طرح کی گرہ کیون لگائی جاتی ہی۔ ادیشر

مسلم لانہ اورد کا بکمالہ وقطعہ البخاری واسقط منہ علی عادتہ کما تری وھو مما عیب علیہ فی تصنیفہ علی ما تری ولاسیما اسقاطہ لذکر علی رضی اللہ عنہ یعنی ہمنے روایت صحیح مسلم کی اس وجہ سے ابتدا کی کہ اونھون نے پوری حدیث کو وارد کیا ہے اور قطع کر دیا ہے اوس کو بخاری نے اور نکال ڈالا ہے اس سے جیساکہ اونکی عادت ہے اور یہ ان باتون سے ہے جس سے عیب کیا گیا ہے بخاری پر دربارہ ان کی تصنیف کے خاص کر اس بارے مین کہ وہ نکال ڈالتے ہین ذکر علی رضی اللہ عنہ کو بس جس کتاب کی یہ حالت ہو اور اوسکے مصنف کی یہ عادت کہ جہان سے جو چاہے نکال ڈالے اور جہان چاہے بدل دے پھر اوس کتاب پر کس کو اعتماد ہو سکتا ہے۔

بخاری صاحب کی یہ حالت بھی بالخصوص ایسی تھی کہ علامہ سیوطی وجوہ تفضیل صحیح مسلم مین ابو علی سے لکھتے ہین۔ بل لان مسلما صنف کتابہ فی بلدہ بحضور اصولہ فی حیاۃ کثیر من مشائخہ فکان یتحرز فی الالفاظ ویتحری فی السیاق بخلاف البخاری فربما کتب الحدیث من حفظہ ولم یمیز الحافظ رواتہ ولھذا ربما یعرض لہ الشک وقد صح عنہ انہ قال رب حدیث سمعتہ بالبصرۃ تکتبتہ بالشام صـ۲۷

یعنی مسلم نے جو اپنی کتاب تصنیف کی تو بحضور اصول اوسکے حیات مین اپنے اکثر مشائخ کے لہذا وہ الفاظ اور سیاق حدیث مین بہت احتیاط کرتے تھے بخلاف بخاری کے کہ اونھون نے اکثر حدیث اپنے حفظ پر لکھی ہے

اسی وجہ سے اکثر اوقات اون کو شک عارض ہوتا ہے اور خود بخاری سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ کہا اونھون نے اکثر حدیثون کو مین نے سنا تو بصرہ مین اور لکھا اوسکو جاکر ملک شام مین۔ مگر اس جملہ کی قلعی اس سے کھلتی ہے کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین وقال احمد بن ابی جعفر والی بخاری قال لی محمد بن اسماعیل یوما رب حدیث سمعتہ بالبصرۃ کتبتہ بالشام ورب حدیث سمعتہ بالشام کتبتہ بمصر فقلت لہ یا ابا عبد اللہ بتمامہ صـ۵۲۵

یعنی جب اونکی اس مغافرت پر سوال کیا گیا کہ کیا بتمامہ تم نے لکھا تو سکوت کر گئے اور کچھ جواب

نہ دیا۔ ممکن ہے بخاری صاحب نے اپنے عوام معتقدین کے خوش کرنے کو ایسا بیان کیا ہو۔ مگر اہل فہم سمجھ سکتے ہین کہ پھر ایسی کتاب پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہی کیونکہ آج کی سنی ہوئی بات جب دو تین مہینہ کے بعد لکھی جاے گی تو کیونکر وہ محفوظ رہ سکتی ہی خوش اعتقادی تو ایک دوسری چیز ہے جس کے مقابلہ مین سب چیزین ہیچ ہین مگر فطرت انسانی پر غور کرنا چاہیئے کہ ایک ادنی سی بات مین جو گھنٹہ ہی دو گھنٹہ کے بعد ادا کی جاتی ہے کس طرح کا تغیر ہو جاتا ہی تو جو حدیث دس بیس مہینہ دو مہینے کے بعد لکھی جائے گی کہان تک وہ محفوظ رہ سکتی ہے۔

اور سیر لطف یہ ہی کہ خود بخاری صاحب فرماتے ہین قال محمد بن حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائة الف حدیث صحیح واحفظ مائتین الف حدیث غیر صحیح وقال وراقہ سمعت البخاری یقول ما نمت البارحة حتی عددت کم ادخلت فی تصانیفی من الحدیث فاذا هو نحو مائتین الف حدیث ص۵۷۵۔

یعنی بخاری صاحب کہتے تھے کہ ہمکو لاکھ حدیث صحیح یاد ہی اور دو لاکھ غیر صحیح اور کاوراق بیان کرتا ہی کہ بخاری کو سنا مین نے کہ وہ کہتے تھے کل کی رات مین اس وقت تک نہ سویا جب تک گن نہ لیا اون حدیثون کو جنہین مینے اپنی مصنفات مین داخل کیا ہی وہ دو لاکھ حدیث ہین۔

تو جب دو لاکھ حدیث غیر صحیح بھی اونکو یاد تھی تو کیا یہ ممکن نہین ہی کہ حافظہ اون کا غلطی کرے اور حدیث غیر صحیح کو بسند صحیح بیان کر جائین کیونکہ آخر مہینون کی بات سنی ہوئی ہے۔

اور جب اون کے خزانہ حافظہ مین ایک لاکھ صحیح دو لاکھ غیر صحیح حدیثین بھری تھین تو پھر اپنی مصنفات مین جو اونہون نے دو لاکھ حدیثین بھر دین تو ایک لاکھ اوس مین غیر صحیح ضرور ہو گی کیونکہ صحیح حدیث تو لاکھ ہی ہے۔

مگر یہ بھی عجب قدرت خدا ہی کہ جس جس وقت بخاری صاحب اپنے معتقدون کے روح خوش کرنے کو کچھ لن ترانیان لیتے تو اکثر اوقات کچھ ایسے لوگ بھی وہان موجود

ہوجاتے جوان کا منہ بند ہی کر دیتے۔

چنانچہ خود ابن حجر اوسی وراق سے ناقل ہین قال ایضا قلت له تحفظ له جمیع ما ادخلت فی مصنفاتک فقال لا یخفی علی جمیع ما فیہا و صنفت جمیع کتبی ثلاث مرات ۵۰۵

یعنی اوس وراق سے پوچھا کہ کیا تم کو وہ سب حدیثین یاد ہین جو تم نے اپنی مصنفات مین جمع کی ہین تو کہا ہے کوئی حدیث اون کی مخفی نہین ہے کیونکہ ہر کتاب کو مین نے تین مرتبہ تصنیف کیا ہے۔

دیکھیے یہان جواب مین کیسا کنائی کاٹ گئے کہ گرفت بھی نہ ہوسکے اور بات بھی نہ بگڑے۔ صاف صاف نہ کہہ سکے کہ ہان وہ سب یاد ہی کیونکہ ممکن تہا کوئی امتحان کے لئے کہڑا ہوجاتا۔

بہرحال چونکہ ایڈیٹر صاحب نے اسپر غور کیا کہ ابن حجر وغیرہ نے تکرار بیکار کا جواب کس وجہ مین لکھا تھا جبکہ حسن عقیدت کی پٹی انکہون پر بندھی تھی دنیا بچہ تھی بوڑھیا ون کے کہانی کی عادی تھی۔ اسوجہ سے اس قدر عرض کیا بقیہ وجوہ کا جواب اسی سے سمجھ لیں کہ اگر بخاری صاحب کی یہ تکرار کسی طرح قابل مدح ہوتی تو صحیح مسلم و صحیح ترمذی کو یہ درجہ نہ ملتا اور اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو جسطرح مسلم نے ایک ہی باب مین کل حدیثون کو لکھ دیا یہ بھی لکھدیتے۔

حالت و مقام تصنیف بخاری اسی کے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ صحیح بخاری کی تصنیف کس اہتمام سے ہوئی ابن حجر لکھتے ہین قال ابوالہیثم الکشمیہنی سمعت الفربری یقول سمعت محمد بن اسمعیل البخاری یقول ما وضعت فی کتاب الجامع الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک و صلیت رکعتین و عن البخاری قال صنفت الجامع من ستمائة الف حدیث فی ستة عشرة سنة وجعلته حجة فیما بینی و بین الله و قال ابو سعید الادریسی انا سلیمان بن داود الہروی سمعت عبد الله بن محمد بن ہاشم یقول قال عمر بن محمد بن بجیر البخاری سمعت محمد بن اسمعیل یقول صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام و ما ادخلت فیہ حدیثا حتی استخرت الله و صلیت رکعتین و تیقنت صحتہ مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵۰

سنا مین نے بخاری کو کہ وہ کہتے تھے مین نے اپنی کتاب کو تصنیف کیا مسجد الحرام مین اور نہین داخل کیا اوسمین کسی حدیث کو جبتک کہ استخارہ نہ کیا خدا سے اور دو رکعت نماز نہ پڑھی

اور اوس کے صحت کا یقین حاصل کیا مگر یہ معلوم ہوا کہ یہ استخارہ اور یہ نماز اصل حدیث سے متعلق تھا یا اوس کے صدہا قطعیات سے اور پھر حدیث مسند سے متعلق ہے یا تعلیقات و متابعات سے بھی۔

دوسری روایت یہ ہے وقد روی ابن عدی عن جماعۃ من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعہ بین قبر النبی و منبرہ و کان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین ص ۵۔ یعنی بخاری نے اپنی کتاب کے ترجمون کو لکھا درمیان قبر نبی اور منبر کے اور ہر ترجمہ کیلئے دو رکعت نماز پڑہتے تھے۔

یہ دونون بیان بھی بخاری صاحب کا ہے جو اپنے معتقدون کو خوش کر رہے ہین مگر سمجھداروں پر کیا گذرتی ہے اس کا انداز اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ حافظ ابن حجر صاحب لکھتے ہین قلت الجمع بین ھذا و بین ما تقدم من انہ کان یصنفہ فی البلاد انہ ابتداء تصنیفہ و ترتیب ابوابہ فی المسجد الحرام ثم کان یخرج الاحادیث بعد ذلک فی بلدہ و غیرھا و یدل علیہ قولہ انہ اقام فیہ ست عشرۃ سنۃ فانہ لم یجاور بمکۃ ھذہ المدۃ یعنی ان دونو روایتون کے اختلاف کو یون دفع کر سکتے ہین کہ تصنیف کتاب کی ابتدا اور اوسکے ابواب کی ترتیب تو مسجد الحرام مین شروع کی پھر اپنے بلد یا اور شہرون مین جا کر احادیث کی تخریج کی جسپر اون کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ مکہ مین سولہ برس تک رہے حالانکہ اس مدت تک کبھی نہ رہے۔

دیکھیے کہان تو وہ بیان تھا کہ خاص مسجد الحرام مین مین نے اس کو تصنیف کیا اور وہ بھی اس اہتمام سے ساتھ کہ ہر حدیث کے لئے استخارہ کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اب رفع تناقض کے لئے اوسکا یہ مطلب بنایا کہ ابتدا وہان کی اور احادیث تمام ملک مین گھوم گھوم کر لکھی جسطرح پہلی روایت سے ربط ہی نہین کہاتا

جب اس حدیث ابن عدی پر گرفت ہوی کہ اوس حدیث کے بالکل خلاف ہے تو یہ بات بتایا قلت ولا ینافی ھذا ایضا ما تقدم لانہ یحمل علی انہ فی الاول کتبہ فی المسودۃ و ھذا حولہ من المسودۃ الی المبیضۃ یعنی یہان بھی کچھ خلاف نہین کیونکہ مسودہ لکھا تھا مکہ مین اور صاف

کیا مدینہ مین۔ مگر جب اصل عبارت پر غور کرو تو کچھ نہین بنتا کیونکہ مکہ والی روایت مین تو صنفت کتابی ہے اور مدینہ والی روایت مین حول تراجم جامعہ ہے جو دونون تاویلون کو خاک مین ملانے والی ہے۔ کیونکہ ان مین اس قدر تناقض ہے جس کی حد نہین۔

اولاً بخاری صاحب مدعی ہین پہلے اپنی کتاب تصنیف کی مسجد الحرام مین حالانکہ خود بیان کرتے ہین ہم کوفہ و بصرہ و مدینہ مین تصنیف کرتے تھے

ثانیاً یہ دعوی کیا کہ سولہ برس مکہ مین مقیم رہے جو بقول ابن حجر و خود بخاری غلط ہے۔

ثالثاً یہ دعوی کیا کہ مسجد الحرام مین تصنیف کیا جو صریح اسکے متناقض ہے کہ کہتے ہین ہم نے اوسکے تراجم کو مرتب کیا درمیان قبر نبی صلعم اور منبر کے۔

رابعاً دعوی کیا کہ ہر ہر حدیث کو مسجد الحرام مین لکھا دو دو رکعت نماز اور غسل کے بعد حالانکہ ابن حجر لکھتے ہین کہ اونھون نے تصنیف کی ابتدا البتہ مسجد الحرام مین کی ورنہ حدیثین تو اور اور شہرون مین لکھتے پھرتے تھے۔ پھر ہر حدیث کیلیے دو رکعت نماز اور استخارہ کیونکر مسجد الحرام مین ہوا۔

خامساً یہ دعوی کیا کہ ہر ہر ترجمہ اونھون نے درمیان قبر نبی اور منبر لکھا جسکی تاویل ابن حجر نے یہ کی کہ پہلے مسودہ لکھا تھا پھر صاف کیا گیا۔

سادساً یہ دعوی کیا کہ ہر ہر حدیث پر غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور استخارہ کرتے تب داخل صحیح کرتے۔

سابعاً یہ دعوی کیا کہ ہر ہر ترجمہ پر دو رکعت نماز پڑھتے جو دعوی قبل کے خلاف ہے۔

ثامناً یہ دعوی کیا کہ ہر حدیث پر وہ استخارہ بھی کرتے مگر افسوس کہ معاذ اللہ خدا کو بھی دھوکہ ہو جاتا جو وضعی حدیثون پر حکم دیدیتا۔

تاسعاً یہ دعوی کیا کہ جب تک کسی حدیث کے صحت کا یقین نہ ہوا اوسکو داخل صحیح نہ کیا تو کیا بخاری صاحب کو معلقات و اعتبارات کی صحت کا بھی یقین حاصل تھا۔

عاشراً اس کے ساتھ امام بخاری کے اس قول کو بھی ملا لیجئے و صنفت جمیع کتبی ثلث مرات قال و بلغنی انہ شرب البلاذر فقلت لہ مرۃ فی خلوۃ ہل من دواء یحفظ فقال لا اعلم ثم اقبل علی فقال لا اعلم شیئا انفع للحفظ من نہمۃ الرجل و مداومۃ النظر

وقال اقمت بالمدینة بعد ان حججت سنة جرد الکتب الحدیث فاقمت بالبصرة خمس سنین مع کتبی اصنف و احج و ارجع من مکة الی البصرة صفحہ ۵۷۵۔

جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ بخاری نے اپنے کل مصنفات کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا (ہر حدیث پر ۱۸ رکعت نماز خرچ ہوئی) اور ایک سال تک مدینہ مین حدیث لکھتے رہے اور بصرہ مین پانچ برس تک رہے کتابین بھی ساتھ تھین وہین تصنیف کرتے اور حج کے لئے مکہ جاتے پھر بصرہ چلے آتے۔ پھر فرمائیے کون سا جملہ اون کا صحیح ہے اور کون غلط۔

اب ہے کوئی اہل حدیث سے جو اپنے امام بخاری کے ان اقوال مختلفہ و حکایات متناقضہ کے جمع و تالیف سے اوس کی روح خوش کرے کیونکہ ابھی تک تو وہی مثل مشہور یاد پڑ رہی ہے "جہان دیدہ بسیار گوید دروغ" (اور دروغ گو را حافظہ نباشد) کیونکہ جہان یہ باتین خلاف فطرت انسانی ہین وہان اس درجہ مختلف ہین کہ کسیطرح اونمین ارتباط نہین ہوسکتا۔ اب جو لوگ کہ بخاری صاحب کو رسول اللہ سے افضل جانتے ہون وہ تو ان اقوال پر ایمان لائین گے۔ اور جو لوگ خاتم المرسلین پر ایمان لاچکے ہین وہ اس کی تکذیب کرین گے اور بخاری صاحب کی طباعی و ذہانت کی داد دین گے کیونکہ تنقید بخاری صفحہ ۶۲ مین وہ حدیث اسی بخاری کی آپ دیکھ چکے ہین کہ جب حضرت پر نزول وحی ہوتا تھا تو اس خوف سے کہ بھول نہ جائین آنحضرت بھی جبریل امین کے ساتھ ایک ایک لفظ دوہراتے جاتے تھے جبتک قرآن نازل ہوا لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه و قرانه اور بخاری صاحب کو یہ گھمنڈ ہے کہ حدیث تو سنی بصرہ مین اور لکھا جاکر شام مین سنا شام مین لکھا آکر مصر مین۔ بھلا اس سفید جھوٹ کا کہین ٹھکانا ہے۔ اسی واسطے خدا نے خود فضیحت کردیا کہ ایسے ایسے بے سر و پا دعوے کئے جس سے کذب و افترا اون کا ظاہر ہے کیونکہ ایک دفعہ تو یہ کہا کہ ہر حدیث کے لئے ہم غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تب صحیح بخاری مین اوسکو داخل کرتے۔

اب جو لوگ دیدہ انصاف رکھتے ہون وہ دیکھین کہ بخاری صاحب نے اپنے حالات اور اپنی کتاب کے ریویو مین کس قدر مبالغہ سے کام کیا ہے جسکی کوئی انتہا ہی نہین معلوم ہوتی

اور اسی وجہ سے اس قدر اختلاف ہی ورنہ جو لوگ تنقید بخاری حصہ اول دیکھ چکے ہین اونکو بخوبی معلوم ہے کہ کمائین خان خانان اور ٹائین میان فہیم کا مضمون ہو۔ علی بن مدینی کی کتاب بخاری صاحب نے دو سو اشرفی دیکر اون کے فرزند سے حاصل کی جسکے صدمہ سے علی بن مدینی نے جان دی اور یہ صاحب صحیح بخاری مشہور ہوے مگر چونکہ محسن کشی کرکے لیا تھا اور خود علم سے کورے تھے لہذا اس کتاب کو مرتب نہ کرسکے اور ایسی بے ترکیبی سے اسکی تالیف ہوی کہ ایک دنیا اس سے متنفر ہو گئی۔

بہر حال اصل کلام متعلق تھا تکرار احادیث صحیح بخاری سے کہ ایک ایک حدیث کو مکرر مختلفہ ابواب مین لائے جس نے افکار کو متحیر کردیا اب اوسکی حالت اس تکرار کی بدولت سنئے کہ تعداد حدیث مین اس قدر اختلاف ہو جس کی انتہا نہین مولوی عبدالحی صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین کہا ابن الصلاح نے عدد صحیح بخاری سات ہزار دو سو پچہتر ہے مع احادیث مکررہ۔ نووی نے بھی اسکی متابعت کی ہے اور ابن حجر نے خاص ایک باب ہی لکھا ہو جسکا حاصل یہ ہے کہ جمیع احادیث کی تعداد سوائے معلقات و متابعات ، ہزار ۳ سو ۹۷ حدیث ہی اور خالص بلا تکرار ۲۶۰۰۔ دو حدیث ہی اور اگر متون معلقہ مرفوعہ کو اس مین ملالین جس کی تعداد ۱۵۹ ہو تو مجموعہ خالص ۲۷۶۱ حدیثین ہین اور جملہ تعالیق اوس کے ۱۳۴۱ حدیث ہین اور اکثر اوس کا مکرر ہے اور جو متون کہ نہین خارج ہوی کتاب سے ولو بطریق آخر وہ ۷۰ حدیث ہی اور جملہ اوس کا جو اوس مین ہو متابعات سے اور تنبیہ سے اختلاف روایات پر (۳۴۴) بس جملہ اوس کا مع مکررات ۹۰۸۲ حدیث ہو خارج موقوفات علی الصحابہ سے اور مقطوعات علی التابعین سے اور عدد حدیث ۱۶۰ ہی اور عدد ابواب ۳۴۵۰ مع اختلاف قلیل صفحہ ۵۸

اس اختلاف سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ صحیح بخاری کی احادیث مین ایسا تکرار واقع ہوا ہی کہ عدد احادیث مین اختلاف شدید ہوگیا بخلاف صحیح مسلم کے وہ بقول ابن صلاح ان کتابہ اربعۃ آلاف حدیث دون المکررات وبالمکررات سبعۃ آلاف ومأتان وخمسۃ وسبعون حدیثا ظفر الامانی صفحہ ۵۹۔ خود مسلم سے روایت ہو کہ اونکی کتاب مین چار ہزار حدیث

بلا تکرار ہی اور بتکرار ۷ ہزار ۲ سو چھہتر ۔
بخاری مین بلا تکرار ۲۶۰۲ حدیث ہی اور مسلم مین ۴ ہزار تو مسلم نے چودہ سو حدیثین زاید دین اور پھر اس خوش اسلوبی سے کہ سب ایک جگہہ ۔

یہان یہ بھی قابل غور ہی کہ امام بخاری صاحب یون تو ہر جگہہ بہت کچھہ لن ترانی ہانک رہے ہین کہ مجھکو اتنی حدیث یاد ہی اوتنا ہمارے خزانہ مین موجود ہی مگر ایسا کوئی قول اونکا نہین معلوم ہوتا جس مین اونھون نے اپنی کتاب کی حدیثون کی تعداد بتائی ہو بخلاف مسلم کے جنھون نے چون کہ سمجھ بوجھ کر اور اپنی محنت سے جمع کیا تھا اس لئے اون کو معلوم تہا کتنی حدیثین لکھی ہین ۔

مسلمانو! غور کرو کہ امام بخاری کیسا معاملہ کر رہے ہین کہ تم کو یہ دھوکھا دیا جاتا ہے کہ اس کتاب سے نو ہزار حدیثین ملینگی حالانکہ دو ہزار چھہ سو دیتے ہین اس سے بڑھ کر قلب معاملہ کیا ہو سکتا ہی ۔ بخاری صاحب کہتے ہین کہ اگر کوئی ٹوک دے تو صرف نماز مین دس ہزار حدیث سنا کر لوٹون اور جب کتاب لکھنے بیٹھے تو پوری تین ہزار بھی نہ لکھ سکے ۔

بہرحال تکرار بیکار بخاری کے لئے جو فوائد تراشے گئے تھے اونکی حالت تو ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گئی کہ اس عیب نے صحیح بخاری کو ایسا نکما کر دیا کہ مولوی عبدالحی صاحب ناقل ہین اقتدا کثیر من المغاربة ممن صنف فی الاحکام بحذف الاسانید کعبد الحق فی احکامه و جمیعهم یعتمدون علی کتاب مسلم فی نقل المتون وسیاقها دون البخاری بوجودها عند مسلم تامه وتقطیع البخاری لها ۔ صفحه ۶۲

یعنے علمائے مغرب عام طور سے اعتماد کرتے ہین صحیح مسلم پر نقل متن مین نہ بخاری پر کیونکہ مسلم مین حدیث پوری ملتی ہے بخلاف بخاری کے جو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہین ۔

اب ہم ایڈیٹر صاحب کی بقیہ عبارت کیطرف متوجہ ہوتے ہین کہ وہ اپنے نمبر ۲۳ مین فوائد تکرار بخاری لکھکے بعد تنقید بخاری کیطرف متوجہ ہوکے لکھتے ہین " پھر اصلاح کے اڈیٹر صاحب نے صحیح بخاری کی پانچوین حدیث لکھی ہے ۔ ایڈیٹر صاحب نے سب سے پہلے تو اس حدیث کے الفاظ اور اس کی ترتیب عبارت پر اعتراض کیا ہی اول تو یہ اعتراض کسی طرح قابل تسلیم نہین کیونکہ الفاظ حدیث اہل زبان کے ہین دوسرے کوئی شخص اس حدیث کو پڑھکر ان اعتراضات کو

پانچوین حدیث

قابل قبول نہ سمجھیگا اور قطع نظر اس سے اس مین امام بخاری پر کیا اعتراض ہے جو الفاظ اونھون نے راوی سے سنے وہ درج کئے راوی کے الفاظ مین اصلاح دینا ان کا کام نہ تھا بلکہ ان کی امانت و دیانت کے خلاف تھا۔

۲ قول افسوس کہ تحریر جواب مین نہ امانت کا خیال رہا نہ دیانت کا کیون صاحب اڈیٹر اصلاح یا ناقد علام نے کہان الفاظ و ترتیب عبارت پر اعتراض کیا ہے لِلّٰہ بتا تو دیجئے کیونکہ یہ کل اعتراض تو شارحین لکھے ہین۔

ناظرین باانصاف! تنقید بخاری حصہ اول کا صفحہ ۶۲ تو ملاحظہ فرمائے جہان سے یہ حدیث شروع ہے پھر دیکھئے کہ بجز عینی و ابن حجر اور بھی کسیکا قول ہے۔

اڈیٹر صاحب آپکا قول اس وجہ سے قابل التفات نہین کہ خود تنقید بخاری مین لکھ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کو بخاری صاحب نے جو کتاب التفسیر مین لکھا ہے وہ ان سب اعتراضون سے معرا ہے پھر کیون نہ مقدمہ کتاب مین اونھون نے اس طریق سے لکھا۔ کیونکہ آخر وہ حدیث بھی تو اہل زبان ہی کی تھی۔

دوسرے اگر یہ اعتراضات قابل قبول نہین تو علامہ عسقلانی و عینی کو نصیحت فرمائیے کہ کیون اونھون نے ایسے اعتراضات ناقابل قبول لکھکر ناحق حجم کتاب بڑھایا۔

تیسرے بخاری پر تو یہی اعتراض ہے کہ جو حدیث پاک و صاف تھی اوسکو تو کتاب التفسیر مین لکھا اور جسپر علمائے اہل سنت کو اعتراض ہے اوس کو مقدمہ کتاب مین لکھا اس سے بڑھکر کیا قابل اعتراض کام ہو سکتا ہے۔

چوتھے یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ امام بخاری ہرگز اسکے پابند نہ تھے کہ وہ جن الفاظ سے حدیث کو سنتے اونھین الفاظ سے روایت کرتے بلکہ نقل بالمعنی ان کے نزدیک نہایت ضروری تہا جیسا کہ مکرر مذکور ہوا۔

پانچوین بفرض محال اگر ایسا بھی ہو تو پھر دونون قسم کی روایت تو اونکی موجود ہے مقدمہ مین اوس حدیث کو کیون نہ لکھا جو قابل اعتراض نہ تھی۔

چھٹے الحمد للہ کہ اڈیٹر صاحب اس کو قبول کرتے ہین کہ الفاظ حدیث مین اصلاح دینا

انا للہ و انا الیہ راجعون

عماد العلما جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ

اس نام نامی سے ہندوستان کا کونسا شخص ناواقف ہوگا بلکہ غیر ملک والون کو اگر ہندوستان سے واقفیت ہے اور یہ جانتے ہین کہ قوم شیعہ یہان آباد ہے تو اس مقدس نام سے ضرور واقف ہون گے کیونکہ مجتہد جامع الشرائط عالم کامل کے القاب اس وجود مقدس سے اسطرح متعلق تھے کہ انفکاک اوسکا محال نظر آتا ہے۔

دو کروڑ شیعونکا یہی ایک مجتہد اور رہبر تھا کہ ہر شخص انکی تقلید پر فخر و مباہات کرتا اور پھر جیسے احکام شرعیہ معلوم ہو جاتے کیونکہ ممکن ہی نہ تھا کسی کا خط اور استفتا آئے اور آپ جواب تحریر فرمائین۔

جناب عماد العلما اعلی اللہ مقامہ ان مقدس علما سے تھے جنہون نے اپنی زندگی قوم کے لئے وقف کر دی تھی اور قوم کی خدمت مین راہی جنت ہوئے مگر قوم نے اونکی مطلق قدر نہ کی کیونکہ جس ضیق اور عسرت مین وہ مرحوم بسر کرتے بیان نہیں ہو سکتا حالانکہ دوسرے حضرات اسی علم کے نام سے اس قدر دنیاوی آسایش مین بسر کر رہے ہین کہ بڑے بڑے مالدار رئیسونکو میسر نہین مگر عماد العلما نے اپنے اجداد طاہرین کی تاسی مین مطلق اسکی فکر نہ کی اور اسی حالت پر صابر و قانع رہے۔

لکھنو کے آب و ہوا کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ ہر فرقہ کی خاص حالت اور ہیئت بنا دیتا ہے جسکو وضع کہتے ہین اسکے بعد اگر کوئی شخص اوس معین وضع سے کسی قدر باہر قدم نکالتا ہے تو پھر وہ مقبول الطبائع نہین رہتا مگر سرکار حجۃ الاسلام عماد العلما طاب ثراہ نے نہ کبھی اسکی پابندی کی نہ پرواہ محض سادگی اور بے تکلفی سے خدمت شرع انجام دیتے رہے اور اسکا مطلق نہ خیال کیا کہ عوام خوش ہون گے یا ناراض۔ جو وقت جس کام کے لئے مقرر تھا کیا مجال کہ اوس مین فرق آجائے۔ امور شرع مین مداہنہ جانتے ہی نہ تھے۔ بیجا خاطرداری فضول رسم و راہ۔ بے وجہ لطف و مدارا سے ہمیشہ اونکو نفرت تھی۔

افسوس ہزار افسوس کہ لکھنو کے خاندان اجتہاد کا یہ چشم و چراغ بلکہ ہدایت و ارشاد کا آفتاب تابان ۱۷ ماہ رمضان کو بروز پنجشنبہ مومنین کی آنکھون سے ایسا پوشیدہ ہوا کہ پھر کسی طرح اوس کے دیدار کی امید نہین الحجہ کو پہلوے جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ مین دفن ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خداوند عالم اونکی اولاد و اعقاب کو اور جملہ مومنین کو اس مصیبت عظمی اور حادثہ کبری مین صبر جمیل و اجر جزیل کرامت فرمائے کہ واقعا نہایت ہی جانکاہ حادثہ ہے اور اب کوئی ایسا اس خاندان مین نہین رہا جو آپکا قائم مقام ہو سکے۔

افسوس ہزار افسوس حجۃ الاسلام عماد العلما جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ تنہا نہین قبر مین دفن کر دیئے گئے بلکہ ہندکے مومنون کی ہزارون تمنائین اور آرزوئین آپ کے ساتھ دفن ہوئیں بلکہ کروڑون بندگان خدا کے لئے ہدایت و

ارشاد کی راہ بند ہوگئی کیونکہ خاندان اجتہاد کا اسی وجود مقدس پر خاتمہ ہوا۔ علم فقہ۔ تقدس۔ احتیاط۔ تدین زہد۔ ورع۔ سب آپ کے ساتھ خاک مین ملگیا۔

افسوس کہ اب اس خاندان والاشان مین کوئی شخص ایسا نظر نہین آتا جس سے اسکی امید ہو کہ اس منصب عظیم الشان اجتہاد کو جو تالی مرتبہ امامت ہی سنبھالے اور نباہ سکے۔ قوم کے ہدایت و ارشاد اور خلق اللہ کی حاجت روائی مین اپنے اوقات عزیز کو برباد کرے اور تتبع و زمطالعہ کتب و استنباط مسائل مین اپنی عمر صرف کرے کیونکہ جناب مولوی سید علی اکبر صاحب منصف پنشنر بوجہ اپنی پیرانہ سالی کوئی کام نہین کرسکتے اور جناب مولوی علی صاحب کو اپنے ریاست کے تعلقات اور مجالس عزا کی ذاکری سے فرصت نہین۔ جناب مولوی آغا حسن صاحب سکریٹری انجمن امامیہ کانفرنس امامیہ صدر الصدور (جنھونے اقامت جمعہ وغیرہ کو بعد جناب مرحوم حسب اصرار اہل خاندان قبول فرمایا ہی) کو انجمن کے کاروبار سے کہان اتنی فرصت جو کچھ دنون جاکر عراق مین مشغول تحصیل علم ہون۔ پھر اس خاندان مین کون رہا جس سے اسکی امید کی جائے۔

بیشک مسئلہ اجتہاد و تقلید نہایت اہم مسائل ہی جس پہ تمامی اعمال کی صحت کا مدار ہی۔ مجتہدین کیلیے تو یہ حکم ہی المفتی علی شفیر جہنم اگر مفتی جہنم کے کنارہ پر ہی اور ذرا بھی غلطی ہوئی اور جہنم مین گیا پھر ہر شخص کیونکر اس کی جرات کرسکتا ہی۔ مقلدین کے لیے یہ حکم ہی الاعلم فالاعلم کی تقلید کیجیے ہر شخص کی تقلید کیونکر ہو سکتی ہی لہذا محض حسبتہ للہ اس قدر عرض کرنا ضروری ہی کہ اکثر علما کا میلان جناب آقا سید کاظم صاحب طباطبائی مجتہد نجف اشرف کی اعلمیت کیطرف ہی اور دیگر حضرات جناب آقا صدر سلمہ العالی مجتہد کربلا معلی کیطرف ہی۔ ان دونو مجتہدون کے تحشیہ سے جامع عباسی اور ذخیرۃ المعاد چھپ چکی ہے جس سے آپ حضرات تقلید کرسکتے ہین یعنی جناب صدر المحققین مولانا النباء سید حسین صاحب یا جناب مولانا المجتہد باقر صاحب لدام اللہ وجودہما الشریف سے دریافت کرسکتے ہین۔ انشاء اللہ دفتر اصلاح و الشمس بھی آپ حضرات کی اس مادہ مین امداد کو حاضر ہے مگر صرف حقیقت حال کے عرض کرنے کے لیے ذکر مسائل پر دستخط کرنے کو لہذا اللہ کوئی صاحب فقہی مسئلہ نہ روانہ فرمائین بلکہ اجتہاد و تقلید کے متعلق جو کچھ دریافت فرمائین گے بقدر علم اپنے ضرور عرض کرونگا۔

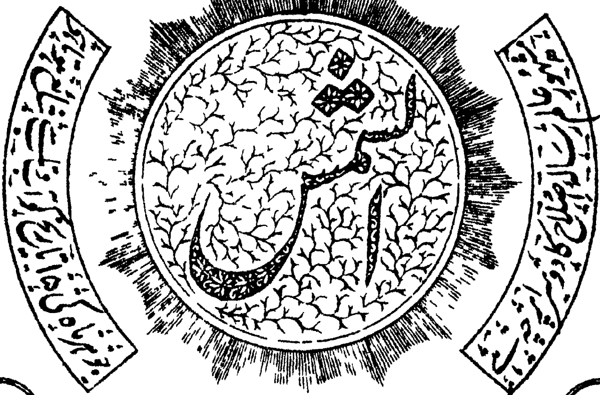
مومنین پر لازم ہی کہ بغرض ترویح روح مقدس حجۃ الاسلام عماد العلما جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ ہر جگہ مجالس عزا اور قرآن خوانی قایم کرین کہ بہت بڑا حق آپ حضرات پر روس مرحوم کا ہی۔ دفتر الشمس مین بھی جناب والد علام فخر الحکما و افضلہ نے ۲۶ رمضان کو بتقریب فاتحہ خوانی مجلس عزا قایم کی۔ تمامی مومنین شریک ہوے اور نہایت جوش سے ہر شخص نے جناب مرحوم کے نام ختم قرآن کا ثواب ایصال کیا۔

رحمہ اللہ و اعلی اللہ مقامہ و زاد فی الخلد اکرامہ

رجسٹرڈ ڈی نمبر ۴۰











مقاصد و قواعد پرچہ ہذا

(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہوئے ہین اُنکا مفصل جواب خصوصاً اُس اخبار کا جواب جو لکہنؤ سے محض شیعونکی مخالفت مین شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کیلیے کتاب مستطاب استقصاء پر حملہ کرے جو محال ہے۔

(۲) بعد فراغت اِسکے اُن مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کیطرف سے بغرض تشنیع مذہب حقۂ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات۔ ہدایات الرشید۔ منہل السنہ ابن تیمیہ در زبان عربی

(۳) حجم اس رسالہ کا کم از کم ۴۰ صفحہ ہوگا مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائیگا۔

(۴) ۵ خریدار دینے پر صرف الشمس اور ۱۲ دینے پر اصلاح و الشمس دونون مفت بطور کمیشن ملین گے۔

(۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک عہ ہے۔

(۶) مراسلات مین نمبر چٹ لکھنا ضرور ہے ورنہ تعمیل محال

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف۔

(۸) درصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد ۱۰ کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہو چاہئین۔

نوٹ ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علما ہو سکتے ہین جو خاص مذاق علم کلام مین تحریر کرین یا علماے متقدمین کے سوانح عمریان مفصل یا مختصر تحریر فرمائین مگر جبتک پوری تحریر نہ آئیگی شائع نہو گی۔ (۲) ۔ چونکہ اس رسالہ مین خاص علم کلام سے بحث رہیگی لہذا کتابونکی خاص ضرورت ہے جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے گا اُسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا۔

مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

ارشاد کی راہ بند ہو گئی کیونکہ خاندان اجتہاد کا اسی وجود مقدس پر خاتمہ ہوا۔ علم فقہ۔ تقدس۔ احتیاط۔ تدین زہد۔ ورع۔ سب آپ کے ساتھ خاک مین ملگیا۔

افسوس کہ اب اس خاندان والا شان مین کوئی شخص ایسا نظر نہین آتا جس سے اسکی امید ہو کہ اس منصب عظیم الشان اجتہاد کو جو تالی مرتبہ امامت ہے سنبھال اور نباہ سکے۔ قوم کے ہدایت و ارشاد اور خلق اللہ کی حاجت روائی مین اپنے اوقات عزیز کو برباد کرے اور شب و روز مطالعہ کتب و استنباط مسائل مین اپنی عمر صرف کرے کیونکہ جناب مولوی سید علی اکبر صاحب منصف پنشنر تو جو اپنی پیرانہ سالی کوئی کام نہین کر سکتے اور جناب مولوی علی صاحب کو اپنے ریاست کے تعلقات اور مجالس عزا کی ذاکری سے فرصت نہین۔ جناب مولوی آقا حسن صاحب سکرٹری انجمن امامیہ کا فرنس اپنی صدر الصدوری (جو منصوبے اقامت جمعہ وغیرہ کے) جو جناب مرحوم حسب اصرار اہل خاندان قبول فرمایا ہے) کو انجمن کے کاروبار سے کہان اتنی فرصت جو کچھ دنون جا کر عراق مین مشغول تحصیل علم ہون۔ پھر خاندان مین کون رہا جس سے اسکی امید کی جائے۔

بیشک مسئلہ اجتہاد و تقلید نہایت اہم مسائل ہے جسپر تمامی اعمال کی صحت کا مدار ہے۔ مجتہدین کیلئے تو یہ حکم ہے المفتی علی شفیر جہنم کہ مفتی جہنم کے کنارہ پر ہے اور ذرا سا بھی غلطی ہوئی اور جہنم مین گیا پھر ہر شخص کیونکر اس کی جرات کر سکتا ہے۔ مقلدین کے لیے یہ حکم ہے کہ الاعلم فالاعلم کی تقلید کرے پھر ہر شخص کی تقلید کیونکر ہو سکتی ہے لہذا محض جستہ جستہ تعدد عرض کرنا ضروری ہے کہ اکثر علما کا میلان جناب آقا سید کاظم صاحب طباطبائی مجتہد نجف اشرف کی اعلمیت کیطرف ہے اور دیگر حضرات جناب آقا صدر سلطانہ العالی مجتہد کربلا معلی کیطرف ہے۔ ان دونو مجتہدون کے حاشیہ سے جامع عباسی اور ذخیرۃ المعاد چھپ چکی ہے جس سے آپ حضرات تقلید کر سکتے ہین اور جناب صدر المحققین مولانا السید ناصر حسین صاحب یا جناب مولانا السید محمد باقر صاحب لاوام اللہ وجودہما الشریف سے دریافت کر سکتے ہین۔ انشاء اللہ دفتر اصلاح الشمس بھی ان سب حضرات کی اس مادہ مین امداد کو حاضر ہے مگر صرف حقیقت حال کے عرض کرنے کے لیے ذکر مسائل پر دستخط کرنے کو لہذا اللہ کوئی صاحب فقہی مسئلہ روانہ فرمائین بلکہ اجتہاد و تقلید کے متعلق جو کچھ دریافت فرمائین کے بقدر علم اپنے ضرور عرض کرونگا۔

مومنین پر لازم ہے کہ بغرض ترویح روح مقدس حجۃ الاسلام عماد العلما جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ ہر جگہ مجالس عزا اور قرآن خوانی قائم کریں کہ بہت بڑا حق آپ حضرات پر روح مرحوم کا ہے دفتر الشمس مین بھی جناب والد العلام فخر الحکما و افضلہ نے ۱۴ رمضان کو بتقریب فاتحہ خوانی مجلس عزا قائم کی۔ تمامی مومنین شریک ہوے اور نہایت جوش سے ہر شخص نے جناب مرحوم کے نام ختم قرآن کا ثواب ایصال کیا۔

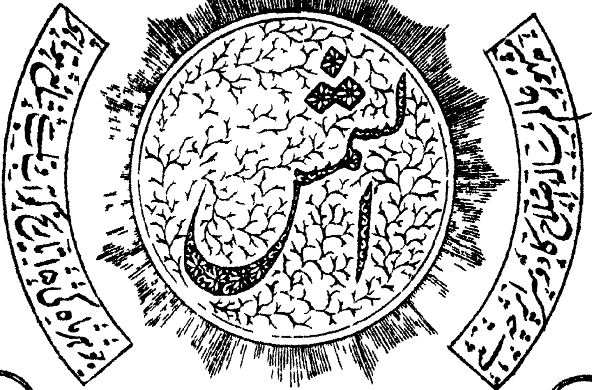
رحمہ اللہ و اعلی اللہ مقامہ وزاد فی الخلد اکرامہ

رجسٹرڈ ڈی نمبر













مقاصد و قواعد پرچہ ہذا

(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہوئے ہین انکا مفصل جواب خصوصاً اس اخبار کا جواب جو لکھنؤ سے محض شیعونکی مخالفت مین شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کیلیے کتاب مستطاب استقصار پر حملہ کرے جو محال ہے۔

(۲) بعد فراغت اسکے ان مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کیطرف سے بغرض تشنیع مذہب حقہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات۔ ہدایات الرشید۔ منہاج السنہ ابن تیمیہ در زبان عربی

(۳) حجم اس رسالہ کا کم از کم ۱۰ صفحہ ہوگا مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائے گا۔

(۴) ۵ خریدار دینے پر صرف الشمس اور ۱۲ دینے پر اصلاح و الشمس دونون مفت بطور کمیشن ملین گے۔

(۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک عہ ہے۔

(۶) مراسلات مین نمبر چٹ لکھنا ضرور ہے ورنہ تعمیل محال

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف۔

(۸) درصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد ۲/ کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہو نا چاہئین۔

نوٹ ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علما ہو سکتے ہین جو خاص مذاق علم کلام مین تحریر کرین یا علمائے متقدمین کے سوانح عمریان مفصل یا مختصر تحریر فرمائین مگر جبتک پوری تحریر نہ آئیگی شائع نہو گی۔ (۲) ۔ چونکہ اس رسالہ مین خاص علم کلام سے بحث رہیگی لہذا کتابونکی خاص ضرورت ہے جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے گا اسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا۔

مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوا ضلع سارن

معذرت

بعد شائع کرنے اصلاح نمبر ۱ بابتہ ماہ شوال المکرم کے ناچیز ایڈیٹر بمعیت جناب ظہیر الاسلام محسن الشیعہ فخر الحکما دام ظلہ (کہ بقصد حج بیت اللہ بتاریخ ۱۱ شوال وطن سے روانہ ہوئے) لکھنؤ تک چلا گیا تھا۔ چونکہ قبلہ و کعبہ نے وہان ۲ آٹھ قیام فرمایا جس سے اس حقیر کو بھی ہمراہ اور بعد روانگی جناب ممدوح کے بھی چند دنوں تک وہان بضرورت قیام رہا اور وطن آخر شوال میں آیا اسوجہ سے الشمس بابت ماہ شوال وقت پر نہ شائع ہو سکا کیونکہ بہت دیر ہو گئی تھی۔ اسلئے الشمس بابت ماہ شوال الشمس بابت ماہ ذی قعدہ کے ہمراہ شائع کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین تاخیر کی شکایت کو رفع کر دیں گے۔

خوشی کی بات ہے کہ الشمس کے طالع ہونے سے گمنام لکھنوی کے مضامین بہت پھیکے نکلنے لگے اور تری کی اوسکی تمام ہو گئی۔ رسالہ ختم ہو گیا لیکن امید ہے کہ سال آئندہ کے مضامین سے اسکی رہی سہی قوت بھی زایل ہو جائے اور الشمس کے طالع ہونے سے اوسکا وہی نتیجہ ہو جو مشہور و معروف رسالہ درخشنی کے شائع ہونے سے نصیحۃ الشیعہ کا ہوا تھا اپنے معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ اپنی پوری قوت و توجہ اس پرچہ کی اشاعت میں صرف کرین گے۔

جن حضرات نے اس سال کا چندہ ابھی نہیں مرحمت فرمایا ہے اون سے کامل امید ہے کہ یہ پرچہ پہنچتے ہی جلد مرحمت فرما کر شکرگذاری کا موقع دین گے والسلام آپکا خادم ایڈیٹر

شکریہ معاونین الشمس

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ ان دو ماہ میں معاونین الشمس نے اشاعت مین بہت کم توجہ کی۔ رمضان کے پرچہ میں ستترہ حضرات کے اسم گرامی درج تھے اس دفعہ کم سے کم پچاس حضرات کے نام ہونے چاہیئے تھے خیر ہمکو مایوس نہ ہونا چاہیے اور امید رکھنا چاہیئے کہ بقیہ دو ماہ سال میں معاونین الشمس اپنی کوشش سے بہت کچھ اشاعت اسکی کرینگے۔ جن حضرات نے اشاعت مین کوشش کیا اون کے نام نامی درج ذیل ہین۔

۸۰	جناب سید علی عباد صاحب منڈلے	۱	۷۹	جناب منشی باور حسین صاحب منبر دار	۱
			۸۱	جناب سید محب حسین صاحب سکندر پور	۱
۸۲	جناب مولوی سید احمد حسین صاحب انڈیانی	۲	۸۳	جناب سید محمد شفیع صاحب نایب تحصیلدار	۱
۸۴	جناب مستطاب آغا محمد محسن صاحب سیرازی رنگون	۳	۸۵	جناب مولوی محمد صادق صاحب مالطق بمبئی	۱
			۸۶	جناب سید نواب علی صاحب مراداباد	۱

الشمس

نمبر ۱ | بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۳ ہجری | جلد ۱

عرض ایڈیٹر | اگرچہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اب الشمس کا حجم جو بجائے ۱۶ صفحہ ۳۲ بلکہ ۴۸ صفحہ
ہو جاتا ہے۔ اسی عہ کے چندہ میں ۴۸ صفحہ کر دیا جائے تاکہ اخبار گمنام کا جواب جلد شائع ہو جائے مگر اس ۱۰ ماہ کے
حساب سے معلوم ہوا کہ اس میں سراسر خسارہ ہے جس سے اسوقت بھی دفتر آپکا مقروض ہے خصوصاً اس وجہ سے
کہ محض براہ قومی ہمدردی ۱۳ رجب کو اسکی قیمت نصف ۱۰ ار کر دی گئی جس سے بہت سے حضرات شریک
ہوئے اور انکی خاطر سے نمبر ۵-۶-۷-۸ مکرر چھپوایا جاتا ہے۔ آب آپ ہی خیال کر سکتے ہیں کہ ۳ر تو صرف محصول
ڈاک میں صرف ہوا۔ اب ۷ر میں کاغذ اور روشنائی کی قیمت جو عہ ریم سے کم کا کاغذ نہیں لگایا جاتا اور ملازمت
کا منشا ہو کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ نظر بوجوہ بالا یہ رائے حسبی قرار پائی کہ جلد آیندہ سے حجم اسکا ۴۸ صفحہ یا حسب ضرورت
۶۴ صفحہ کیا جائے اور سالانہ چندہ بجائے عہ کے ہے۔ عا مقرر ہو کہ دفتر کا نقصان نہ ہو جو عین قوم کا نقصان ہے
تا آن جو حضرات اس سال عہ پر خریدار ہیں یا ۱۰ ار پر اون کو ماہ ذیحجہ تک اسی حساب سے جائیگا اور نمبر ۱۲ کے پہنچتے ہی
میعاد معاہدہ ختم ہو جائیگی۔ آب کل حضرات چندہ الشمس عا یا بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں یا ویلیو کی اجازت
دیں کہ عا کا ویلو روانہ ہو مگر منی آرڈر کا آنا بہر طور موجب تخفیف زحمت ہے۔ آخر میں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے
کہ ابھی تک جو سلسلہ مناظرہ قایم تھا عام دلچسپی کا حصہ اوس میں کم تھا کیونکہ ایک حدیث کی صحت میں وقت عزیز
زیادہ صرف ہوا اور دیگر مطالب بھی ایسے ہی تھے کہ عام دلچسپی کم تھی مگر الشمس جلد ۲ سے وہ مضامین بالاویہ
ملینگے جن سے عام دلچسپی میں بھی ترقی ہو۔ کیونکہ ہمارے کرمفرمانے بحث تحریف قرآن میں بہت زیادہ
زور دیا ہے حالانکہ وہ تمام تر نصیحۃ الشیعہ جلد ۲ کا مال مسروقہ ہے جسکی دھجیاں مکرر سہ کرر اوڑ چکی ہیں
اوسپر انکو اس قدر ناز ہے کہ جلد ۲ کے شروع ہوتے ہی وہ فخر و مباہات کر رہے ہیں کہ اہل ایمان کا خون اس فروغ
بے فروغ پر جوش کھا رہا ہے اور اہل سنت کے صاحبان فہم شرما رہے ہیں مگر عوام نازان ہیں اور سمجھ نہیں سکتے
اگرچہ اس بحث تحریف قرآن کو بحث جمع کی سے کتاب مستطاب استقصاء الافحام نے طے کیا ہے اوسکی مدح و ثنا کسی طرح
ممکن نہیں مگر انشاء اللہ المستعان یہ بحث اب اسطرح طے کیا جائیگا کہ کبھی صاحب غیرت تو پھر اس کا نام نہ لیگا جیسا
جائیگا اس کا اتہام لگائے کہ شیعہ اس کے قایل ہیں۔ اب میں آپ حضرات سے ملتمس ہوں کہ اس تحریر پر بغور
ملاحظہ فرمائیے اور آیندہ کی خریداری و عدم خریداری سے بہت جلد مطمئن کریں کہ اس مادہ میں پھر نہ کچھ عرض کرنا پڑے

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ضوء الشمس نمبر ۶

میرے کرمفرما نے اپنے اخبار کے آخری نمبر مورخہ ۲۰ شعبان میں چلتے چلاتے یہ اندھیر کیا کہ رسالہ روشنی کی نسبت تحریف قرآن کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں " دیکھو سورہ نساء کی گیارہویں رکوع مین یہ آیت اس طرح ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا و اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم رسالہ روشنی کے مصنف نے اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ کو درمیان سے حذف کرکے رسالہ روشنی جلد دوم صفحہ ۱ میں اس آیت کو اس طرح لکھا افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم جملہ اذا جاءھم امر کے نکل جانے سے آیت کا مطلب کچھ سے کچھ ہو گیا " اس تقریر کو دیکھکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض شایان اہل علم نہیں کیونکہ ممکن ہے خود مصنف روشنی سے ایسی غلطی ہوئی ہو یا اون کے کاتب سے جو کاتبان حضرت عثمان سے زیادہ بالسواد نہ ہون گے جس کی نسبت وہ فرماتے ان فی القرآن لحنا سقیمۃ العرب

آخر ایسی غلطی آپنے بھی کی تھی کہ پہلے ہی نمبر کے صفحہ ۹ میں یا شعیب قد جادلتنا لکھ گئے جسپر ۱۲ شوال کو کسی حافظ کی اصلاح پر آپ کو یہ لکھنا پڑا " نمبر ۱ صفحہ ۹ میں غلطی سے یا شعیب قد جادلتنا لکھدیا گیا ہے حالانکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے صحیح ہے یا نوح قد جادلتنا "

کیون صاحب یہ تو اسوجہ سے کہ ۶ نمبر کے بعد آپنے شائع کیا غلطی ٹھہری اور مصنف روشنی جو نہ کسی اخبار ہفتہ وار کے ایڈیٹر ہیں جو غلطی کا اعلان کر سکیں محرف قرآن ٹھہرے خدا اسکو فہم سلیم عطا فرمائے۔

تنقید نجادی حصہ اول میں بخاری صاحب کی تحریف و یا اھل الکتاب میں دیکھ چکے ہیں جسپر کس قدر آپکے علما نے باتیں بنائیں اور حصہ ثانیہ میں بھی قد افلح المومنون کے متعلق تحریف بخاری صاحب ملاحظہ کر چکے اس پر بھی آپ کو عبرت نہ ہوئی۔

یہ بھی آپ لکھتے ہیں کہ مصنف روشنی کی غرض صرف ولو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منھم سے متعلق ہے پھر غیر متعلق الفاظ آیت میں کس نیت سے اونھون نے تحریف کی جو آپکو ایسا گمان ہوا کیونکہ اصل مطلب تو اسی سے ہے بحالت تنازع میں حکم رد الی الرسول والی اولی الامر مساوی طور پر ہے پھر وہ کیوں تحریف کرنے لگے۔ انصاف کیجیے تو سمجھ سے کام لینا چاہیے ناحق بدنام کرنے سے کیا حاصل۔

ایڈیٹر

امانت و دیانت کے خلاف ہے، جس سے بخاری صاحب کی امانت و دیانت سے دست برداری لازم ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے وہ الفاظ حدیث میں اصلاح دیدیتے ہیں نقل بالمعنی کہتے ہیں جیسا کہ مکرر مذکور ہوا۔

قولہ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے بہت زور و شور سے یہ اعتراض کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت حضرت ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے پھر انہوں نے حضرت کو لب یا زبان ہلاتے ہوئے کہاں دیکھا جو اسکی نقل کرنے لگے۔ پھر خود ہی اس اعتراض کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ ممکن ہے کہ آں حضرت نے حضرت ابن عباس کو اس واقعہ کی خبر دی ہو یا اور کسی صحابی نے جو اس واقعہ کیوقت موجود تھا انکو اس واقعہ کی اطلاع کی ہو اور پہلی ہی بات صحیح ہے کہ خود آں حضرت نے ان سے بیان کیا ہو۔

اقول افسوس کہ یہاں بھی خلاف دیانت کارروائی کیگئی کیونکہ دوسرے اعتراض کو ایڈیٹر صاحب بالکل کھا گئے حالانکہ وہ نہایت قوی اور تفریح بخش اعتراض ہے ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۶۴ یہ تیسرا اعتراض ہے جسکی نسبت ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "ایڈیٹر صاحب نے بہت زور و شور سے اعتراض کیا"، مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ اعتراض خواہ زور و شور سے ہو خواہ طوفان تلاطم سے خود علمائے اہل سنت کا ہے ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۶۵۔

قولہ اس جواب پر ایڈیٹر صاحب نے چار اعتراض کئے ہیں۔ **پہلا اعتراض** یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباس اس کو ضرور بیان کرتے کہ رسول اللہ نے بیان کیا یا فلاں صحابی نے حالانکہ یہ کچھ نہیں مذکور ہے۔ **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ صدہا واقعات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خود آپکی زبان مبارک سے سن کے روایت کئے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا یا مثلاً شیعہ اپنے آئمہ سے روایت کرتے ہیں اور ائمہ عام طور پر مروی عنہ کا نام نہیں لیتے پس جب انپر ضروری نہیں ہے تو حضرت ابن عباس پر کیوں ضروری ہوا کہ وہ اپنے مروی عنہ کی تصریح کریں خصوصاً جبکہ یہ معلوم ہے کہ صحابہ کے علوم کا ماخذ مشکوٰۃ نبوت ہے تو انھیں تصریح کی حاجت بھی نہیں بلکہ تصریح نہ کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ انھوں نے یہ واقعہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کبھی اور صحابی سے نہیں سنا۔

دوسرا اعتراض یہ کیا ہو کہ اگر بفرض محال حضرت نے خود حضور کسی زمانہ میں اس واقعہ کو بیان بھی کیا ہو تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت نے
اپنی اس حالت کو بھی دکھایا ہو جس حالت سے آپ اپنی زبان یا لبوں کو ہلاتے تھے کیونکہ یہ امر کوئی ایسا مخفی امر نہ تھا جسکی نقل کی ضرورت ہو
اور بغیر اس کے معلوم ہو گیا کیونکر لب یا زبان ہلائی جاتی ہو۔ جواب اس کا یہ ہو کہ بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ حالت بھی
انھیں دکھلائی اور گو لب یا زبان کا ہلانا مخفی امر نہیں ہے تو بھی اسکی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہو سکتے ہیں اصحاب رسول جس درجہ رسول
سے محبت رکھتے تھے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے آپ جانتے تھے کہ یہ میرے اصحاب میرے دلدادہ ہیں اور میرے
تمام احوال و اقوال و افعال کو بعینہا کما ہی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اسلئے آپ ان سے اپنی تمام حالات اسیطرح بسط و تفصیل کے ساتھ بیان
فرمایا کرتے تھے ایڈیٹر صاحب کو چونکہ معلوم نہیں کہ محبت والے دلونکی کیا حالت ہوتی ہو اور وہ اپنے محبوب کی ذری ذری سی بات
پر کسطرح جان دیتے ہیں اس لئے انہوں نے یہ اعتراض کر دیا ورنہ ذرا غور سے کام لیتے تو ہرگز انھیں اس اعتراض کا موقع نہ ملتا

بیت چو دل بہ نگارے نہ بستۂ ای مہ ترا ز حالت عشاق بے نوا چہ خبر۔

تیسرا اعتراض ایڈیٹر صاحب نے یہ کیا ہو کہ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت نے دوسری زمانے میں اسکی نقل فرمائی تو لازم آتا ہو کہ حضرت
نے امر منہی عنہ کی معاذ اللہ مخالفت کی ہو کیونکہ خدا تو منع فرماتا ہو اور آپ اوس حالت کے خلاف لبوں کو حرکت دیتے ہیں۔ جواب اس کا
نہایت افسوس کے ساتھ یہ ہو کہ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا نے صرف نزول وحی کے وقت لبوں کو حرکت دینے سے منع فرمایا
تھا نہ یہ کہ کسی وقت آپ حرکت ہی نہ دیں افسوس ایسی صاف بات کو بھی نہ سمجھیں اور بیہودہ بکا رہے ہیں اعتراض کرنے کے لیے قلم اوٹھا لیتے
چوتھا اعتراض یہ کیا ہو کہ اگر اس حدیث کے ناقل کوئی صحابی ہیں تو یہ حدیث اور بھی غارت ہوتی ہے کیونکہ بہ اصطلاح محدثین
یہ حدیث مقطوع ہوتی ہو پھر حدیث مرفوع متصل کہاں رہی جسکے بغیر صحت بے ممکن ہو۔ جواب اسکا یہ ہو کہ خود ابن حجر تصریح کر چکے کہ
یہی بات صحیح ہو کہ حضرت نے خود ابن عباس سے یہ واقعہ بیان کیا دکسی اور صحابی نے اس حدیث میں حضرت ابن عباس کا مروی عنہ کی تصریح
نہ کرنا صاف اسی امر پر دلالت کرتا ہو **اقول** جواب اول تو ایسا لاجواب ہو کہ انصاف آپ کا منہ دیکھ کر منہا کرے کیونکہ آپکے
علما کا تو یہ اعتراض ہو کہ جسوقت کا یہ واقعہ ہو اوسوقت تو ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے جو شریک واقعہ ہوتے اور بیان کرتے
کیونکہ اوسکے آٹھ نو برس بعد پیدا ہوئے اور اگر دوسرے سے سنکے بیان کیا تو نہ اوس شخص کا نام لیا جس سے سنا نہ کسی کا حوالہ دیا اس
اعتراض کے جواب میں یہ جواب کیسا لاجواب ہو کہ صدہا واقعات رسول اللہ کے صحابہ نے خود آپ کی زبان مبارک سے سن کے روایت
کئے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ ہم سے رسولخدا نے بیان فرمایا، کیونکہ جہاں اس قسم کا بیان ہوا ہو وہاں خود آپ کے علما نے اعتراض ہی کیا ہے
دیکھیے امام بخاری کی دوسری حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ اوس پر بھی اعتراض کیا گیا ہو کہ نہ حضرت عائشہ اوسوقت پیدا ہوئی
تھیں جو اوسوقت کا حال بیان کر رہی ہیں نہ اوس شخص کا نام لیا جس سے یہ حدیث اونہوں نے سنی ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۱۸
لغایت ۲۸۔ ایڈیٹر صاحب آپ کے صحابہ کے بیانات کی نسبت تو مختصر جرجانی میں ہو والضرب الثانی ما یختص بالضعیف الموقوف و
هو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا کان او منقطعا لیس بحجة علی الاصح ظفر الامانی یعنی دوسری قسم
جو خاص ہو بہ ضعیف وہ موقوف ہو جو روایت کیجائے صحابی کے قول سے یا فعل سے خواہ متصل ہو یا منقطع وہ کسی طرح حجت نہیں علی الاصح
یہی وجہ ہو جو شارحین بخاری نے اس حدیث پر اور نیز دوسری حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہ رہی کیونکہ نہ مرفوع تھی نہ متصل السند
ایڈیٹر صاحب کو مناسب ہو اون روایتوں کا نشان دیں جنہیں دو صحابہ نے خود آپکی زبان مبارک سے سن کے روایت کئے ہیں مگر یہ نہیں کہا
کہ ہم سے رسولخدا نے بیان فرمایا، کیونکہ جن روایات میں اسکی تصریح نہیں ہو کہ حضرت نے فرمایا وہ سب در اصل موقوفات سے ہو مگر بعض بعض نے ان
کو داخل مرفوع کہا ہو جس سے یہ سب خارج ہیں۔ یہ خوب لکھا کہ دو مثلا شیعہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں اور ائمہ عام طور پر مروی عنہ کا نام
نہیں لیتے ہو کیونکہ یہاں تو عصمت ہو جس سے کسی طرح کا احتمال ہی نہیں ہے بخلاف اہل سنت کے یہاں جہاں عصمت بالکل غائب ہو صرف
ان حضرات میں صدق کے قائل ہیں لہذا جو قول آنحضرت کیطرف منسوب ہوتا ہو بظاہر مقبول کیا جاتا ہو اور جو قول صرف صحابی کا ہو وہ حجت نہیں
ایڈیٹر صاحب اللہ دیانت کو ہاتھ سے نہ دیجیے آپ کے امام عسقلانی و عینی کا اصل اعتراض تو یہ ہو کہ ابن عباس اوسوقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے جو
حضرت کو لب ہلاتے دیکھتے پھر ایسا بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہو لہذا دو تاویل نکلتی ایک یہ کہ کسی صحابی سے سنا ہو دوسرے یہ کہ خود حضرت
سے سنا ہو مگر یہ تاویل ایسی لغو ہو کہ حاجت بیان نہیں کیونکہ بہر صورت یہ بیان کرنا ضروری تھا اس کا علم انکو کیونکر ہوا خود حضرت سے

سنا یا کسی دوسرے سے جب اسکو نہ بیان کیا تو یہ حدیث مرفوع نہوی بلکہ موقوف ہوئی جو نہ صحیح کہی جاتی ہے نہ حجت ہے رہا ایڈیٹر صاحب کا یہ جملہ "خصوصا جبکہ معلوم ہے کہ صحابہ کے علوم کا ماخذ مشکوۃ نبوت ہے" نہایت ہی مضحک ہے کیونکہ خود ہم میں لکھ چکے ہیں "اصطلاح اگر کوئی صحابی ایسی بات بیان کرے جس میں قیاس کو دخل نہیں مگر اس صحابی کی عادت معلوم ہو چکی ہے کہ وہ کتب بنی اسرائیل کے مضامین بھی کبھی کبھی بیان کر دیتا ہے تو اس صحابی کی یہ بات بھی حدیث مرفوع کے حکم میں داخل نہ ہوگی کیونکہ ممکن ہے اسنے یہ بات بھی کتب بنی اسرائیل سے اخذ کر کے بیان کی ہو" میرا مطلب اس عبارت سے یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب کا کلام خود اون کے کلام سے باطل ہے کیونکہ یہاں تو صحابہ کے علوم کو مشکوۃ نبوت سے ماخوذ بناتے ہیں اور وہاں دو ماخذ اور بیان کیا ہے ایک قیاس دوسرے کتب بنی اسرائیل سو تو اب میں آپکے کس کلام کی تصدیق کروں حالانکہ اس روایت کو اون سب احتمالات سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ بیان تو اوسوقت سے متعلق ہے جب وہ صحابی پیدا نہ ہوا تھا پھر کیونکر اوسپر اعتماد ہو سکتا ہے اور اگر آپ کا یہ قول مان لیا جائے "بلکہ تصریح نہ کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ اونہوں نے یہ واقعہ خود آں حضرت سے سنا ہے کسی اور صحابی سے نہیں سنا" تو آپکے کشف و کرامات میں کسی کو عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ عسقلانی صاحب تو یہاں دست پاچہ ہو کر یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے آں حضرت نے خبر دی ہو اور ممکن ہے دوسرے صحابی نے اور آپ یہ ترقی کرتے ہیں اولاً یہ کہ صحابی سے تو کبھی سنا ہی نہیں حضرت ہی سے سنا ہے یہ کشف نہیں تو اور کیا ہے ثانیاً آپ مبصرات کو سمعیات سے بنائے دیتے ہیں جو ایک دوسری کرامت ہے کیونکہ حدیث بخاری کا تو مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے آنحضرت کو لب ہلاتے ہوئے دیکھا اوسکی نقل اوتاری اور آپ یہ فرماتے ہیں "اونھوں نے یہ واقعہ خود آں حضرت سے سنا ہے" کیونکہ یہاں بحث سننے کی نہیں ہے بلکہ دیکھنے کی کہ لب ہلاتے ہوئے کبھی دیکھا۔

جواب دوم سب سے زیادہ قابل قدر ہے کیونکہ اس سے کمال درجہ کی جرات آپکی نمایاں ہے۔ عینی و عسقلانی تو یہ ممکن بھی نہیں کہہ سکتا ہے اور آپ فرمائیں بیشک رسولخدا صلعم نے اپنی وہ حالت دکھائی ایڈیٹر صاحب! فن حدیث ہے قدم پھونک پھونک کر رکھیے۔ روافض کا قتل آسان ہے مگر خدا کو کیا جواب دیجئے گا اپنے برادر خوارج کو کیا منہ دکھائیں گے جو بال برابر بھی صحیحین پہ آنچ نہیں دیتے۔ کیا آپ یہ افترا کر کے نکل جائیں گے اور کوئی اہل حدیث سے آپکا معترض نہ ہوگا۔

ایڈیٹر صاحب کی یہ موشگافی "اور گو لب یا زبان کا ہلانا مخفی امر نہیں ہے تو بھی اس کی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہو سکتے ہیں" نہایت ہی قابل داد ہے کیونکہ اب ہندوستان

میں نہ آپ سا کوئی محدث ہے نہ فقیہ لہذا ایک تاریخ اس کی مقرر کیجئے کہ لب یا زبان کی صورت اور کی طریقہ سے آپ ہلا سکتے ہیں تاکہ مشتاقان فن حدیث جمع ہوں اور دیکھیں آپ کی طرح لب یا زبان ہلا سکتے ہیں اگر کوئی ایسی فیس بھی مقرر ہو تو ازراہ کرم بذریعہ ٹیلیگراف مطلع فرمائے معلوم ہوتا ہے کہ کالستمھوں کے بعض فرقہ میں جو زبان ہلانے کا بوجہ رائج ہے اوسکا ماخذ یا منبع بھی حدیث صحیح بخاری ہے۔

اڈیٹر صاحب دنیا بہت سیانی ہو گئی۔ عقل کی روشنی تمام عالم کو منور کر رہی ہے کیوں ایسی باتیں لکھتے ہیں۔ جن پر بچے بھی مضحکہ کریں

آپ کے صحابہ کا آں حضرت سے محبت رکھنا تو خود اسی سے معلوم ہو گیا کہ وہ بنی اسرائیل کی کتابوں کی طرف رخ کرتے یہ تو علم کا حال ہے اور لڑائیوں کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ جنگ احد جنگ خیبر جنگ حنین میں آپ کے صحابہ نے کس درجہ اظہار محبت کیا ہے اور بعد وفات جو کیا اوس کے قدردان تو آپ ہی ہوں گے خدا کرے کہ آپ کے فرقہ کا ہر شاگرد اپنے اوستاد کے ساتھ وہی کرے جو صحابہ نے کیا اور آپکو عملدرپیس وملازمین وو فتر سے وہی امید رکھنی چاہئے جو صحابہ کا طرز عمل تھا جناب رسالت مآب ص کے ساتھ۔

اگر محبت اسی کا نام ہے تو افسوس کہ اون معظمات نے اون حالتوں کو کیوں کر تبایا ہوگا جنہیں آپ دکھانا ضروری جانتے ہیں۔

جواب سیوم فی الجملہ درست ہے کیونکہ تعلق نہی وقت نزول وحی سے ہے مگر جن لوگونکو سیرت نبوی کی اطلاع ہے وہ اولاً بخوبی جانتے ہیں کہ جس امر کی ممانعت خداوند عالم کی طرف سے نازل ہوئی پھر حضرت نے کبھی بطور نقل بھی اوسکو نہ کیا۔ ثانیاً یہ امر بھی ایسا نہ تھا کہ بغیر نقل معلوم نہ ہو سکے پھر ایسا فعل لغو کیوں کرنے لگے۔

جواب چہارم بھی خلاف دیانت ہے کیوں کہ آپ فرماتے ہیں خود ابن حجر تصریح کر چکے کہ یہی بات صحیح ہے حالانکہ یہ محض اتہام ہے کیونکہ ابن حجر تو لکھتے ہیں "لکن یجوز ان یکون جائز ہے" اور آپ لکھتے ہیں کہ تصریح کر چکے۔ ابن حجر اس احتمال کو صواب کہتے ہیں جس سے اوس احتمال کی اولویت نکلتی ہے اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ ابن حجر تصریح کر چکے کہ یہی بات صحیح ہے" جو سراسر

اتہام ہے کیونکہ آپ کا طرز کلام کہہ رہا ہے کہ آپ حاصل مطلب ابن حجر کو نقل کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اڈیٹر صاحب! یہ فن حدیث ہو اس میں آپ کے امام اعظم کو تو مداخلت نہ ملی پھر آپ کس شمار میں ہیں جو اس کی ہڈی پسلی توڑ رہے ہیں۔ آپ کے چاروں جوا کے جواب میں علامہ عینی کی یہ عبارت کافی ہے فان قلت کیف قال فی الاول کان یحرکھما وفی الثانی بلفظ رایت قلت العبارۃ الاولی اعم من انہ رای بنفسہ تحریک رسول اللہ صلعم ام سمع انہ حرکھما کذا قال الکرمانی ولا حاجۃ الی ذلک لان ابن عباسؓ لم یر النبی صلعم فی تلک الحالہ لان سورۃ القیامہ مکیۃ باتفاق ولم یکن ابن عباسؓ اذذاک ولد لانہ ولد قبل الھجرۃ بثلاث سنین والظاھر ان نزول ھذہ الایات کان فی اول الامر ولکن یجوز ان یکون النبی صلعم اخبرہ بذالک بعد او اخبرہ بعض الصحابہ انہ شاھد النبی واما سعید ابن جبیر فرائی ذلک من ابن عباس بلا خلاف۔ ومثل ھذا الحدیث یسمی بالمسلسل بتحریک الشفہ لکن لم یتصل تسلسلہ وقل والمسلسل الصحیح صفحہ ۸۶۔

یعنے ابن عباس کا یہ کہنا کہ رسول اللہ حرکت دیتے تھے دونوں کو عام ہو اس سے کہ خود ہلاتے دیکھا ہو یا کسی سے سنا ہو۔ یہ قول کرمانی ہو جو ایک طرح سے درست ہو مگر عینی اسکو رد کرتے ہیں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ ابن عباس نے اس حالت میں حضرت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ سورہ قیامہ مکی ہے جو ابتدائے بعثت میں نازل ہوا اور ابن عباس کی ولادت قریب زمانہ ہجرت ہو پھر یہ کیونکر دیکھ سکتے تھے اب دو ہی صورت ہو ایک یہ کہ حضرت نے دوبارہ ان کو دکھایا ہو دوسرے یہ کہ کسی دوسرے صحابی نے کہا ہو (مگر یہ دونوں احتمال شارح کے دماغ میں پیدا ہوئے نہ لفظ حدیث سے) یہ حدیث مسلسل بتحریک الشفہ کہلاتی ہو لیکن نہیں متصل ہے تسلسلہ اور بہت کم مسلسل صحیح ہوتی ہے۔

یوں تو پوری عبارت اڈیٹر صاحب کے رد کو کافی ہے مگر آخری فقرہ لکن لم یتصل تسلسلہ تو نص قاطع ہے اون کی تکذیب پر۔

بخاری صاحب نے محض اسی غرض سے کہ یہ حدیث متصل ہے یہ ترکیب کیا تھا کہ کان یحرک لکھا جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے کرمانی بھی سمجھ گئے کہ اصل مطلب یہ ہے مگر عینی وعسقلانی نے پردہ فاش کر دیا کہ اوس وقت تو ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے پھر دیکھئے کیونکر۔ لہذا یہ تاویل کی کہ ممکن ہے رسول اللہ سے کسی وقت سنا ہو جس کے لئے ابن حجر ایک روایت کا بھی حوالہ دیتے ہیں دوسری تاویل یہ کی کہ ممکن ہے کسی صحابی سے سنا ہو مگر آخر دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو گیا علامہ عینی کو صاف کہدینا پڑا لکن یتصل بسلسلہ پھر فرمائے جب اتصال نہ ہوا تو صحت کہاں رہی۔

اب اس کے ساتھ پانچوان اعتراض اور سنئے قال الکرمانی فان قلت القرآن یدل علی تحریک رسول اللہ لسانہ لا شفتیہ فلا تطابق بین الوارد والمورود فیہ قلت التطابق حاصل لان التحریکین متلازمان غالبا او لانہ کان یحرک الفم المشتمل علی اللسان والشفتین فیصدق کل منہما وتبعہ بعض الشراح علی ہذا و ہذا تکلف وتعسف بل انما ہو من باب الاکتفاء والتقدیر وکان مما یحرک شفتیہ ولسانہ کما فی قولہ تعم سرابیل تقیکم الحر ای البرد ویدل علیہ روایۃ البخاری فی التفسیر من طریق جریر فکان مما یحرک لسانہ وشفتیہ والملازمۃ بین التحریکین ممنوعۃ علی ما لا یخفی وتحریک الفم مستبعد بل مستحیل لان الفم اسم لما یشتمل علیہ الشفتان وعند الاطلاق لا یشتمل علی الشفتین ولا علی اللسان لا لغۃ ولا عرفا فافہم عینی ص ۸۶

کہا کرمانی نے اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن تو اسپر دلالت کرتا ہے کہ حضرت صرف اپنی زبان کو حرکت دیتے تھے نہ لبونکو اور بخاری میں لبوں کی حرکت کو لکھا ہے تو وارد و مورود فیہ مطابقت کہاں رہی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زبان اور لب کی حرکت میں لزوم ہے یا چونکہ حضرت فم (منہ) کو حرکت دیتے تھے جو زبان اور لب دونوں کو شامل ہے لہذا دونوں درست ہے۔ عینی کہتے ہیں کہ یہی جواب دوسرے شارحین نے بھی دیا ہے (غالبا اشارہ ہے ابن حجر عسقلانی کی طرف) مگر یہ سب تکلف بلکہ تعسف ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ یہ باب اکتفا سے ہے کہ ایک کو کہا دوسرے کو نہ کہا جو خود ضمنا سمجھا جائیگا جیسا کہ کلام اللہ سرابیل

تقیکم الحر، میں ہے کہ برد اوس میں خود بخود آجاتا ہے اور یہ جو کہا کہ تحریک لسان کو لب کا ہلانا لازم ہے ممنوع ہے اور فم (منہ) کا ہلانا مستبعد ہے بلکہ محال ہے کیونکہ اگرچہ فم اوسکو کہتے ہیں جو لب اور زبان دونوں کو شامل ہے مگر جب بطور اطلاق استعمال ہوتا ہے تو وہ لب اور زبان پر نہیں مشتمل ہے نہ لغۃً نہ عرفاً۔
اس تحریر سے آپکو معلوم ہو گیا کہ باوصفیکہ سبکو اقرار ہے۔ حدیث قرآن کے خلاف ہے جس سے کہ یہ کم اسکی عدم صحت کا اقرار کرنا لازم تھا مگر یہ عظمت اسکی مانی گئی ہے کہ اسکی خاطر خود قرآن میں تاویل کر دیا کرمانی نے تو کہا کہ دونو میں تلازم ہے جب زبان ہلی تو لب بھی ضرور ہلیگا۔ مگر الحمد للہ کہ عینی نے اسکو باطل کر دیا۔ کرمانی نے دوسری تاویل یہ کی کہ اپنے حل سے منہ کا ہلانا بتایا تا کہ قرآن بھی سچا ہو اور صحیح بخاری بھی سچی رہے مگر عینی نے کہدیا یہ تو محالات سے ہے جس سے یہ بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن بھی سچا رہے اور صحیح بخاری بھی سچی رہے محال ہے۔ ان دونو تاویلوں کو عینی صاحب نے غلط بتا کر یہ ادپچ نکالی کہ یہ من قبیل الاکتفا ہے کہ ایک کا ذکر کریں جس سے دوسرا خود سمجھ میں آجائے جسکی اصلی غرض وہی ہے کہ قرآن بھی سچا اور صحیح بخاری بھی سچی۔ مگر افسوس کہ خود تو تلازم کو ممنوع کہہ چکے ہیں پھر باب الاکتفا میں کیونکر داخل ہو سکتا ہے۔
اگر علامہ عینی کو اس قدر بھی یاد رہتا کہ وہ اس حدیث کا نام مسلسل بتحریک الشفہ رکھ چکے ہیں تو بھی یہ جواب نہ دیتے کیونکہ اعلام تو تعیین ہوتے ہیں۔

قوله اصلاح کے ایڈیٹر صاحب نے تنقید صحیح بخاری کے ضمن میں تحریف قرآن کی بحث بھی چھیڑ دی ہے اس امر کا صاف انکار کیا ہے کہ شیعوں میں کوئی شخص قرآن میں زیادتی کا قایل نہیں ہے حالانکہ ہم کتب شیعہ سے اس مضمون کی صریح روائتیں نقل کر چکے ہیں کہ قرآن میں منافقوں نے بہت کچھ بڑھا دیا احتجاج طبرسی میں باین لفظ مذکور ہے وزادوا فیہ ما ظہر تناکرہ و تنافرہ یعنی منافقوں نے قرآن میں وہ چیزیں بڑھا دیں جنکا ناپسند اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے پھر ہم کتب شیعہ سے اس امر کا اعتراف بھی نقل کر چکے ہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی اور علی بن ابراہیم قمی وغیرہ جیسے بزرگوں پیشوایان مذہب شیعہ قرآن میں کمی اور زیادتی اور تغیر و تبدل کے معتقد تھے باوجود ان صاف اور صریح اقوال و روایات کے ایڈیٹر صاحب کا یہ لکھدینا کہ شیعوں میں زیادتی قرآن کا کوئی قائل نہیں لیکن تعجب انگیز امر ہے مگر حضرات شیعہ سے ایسی باتوں کا ظہور ہونا کوئی باعث تعجب نہیں ہے۔ بعد اسکے ایڈیٹر صاحب اصلاح نے اہل سنت کی روایات سے تحریف قرآن کا ثبوت پیش کیا ہے وہی روائتیں ہیں جو مولوی حامد حسین صاحب

نے استقصا میں لکھی ہیں جنکی نقلیں ہم آجکل چھپوا رہے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے آخر خود بھی استقصا کا حوالہ ظاہر کر دیا ہے۔ تنقید صحیح بخاری پر ایڈیٹر صاحب کو ٹرانا ہے اسکی یہ حقیقت ہے اور یہ حالت ہے اس حالت پر کون ذی علم اوسکی طرف التفات کر سکتا ہے۔ اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کو لازم ہے کہ وہ ہمارے جوابات کو با تہذیب و متانت سے رد کریں ورنہ آیندہ کبھی انکی کوئی تحریر قابل التفات نہ سمجھی جائیگی۔ صحیح بخاری کے اوپر قلم اوٹھانا کچھ آسان نہیں خود امام مصنف رحمہ اللہ نے اور ان کے زمانے کے بڑے بڑے محدثین نے نہایت جد وجہد لیور کوشش و کاوش سے جانچ کرنے کے بعد اسکو اصح الکتب کا لقب دیا ہے اور پھر صدیوں تک جماعت محدثین اسکی تنقید کرتی رہی۔ صحیح بخاری پر اعتراض کرنے میں مولوی حامد حسین صاحب با مشہور مناظر تو ایسی شرمناک کارروائیوں میں مبتلا ہو چکا ہے کہ بنیاد بخدا اجتیرا اور کسی سے کیا امید کیجائے مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض کرنے کے لئے منکر کو موضوع کے معنی میں لیا حالانکہ اصول حدیث میں صاف تصریح موجود ہے کہ منکر موضوع کی قسم نہیں ہے پھر ایسی دو حدیثیں جنمیں کسی قسم کا اتحاد نہیں ہے نہ باعتبار سند کے نہ باعتبار متن کے ان کو ایک کہنا پڑا ابن جوزی کی جرح پر باوجودیکہ وہ خود ہی اسکو غیر معتبر کہہ چکے تھے انھیں اعتبار کرنا پڑا جیسا کہ ہم اپنے مناظر کی ابتدا میں اس مقام کو ظاہر کر آئے ہیں۔ جب آپکو یہ بھی نہیں معلوم کہ بخاری میں تکرار احادیث کی کیا حکمت ہے اور کثرت طرق سے کیا مقصد ہوتا ہے اور متابعت کس لئے لاتے ہیں تو ایسی حالت میں آپکا صحیح بخاری پر طعن کرنا نہایت ناموزوں ہے آیندہ آپکو اختیار ہے اس عہد نامہ سے تو بہتر یہ کہ صحیح بخاری پر اعتراض کرنا آپ کے لئے موزوں ہے کہ آپ کے اسلاف نے قرآن عظیم پر جو کتاب اللہ ہے اعتراض کیے تھے لہذا آپ کو کم از کم کتاب الرسول پر اعتراض کرنا چاہئے۔

اقول افسوس خدا خیر کرے کہ آپنے پہلے ہی جملے سے غلط بیانی شروع کی کیونکہ ہم اب تو آپ **جواب تنقید صحیح بخاری** کو تمام کر رہے ہیں پھر غلط بیانی کا حوصلہ کیوں نہ پورا کر لیا جائے برائے خدا تنقید بخاری صفحہ ۶ ملاحظہ فرما کر انصاف سے کہئے کہ ناقد علام نے بحث تحریف قرآن چھیڑی ہے یا آپکے امام عسقلانی نے جنہوں نے فرمایا زعم بعض الرافضة انه سقط من السورة شئ ليس جب آپ کے عسقلانی صاحب نے شیعوں پر یہ الزام لگایا تو اوسکا جواب دینا ضروری تھا یا نہیں؟ اور یہ بتانا مناسب تھا یا نہیں کہ یہ زعم روافض ہی نہیں ہے بلکہ آپ کے کل یا اکثر ائمہ خوارج کا بھی یہی عقیدہ ہے

الحمدللہ کہ خود آپ نے بھی شیعوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ زیادتی کے قائل نہیں اپنا اخبار مورخہ ۲۰ ذی الحجہ نمبر ۱۶ ملاحظہ فرمائیے جس میں تفسیر مجمع البیان کی عبارت آپ نقل کرتے ہیں فاما الزیادۃ فمجمع علی بطلانہ۔ احتجاج طبرسی میں ہرگز یہ مضمون نہیں ہے کہ منافقوں نے اپنے الفاظ بڑھائے ہوں بلکہ جملہ ما ظہر تناکرہ وتنافرہ بصراحت اسکا کاشف ہے کہ ترتیب آیات وسورہ میں ایسا تغیر کیا گیا جسکا تنافر وتناکر ظاہر ہو نہ جیسا کہ ابن مسعود قائل تھے تنقید بخاری میں جو نمونہ آپ کے تحریف قرآن کا دکھایا گیا ہے اگرچہ اصلی غرض تو اوسکی رد کلام عسقلانی سے متعلق تھی مگر آپ کے سمجھنے کو بھی کافی تھا کہ جب آپ کے پیشوایان دین بلکہ صحابہ خیر المرسلین کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ہم کو بھی مثل عثمان تسلط ملتا تو ہم بھی اون کے قرآن کے ساتھ وہی کرتے جو اونھوں نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا۔

پھر افسوس کہ اسپر آپ سر بگریبان نہیں ہوتے اور تحریف قرآن کا نام شیعوں کے سامنے لیتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب بیشک استقصاء الافحام کا حوالہ تنقید بخاری میں دیا گیا ہے کیونکہ وہاں تفصیلی بحث ہے مگر اوس کے ساتھ اصل روایات بھی آپ کی پیش کیگئی اور عسقلانی صاحب کے اعتراض کا جواب دیا گیا۔ رہی آپکی گہر افشانی استقصاء الافحام کے متعلق۔ بس انشاء اللہ جواب اوسکا مفصل بحث تحریف قرآن میں ملاحظہ فرمائیے گا لیکن اہل فہم کی غیرت کیلئے یہی کافی ہے کہ ایک حدیث صحیح بخاری کے اثبات صحت اور جواب استقصاء الافحام میں آپ کے اخبار کی ایک سال کی عمر تمام ہوئی اور کچھ نہ بنا سکے تو آئندہ کیا امید ہے۔

الحمدللہ کہ تنقید بخاری کا سکہ اور چمک گیا اور نقد التنقید نے بتا دیا کہ صحیح بخاری کیسی کتاب ہے کہ ایک جملہ بھی اوسکا بقاعدہ تنقید صحیح نہیں ٹھہرتا پھر کس حوصلہ پر آپ یہ فرماتے ہیں "اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کو لازم ہے کہ وہ ہماری جوابات کو باقاعدہ تہذیب ومتانت سے رد کریں" کیونکہ آپ کو ملاحظہ نقد التنقید سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ کل اعتراضات آپکے مدفوع ہیں اور صاحبان عقل سلیم کے نزدیک کسی طرح نہ قابل التفات ہیں نہ قابل تسلیم کیونکہ اولاً تو آپنے جواب لکھنا شروع کیا درمیان سے ابتدائی حصہ چھوڑ دیا جو آداب فن مناظرہ کے بالکل خلاف ہے۔ ثانیاً اپنے سلسلہ جواب حدیث پنجم پر تمام کردیا —— حالانکہ حدیث ششم او رہفتم تو بالخصوص نہایت معرکہ آرا حدیث ہے جسکی شرح میں آپ کے بڑے بڑے شارحین کے دماغ بیکار ہو گئے۔ ملاحظہ ہو تنقید بخاری صہ ۴۷ لغایت صہ ۹۲ ثالثاً آپنے جا بجا بہت سے اعتراضوں سے چشم پوشی کرلی ہے اور اوسکے جواب سے بالکل اعراض کیا جو ایماندارانہ مناظرہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں "بعض اعتراضات صحیح بخاری پر وارد کئے ہیں انمیں سے کچھ تو شارحین صحیح بخاری پر ہیں جن کو تنقید بخاری میں شامل کرنا ایک درجہ خلاف موضوع اور خارج از مبحث کہنا نازیبا نہیں ہے لہذا ہم بعض ان اعتراضات کو بالفعل نظر انداز کرتے ہیں" جس سے بصراحت آپکی ہٹ دھرمی نمایاں ہے

یہ جملہ نہایت ہی عجیب ہے "صحیح بخاری کے اوپر قلم اوٹھانا آسان نہیں" جسکا جواب خود تنقید بخاری آپکو دے رہا ہے چنانچہ اکثر ناقد علام فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی تنقید میں تو ہمکو وہ دقت بھی نہیں ہوتی جو کسی معمولی کتاب مناظرہ میں ہوتی ہے کیونکہ یہاں تو شارحین بخاری نے خود ایسا دروازہ کھول دیا ہے کہ آنکھ بند کرکے جس کا جی چاہے چلا جائے۔

امام بخاری کا اس کو اصح الکتب کہنا تو آج تک کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا۔ اور بخاری صاحب نے اپنے مریدوں

سکے خوش کرنیکو جو جو فقرے گڑھے تھے کہ مسجد الحرام میں لکھا بین القبر و المنبر لکھا یا غسل کر کر کے لکھا دو دو رکعتیں نماز پڑھ پڑھ کے لکھا اوسکا حال معلوم ہو چکا اور یہ امام مسلم سے لیکر آج تک علما محدثین نے جس جس طرح اس کی عزت افزائی کی سب کا جیسو وہ آپ دیکھ چکے اس پر بھی جو آپ اس طرح کی لن ترانی لیتے ہیں تو بجز اسکے کہ خود میں شرما جاوں اور کیا عرض کر سکتا ہوں ۔ جناب حجۃ الاسلام مصنف استقصاء الافحام اعلی اللہ مقامہ نے جرح و قدح صحیح بخاری سے اسلامی ملک پر احسان کیا ہے کہ اوسکا حال تو آپ ہی کا دل جانتا ہوگا جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ آپ کو ابتدائی حدیثوں پر اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوئی ۔ درمیانی گیارہ حدیثوں کو چھوڑ کر بارہویں حدیث پر پہونچے جناب مصنف ابن الجوزی ہی کا قول لکھا تھا اور وہ ایسا صاف تھا کہ مزید توضیح کی ضرورت نہ تھی آپ نے اوس کو غنیمت سمجھا اور اعتراض کر بیٹھے جس میں آپکو سال بھر الجھن رہی ۔ الشمس نمبر ۴، ۷، ۹ نے ایسا ناطقہ بند کیا کہ آخر آپ کو اعلان کرنا پڑا کہ الشمس کے جواب میں اب میں خود کچھ نہ لکھوں گا۔

کرم فرمائین ! جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے منکر کو بمعنی موضوع فرمایا ہے اصل عبارت غور سے پڑھیے اور بفرض تسلیم اسمیں کسیطرح کی غلطی نہیں کیونکہ امام مسلم بھی منکر کو بمعنی موضوع لیتے ہیں اور امام بخاری فرماتے ہیں جسکے حق میں میں منکر کہوں اوس سے روایت حلال نہیں تو کیا یہ شان غیر موضوع کی ہو سکتی ہے

اتحاد سند و متن روایت صحیح بخاری و ابن الجوزی کے اعتراض میں آپ نے ایسی سکندری کھائی کہ اپنے امام سیوطی کی صریحی غلطی کا آپکو بصراحت اقرار کرنا پڑا حالانکہ یہ قول وہ تین مرتبہ فرما چکے ہیں اور بقول آپ کے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب کے جو سیوطی کے قول کا اعتبار نہ کرے وہ قابل خطاب نہیں بلکہ مستحق زجر و عتاب ہے۔
الشمس نمبر ۹ میں آپکے علامہ عسقلانی کا قول باتحاد حدیثین لکھا گیا ہے دیکھئے اونکی کن لفظوں سے عزت افزائی ہوتی ہے۔
جرح ابن الجوزی کا نا معتبر ہونا اور پھر اوس سے استدلال کرنا اہل سنت کا اور اعتراض تناقضہ کا صادر ہونا سب لکھا جا چکا ہے۔

تکرار احادیث صحیح بخاری کے فوائد جو آپ نے فرمائے اگرچہ آپکی روشن ضمیری کی کافی دلیل ہے مگر افسوس آپکے علما نے حتی کہ خود شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی عبد الحی صاحب نے بھی اسکی قدر نہ کی اور صحیح مسلم و ترمذی وغیرہ کو اس تکرار بیکار کی وجہ سے بھی بخاری پر مرجح کہا اس سے بڑھ کر آپ کی تصدیق کیا ہو سکتی ہے

رہا یہ کہنا کہ ”آپ کے اسلاف نے قرآن عظیم پر جو کتاب اللہ ہے اعتراضات کئے تھے“ پس ایسے شخص کو جو حنفی المذہب ہو کسیطرح زیبا نہیں کیونکہ آپکے امام اعظم اس قرآن کی نسبت فتوی دے چکے ہیں کہ سورہ فاتحہ خون سے یا پیشاب سے لکھا جا سکتا ہے بغرض شفا اسیطرح آپکے علما جو قرآن کو تبرک کا معلم بتاتے ہیں اور ہزاروں غلطیوں کے قائل ہیں انشاء اللہ مسئلہ تحریف قرآن میں بہ تفصیل مذکور ہوگا۔ ایڈیٹر صاحب کی یہ آخری تحریر تھی جو تنقید بخاری کے جواب میں لکھا۔ آخر حدیث پر جو تنقید بخاری میں دس اعتراض کئے گئے تھے صفحہ ۶۴ لغایت ۹۲ نہ اوس کا کچھ جواب دیا نہ ابتدائی حدیثوں پر جو اعتراضات ہوئے اوسکا کچھ جواب دیا پھر ایسی تحریر جسکا سر ہو نہ پیر وہ کسکے نزدیک قابل التفات ہو سکتی ہے اور یہ کون سی ایمانداری کا طریقہ ہے کہ اول و آخر چھوڑ کر درمیان سے چند صفحوں کو منتخب کرے اور اوسپر دو چار مہمل اعتراض کر کے جہال میں مشہور کر دے کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا جو امر محال ہے۔ واللہ بالغ امرہ و سیبلغ الکتب

ھذا آخر الکلام و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خیر الانام و آلہ الغر الکرام

اسکی موہم ہے کہ کل ابواب تحفہ کا جواب اس میں دیا گیا ہے۔

یہ فقرہ اور بھی قابل تعریف ہے "عبقات کی دو سو جلدیں بیان کیجاتی ہیں جس میں تیئس چھپ چکی ہیں اور اونکو میں نے جیدہ جیدہ مقامات سے دیکھا ہے" کیونکہ عبقات کا دو سو جلد ہونا تو ان کا سمعی جملہ ہے جسے لوگوں سے سنا مگر ۲۳ جلدوں کے چھپنے کو خود بیان کر رہے ہیں کہ "۲۳ جلد چھپ چکی اور میں نے جیدہ جیدہ مقامات سے دیکھا ہے" حالانکہ یہ ایسا جملہ ہے کہ جس سے اڈیٹر اصلاح کے اوس قول کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے جو اونھوں نے لکھا تھا "بخلاف کتاب مستطاب استقصاء الافحام کے جسکا نام اگر وہ خواب میں بھی سن پائیں تو نیند ہی اوچٹ جائے اور صورت دیکھنے والے تو شاید مولوی صاحب بھی نہ ہوں گے الا اینکہ کسی صحاف کی دوکان پر دیکھا ہو" جیسے لائق اڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار مورخہ ۲۱ ربیع الاول میں نقل بھی کیا ہے کیونکہ عبقات الانوار کی بہ وجوہ اس وقت تک حسب ذیل جلدیں چھپ چکی ہیں۔

حدیث غدیر ۴ جلد حدیث منزلت ۲ جلد حدیث ولایت ۲ جلد حدیث نور ۲ جلد حدیث تشبیہ ۲ جلد حدیث طیر ۲ جلد حدیث ثقلین ۱ جلد حدیث مدینہ ۱ جلد حدیث سفینہ ۱ جلد۔

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ انکو ابھی تک ان کتابوں کی زیارت نہیں نصیب ہوئی ورنہ یہ نہ فرماتے "تیئس جلدیں چھپ چکی ہیں اور میں نے جیدہ جیدہ مقامات سے دیکھا"، بہرحال اصل یہ ہے کہ ان حضرات کی جو کارروائی ہے وہ سمعی شہادت پر ہے نہ کہ اپنی ذاتی تحقیقات پر۔ چونکہ شیعوں کو سنا تھا کہ عبقات کی ۲۳ جلدیں ہیں اس سے اونکا دماغ متاثر ہوا اور سب کو لکھ دیا اور یہ نہ دریافت کر سکے کہ یہ تئیس جلد کا دعوی صرف مطبوع کی نسبت ہے یا مطبوع و غیر مطبوع سب اسمیں داخل ہیں۔ اور دو سو جلدیں اوسکی بہ نسبت کل مجلدات کے ہے کیونکہ یہ تئیس جلد تو صرف بحث امامت سے متعلق ہے جس کا دو منہج ہے منہج اول میں اون آیات سے بحث ہے جن کے مثبت امامت ہونے سے شاہ عبد العزیز صاحب کو انکار ہے۔ اسکی ابھی کوئی جلد نہیں چھپی۔ اور دوسرا منہج احادیث سے متعلق ہے جسمیں سے شاہ صاحب نے بارہ حدیثیں منتخب کی تھیں اور اون پر اعتراض کیا تھا اونھیں کا جواب ان مجلدات میں دیا گیا جو چھپ چکیں اور کچھ باقی ہیں۔ میرے اس قول کی تصدیق کہ اڈیٹر صاحب کو ان مجلدات کے دیکھنے کا خود اتفاق نہیں ہوا اس جملہ سے بھی ظاہر ہے کہ اڈیٹر صاحب اپنے اخبار مورخہ ۲۸ ربیع الاول نمبر ۲۷ میں قمطراز ہیں

"ایکروز اتفاق سے ایک شیعی کرمفرما کے پاس عبقات الانوار کی پہلی جلد بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا"
ناظرین باانصاف اس جملہ کو پہلے جملہ سے ملائیں جن میں فرماتے ہیں "عبقات الانوار کی دو سو جلد بیان کی جاتی ہیں جنمیں سے تیئس جلدیں چھپ چکی ہیں اور اونکو چیدہ چیدہ مقامات سے میں نے دیکھا ہے"!
آخر انمیں سے کون ساجملہ صحیح ہے اور کون سا غلط ازراہ کرم ظاہر فرمائیں۔
الحاصل استقصاء الافحام میں صحاح ستہ اہل سنتہ کی جو حالت دکھائی گئی ہے وہ سب کے پیش نظر ہے عیاں راچہ بیاں۔ اور صحیح بخاری کے اصح الکتب ہونیکے دعوے کی غلطی خود استقصا اور عبقات سے آپکے پیش نظر ہے اور تنقید بخاری اور نقد التنقید نے تو اور بھی انکی قلعی کھولدی پھر فضول تقریر سے کیا فائدہ۔
الحمد للہ کہ آپنے جناب حجۃ الاسلام کے کلام کو نقل کرکے اور اوسکا ترجمہ اردو میں لکھکر اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا کیونکہ آخر اس سواد اعظم میں کچھ لوگ تو ضرور سمجھدار ہوں گے۔ خوف خدا اونکو ضرور دامنگیر ہوگا اون احادیث کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے جن کی موضوعیت اور عدم صحت استقصا میں دکھائی گئی ہے جس سے امید واثق ہے کہ کچھ لوگو نپر انکشاف حال ضرور ہوگا اور وہ سمجھینگے جس کتاب میں اس قدر موضوعات بھرے ہیں اوس کو اصح الکتب کا خطاب کس قدر نازیبا ہے۔
ایڈیٹر صاحب نے جو عبارت استقصاء الافحام سے نقل کی ہے وہ صفحہ ۸۶۲ میں ہے اور جز آئیں واقع ہے ابتدائے کلام کے جس میں اسکو بیان کیا ہے کہ چونکہ مولوی حیدر علی صاحب نے احادیث شیعہ پر بہت کچھ استہزا کیا ہے لہذا اس کے معارضہ میں میں بھی احادیث اہل سنتہ کی حالت دکھاتا ہوں اسکے بعد علمائے اہل سنتہ کے عموم اعتراضات اور مقدوحیت صحیحین بلکہ صحاح ستہ اور پھر اوسکی عظمت کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ اوس کا مزہ قلوب مخالفین سے بھی پوچھنا چاہئے۔ یہ سلسلہ صفحہ ۹۲۷ پر ختم ہوا اور یہاں سے علیحدہ علیحدہ ایک ایک حدیث کی موضوعیت اور عدم صحت کا بیان شروع ہوا ہے جس میں پہلی حدیث تو یہ ہے کہ جب حضرتؐ نے عائشہ سے عقد کا قصد کیا تو ابوبکر صاحب نے کہا آپ تو میرے بھائی ہیں یہ عقد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی عدم صحت کو قول مغلطائی سے ثابت کیا ہے اور اس کا جواب جو عسقلانی نے دیا تھا اوس کو رد کیا۔
دوسری حدیث یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ بروز قیامت اپنے باپ آذر

کافر کی شفاعت میں خدا سے جھگڑینگے اس حدیث کا غیر صحیح ہونا کلام اسمٰعیلی سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر عسقلانی کے جواب مہمل کی حقیقت کھولی گئی ہے۔

تیسری حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ نے ابی بن ابی سیون منافق کے جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو عمر صاحب نے حضرت کا دامن پکڑ کے کھینچا کہ آپ منافق کی کیوں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع کیا ہے اس کا غیر صحیح ہونا قاضی ابوبکر باقلانی و امام الحرمین و غزالی و داودی کے کلام سے ثابت کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تین مرتبہ جھوٹ بولے اسکی موضوعیت تفسیر کبیر فخر رازی سے ثابت کیگئی۔

پانچوین حدیث یہ ہے کہ ایک نبی نے چیونٹیوں کو جلادیا تھا اس پر خدا کا عتاب نازل ہوا اسکی حقیقت کلام فخر رازی سے نہایت لطیف طور پر دکھائی گئی ہے۔

چھٹی حدیث یہ ہے کہ حضرت نے زید بن عمرو بن نفیل کو حکم دیا کہ بتوں کے چڑھاوے کا گوشت کھائے اور وہ انکار کرتا تھا اس حدیث کی موضوعیت جن ادلہ سے ظاہر کی گئی ہے اجمالا اسکا بیان نہیں ہوسکتا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۹ نغایت ۹۶۲۔

ساتوین حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقہ جس کی موضوعیت کے دلایل کتب کلامیہ میں مذکور ہیں اجمالاً یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔

آٹھویں حدیث بنقل شاہ عبدالعزیز یہ ہے کہ آن حضرت جناب امیر کو نماز شب پڑھنے کے لئے اوٹھاتے تھے اور حضرت علی فرماتے تھے کہ جو خدا نے مقدر کیا ہے وہی پڑھیں گے۔ اس حدیث کی موضوعیت بھی نہایت شرح و بسط سے ثابت کیگئی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۹۶۲ نغایت ۹۷۲

نویں حدیث یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی سے عقد کرنا چاہا تھا جسپر آن حضرت نے اپنا رنج اور غیظ و غضب ظاہر کیا۔ اسکی موضوعیت بھی نہایت لطیف طور پر خود ابن حجر کے تعجب و انکار سے ثابت کی گئی ہے۔

دسویں حدیث یہ ہے کہ آیہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما دربارہ منازعت منافقین و مومنین نازل ہوا جس سے بفحوائے اس آیہ کے منافق بھی مومن ہوا

جس کی موضوعیت ابن بطال کے قول سے ثابت کیگئی ہے اور پھر ابن حجر کا جواب دیا گیا ہے گیارہویں حدیث ابن عمر ہے کہ ہم زمانہ رسول اللہ میں ابو بکر پھر عمر پھر عثمان کے مقابلہ میں کسی کو نہ گنتے تھے اور اسکے بعد لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اسکی موضوعیت کلام ابن عبد البر سے دکھائی گئی ہے۔ یہ سلسلہ صفحہ ۹۰ تک گیا ہے اوسکے بعد بارھویں حدیث یہی ہے جس سے ایڈیٹر صاحب نے تعرض کیا ہے۔

پس پہلے تو ایڈیٹر صاحب کی اوس ترکیب پر خیال کرنا چاہیے کہ ان مضامین کو بالکل کھا بیٹھے ہیں اور اس روایت کو بغرض مغالطہ اپنی بحث میں لائے حالانکہ مناسب یہ تھا کہ مسلسل کلام کو رد کر کے اس روایت سے بحث کرتے۔

مگر چونکہ وہ اپنی کمزوری سے بخوبی واقف تھے لہذا **اوچھل** کر یہاں پہنچ گئے اور سمجھا کہ قلعہ کو فتح کر لیا۔ یہ سب منصوبہ اون کو صرف اس لئے پیدا ہوا کہ سند اور متن میں روایت بخاری اور ابن الجوزی کے بظاہر فرق ہے اس وجہ سے وہ سمجھے کہ ہم نے میدان مار لیا حالانکہ یہ نری غلط فہمی ہے جسکی حقیقت الشمس نمبر ۸ ہو ۷ میں بکمال وضاحت مذکور ہو چکی اسی امر نے آپکو اس کی جرات دلائی کہ اسپر اعتراض کریں ورنہ حجۃ الاسلام نے اس کے قبل سو صفحوں سے زیادہ جو اغلاط و موضوعیت روایات بخاری میں صرف کئے اون صفحات کی نسبت ایک لفظ بھی نہ فرما سکے اور درمیانی گیارہ حدیثوں کو چھوڑ کر اس حدیث پر آئے جو کتاب الطب سے متعلق ہے جسکی صحت یا موضوعیت سے نہ آپ کو نہ آپ کے مذہب کو کسی قسم کا نفع ہے نہ ضرر شیعوں کا بلکہ در حقیقت آپکا ضرر ہے کیونکہ اگر حدیث صحیح بخاری صحیح ٹھہرے تو مذہب حنفی باطل ہوتا ہے جو اجرت تعلیم قرآن کو حرام کہتا ہے مگر صرف اس غرض سے کہ عوام پر آپکا رعب بیٹھے اور اشاعت اخبار بڑھ جائے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح حجۃ الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ کی غلطی ثابت کریں جو محال ہے چنانچہ اسی غرض سے پہلے تو آپنے امام سیوطی کی صریحی غلطی کا اظہار کیا بلکہ بچہ نادان۔ منکر بدیہی بنا چھوڑا۔

اب الشمس ۹ کی بدولت انشاء اللہ امام عسقلانی کی غلطی کا بھی اظہار کریں گے مگر ان سب ترکیبوں پر بھی حجت خدا تمام ہوگی اور تغلیط کلام حجۃ الاسلام پر نہ قادر ہوں گے و لن یجعل اللہ

للکافرین علی المومنین سبیلا۔

بہر حال آپ کو پہلے یہ دیکھنا مناسب ہے کہ حدیث مذکورہ بالا صحیح بخاری میں کے مقام پر آئی ہے کیونکہ تکرار بیکار ہیں امام بخاری تو مشہور ہیں اور آپ بھی اوسکے فوائد کو لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے پہلے تو کتاب الاجارۃ۔ باب ما یعطی فی الرقیۃ علی الاحیاء العرب بفاتحۃ الکتاب وقال ابن عباس عن النبی ص احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله وقال الشعبی لا یشترط المعلم الا ان یعطی شیئا فیقبله وقال الحکم لم اسمع احدا کره اجر المعلم واعطی الحسن دراهم عشرة ولم یر ابن سیرین باجر القسام بأسا وقال کان یقال السحت الرشوة فی الحکم وکانوا یعطون علی الخرص حدثنا ابو النعمان حدثنا ابو عوانة ابی بشر عن ابی المتوکل عن ابی سعید رضی الله عنه انطلق نفر من اصحاب النبی ص فی سفرة سافروها حتی نزلوا علی حی من احیاء العرب فاستضافوهم فابوا ان یضیفوهم فلدغ سید ذلک الحی فسعوا له بکل شیئ لا ینفعه شیئ فقال بعضهم لو اتیتم هولاء الرهط الذین نزلوا لعله ان یکون عند بعضهم شیئ فاتوهم فقالوا یا ایها الرهط ان سیدنا لدغ وسعینا له بکل شیئ لا ینفعه فهل عند احد منکم من شیئ فقال بعضهم نعم والله انی لارقی ولکن والله لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوهم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیه ویقرء الحمد لله رب العالمین فکانما نشط من عقال فانطلق یمشی وما به قلبة قال فاوفوهم جعلهم الذی صالحوهم علیه فقال بعضهم اقسموا فقال الذی رقی لا تفعلوا حتی ناتی النبی ص صلی الله علیه وسلم فنذکر له الذی کان فننظر ما یامرنا فقدموا علی رسول الله ص فذکروا له فقال وما یدریک انها رقیة ثم قال قد اصبتم اقسموا واضربوا الی معکم سهما فضحک رسول الله ص قال ابو عبد الله وقال شعبة حدثنا ابو بشر سمعت ابا المتوکل بهذا۔

پھر کتاب فضائل القرآن میں لکھتے ہیں باب فاتحۃ الکتاب حدثنی محمد بن المثنی حدثنا وهب حدثنا هشام عن محمد عن معبد عن ابی سعید الخدری قال کنا فی مسیر لنا فنزلنا فجاءت جاریة فقالت ان سید الحی سلیم وان نفرنا غیب فهل منکم راق فقام منها رجل ما کنا نابنه برقیة فرقاه فبرا فامر له بثلاثین شاة وسقانا لبنا فلما رجع قلنا له اکنت تحسن رقیة

أو كنت ترقي قال لا ما رقيت الا بام الكتاب قلنا لا تحدثوا شيئا حتى نأتي او نسأل النبي
صلى الله عليه وسلم فلما قدمنا المدينة ذكرناه للنبي صلى الله عليه وسلم فقال وما كان يدريه انها رقية
اقسموا واضربوا لي بسهم وقال ابو معمر حدثنا عبد الوارث حدثنا هشام حدثنا
محمد بن سيرين حدثني معبد بن سيرين عن ابي سعيد الخدري بهذا۔

پھر کتاب الطب میں لکھتے ہیں باب الرقی بفاتحة الكتاب ويذكر ابن عباس عن النبي صلى الله
عليه وسلم حدثني محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابي بشر عن ابي المتوكل
عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه ان ناسا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
اتوا على حي من احياء العرب فلم يقروهم فبينما هم كذلك اذ لدغ سيد اولئك
فقالوا هل معكم من دواء او راق فقالوا انكم لم تقرونا ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلا
فجعلوا لهم قطيعا من الشاء فجعل يقرء بام القران ويجمع بزاقه ويتفل فبرأ فاتوا بالشاء
فقالوا لا نأخذه حتى نسأل النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه فضحك وقال وما
ادراك انها رقية خذوها واضربوا لي بسهم۔ باب الشرط في الرقية بقطيع الغنم حدثني
سيدان بن مضارب ابو محمد الباهلي حدثنا ابو معشر يوسف بن يزيد البراء حدثني
عبيد الله بن الاخنس ابو مالك عن ابن مليكة عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
مروا بماء فيهم لديغ او سليم فعرض لهم رجل من اهل الماء فقال هل فيكم من راق
ان في الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فقرء بفاتحة الكتاب على شاء فبرأ
فجاء بالشاء الى اصحابه فكرهوا ذلك وقالوا اخذت على كتاب الله اجرا حتى
قدموا المدينة فقالوا يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول
الله ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ بخاری صاحب نے اس ایک حدیث کو تین باب میں چار طور پر لکھا ہے تو اب
اسکو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ کسی مقام کی روایت اونکی آپکے علمائے محدثین کے اعتراض سے محفوظ
نہیں کیونکہ پہلی حدیث کی نسبت علامہ عینی لکھتے ہیں واعترض عليه بتقييده باحياء العرب
بان الحكم لا يختلف باختلاف المحال ولا الامكنة واجاب بعضهم بانه ترجم بالواقع

ولم یتعرض بنفی غیرہ قلت ھذا الجواب غیر مقنع لانہ قیدہ باحیاء العرب والقدر شرط اذا انتفی ینتفی المشروط و ھذا القائل لم یکتف بھذا الجواب الذی لا یرضی بہ حتے قال والاحیاء جمع حی و المراد بہ طایفۃ مخصوصۃ و ھذا الکلام ایضا یشعر بالتقیید والاصل فی الباب الاطلاق فافہم ص ۲۴۷ جلد ۵ عینی۔

یعنی اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بخاری نے اس باب میں قید لگائی ہے قبائل عرب کی۔ یعنی یہ باب اس کا ہے کہ کیا اجرت دیجاتی ہے جھاڑ پھونک پر فاتحۃ الکتاب سے قبایل عرب میں۔ حالانکہ یہ قید کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ احکام شرعی اختلاف مکان و محل سے نہیں بدلتا کہ عرب میں ہو اور دوسری جگہ نہ ہو "اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بخاری نے واقع کو لکھ دیا نہ یہ کہ نفی کی ہو غیر کی۔ عینی کہتے ہیں یہ جواب کافی نہیں کیونکہ جب قبایل عرب کی قید لگادی تو معلوم ہوا یہ شرط ہے کہ جب شرط پائی جائے گی تب یہ حکم جاری ہوگا اور جب یہ شرط پوری نہ ہو گی تو یہ حکم بھی نہ رہیگا (جس کے مطلب یہ ہوئے کہ یہ حکم صرف عرب کے لئے ہے) اور اس قایل نے اسی جواب پر نہیں اکتفا کیا جو غیر مرضی ہے بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ احیاء جمع حی ہے اور مراد اوس سے طائفہ مخصوصہ ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قید ہے حالانکہ احکام میں اصل اطلاق ہے۔

یہ جواب غالبا ابن حجر عسقلانی کا ہے جنہوں نے صفحہ ۱۴۵ جلد ۲ میں لکھا ہے اور خود بھی اوس کے ضعف کیطرف اشارہ کیا کیونکہ اس لفظ سے لکھا یمکن الجواب اور یہ بھی لکھا ہے کہ باب الطب میں بلا کسی شرط وغیرہ کے لکھا ہے۔

اب یہ اعتراض تو خود شارحین نے لکھا ہے اور دوسرا اعتراض اس پر یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس مقطوع ہے جس کی کوئی سند نہیں جسکا جواب ابن حجر یہ دیتے ہیں کہ باب الطب میں اسکو مسلسل بہ سند لکھا ہے جو دلیل کمال عقل ہے کیونکہ یہاں تو مقطوع ہے۔

اب اصل حدیث کی حالت ملاحظہ کیجئے جو ابی سعید سے مروی ہے اور بسند متصل لائے ہیں اسکی نسبت ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب ہے چنانچہ عسقلانی صاحب ان لفظوں میں لکھتے ہیں ولم یصب ابن العربی فی دعواہ ان ھذا الحدیث مضطرب جس سے اس قدر تو بخوبی معلوم ہوا کہ خود محدثین اہل سنت کے نزدیک صحیح بخاری کی روایات کی کیا وقعت ہے۔

اسکے علاوہ ابو النعمان محمد بن فضل سدوس اور ابو عوانہ اس کے راوی ایسے ہیں کہ بہت کچھ اونپر اعتراضات ہیں جیسا کہ رسالہ وضو میں تصریح مذکور ہے۔
اس کے علاوہ علامہ عینی لکھتے ہیں وفیہ العنعنہ فی ثلاثۃ مواضع صفحہ ۶۵۱ اس حدیث میں تین جگہہ عنعنہ ہے اور عنعنہ عام طور پر محدثین کے یہاں حد و صحت سے خارج ہے۔
دوسری روایت فضایل قرآن میں ہے ابو سعید خدری سے جس میں اس کی تصریح ہے کہ اوس سردار کا نام سلیم تھا اور جھاڑ پھونک کرنیوالے اوسکے ایک دوسرے صحابی ہیں مگر یہ روایت پہلی روایت کی بھی خلاف ہے اور نیز اس کے بعد والی روایتوں کے بھی۔
تیسری روایت کتاب الطب میں ہے۔ یہ روایت دو سلسلہ سے ہے ایک کے راوی تو وہی ابو سعید خدری ہیں جنکی روایت پہلے مذکور ہوی اور دوسری روایت کے راوی ابن عباس ہیں جن کی نسبت پہلے امام بخاری فرماتے ہیں باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
یہ عبارت خود ان کے حسن سلیقگی کی دلیل ہے کیونکہ خود ہی تو اس کے بعد ابن عباس کی روایت بھی لکھتے ہیں اور یہاں بصیغہ تمریض ذکر کیا کہ یذکر عن ابن عباس اس پر عسقلانی لکھتے ہیں ھکذا ذکرہ بصیغۃ التمریض وھو علی ما تقرر بین اھل الحدیث ان الذی یوردہ البخاری بصیغۃ التمریض لا یکون علی شرطہ مع انہ اخرج حدیث ابن عباس فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب عقب ھذا الباب ص ۷۱۹ جلد ۳
یعنی اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے یہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بخاری جس روایت کو بصیغہ تمریض (قیل - یا یقال - یا ذکر - یا یذکر) لکھتے ہیں وہ اون کے شرائط کے موافق نہیں ہوتی ہے حالانکہ خود اس حدیث کو اس کے بعد والے باب میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔
اس اعتراض کا جواب وہ اپنے اوستاد سے یوں نقل کرتے ہیں واجاب شیخنا فی کلامہ فی علوم الحدیث بانہ قد یصنع ذلک اذا ذکر الخبر بالمعنی یعنی بخاری کی یہ ترکیب وہان ہوتی ہے کہ جہان حدیث کو بالمعنی نقل کرتے ہیں اور نہیں شک ہے اس میں کہ خبر ابن عباس میں رسول اللہ کی تصریح نہیں ہے بلکہ تقریر ہے (یعنی سکوت کرنا) تو حضرت کی طرف اسکی نسبت کرنا نسبت معنوی ہوگی

جس سے ظاہر ہوا کہ یہ قول رسول نہیں ہے۔
مگر آپ پہلی حدیث میں دیکھ چکے ہیں کہ انھیں بخاری نے باب الاجارہ میں لکھا قال ابن عباس جس سے نسبت اس قول کی طرف حتماً جزماً ثابت ہو۔
یہیں سے عقلا کو معلوم ہو سکتا ہے کہ بخاری صاحب فن حدیث کے کیسے ماہر تھے کہ باب الاجارہ مین تو ابن عباس کیطرف حتما منسوب کیا اور یہاں شروع باب میں اونکی طرف اس نسبت کو بصیغہ ضعف و تمریض بیان کیا اور اس کے بعد پھر پوری روایت ہی اونکی طرف منسوب کردی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو یہ کہا جاتا دروغگو را حافظہ نباشد۔ امام بخاری کی نسبت کیا کہا جائے؟
اب اس میں اختلاف ہو کہ جھاڑنے والا کون تہا جس پر خود عسقلانی صاحب لکھتے ہیں وقد استشکل کون الراقی ھو ابو سعید راوی الخبر مع ما وقع فی روایۃ معبد بن سیرین مقام معہا رجل ما کنا نظنہ یحسن رقیہ واخرجہ مسلم و سیاق للمصنف فی فضایل القرآن بلفظ اخر وفیہ فلما رجع قلنا لہ اکنت تحسن رقیہ ففی ذلک اشعار بانہ غیرہ ص ۱۴۷ جلد ۲ یعنی ابو سعید راوی روایت کے جھاڑنیوالے ہونے میں اشکال ہو کیونکہ روایت معبد بن سیرین میں جو مسلم میں بھی ہو اور بخاری میں بھی دوسرے الفاظ سے فضایل قرآن میں اوسکی روایت کی ہو معلوم ہوتا ہو کہ وہ دوسرا شخص تہا نہ خود ابو سعید۔
اس اشکال کا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہو کہ نہیں مانع ہو اس سے کہ کوئی شخص اپنی نفس کا تذکرہ کرے بہ کنایہ پس ممکن ہو کہ ابو سعید نے ایکدفعہ اپنی تصریح کی ہو اور ایکدفعہ اوسکو بہ کنایہ بیان کیا ہو یہ جواب اون کا تو کتاب الاجارہ والی حدیث میں ہو مگر کتاب الطب میں لکھتے ہیں کہ بعد تتبع ابھی تک ہمکو اس کا کہیں پتہ چلا کہ اس روایت میں جھاڑنے والے ابو سعید خدری ہیں۔
اہل فہم ان دو نو جوابوں کو ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ ان حدیثوں کی کیا شان ہو اور خود ابن حجر کے جوابوں کا کیا انداز ہو۔
اب اس کے بعد ابن عباس کی وہ روایت ملاحظہ فرمائے جس کی نسبت بخاری صاحب

ایکدفعہ قال ابن عباس اور ایکدفعہ یذکر عن ابن عباس کہہ چکے ہیں کہ اسکے لئے اونہوں نے یہ باب مقرر کیا باب الشرط فی الرقیہ بقطیع من الغنم جس سے اور بھی عقلمندی انکی نمایاں ہے کہ کہیں تو کہا باب ما یعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب اور کہیں کہا باب الرقیۃ بفاتحۃ الکتب اور یہاں لکھا باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم جس پر وہی اعتراض ہے جو قید احیاء عرب کا اعتراض ہو چکا ہے۔

بہرحال اس حدیث پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ابو محمد باہلی کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں وقد ضعفہ ابن معلق ووثقہ المقدمی یعنے ابن معلق نے اس کو ضعیف کہا ہے اور توثیق اوسکی کی ہے مقدمی نے جس سے شان صحت نمایاں ہے کیونکہ ابن معلق کا جو درجہ ہے وہ نہ مقدمی کو حاصل ہے نہ اوس کے متقدمین کو۔

پھر ابن مالک کی نسبت ابن حبان کا قول ہے یخطی کثیرا یعنی اکثر خطا کرتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں لدیغ او سلیم وارد ہے جس کی نسبت ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ راوی کا شک ہے حالانکہ سیاق حدیث اس کے خلاف ہے کیونکہ لدیغ اور سلیم کہتے ہیں مار گزیدہ یا عقرب گزیدہ کو اور سابقا معلوم ہو چکا ہے کہ اوس رئیس کا نام سلیم تھا جس کے جھاڑنے کو گئے تھے اوسکو بخاری نے یہاں لدیغ اور سلیم بنادیا حالانکہ دوسری روایت میں تصریح کر چکے ہیں کہ اوس کا نام سلیم تھا تو روایت کو اس طرح لکھنا جو پہلی روایت کے خلاف اور اس طرح کی غلطی اوس میں ہو کس درجہ کی غلطی ہے اور اسپر بھی اوس کتاب کو اصح کہنا کیسی ناانصافی ہے۔

اب جو شخص ان روایتوں کو باہم ملاکر دیکھیگا اوس کو خود معلوم ہوگا کہ یہ روایت کس شان کی ہے جس میں اس درجہ اختلاف اور اضطراب ہے پھر اگر ابن جوزی اسے موضوع بنائیں تو کون سا محل تعجب ہے۔

یہاں حیرت ہوگی کہ آخر بخاری صاحب نے اس حدیث کو اس طرح متفرق ابواب میں کیوں لکھا ہے مگر جب اصلیت معلوم ہو جائے گی تو یہ حیرت خود دفع ہو جائے گی کیونکہ عسقلانی لکھتے ہیں ھذا طرف من حدیث وصلہ المولف رحمہ اللہ فی الطب و

استدل به للجمهور فی جواز اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن وخالف الحنفیہ فمنعوہ فی التعلیم واجازوہ فی الرقی کالدواء ص ۴۱۵ جلد ۲

یعنی بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس پر کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بخلاف حنفیہ کے جنہوں نے اس کی ممانعت کی ہے تعلیم میں اور جائز کہا ہے جھاڑ پھونک میں مثل دوا کے جس سے معلوم ہوا کہ اصل غرض بخاری رد ابو حنیفہ ہے جس کے لئے انھوں نے متعدد ابواب میں اس ایک حدیث کو جہاں جہاں یاد پڑا لکھا اور اس کا نہ خیال کیا کہ تکرار بیکار کا الزام عاید ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ اگرچہ بخاری نے اس کو مختلف ابواب میں لکھا مگر قصہ واحد ہے چنانچہ عسقلانی لکھتے ہیں واما حمل بعض الشارحین ذلک علی تعدد القصہ ان ابا سعید روی قصتین کان فی احدھما راقیا وفی الاخری کان الراقی غیرہ فبعید جدا ولاسیما مع اتحاد المخرج والسیاق والسلب ویکفی فی رد ذلک ان الاصل عدم التعدد ولا حامل علیہ ص ۴۱۷ جلد ۲

پھر جلد میں لکھتے ہیں وقد تقدم شرح الحدیث مستوفی کتاب الاجارۃ وبینت فیہ ان حدیث ابن عباس وحدیث ابی سعید فی قصۃ واحدۃ وانھا وقعت لھم مع الذی لدغ ص ۴۲۰۔ جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اصل قصہ واحد ہے کہ اوسی کے راوی ابو سعید بھی ہیں اور ابن عباس بھی مگر کسی روایت میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ ابن عباس اس واقعہ میں شریک تھے نہ اس کی تصریح ہے کہ ابن عباس نے اس واقعہ کو کسی سے سنا پھر ایسی روایت کس وجہ قابل اعتبار ہے۔ وذکر ابن الجوزی من حدیث ابن عباس مرفوعا الاستاجروا المعلمین وھذا غیر صحیح وفی اسنادہ احمد بن عبد اللہ الھروی قال ابن الجوزی رجال یضیع الحدیث ووافقہ صاحب التنقیح وھذہ الاحادیث وان کان فی بعضھا مقال لکنہ یوکد بعضھا بعضا ولاسیما حدیث القوس فانہ صحیح کما ذکرنا واذا تعارض نصان احدھما مبیح والاخر محرم یدل علی النسخ کما نذکرہ عن قریب وکذلک الکلام فی حدیث ابی سعید الخدری الذی یاتی عن قریب انشاء اللہ فی ھذا الباب واجاب ابن الجوزی ناقلا عن اصحابہ عن حدیث ابی سعید الخدری بثلاثۃ اجوبہ احدھا ان

القوم کانوا کفارا فجاز اخذ ا... انھم والثانی ان حق الضیف واجب ولم یضیفوھم والثالث ان الرقیۃ لیست بقربۃ محضۃ فجاز اخذ الاجرۃ علیھا ص ۲۹۴ جلد ۵

دیکھئے اس حدیث صحیح بخاری کی شرح میں علامہ عینی نے قول ابن الجوزی کو بموضوعیت حدیث ابن عباس لکھا ہے اور سابقا قول ابن حجر ... قصہ واحدہ ہونا ان روایات کا بھی معلوم ہو چکا ہے پھر کیوں آپکو تعجب ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے اس کا بھی اظہار کیا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور پھر ابن الجوزی کا تین جواب بھی حدیث ابوسعید خدری کے مقابلہ میں نقل کیا جس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ حدیث بخاری مذکور کسیطرح جرح و قدح سے خالی نہیں خواہ بموضوعیت ہو خواہ بمنسوخیت اور ہم سابقا ہر حدیث کی خاص خاص جرحوں کو بھی لکھ چکے ہیں۔

جناب **ایڈیٹر** صاحب! اگر آپ میں کچھ بھی مادہ انصاف ہوتا یا معنی شناسی تو آپ جناب حجۃ الاسلام اعلی اللہ مقامہ کے شکر گذار ہوتے جنہوں نے آپ کے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید کی اور امام بخاری کے حملوں کو اون کے مقابلہ میں دفع کیا کیونکہ بخاری صاحب نے جو ایک حدیث کو اتنے ابواب میں مختلف طریقوں سے لکھا سب کی غرض یہی ہے کہ قول کو آپ کے امام ابو حنیفہ کے باطل کریں جو اس کے قایل ہیں کہ تعلیم قران پر اجرت لینا حرام ہے اور امام بخاری محض اونکی ضد میں یا اپنے فرقہ کے لیے ایک ذریعہ معاش پیدا کرنے کے واسطے اوسے حلال بنا رہے ہیں اور اس ترکیب نے اس قدر آپ کے مذہب میں حفاظ بھی پیدا کردئے جو تراویح کی بدولت یہ سب مالا مال ہو رہے ہیں حالانکہ خود تراویح بدعت اوس میں حافظوں کی کمائی حرام ہے۔

اس تحریر سے ایڈیٹر صاحب کے تینوں اعتراض دفع ہو گئے کیونکہ ان حدیثوں کا اتحاد اور قصہ واحدہ میں ہونا بنص عسقلانی ثابت ہے اور ہر ہر روایت کا منفرداً مورد اعتراض ہونا بھی بتصریح شارحین مسلم ہے اور ابن جوزی کا موضوع کہنا بھی ثابت ہوا۔ باقی امور کا جواب مکرر ہو چکا اسیوجہ سے اب اوس مادہ میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ الشمس نمبر ۷،۸ و ۹ ملاحظہ ہو

ایڈیٹر صاحب اسی ذیل میں یہ بھی لکھتے ہیں وہ کہ جناب مولوی حامد حسین صاحب کی یہ بھی عادت ہے

کہ اگر کسی شخص کی تعریف سے حصول مطلب کی امید ہوگی تو ورق کے ورق اوسکی تعریف میں لکھ جائیں گے اور پھر دوسرے مقام پر اگر اوس شخص کی مذمت میں کچھ فائدہ نظر آئے گا تو اس کی برائی کرنے لگیں گے"

مگر یہ ایسا مضمون ہے کہ جہاں تک اسپر گریہ کیا جائے کم ہے کیونکہ جس شخص کو اصول مناظرہ بھی معلوم نہ ہو اوسکے مقابلہ میں قلم کیا اوٹھے۔ اگر ایڈیٹر صاحب کو کچھ بھی عقل ملتی تو وہ تا عمر روتے ہی رہتے کیونکہ جس مذہب کی یہ حالت ہے کہ اوس کے علما ایک ہی شخص کی مدح اور قدح میں ساتھی ورق کے ورق سیاہ کرڈالیں تو پھر اون کا خصم کیوں نہ دونو قول سے فائدہ اوٹھائیگا۔ آپ جب فضایل اہل بیت طاہرینؑ کی احادیث کو اس بنیاد پر مجروح کرتے ہیں کہ فلاں عالم اہل سنت نے اوس کو مقدوح کیا ہے تو ہم مجبور ہوں گے کہ پہلے اوس روایت کی صحت آپ کے اصول مقررہ پر ثابت کریں اور اوس کے رواۃ کی توثیق پھر اوس قادح کے قوادح بیان کریں۔ اور جب فضایل اعدائے اہل بیتؑ آپ بیان کرین گے تو پھر ہم اوس کی جرحونکو بیان کرین گے یہی قاعدہ تمامی مناظرہ میں جاری ہے مگر آپکو کبھی کتب مناظرہ کے دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا لہذا تعجب معلوم ہوا۔

الشمس ۲ میں خود آپ کے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب کی حالت دکھائی گئی ہے کہ خطیب۔ دارقطنی۔ ذہبی کی ایک جگہ کس قدر تعریف کیگئی ہے اور پھر دوسرے مقام پر کس قدر مذمت کی۔ تو کیا اون کی نسبت بھی آپ یہی کہینگے۔

"خدا جانتا ہے کہ یہ باتیں خیال کرکے ایک سخت تعجب ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب مولوی حامد حسین صاحب کس منش کے آدمی تھے بہت غور وخوض کے بعد عقل یہی جواب دیتی ہے کہ وہ بے عقل نہ تھے وہ جاہل نہ تھے کہ ابھی ایک شخص کی تعریف کی ہے پھر یاد نہ رہا اور اوسکی برائی کرنے لگیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اونھوں نے قصدا ایسی باتیں کی ہیں انکو منتہی الکلام کے جواب کا نام کردینا اور کتاب کا حجم بڑھادینا منظور تھا حقانیت اور اتباع حق سے انھیں کچھ سروکار نہ تھا اتباع حق کا نہیں شوق ہوتا تو وہ شیعہ مذہب کب کا چھوڑ چکے ہوتے۔"

کیونکہ یہ ایسی تقریر ہی جسے سنکر آپ کے ہم مذہب ضرور ہنستے ہوں گے اور سمجھدار لوگ تو غیرت کے مارے گڑے جاتے ہوں گے کہ ایسا لائق ایڈیٹر کس حالت میں ایسی تحریر لکہ رہا ہی کیونکہ جب جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ صرف اس وجہ سے آپکے مورد الزام ہین کہ اونھوں نے آپ کے علما کے مختلف اور متناقض اقوال کیوں نقل کئے تو آپ اپنے اون علما کی خبر لیجئے جنھوں نے ایسے متناقض اور مختلف اقوال فرمائے کہ ایکدفعہ تو ابو حنیفہ کو انبیا کا بھی اوستاد بنادیا اور دوسرے وقت کافر تک کہ چھوڑا بس تعجب ہی کہ آپ اہل ملزم پر نہیں اعتراض کرتے اور جو شخص ان مختلف اقوال کو نقل کرتا ہی اوسپر آپکو تعجب ہوتا ہی یہ تو وہی مثل ہی کہ مرزا حیرت کو جناب امیر ؑ پر بہت غصہ آیا کہ عمر صاحب کو ان الرجل لیہجر کیوں کہنے دیا اور اسپر نہ غصہ آیا کہ عمر صاحب نے کیوں ایسا کہا۔

ایڈیٹر صاحب ممکن تھا ہم آپکو اچھی طرح سمجھا دیتے مگر چونکہ آپکو علم کا بھی دعوی ہی اسوجہ سے بحکم فذرہم فی غمرتہم بعمہون اسیقدر کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ جو جواب آپ کے علما اس تناقض کا دین گے وہی جواب ہماری طرف سے بدرجہ اولی تصور فرمائیں کیونکہ آپ کے علما نے بمقام تحقیق خود اپنے ہی علما کی مدح و ذم ایک ساتھ اپنے قلم سے لکھی ہی یا اپنے ماسبق علما کے قول سے بخلاف جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کے اونھوں نے جو کچھ لکھا ہی بمقام الزام صرف آپ کے علما کے اقوال سے تو جب مقام تحقیق میں متناقض اقوال کا لانا قابل الزام نہیں تو مقام الزام میں الزام کیونکر آسکتا ہی۔ الشمس کے بغور پڑھئے۔

ایڈیٹر صاحب بہت درست ہی جس وجہ سے اکابر اہل سنت نے اوس قرآن کو ہاتھ سے نہ چھوا جو جناب امیر ؑ کا مرتب کیا ہوا تھا وہی وجہ آپ لوگوں کو مانع ہی جو استقصا و عبقات کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے مگر یہ صرف زبان سے کہدینے کی بات ہی کہ جہلا کہتے ہیں جو علما ہیں وہ جانتے ہیں استقصا اور عبقات نے کس طرح مذہب اہل سنت کو سست اور مضمحل کردیا۔

ایڈیٹر صاحب کی تیسری مثال

یہان نصیحۃ الشیعہ کا ایک قول نقل کیا ہی اور اوس کا جواب رسالہ روشنی سے اور بلا کسی دلیل کے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ جواب نہیں۔

چونکہ روشنی اکثر مومنین کے پاس موجود ہی لہذا اوس کے نقل عبارت کی ضرورت نہیں۔ نمبر۱۲ جلد۱ صفحہ ۲۶ و ۲۷ ملاحظہ ہو۔

ہان نصیحۃ الشیعہ کی عبارت ضروری ہی جسے ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہی اوسکو بجنسہ لکھکر مختصر طور پر اوس کا جواب عرض کرونگا۔

ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "لیجئے مولوی احتشام الدین صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے بڑھکر اور لطف سنئے۔ یہ لوگ ائمہ پر افترا کر کے جو باتیں دوسروں کو سکھاتے تھے اون کے خود معتقد نہ تھے مثلاً اوروں کو تو انھوں نے یہ سکھایا کہ ائمہ مثل انبیا کے معصوم ہیں کوئی خطا ان سے ممکن نہیں۔ اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی تصنیف کردیں ایسی تصانیف اور ایجادات میں وہ بڑے مشتاق تھے مگر خود اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہیں اس کا پتہ بھی احادیث شیعہ میں اچھی طرح موجود ہی ملائے مجلسی نے حق الیقین میں جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان میں نقل کیا ہی اوس میں اعتقاد عصمت ائمہ میں شیعوں کے اختلاف کی تفصیل ہی اول قول تو یہ لکھا ہی کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرا قول یہ نقل کیا ہی کہ ائمہ معصوم نہیں اس کی دلیل یہ لکھی ہی از احادیث ظاہر میشود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکوکار دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان را میکردہ اند لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہو گیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانے میں نہ تھا اور خود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہیں سمجھتے تھے بلکہ علماء نیکوکار جانتے تھے اور ائمہ اون کے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اون کو مومن اور عادل جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو معصوم نہ ہو وہ امام مفترض الطاعۃ کیسے ہو سکتا ہی غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کی روایت کرتے تھے انھوں نے اس مذہب کو کن کن چالاکیوں سے نقل کیا ہی اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے یہ تمام تفصیل شیعوں ہی کی کتاب سے ملی ہی کہ ان چلتے پرزون نے کس طرح مذہب شیعہ کا ایجاد کیا ہی ۵

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں ۞ سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ سے
جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبوں اور چالاکیوں کو سمجھ گئے بعض سادہ لوح اس مغالطے میں پھنس گئے اسی طرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہوگیا"

الجواب بات تو کچھ بھی نہیں ہے مگر مولوی صاحب کی لسانی اور خوش بیانی کی میں بھی داد دیتا ہوں جو اپنے معتقدین کو خوب خوب رجھاتے ہیں کیوں نہو آخر یہ مذہب کیونکر سکتا تھا اگر ایسی ترکیبیں نہ کیجاتیں۔

مولوی صاحب عصمت کا مسئلہ تو قدیم الایام سے ہمارے آپ کے اختلافی چلا آتا ہے نہ کبھی آپ نے خدا کو عادل مانا نہ رسول کو معصوم تو پھر آئمہ معصومین علیہم السلام کی عصمت کا کیونکر آپ اعتراف کرسکتے ہیں۔

اگر کسی وقت میں کوئی شخص آیات واحادیث کے خلاف اعتقاد کرے یا اوس کا اظہار کرے تو کیا اوس کی نسبت عام طور پر یہی کہا جائے گا" یہ لوگ ائمہ پر افترا کرکے جو باتیں دوسروں کو سکھاتے تھے خود ان کے معتقد نہ تھے"

اگر آپ عام طور پر ایسا دعوی کرتے ہیں تو لازم آتا ہے پہلے ازواج رسول اللہ کے ایمان سے دست بردار ہوجائیے جن کا قول خود قرآن میں یوں نقل کیا گیا ہے فقالت من انبأک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے ان ازواج کا ایمان آنا بھی درست نہ تھا جو سمجھ جاتیں کہ خدا نے ان کو مطلع کیا۔ اور یہ نہ پوچھتیں کہ کسنے تم کو خبر دی جو ایمان بنزول وحی کے خلاف ہے۔

پھر ثانیاً خاص حضرت عمر و دیگر صحابہ کے ایمان سے دست بردار ہوجائیے جنہوں نے آخری وقت کہا ان الرجل لیہجر جو صریحی نقیض ہے اس کا کہ وہ حضرتؐ کی رسالت ونبوت وعصمت کے معتقد تھے۔ تو کیا مولوی صاحب نظر بحالت موجودہ فرمائیں گے کہ حضرت عمر نے اور ونکو تو یہ سکھایا کہ آنحضرتؐ نبی معصوم ہیں اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی تصنیف کردیں۔ ایسی تصانیف اور ایجادات میں وہ بڑے مشاق تھے مگر خود عمر صاحب اور دیگر صحابہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہیں اس کا پتہ صدہا روایتوں

سے ملتا ہے اور ان الرجل لیبھجر تو سب سے زیادہ واضح اور صاف ہے۔

مولوی صاحب کیا مناظرہ کی جان آپ کے یہاں کذب ہی ہے کہ بغیر کذب و افترا مناظرہ نہیں ہو سکتا حق الیقین موجود ہے۔ ہزار ہا نسخے اوس کے مطبوع و غیر مطبوع عالم میں موجود ہیں اگر کچھ بھی ایمان ہو گا تو اپنے اس قول کی دو ملائے مجلسی نے حق الیقین میں جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان میں نقل کیا ہے اوس میں اعتقاد عصمت ائمہ میں شیعوں کے اختلاف کی تفصیل ہے اول قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں،، تصدیق اصل عبارت سے ثابت کریں ورنہ آیہ معلومہ کی تلاوت کے مستحق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ یہ مسئلہ فریقین کے یہاں اختلافی ہے کہ ایمان میں اجمالی ایمان کافی ہے یا تفصیلی بعض علما اس کے قایل ہیں کہ اجمالی اعتقاد کافی ہے اور بعض اسکے قایل ہیں کہ تفصیلی ہونا چاہیے چنانچہ اصل عبارت یہ ہے۔

چہارم تصدیق بدوازدہ امام است بعد از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ و ایں اصل مخصوص فرقہ امامیہ است واز ضروریات مذہب ایشان است زیراکہ مخالفاں امامت را از فروع مذہب میدانند نہ از اصول و شرط است کہ تصدیق کنند بانکہ ایشان امامانند کہ ہدایت میکنند مردم را بحق و انقیاد ایشاں در اوامر و نواہی برہمہ خلق واجبست زیراکہ غرض از حکم بامامت ایشاں ہمیں است و اما تصدیق بآنکہ ایشاں معصوم اند از گناہان صغیرہ و کبیرہ و از صفات ذمیمہ و آنکہ ایشاں بنص خدا منصوب اند نہ باختیار مردم و بانکہ ایشاں حافظ شرع حضرت رسول اند و عالم اند بانچہ صلاح امت درآن است از امور معاش ایشان و معاد ایشان و آنکہ علم ایشاں از راہ رائے و اجتہاد نیست بلکہ بعنوان یقین کہ اخذ کردہ اند از کسیکہ بہوا و خواہش نفس سخن نمیگفتند و آنچہ میگفت وحی الہی بود و ہر امامے از امام سابق اخذ کردہ است یا بالہام قدسی کہ ایشاں داشتند و بعضی از علوم لدنی بود کہ از جانب حق تعالے بر ایشاں فائض می شد یا بجہات دیگر کہ موجب یقین ایشاں میگردید ہمچنانکہ در احادیث وارد شدہ است کہ ایشاں محدث بودند یعنے ملکے با ایشاں بود کہ ہرچہ را ایشاں محتاج می شدند ملک با ایشاں القا میکرد و در دل ایشاں علوم الہی نقش میشد و آنکہ ہیچ عصرے خالی از یکی از ایشاں

نمیباشد والا زمین با اہلش فرو روند و آنکہ دنیا بہ تمام شدن ایشان تمام میشود و زیادہ بر ایشان نمی باشد و آخر ایشان مہدی صاحب الزمان علیہ السلام و او زندہ است و چوں از جانب خدا مرخص شود ظاہر خواہد شد آیا در تحقیق ایمان جمیع ایں مراتب شرط است یا اعتقاد بامامت ایشان و وجوب اطاعت ایشان کافی است آں دو وجہ است کہ در نبوۃ گفتیم و در اینجا نیز جاریست و میتواں ترجیح داد قول اول بانکہ ادلہ دلالت بر امامت ایشان میکند دلالت بر جمیع اینہا میکند خصوصاً عصمت ایشان کہ بعقل و نقل ہر دو ثابت شدہ است و بعید نیست قول دیگر کہ اکتفا کنیم در ایمان باعتقاد امامت و وجوب اطاعت ہمچنانکہ از احادیث ظاہر میگردد کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السّلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشانرا علمائے نیکوکار میدانستہ اند چناں کہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم بایماں بلکہ عدالت ایشان میکردہ اند و آیا کافی است ہر شخصے را کہ امامان گزشتہ را تا امام زماں خود بداند ہر چند امامت باقی ائمہ را نداند ظاہر ش آنست کہ کافی باشد و در بسیارے از کتب احادیث و رجال روایت ہست کہ دلالت بریں میکند در وجوب اعتقاد بد و آنروہ امام نسبت بجمعے ہست کہ بعد از امامت جمیع ائمہ بودہ باشند مثل مردم زمان غیبت۔

یہ پوری عبارت شہید ثانی علیہ الرحمہ کی ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ شہید ثانی علیہ الرحمہ نہ عصمت ائمہ میں اختلاف لکھ رہے ہیں نہ اعتقاد عصمت ائمہ میں بلکہ اہل بحث یہ ہے کہ جسطرح نبوت میں بلکہ میں کہتا ہوں خود توحید میں یہ اختلاف ہو کہ ایمان تفصیلی ضروری ہو یا اجمالی۔ اوسیطرح امامت میں۔

اس اختلاف کے بعد شہید ثانی رح وجہ ترجیح قول اول بیان کرتے ہیں کہ تفصیلی اعتقاد ضروری ہو پھر قول ثانی کی مؤیدات لکھی کہ محض اعتقاد امامت و وجوب اطاعت کافی ہو اسی قول کے دلائل سے اس کو لکھا ہو کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشاں نداشتہ اند بلکہ ایشاں را علماء نیکوکار میدانستہ اند۔"

اب کوئی ایمان دار اس قول کو ملاحظہ کرے اور مولوی صاحب کا یہ قول ملاحظہ اول قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں"
ہمارے کرمفرما جو بذریعہ لفظ ستر وارث مولوی احتشام الدین صاحب بن رہے ہیں ایمانا فرمائیں یہ کلام مولوی صاحب خلاف دیانت ہے یا نہیں۔ شہید ثانی تو یہ لکھتے ہیں کہ بعض صحابہ معتقد عصمت نہ تھے اور آپ اوس میں یہ تحریف کریں کہ ائمہ معصوم ہیں یا نہیں ہیں۔
کیوں صاحب اعتقاد کا تعلق تو معتقد سے ہے اوس کا اثر معتقد علیہ پر کیونکر پہنچ گیا۔ کیا کفار و مومنین کے اختلاف فی العقیدہ سے ذات خداوند عالم بھی مختلف فیہ ہو جائے گی کہ خدا ہے یا نہیں۔
ایڈیٹر صاحب آپ کو کچھ یہ شرم نہ آئی کہ جس کے وارث بن رہے ہیں اوسی کو فضیحت کرتے ہیں اگر آپ اون کا قول نہ نقل کرتے تو ہم کو کیا ضرورت تھی جو آپ کے مولوی صاحب کی دیانت داری کو دکھاتے۔
ہاں مولوی صاحب کا یہ کہنا مدعی لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہو گیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانے میں نہ تھا"، اگرچہ اونکی دلی مسرت کو ظاہر کر رہا ہے مگر درحقیقت اونکی دیانت داری کا پردہ فاش ہو رہا ہے کیونکہ اگر اس قول سے ثابت ہوا تو یہ کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ میں بعض صحابہ کو نہ تھا اس سے عصمت کا پردہ کیونکر ٹوٹ گیا اگر کوئی وارث جائز مولوی احتشام الدین صاحب کا ہوتا تو بتاتا مگر ہمارے ایڈیٹر صاحب کو اس سر مغزن کی کیا ضرورت تھی۔
کیوں مولوی صاحب یہ کہاں سے کہدیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ میں نہ تھا، کیا اگر بعض کو اعتقاد نہ تھا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ کسی کو نہ تھا اور پھر عصمت ہی کا پردہ ٹوٹ گیا
اسیطرح خلاف دیانت یہ جملہ بھی ہے کہ "خود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہیں سمجھتے تھے بلکہ علما و نیکوکار جانتے تھے"، کیونکہ آپ کا یہ دعوی علی طریق الاطلاق ہے جو مفید عموم ہے اسوجہ سے غلط ہے اور شہید ثانی کا قول یہ بعضیت ہے اسوجہ سے درست ہے۔
مولوی صاحب حق و باطل میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے ایک لفظ ایک حرف سے غلط

ہوجاتا ہے اور ایک ہی لفظ سے صحیح اگر آپ دیانت کو راہ دیکر بعض اصحاب ائمہ لکھدیتے تو کوئی اعتراض نہ تھا۔

بہرحال شہید ثانی علیہ الرحمہ نے جو دو قول بابت اجمال و تفصیل لکھا تھا اوسکے بعد علامہ مجلسی فرماتے ہیں و آنچہ فرمودہ است کہ در احادیث ظاہر میشود کہ بعض از اصحاب ائمہ علیہم السلام بہ عصمت ایشاں قایل نبودہ اند او لاممکن است کہ در آنوقت ضروری دین نہ شدہ باشد و ایضا اگر آنہارا میگوید کہ در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع عصابہ بر جلالت ایشاں شدہ است مثل زرارہ و ابوبصیر علما اکثر آنہارا تاویل کردہ اند و قدح در سندہائے ایشاں کردہ اند واگر صحیح باشد چوں معصوم نیستند ممکن است لغزشے باشد کہ از ایشاں و مقرون بتوبہ و عفو گردیدہ باشد و اگر آنہارا می گوید کہ در حق غیر امثال ایں جماعت وارد شدہ است ایمان و عدالت ایشاں ممنوع است و ائمہ علیہم السلام با نیک و بد مردم از برائے مصالح ضروریہ نیکو سلوک میکردہ اند انتہی۔

جس سے معلوم ہوا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے قول ثانی کی دلیل کو رد کیا اور فرمایا کہ بعض اصحاب ائمہ کا قایل بہ عصمت ائمہ نہ ہونا تین دلیل سے لغو ہے اول یہ کہ جن روایتوں میں یہ مضمون وارد ہے وہ سب مقدوح ہے من جہت السند قابل قبول نہیں دوسرے یہ کہ بفرض تسلیم ممکن ہے کہ ائمہ علیہم السلام کا حکم اون کے ایمان و عدالت کے ساتھ بعد توبہ ہو کہ جب اس اعتقاد فاسد سے تائب ہوئے تب حکم بہ ایماں کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے یہ اعتقاد اون کا اوس وقت میں تھا کہ یہ مسئلہ ضروری دین نہ قرار پایا تھا۔

اور خود شہید ثانی علیہ الرحمہ نے بھی پہلے ہی قول کو قوی فرمایا تھا "میتواں ترجیح داد قول اول را" اور بیچ فرمایا خصوصاً عظمت ایشاں کہ بہ عقل و نقل ہر دو ثابت شدہ است اور دوسرے قول کی نسبت فرمایا "بعید نیست" جو علامت ضعف ہے اسپر بھی مولوی احتشام الدین صاحب نے اسی قول مجروح سے استدلال کیا اور ہمارے کرمفرمانے نہایت بشاشت سے اوس قول کو نقل کیا تو کیا حسب التحریر خود وہ ملزم نہوں گے جو فرماتے ہیں "دیں تو یہ جانتا تھا اور یقیناً ہر عقلمند اسکی شہادت دیگا کہ مقام الزام میں وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں جو حریف کے

اتمام حجت

نزدیک مسلم ہوں اور اوس کے اصول مسلمہ پر صحیح اوتریں جو باتیں اصول خصم کے موافق راجح ہوتی ہیں اوسی سے الزام دیا جاتا ہے نہ ان باتوں سے جو مرجوح ہوں صد ۶ سطر ۳۔
کیوں ایڈیٹر صاحب ابتو خود مجھے شرم آتی ہے کس زبان سے عرض کروں کہ آپکے مولانا نے خود آپ کی تحریر کے خلاف قول مرجوح بلکہ قول مردود سے شیعوں کو الزام دے رہے ہیں۔
نہیں نہیں وہ صرف قول مردود ہی سے نہیں استدلال کرتے جس کے دلائل رد وہیں موجود ہیں بلکہ اوس میں کذب و افترائے خاندانی کو بھی اپنے شامل کرتے ہیں کیونکہ قول شہید ثانی میں صرف اس قدر تھا کہ بعض صحابہ معتقد عصمت نہ تھے۔ اوس کو ازراہ افترا یوں لکھا دو اول قول تو یہ لکھا کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں اب ایسے افترا کا کیا جواب دیا جائے بجز اس کے کہ آیہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی تلاوت کی جائے
ایڈیٹر صاحب نمبر ۴ میں فرماتے ہیں "ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ ابن جوزی کی جرح کا معتبر ہونا اور غیر معتبر ہونا دونو متضاد باتیں ہیں ان میں جو راجح ہو اوسکو اختیار کرنا چاہیے اگر جرح کا معتبر ہونا راجح ہے تو غیر معتبر ہونے سے الزام کیوں دیا اور اگر غیر معتبر ہونا راجح ہے تو معتبر ہونے سے الزام کیوں دیا۔"
جس کے مطلب یہ ہوئے کہ گو اہل سنتہ کے یہاں خود یہ امر غیر محقق ہے کہ اعتبار جرح راجح ہے یا بے اعتبار اوس کی مگر شیعوں کو لازم ہے کہ پہلے بجائے خود وہ فیصلہ کر لیں کہ اہل سنتہ کے ان مختلف و متناقض اقوال میں کون راجح ہے کون مرجوح تب الزام دیں لیکن خود ایڈیٹر صاحب اور اون کے مولوی احتشام الدین صاحب کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ جس قول کو خود شہید ثانی علیہ الرحمہ مرجوح کہہ رہے ہیں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مردود کہہ رہے ہیں اوسی قول سے استدلال کریں اور وہ بھی اس طرح کہ دو چار کذب و افترا کے ساتھ۔
کیوں ایڈیٹر صاحب آپنے جو شیعوں سے اسکی فرمایش کی کہ وہ آپ کے اقوال متناقضہ

وہفوات متبائنہ میں راجح و مرجوح ڈھونڈھتے پھریں۔ تو پہلے اس کو تو دریافت کرلئے ہوتے کہ آپ کے مذہب باطل کے کسی جزو کو بھی رجحان کا کوئی حصہ ملا ہو جو راجح و مرجوح کی آپ کے یہاں گنجایش ہو۔

بہر حال ایڈیٹر صاحب اور اون کے مولا کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ جو کچھ اعتراضات آپکے ہیں وہ آپ کے کذب و افترا سے متعلق ہیں نہ قول شہید ثانی نہ علامہ مجلسی علیہم الرحمہ سے جو علما کے اختلاف کو نقل کر رہے ہیں کہ اعتقاد امامت میں اجمالی اعتقاد کافی ہو یا تفصیلی۔ تفصیلی اعتقاد کے غیر ضروری ہونے کی یہ دلیل ہو کہ بعض صحابہ عصمت ایمہ کے معتقد نہ تھے اسپر بھی ائمہ علیہم السلام نے اون کے ایمان کا حکم دیا تو معلوم ہوا اجمالی ایمان کافی ہے تفصیلی غیر ضروری ہو۔

خود شہید ثانی علیہ الرحمہ بھی اس قول کو ضعیف کہ رہے ہیں مگر علامہ مجلسی نے دلائل قاطعہ سے بطلان اس قول کا ثابت کیا خصوصًا اعتقاد عصمت کے متعلق بعض صحابہ کا غیر معتقد ہونا کیونکہ وہ روایتیں مقدوح السند ہیں تو اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ عصمت ائمہ میں اختلاف ہو کس درجہ کی دیانت داری ہو۔

اب دیکھیے کہ یہ اختلافات بدرجہ اولی آپ کے یہاں ہیں یا نہیں۔ تعریف ایمان میں جو اختلافات ہیں تنقید بغدادی حصہ ثانیہ میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ شرح عقاید نسفی دیکھیے وھذا یسمی الایمان الاجمالی۔ قال فی شرح العقاید ولا تنحط درجتہ عن الایمان التفصیلی صہ ۵۲۔

نواب صدیق حسن خانصاحب لقطۃ الرایہ میں لکھتے ہیں "یعنے تصدیق گردیدن است بدل و این قدر کافی است در خروج از عہدہ ایمان و درجہ این ایمان مجمل منحط از ایمان تفصیلی است" صفحہ ۔۷۔

ان عبارتوں سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ایمان اجمالی و تفصیلی کی بحث اور اوس میں اختلاف صرف شیعوں ہی کے یہاں نہیں ہو۔ اہل سنت کے یہاں کہیں اس سے زیادہ ہے۔

رہا عصمت انبیا کا مسئلہ بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت ملاحظہ ہو اختلفوا فی

عصمة الانبياء قبل النبوة وهي عدم قدرة المعصية او مانع غير ملجئ فالاكثر من المسلمين على انه لا يمتنع عقلا ذنب منهم مطلقا خلافا للشيعة مطلقا وللمعتزلة في الصغيرة ص ۳۸۷

پھر لکھتے ہیں واما بعد النبوة فالاجماع على عصمتهم عن تعمد الكذب واما غلطا فمنع الجمهور وجوز القاضي ابو بكر صدور الكذب عنهم غلطا ص ۳۸۸

واما غيره فالاتفاق على عصمتهم عن تعمدها سمعا عند اهل السنة او عقلا عند المعتزلة والاتفاق على تجويزها سهوا او غلطا بان يكون خطاء في الاجتهاد او يكون قصد المباح فيقع في الحرام والسر في جواز ذلك انه ليس معصية حقيقة ومنه التسليم على راس الركعتين سهوا الا الشيعة فانهم لا يجوزونها سهوا ايضا لكن يجوزونها عمدا تقيه وقد مر وجاز تعمد صغائر غيرها اي غير الكبائر والصغائر الخسيسة بلا اصرار عند اكثر اهل الشافعية والمعتزلة پھر لکھتے ہیں وجوزوا الزلة فيهم اي في الكبائر والصغائر بعد النبوة وقبلها بان بقصد المباح فيلزم معصية كوكز موسى القبطي قالوا ويقترن بالتنبيه من الفاعل او من الله تعالى يوحى لئلا يتبعوا فيها ويحصل الابتلاء ص ۳۸۹ -

خلاصہ یہ کہ مسلمین نے اختلاف کیا ہے عصمت انبیا میں قبل نبوت اکثر مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ عقلا گناہ کا ہونا اون سے ممکن ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ کسیطرح کا گناہ عقلا جائز نہیں اور معتزلہ صغیرہ کو جائز جانتے ہیں۔ لیکن بعد نبوت پس اسپر تمامی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ معصوم ہیں جھوٹھ سے قصدًا لیکن سہوا دروغ کہنا پس جمہور نے اسکو بھی منع کیا ہے مگر قاضی ابوبکر جائز رکھتے ہیں سہوًا دروغگوئی کو۔

رہا غیر کذب (یعنی اور معاصی) پس اتفاق ہے اون کے معصوم ہونے پر سمعا اہل سنۃ کے یہاں (یعنی دلیل عقلی انکے پاس اسکی نہیں ہے) اور عقلا معتزلہ کے یہاں۔ اور اتفاق کیا ہے سبنے تجویز معصیت پر ازراہ غلطی اور خطا فی الاجتہاد یا بایں طور کہ قصد کیا تھا امر جائز کا بلکہ ہوگیا امر حرام کیونکہ اس میں یہ راز ہے کہ ایسی معصیت درحقیقت معصیت نہیں ہے اور اسی قبیل

سے ہو تسلیم کہنا حضرت کا دو رکعت پر مگر شیعہ کہ وہ نہیں تجویز کرتے کسی قسم کی خطا اور غلطی کو سہوا بھی (بحر العلوم از راہ عداوت لکھتے ہیں مگر تجویز کرتے ہیں از راہ تقیہ کے لیکن یہ انکی کم فہمی ہے) اور جائز ہے چھوٹا چھوٹا گناہ قصدا بلا اصرار کے نزدیک نز شافعیہ کے اور جائز رکھا ہو سب نے از راہ غلطی یا لغزش صغائر کو بھی اور کبائر کو بھی بعد نبوت بھی اور قبل نبوت بھی کہ قصد کریں مباح کا اور ہو جائے معصیت جیسا کہ ٹھوکر دیا موسیٰ نے قبطی والوں کو مگر یہ غلطی اون کی مقترن ہوگی ساتھ تنبیہ کے فاعل سے (یعنی خود نبی کو اس کا تنبہ ہوگا) یا اللہ تعالے بذریعہ وحی متنبہ کردیتا۔

یہ مفاد ہیں علمائے اہل سنة کے درباره عصمت انبیا علیہم السلام جو سیکڑوں دفعہ کے بحث و مباحثہ کے بعد صدہا قسم کی اصلاح ہونے پر قائم ہے۔ [illegible] اوس زمانہ کے جب اور بعض خلفائے بنی امیہ و بنی عباسیہ کا دور دورہ تھا جن کی [illegible] داری کے لئے خدا و رسول کی خطا کاری عام طور پر ثابت کی جاتی تھی پس اگر [illegible] الی ائمہ علیہم السلام کے اعتقاد میں بھی فساد پڑا ہو اور اونھوں نے انبیا کے قیاس پر ایسا سمجھا ہو کیونکہ اوس زمانہ میں عصمت ائمہ کی تو بحث ہی نہ تھی۔ ان حضرات کے جاننے والے دو چار تھے ہر جگہ معتزلہ اور اشاعرہ میں یہی بحث رہتی کہ نبی معصوم ہیں یا نہیں اہل سنت جو سلطنت کے طرفدار تھے وہ عصمت کے منکر تھے۔ لہذا ان بعض صحابہ کو بھی یہی گمان ہوگا کہ جب نبی کی عصمت ضروری نہیں تو امام کی عصمت کب ضروری ہوگی رہا یہ امر کہ ائمہ علیہم السلام نے اسپر بھی اون کے ایمان کا حکم دیا تو اولا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ائمہ کو اون کے اس اعتقاد کی بھی خبر تھی۔ اور اگر خبر بھی تھی تو ممکن ہے اس وجہ سے ائمہ نے اون کے ایمان کا حکم دیا کہ اون کا توبہ بھی ثابت ہوگیا ہوگا یا قرآن سے دریافت کرلیا ہوگا کہ یہ توبہ کرے گا۔

بہرحال اگر مولوی اعتشام الدین صاحب عصمت ائمہ علیہم السلام کے منکر ہیں تو اون کو ایسے دلایل پیش کرنی چاہئے جس سے نفی عصمت ائمہ ثابت ہو نہ یہ کہ اس کو پیش کریں کہ بعض صحابہ معتقد عصمت نہ تھے۔ اگر بعض صحابہ کے عدم اعتقاد عصمت ائمہ مختلف فیہ قرار پائے

تو پھر رسول اللہ کی عصمت اور رسالت دونوں معرض خطر میں ہیں کیونکہ خود آپکی ازواج پوچھ رہی ہیں من انباک ہذا جس سے اون کا عدم ایمان نزول وحی پر نمایاں ہے اور عمر صاحب کا قریب وفات رسول اللہ ان الرجل لیہجر کہنا اور دیگر صحابہ کا اون کے ہم رائے ہونا مسلمات بدیہیہ سے ہے۔

مولوی احتشام الدین صاحب عصمت ائمہ کی بحث اگر آپ مختصر طور پر دیکھنا چاہتے ہیں تو کتاب تشفی ملاحظہ فرمائے جس میں کس خوبی سے اجمالی طور پر یہ بحث طے لیکئی ہے میں یہاں صرف دو قول آپ کے علما کا اوسی کتاب تشفی سے نقل کرتا ہوں جس سے امید ہے کہ آپ پر حق واضح ہوجائے اور اگر کچھ بھی نور ایمان آپ کے قلب میں ہوگا تو انشاء اللہ منور ہوجائیگا ایک قول آپ کے علامہ قاضی ملا محمد معین لاہوری کا ہے جو دراسات اللبیب میں فرماتے ہیں فان قلت الخطاء فی الاجتہاد لیس بمعصیۃ حتی یشملہ الرجس فی الایۃ فیلزم تطہیر اہل البیت الکرام عنہ و یشملہ الضلال فی الدین حتی ینتفی عنہم عدم ضلال من تمسک بہم فالایۃ والحدیث وان سلمنا اثباتہما عصمتہم عن الکفر بل المعصیۃ ایضا لاطلاق الرجس والضلال و شمولہما جمیعا لکن لانسلم اثبات العصمۃ عن الخطاء کما فی المہدیؑ المصرح فیہ بقولہ لایخطاء قلنا الخطاء فی دین اللہ جہل و معصیۃ و انتساب لما لیس من اللہ سبحانہ و رسولہ والجہل والانتساب المذکور مما یعظم امر ہذہ المعصیۃ ولا یوجد ان فی کل معصیۃ فہو نفسہ رجس و ضلال یشملہ اللفظان بلا شک ولا یمنع صدق اللفظ علی معناہ زوال لازم لہ فی الاکثر بعارض فلا یمنع صدق الرجس والضلال علی الخطاء والجہل والانتساب المذکور زوال العصیان عن مرتکبہ بعارض کونہ مجتہدا بذل جہدہ فی طلب الحق و بالجملۃ کون الذنب معفوا عنہ لایخرجہ عن حقیقتہ حتی لا تصدق علیہ لفظہ واجر الحاکم الخاطی علی ما ورد بہ الخبر لیس لخطائہ بل لبذلہ وسع مالہ من الجہد فی فوز الحق کما لایخفی واذا ثبت ہذا علمت ان من اقر بصحۃ حدیث التمسک لزم بعصمتہم الا حتی استحالۃ صدور الخطاء عنہم کالمہدیؑ منہم عند الشیخ نم وہذا

مخصوص فی الامة بالائمة من اهل البیت ؑ۔

کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خطائی الاجتہاد معصیت نہیں۔ تو پھر رجس بھی نہ ہوگا جس سے اہل بیت کی تطہیر لازم ہو اسیطرح ضلال فی الدین بھی نہیں ہے جو مستلزم ضلال متمسکین بہم ہو۔ تو آیہ و حدیث سے اگر اثبات عصمت کیا جائے تو وہی عصمت عن الکفر بلکہ عصمت عن المعصیۃ ہی جس پر رجس و ضلال کا لفظ بولا جاتا ہو نہ وہ عصمت جسکے بعد پھر خطا نہ ہو جیسا کہ امام مہدی ؑ کے بارے میں تصریح ہو کہ وہ خطا نہ کریں گے تو اب اس تقریر کا جواب یہ ہو کہ عموماً خطا کرنا امر دین میں جہل ہے اور معصیت ہو اور نسبت دینا ہو امر غیر واقع کی خدا و رسول کی طرف یعنی افترا کرنا ہو تو جہل اور نسبت دروغ سے وزن معصیت کا بڑھ جائے گا اور یہ دونوں ہر معصیت میں نہیں پائے جاتے پس خطائی نفسہ رجس و ضلال کے لفظوں میں داخل ہو بیشک تو اب خطاء اجتہادی صرف اس وجہ سے کہ کوشش کیگئی طلب حق میں الفاظ رجس و ضلال و جہل و انتساب امر غیر واقع سے نہیں نکل سکتے کیونکہ عارض سبب سے اصل معنی نہیں بدل سکتے غرض خطائی الاجتہاد پر بھی رجس و ضلال فی الدین کا اطلاق ہوگا۔ کیونکہ اگر گناہ بخش بھی دیا جائے معفو ہو جائے تو حقیقت اوس کی نہیں بدلے گی یعنے یہ نہیں ہوگا کہ اب گناہ گناہ نہ رہے اور لفظ گناہ بھی اوس پر نہ بولا جائے۔ اور یہ جو خبر میں وارد ہو کہ حاکم خاطی اجر پاویگا تو اس کی یہ وجہ نہیں ہو کہ اوسنے خطا کی اسوجہ سے مستحق (انعام) اجر ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ اوسنے کوشش کی اجتہاد کیا کہ امر حق پر فائز ہو۔ جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص اقرار کرے صحت حدیث تمسک بالثقلین کا اوس کو ضرور ہے قایل ہونا بہ عصمت ائمہ ہدیٰ ایسی عصمت کہ صدور خطا اون سے محال ہو جیسا کہ امام مہدی ؑ کے بارے میں شیخ قایل ہیں اور یہ عصمت مخصوص ہو اس امت میں ساتھ ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔

پھر قاضی مذکور فرماتے ہیں۔ و مما یجب ان ابنه علیه ان هذا الکلام فی عصمة الائمة انما جرینا فیها علی جری الشیخ الاکبر قدس سرہ فیها فی المهدی رضی الله عنه من حیث ان مقصودنا منه ان قوله م فیه یقفوا ثری لا یخطئ ولما دل عنه

الشیخ علی عصمتہ فحدیث الثقلین یدل علی عصمۃ الائمۃ الطاہرین رضی اللہ عنہم بما مر تبیانہ ولیست عقدۃ الانامل علی ان العصمۃ الثانیہ فی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام توجد فی غیرہم وانما اعتقد فی اہل الولایۃ قاطبتا بالعصمۃ بمعنی الحفظ وعدم صدور الذنب لا استحالۃ صدورہ والائمۃ الطاہرون اقدم من الکل فی ذلک وبذلک یطلق علیہم الائمۃ المعصومون فمن رمانی من ہذا المبحث باتباع مذہب غیر السنۃ مما یعلم اللہ سبحانی براءتی منہ فعلیہ اثم فراتیہ واللہ خصمہ دراسات اللبیب ص ۲۱۵۔

اور واجب ہے کہ ہم تنبیہ کریں اس پر کہ یہ کلام میرا عصمت ائمہ کے بارے میں مطابق اوس کے ہے کہ شیخ اکبر نے مہدی رضہ کی عصمت ثابت کی ہے کیونکہ مقصود میرا یہ ہے کہ حدیث (پیروی کرے گا میری اور خطا نہ کرے گا) شیخ کے نزدیک دلیل ہے اوپر عصمت امام مہدیؑ کے تو حدیث ثقلین بھی دلیل ہے عصمت ائمہ طاہرین رضہ کی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور یہ مسئلہ کہ جو عصمت انبیاؑ میں پائی جاتی ہے وہ غیر میں نہیں پائی جاتی اتفاقی نہیں کیونکہ ہمکو تمامی اولیاء اللہ کی عصمت کا اعتقاد ہے بمعنی حفظ اور عدم صدور خطا کے نہ یہ کہ گناہ ہونا اون سے محال ہو اور ائمہ طاہرین ان کل امروں میں مقدم ہیں تمامی اولیاء اللہ سے اور اسی وجہ سے اون ائمہ کو ائمہ معصومین کہا جاتا ہے پس جو شخص یہ بحث دیکھ کر مجھ پر تہمت لگا دے اسکی کہ ہم غیر مذہب اہل سنت کے (شیعہ) پابند ہیں جس سے بری ہونا میرا خدا کو معلوم ہے تو ایسے مفتری پر ہے گناہ افترا کا اور خدا اوس کا خصم ہے۔

دوسرے آپ کے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ لہذا در حدیث شریف وارد است کہ مثل اہلبیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی و من تخلف عنہا غرق یعنے مثال اہلبیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است ہر کہ سوار شدہ در آں کشتی از طوفان نجات یافت وہر کہ پس ماند ازاں کشتی غرق طوفان گشت و وجہ تخصیص حضرات اہل بیت ع باین مراتب وفضیلت آنست کہ کشتی حضرت نوح ع کمالات عملی آں جناب بودہ و حضرات اہل بیت را نیز حق تعالی صورت کمال علمی آنجناب

ختم المرسلین گردانیده بود که عبارت از طریقت است زیرا که کمال عملی آنجناب بدون مناسبت شخصی باآن جناب در قوائے روحیہ در عصمت و حفظ و فتوت و سماحت متصور نیست که در هرکسے جلوہ گر شود ایں مناسبت بدون ولادت و علاقہ اصلیت و فرعیت ممکن الحصول نیست پس ایں کمال را با جمیع شعب آں که معدن ولایات مختلفہ است دریں مجری جاری کردند و از ہمیں ناؤداں ریختند و ہمین است معنی امامت که یکے مردیگرے را از ایشاں باآں وصی ساخت و ہمین است برآنکه ایں بزرگواران مرجع جمیع سلاسل اولیائے امت شدند و ہرکه متمسک بحبل الہ می نماید چار و ناچار شد استفاضہ او بایں بزرگواران منتہی میگردد و دریں کشتی می انشیند۔

الحمد للہ کہ بتقریر شاہ صاحب عصمت و حفظ و فتوت و سماحت جناب امیرؑ و سائر ائمہ طاہرینؑ ثابت ہوئی اور امامت اون حضرات کی اور ایک کا دوسرے کو وصی کرنا۔ اور اغیار کا دائرہ عصمت سے خارج ہونا بلکہ محال ہونا اونکی عصمت کا کیونکہ وہ سلسلہ اصلیت و فرعیت سے خارج ہیں۔

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کی کید ۸۵ میں فرماتے ہیں۔ امام نائب نبی است و نائب نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب زیرا کہ مذہب نام راہی است کہ بعضے اتباع از در فہم شریعت کشادہ شود و بہ عقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نماید و لہذا احتمل خطا و صواب می باشد وچوں امام معصوم از خطا است و حکم نبی دارد نسبت مذہب باو نمودن ہیچ معقول نمیشود و ہمذا مذہب را بسوئے خدا و جبرئیل و دیگر ملائکہ و انبیا نسبت کردن کمال بیخردی است بعدہ فرماتے ہیں پس حضرات ائمہ در زمان خود ہم مقامات سلوک و طریقت را ساختہ اند شریعت را برذمہ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمودہ اند پس اس سے بھی عصمت جناب امیرؑ و اہل بیت طاہرین مثل خدا و رسول و جبرئیل و انبیا و ملائکہ ثابت ہوئی کہ اسی وجہ سے اہل سنت نے اپنے مذہب کی نسبت ان حضرات کی طرف نہ کی جو کمال بیخردی ہے۔

یہہ مطلب اگرچہ بہت اختصار سے لکھا گیا تاہم اگر کتاب تشفی کو صفحہ ۲۵۲ سے لغایۃ صفحہ ۲۷۰ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً بہت آپ محظوظ ہوں گے اور نور ایمان کو ترقی ہوگی۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ہمارے لایق کرمفرما رسالہ روشنی کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں مع اس طویل عبارت میں دو باتیں متعلق جواب سمجھہ میں آتی ہیں جیسا کہ ناظرین کو واضح ہوا ہوگا اول یہ کہ اصحاب ائمہ کا ائمہ کو علماء نیکوکار کہنا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ ائمہ کو معصوم نہ جانتے تھے کیا معصوم کو عالم نیکوکار نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب ائمہ نے اس قول سے رجوع کیا اور آخر میں وہ عصمت ائمہ کے قائل ہوگئے۔ تھے یہ قول اونکی اوس حالت کا ہی جب دانایان زمانہ یعنے سنیوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے یعنی سنی تھے۔

ان دونوں جوابوں کو کسی بے وقوف بچے کے سامنے بھی بیان کیجئے تو وہ ہنسنے لگے۔ جناب مولوی احتشام الدین صاحب کا استدلال تو "علماء نیکوکار دانستہ اند" سے نہیں ہی بلکہ اون کا استدلال تو اس صریحی جملے "اعتقاد بہ عصمت ایشان ندانستہ اند" سے ہی مولوی احتشام الدین صاحب یہ کب کہتے ہیں کہ چونکہ وہ ائمہ کو علمائے نیکوکار کہتے تھے لہذا اس سے لازم آتا ہی کہ وہ ائمہ کو معصوم نہ جانتے ہوں یہ تو پہلے جواب کی حقیقت تھی اب دوسرے جواب کی بھی حقیقت سنئے خود اس روایت میں مذکور ہے کہ باوجود اسکے ائمہ اونکی عدالت بیان کرتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ائمہ اون کے اس اعتقاد سے راضی تھے یہ اعتقاد اون کا سنیت کی حالت کا نہ تھا۔ علاوہ بریں اس دوسرے جواب کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ پہلے یہ ثابت کرلیا جائے کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ملاے مجلسی نے نقل کیا ہو وہ پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوگئے۔ صاحب رسالہ روشنی نے ناحق اتنی زحمت اوٹھائی بیکار اس قدر کاغذ خرچ کیا کتابت اور طبع کے مصارف اپنے ذمہ لئے ایک ذراسی بات میں فیصلہ تھا کہہ دیتے کہ ائمہ کسی مصلحت سے بطور تقیہ کے جھوٹھ موٹھ اونکو عادل کہہ دیتے کچھہ سچ مچ دل سے اونکو عادل تھوڑے سے کہتے تھے یا بغرض اختلاف ڈالنے کے جو اصل مقصود ائمہ کا تھا ان کی عدالت بیان کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ

ائمہ کی عادت شیعوں کی کتابوں میں یہ بھی بیان کیگئی ہو کہ وہ عمداً اپنے گروہ میں اختلاف ڈالا کرتے تھے ایک ہی مسئلہ کا جواب کسی کو کچھ دیتے تھے اور کسی کو کچھ۔

الجواب اصل یہ ہو کہ مصنف رسالہ روشنی نے یہاں بہت اختصار کیا اسیوجہ سے ایڈیٹر صاحب کو یہ جرأت ہوئی۔ مگر میں بعد تسلیم اس امر کے کہ جو نتائج نکالے ہیں وہی درست ہیں پوچھتا ہوں آخر آپ کے بے وقوف نبیجے کس غنیت پر بنسیں گے اور جو شخص کہ بے وقوف سمجھنے کی ہنسی کا خیال کرتا ہو ایساً نا فرمائیے وہ دیوانہ ہو یا نہیں۔

مولوی احتشام الدین صاحب کا استدلال تو اپنے طبع زاد مضمون سے ہو نہ "علمار نیکو کار دانستہ اند" سے نہ جملہ "اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند" سے کیونکہ وہ اگر ان دونو جملہ سے استدلال کرتے تو عصمت ائمہ کو نہ اختلافی بتلاتے بلکہ ان کے اعتقاد کو مختلف بتاتے پس جب اونھوں نے خود عصمت ائمہ کو اختلافی قرار دیا تو مستدل اوسکا بجز امر وہمی دوسرا امر تو کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

رہا دوسرا امر پس یہ البتہ صحیح ہے کہ ائمہ اونکی ایمان و عدالت کا حکم دیتے تھے مگر اسکا نہ لکھا کہ ائمہ ؑ کو اس کا علم بھی تھا چنانچہ اصل عبارت یہ ہو "و از احادیث ظاہر میگردد کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار میدانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر میشود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم ایمان بلکہ عدالت ایشان کردہ اند" جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ اس عبارت میں کہیں اس کا پتہ نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو اون کے اس اعتقاد کی بھی خبر تھی اور باینہمہ حکم بہ عدالت و ایمان دیا گیا۔

حالانکہ ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہو کہ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس قول کے ابطال میں تین وجہیں تحریر فرمائیں مگر اوسپر نہ غور کیا اور اس قول مردود سے استدلال کرنے لگے حالانکہ خود کہہ چکے ہیں کہ حریف کے قول راجح سے استدلال کرنا چاہیے نہ مرجوح سے۔

ایڈیٹر صاحب کا یہ جملہ نہایت ہی تعجب خیز ہے "و پہلے یہ ثابت کر لیا جائے کہ جن لوگوں کا

یہ اعتقاد ملائے مجلسی نے نقل کیا ہے وہ پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوگئے ۱۲ کیونکہ لولا اسکے ناقل ملائے مجلسی علیہ الرحمہ نہیں ہیں بلکہ وہ اس کے ناقد ہیں اور رادکہ مولف گوید سے رد لکھ رہے ہیں ثانیاً آپ لوگوں کو عصمت ائمہ کے خلاف ثابت کرنا چاہئے جو آپ کا دعوی ہو پس پہلے اس کو ثابت کیجے کہ کون کون شخص صحابہ ائمہ سے اس کا معتقد تھا تب اونپر اس کا لزوم ہوگا کہ وہ ثابت کریں یہ پہلے سنی تھا اب شیعہ ہوا۔

ایڈیٹر صاحب انصاف کیجئے اول تو حسب قول اپنے اس قول مردود مرجوح سے آپ اعتراض نہیں کرسکتے اور اگر ازراہ تعصب اسی پر آمادہ ہیں کہ اپنے مقررہ قواعد کے خلاف کرتے رہیں تو پہلے اس کو ثابت کریں صحابہ ائمہ سے کون معتقد عصمت نہ تھا۔

ایڈیٹر صاحب اگر ائمہ کے تقیہ کو آپ نہیں مانتے تو مصلحت کا کیوں نام لیتے ہیں یہ بھی کہئے خطائی الاجتہاد کیا جو اون کو مومن کہا کیونکہ خطائی الاجتہاد تو انبیا پر آپ کے یہاں جایز ہو یا یہ کہدیجے کہ بنا بر مذہب قاضی ابوبکر باقلانی خطاء جھوٹھ ہونے وغیرہ احتمالات جو عصمت انبیا میں مذکور ہو چکے۔

قولہ اس مضمون کی روایت میں نے بچشم خود دیکھی ہو مگر اس روایت کو مولوی احتشام الدین صاحب مرحوم نے بھی نصیحۃ الشیعہ میں نقل فرمایا ہو میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون بھی اونہیں کی پاکیزہ عبارت میں ہدیہ ناظرین ہو حقتعالے اون کو جزائے خیر دے۔ فرماتے ہیں۔

علمای شیعہ کو یہ بھی خوف دربیش ہو کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہوگیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کیگئی ہو وہ خود بھی ایک بات پر قایم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ایسے کس بات کا اعتبار کریں اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہونگے چنانچہ اصول کافی میں ہو کہ زرارہ ابن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہو۔ عن زرارة بن اعین عن ابی جعفر قال سالته عن مسئلة فاجابنی ثم جاءه رجل فساله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل آخر فاجابه بخلاف ما اجابنی و اجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان

؎ چنانچہ اون کی عبارت سے دیکھنے والوں پر ظاہر ہوگا ۱۲

وأجبت كل واحد منهما بغير ما أجبت صاحبه فقال يا زرارة ان هذا خير لنا وابقى لنا ولكم ولو اجتمعتم على امر واحد لصدقكم الناس علينا ولكان اقل لبقاءنا وبقائكم۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو اونھوں نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اوسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوس کو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا تو اوس کو ہم دونوں کے خلاف جواب دیا جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے کہا کہ ای فرزند رسول الله دونوں شخص عراق کے رہنے والے تمھارے شیعوں میں سے ہیں یہ دونوں تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اس کے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہمکو اور تمکو اور اگر تم سب ایک مذہب میں جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرلیں گے کہ تم ہماری گروہ میں ہو تو اس میں ہماری اور تمھاری دونوں کی بقا کم ہو جائے گی۔

ثم قال قلت لابی عبد الله ع شيعتكم لو حملتموهم على الاسنة او على النار لمضوا وهم يخرجون من عندك مختلفين قال فاجابني بمثل جواب ابيه

پھر زرارہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمھارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیوں میں یا آگ میں بھیجدو تو چلے جاویں وہ تمھارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہیں (یعنے ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف) زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق ع نے اُس کا مجھکو وہی جواب دیا جو اون کے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

ایک سوال اور سیکڑوں اوسکے جواب ہم سے کچھ غیروں سے کچھ دربان سے کچھ

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاین تو اون میں وہ خوش اعتقادی کہاں۔ جو علما میں ہے وہ تو صاف کہہ بیٹھیں گے کہ ایسے ائمہ کو سلام ہے جنکی بات کو قرار نہیں وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمدًا اختلاف میں ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے

کچھہ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام
جعفر صادق علیہ السلام دونو کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے
دو مختلف قولون مین ایک تو حق ہوگا اور ایک ناحق پس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے
سے ناحق بیت دلفریبون نے کہی جس سے نئی بات کہی ؎ ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی
حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اپنے گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا
کیسا ہے درحقیقت ائمہ پر افترا ہے ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے یہ اونہین
راویون کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کیطرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ائمہ کیطرف
منسوب کردیا۔

اقول الحمد للہ کہ آپ کو اسکی توفیق ہوئی کہ اصل کتاب مستطاب اصول کافی کو ملاحظہ فرما
مگر اوس آنکھہ سے دیکھا جس سے مغالطین اسلام کا کلام اللہ کو دیکھتے ہین جسکے بارے مین قدیم شاعر
عربی خوب کہہ گیا ہے شعر فعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ؎ ولکن عین السخط تبدی المساویا
مگر افسوس کہ اس نقل مین آپ نے وہ کام کیا ہے جس پر مین مدت سے رو رہا ہون کہ آپ بھی
کانکو نکو پرانا مال دیتے ہین اور نقد روپیہ اون سے لیتے ہین جس سے غریب مسلمانون کو بڑا
خسارہ ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ آپ نے یہان بغرض اثبات صفت منفیہ دیانت داری مولوی
احتشام الدین صاحب کا نام لکھہ دیا ہے۔ مگر اس کو نہ لکھا کہ اس کا کوئی جواب ہوا ہے یا نہین اور
وہ جواب کیسا ہے کیونکہ مناظرہ کے اصول سے تو یہی ہے کہ جو کلام مردود ہو چکا ہے یا تو اوس
سے استدلال نہ کیا جاے اور اگر استدلال کیا جاے تو پھر اوس جواب کا بھی جواب دیا
جاتا ہے جو اوس کے جواب مین لکھا گیا خواہ بتقریر اجمال ہو خواہ بتقریر تفصیل۔

بہرحال یہ عبارت نصیحۃ الشیعہ مطبوعہ مرادآباد کے صفحہ ۵ مین ہے اوس کا جواب رسالہ
روشنی جلد ا نمبر ا صفحہ ۴۴ مین موجود ہے اور پھر انتصار الشریعہ نمبر ۴ جلد ا مین بھی اس کا
جواب بتفصیل مرقوم ہے۔
چونکہ رسالہ روشنی اکثر ناظرین کی نظر سے گزر چکا ہے اور اوس سے اونکی آنکھین بھی کسی قدر
روشن ہو چکی ہین لہذا مین اصل عبارت انتصار الشریعہ کو بجنسہ آپ کے پیش

کرتا ہوا جس سے ناظرین با انصاف کو معلوم ہوگا کہ اڈیٹر صاحب کی یہ کارروائی کس درجہ ایمانداری کی ہے۔

مولف انتصار الشریعۃ بعد نقل عبارت مولوی احتشام الدین صاحب لکھتے ہین۔

"مخاطب صاحب نے اس روایت کافی کی نسبت جو اعتراض کئے ہین اون کا ماحصل دو امر ہین ایک یہ کہ امام علیہ السلام نے چونکہ ایک مسئلہ کے مختلف جواب دئے اور مختلف قولون مین ایک حق ہوتا ہے دوسرا ناحق پس ثابت ہوا کہ ائمہ معاذ اللہ خلاف حق جواب دیتے تھے دوسرے اس روایت سے ثابت ہوا کہ ائمہ اپنے شیعون مین عمداً بلا ضرورت تقیہ اختلاف ڈالتے تھے کہ جو نہایت مذموم امر ہے لیکن جس شخص نے روایت کے مطلب کو معمولی طور پر بھی سمجھا ہے اوس کے نزدیک مخاطب صاحب کے اعتراض ذرا بھی وقعت نہین پاسکتے ایک مسئلہ کے چند جوابون کی نسبت یہ کہنا کہ ان مین ایک حق ہے ما بقی باطل بالکل قصور فہم کی دلیل ہے ہم بیان پر باختصار بعض دلائل اس امر کے لکھتے ہین کہ امام علیہ السلام نے جو ایک سوال کے کئی جواب دئے تھے وہ سب درست و صحیح تھے اور اونکی نسبت یہ کہنا کہ ان مین ایک حق ہوگا ما بقی باطل سراسر غلط ہے تاکہ ہر شخص مخاطب صاحب کی فہم و اعتراضات کا اچھی طرح اندازہ کرلے اور جان لے کہ روایات اہل التشیع پر اعتراض کا قصد کرنا بالکل خیال محال ہے۔

اول یہ کہ امام علیہ السلام نے جو ایک مسئلہ کے چند شخصون کو متعدد جواب دئے اوسکی وجہ یہ ہوگی کہ ہر شخص کو حضرت نے موافق اوسکی فہم و عقل کے جواب دیا ہوگا کیونکہ فریقین[1] سے یہان منقول ہے کہ جناب رسالتمآب بھی حسب حیثیت سائلین ایک سوال کے مختلف

[1] فاضل محمد معین سے جو اہل سنت کے جلیل القدر عالم ہین دراسات اللبیب مین امام شعراوی کا یہ قول نقل کیا ہے "ولانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان اجوبتہ بحسب السائلین کلامہ للاحداث فلا یعمم طرد کل قول فی حق کل فرد والامامۃ وھذا امر معقول لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم للجاریۃ این اللہ فقالت فی سماء فقال مومنۃ برباللکعنۃ ولو سال کمو الصحابۃ لطلبہم عن الاینیہ باسمعا انہا علی اللہ ... انتہی" اور جلیل القدر عالم نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جس شخص نے سنت رسول خدا کا تفحص کیا ہوگا وہ جانتا ہوگا کہ آپ بعینہٖ ایک سوال ... مختلف

جواب دیتے تھے اور فرماتے تھے امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم یعنے
میں اسپر مامور ہوں کہ لوگوں سے اونکی عقلوں کے موافق خطاب کروں۔ اور ہمارے اس استدلال
کی تائید اوس روایت سے بخوبی ہوتی ہے جو اسی اصول کافی میں بلکہ اسی باب اور اسی صفحہ
میں مسطور ہے جس باب اور صفحہ سے مخاطب صاحب نے مندرجہ عنوان روایت نقل کرکے اوسپر
لاطائل اعتراض جمائے ہیں اور جسے روایت کا مفسر کہنا بہت درست ہے اور جسے مولوی
شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اسی اصول کافی سے نقل کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے۔
عن منصور بن حازم قال قلت لابی عبداللہ ع } منصور بن حازم سے روایت ہے کہ میں نے امام

دیتے تھے چنانچہ اپنے مذہب کے اختلافات کے ذکر میں لکھتے ہیں فالعلماء الراسخون یشہدون بان جمیع اقوال ائمتہم
فی المذاہب کلہا نہا منبعث بسبب محمد لہ تعددہم علی السوال کا جوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم المختلفۃ والسوال بعینہ واحد کما یعلم من تتبع السنۃ
والیہ الاشارۃ بقولہ امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم ۔ انشاء اللہ بیب مطبوعہ لاہور ص ۱۱۳ ۔ ۵ مغازی واقدی میں ایک
طولانی روایت میں آنحضرت کا غزوہ بنی المصطلق میں کیلئے تشریف لیجانا راہ میں آیہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ
الخ کا نازل ہونا آنحضرت کا قیامت کے کچھ حالات بیان کرنا مسلمانوں کا سنکر بکثرت گریہ وبکا کرنا پھر ایک منزل اوپر ترکر
مسلمانوں کا آپکی خدمت میں مجتمع ہونا اور اوس تاثر کا اظہار کرنا جو حضرت کے ارشاد سے ہوا تھا آنحضرت کا ہنسکر خندہ فرمانا اور
بشارت دینا بہ تفصیل مروی ہے جسے خارج از بحث ہونیکی سبب سے ہمنے ترک کیا اور صرف حضرت کی بشارت کے کلمات
چونکہ ہماری بحث کے متعلق ہیں اسلئے انہیں بجنسہ نقل کرتے ہیں وقال ابشروا والذی نفس محمد بیدہ انی لارجو ان تکونوا ثلث
اہل الجنۃ ثم قال بل ارجو ان تکونوا شطر اہل الجنۃ ثم قال بل ارجو ان تکونوا اکثر اہل الجنۃ مغازی واقدی مطبوعہ کلکتہ ص ۲۹۲
یعنے اور فرمایا آنحضرت نے کہ بشارت پاؤ پس قسم ہے اوس خدا کی کہ محمد کی جان اوسکے قبضہ قدرت میں ہے میں ضرور امید
کرتا ہوں کہ تم ثلث اہل الجنۃ ہوگے پھر فرمایا کہ بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ تم شطر اہل جنۃ ہوگے پھر فرمایا کہ بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اکثر اہل الجنۃ ہوگے
اس روایت سے ظاہر ہے کہ ایک امر خاص کی نسبت آنحضرت نے اپنی رائے کو مختلف طور پر ظاہر فرمایا لیکن کیا کوئی
یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت کی ایک رائے صحیح تھی باقی غلط نہیں بلکہ حضرات اہل سنۃ کو بجز اسکے چارہ نہیں ہے کہ یہ تسلیم کریں کہ آنحضرت
کی تینوں رائے درست تھی اور ہر ایک ایک حیثیت سے صحیح اور اگر مخاطب صاحب اس روایت کی نسبت بھی یہ اقرار کریں کہ آنحضرت
نے جو ایک امر خاص کی نسبت تین مختلف باتیں مختلف ارشاد فرمائے انمیں ایک صحیح تھا باقی باطل تو ہم بھی کافی کی روایت کی نسبت اون
کے کلمات لکھنے سے شکایت بجا طور پر نہ رہ جائے گی ۔ منہ ستلہ دیکھو تحفہ اثنا عشریہ باب چہارم ص ۲۰۲۔

مابالی اسئلک عن المسئلۃ فتجیبنی فیہا بالجواب ثم یجیئک غیری فتجیبہ بجواب اخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادۃ والنقصان۔

(اصول کافی باب اختلاف الحدیث صفحہ ۳۴)

جعفر صادق ع سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں آپ اوسکا جواب دیتے ہیں پھر کوئی اور آپ کی خدمت میں آتا ہے اوسے آپ اور جواب دیتے ہیں پس امام نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو موافق زیادتی و کمی عقل کے جواب دیتے ہیں۔

پس جس شخص نے اس روایت کو دیکھا ہوگا وہ ہرگز اپنی زبان سے اگرچہ کچھ بھی فہم رکھتا ہے تو یہ نہ کہیگا کہ امام علیہ السلام جو ایک مسئلہ کے مختلف جواب دیتے تھے اون میں ایک حق ہوتا تھا باقی ناحق بلکہ اوسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام علیہ السلام کا یہ فعل بموجب ارشاد امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم تھا اور جو شخص امام علیہ السلام کے اس فعل پر اعتراض کرتا ہے وہ گویا آنحضرت صلعم پر معترض ہوتا ہے اسلئے کہ آنحضرت نے بھی ایک ہی سوال کے مختلف جواب دئے تھے۔

دوسرے اکثر مسائل متعدد حیثیات و جہات رکھتے ہیں کہ ہر حیثیت[1] کے لحاظ سے اونکا ایک خاص حکم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کے مخالف کہا جا سکتا ہے لیکن ان مختلف احکام کی نسبت کوئی معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نہ کہیگا کہ ان میں ایک حق ہے باقی باطل پس ممکن ہے کہ جو مسئلہ امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا وہ بھی اسی قبیل سے ہو اور اس وجہ کو ملا صدر الدین شیرازی نے شرح کافی میں توضیح کے ساتھ لکھا ہے[2] اور ظاہر کر دیا ہے کہ ایک شی کی متعدد حیثیتیں

[1] یہ حاشیہ بھی بطور نوٹ ہے دیکھو صفحہ ۲۔ [2] ملا صاحب حدیث مبحوث عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں ولا بد لک ان تعلم ان تلک الاجوبۃ مع اختلافہا فی مسئلۃ واحدۃ کلہا حق و صواب لعصمتہم عن الخطاء و ذلک لان الامر الواحد قد یکون لہ جہات و حیثیات و لکل جہۃ و حیثیۃ حکم آخر مخالف للحکم الذی لہ بجہۃ و حیثیۃ آخری مثال ذلک ان الانسان الواحد کزید مثلا یصدق علیہ المقولات التی ہی اجناس متباینۃ اجتمعت کلہا فیہ وصدقت علیہ باعتبارات و جہات مختلفۃ فہو من حیث کونہ حیوانا جوہر و من حیث کونہ طویلا کم و من حیث کونہ ذا لون کیف و من حیث کونہ اما مضاف و من حیث انہ کاتب فاعل و من حیث کونہ متحرکا منفعل و ہکذا فی سائر المقولات العرضیۃ فہو من حیث کونہ جوہرا لیس بکم ولا کیف ولا غیرہما و من حیث کونہ کما لیس بجوہر ولا کیف ولا غیرہما اما الانسان من حیث ہو انسان لا انسان

دوسرا جواب

ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔

تیسری قسم

تیسرے بعض مسایل اس قسم کے ہوتے ہیں کہ سائلین کی حالت کے اعتبار سے اون کے حکم مختلف ہوجاتے ہیں مثلاً دیکھو سنن ابوداؤد میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے روزہ دار کے لئے مباشرت کو پوچھا آپ نے اوسکو اجازت دی پھر دوسرے نے آکر پوچھا آپ نے اوسے منع فرمایا بعد کو معلوم ہوا کہ جسے اجازت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسے منع کیا تھا وہ جوان تھا اصلی روایت یہ ہے۔ عن ابی هريرة ان رجلا سال النبی صلی الله علیه وسلم عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه اخر فنهاه فاذا الذی رخص له شيخ والذی نهاه شاب (سنن ابوداود جلد اول کتاب الصیام ص ۳۲۵ مطبوعہ دہلی)

جواب الزامی

یہ تین دلیلیں تو ہم نے تحقیقی لکھیں اب جواب الزامی مخاطب صاحب کے مذاق کو موافق لکھتے ہیں کہ جناب مخاطب کے مذہب میں مجتہدین کے لیے اس درجہ رخصت دیگئی ہے کہ اگر ایک شخص اپنے اجتہاد سے چار رکعت نماز چار جہت میں پڑھے تو کسی ایک جہت کو دوسری پر ترجیح نہ ہوسکے گی اور وہ نماز بھی صحیح و درست ہوگی چنانچہ عبدالوہاب شعرانی نے جو اہل سنت کے بڑے مقدس عالم ہیں کتاب میزان میں باب فصل استقبال کے لئے منعقد کیا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور اس قول کے موید ہیں لکھتے ہیں۔

ویؤید ذلک ایضا قول علمائنا لو صلی انسان اربع رکعات لاربع جهات بالاجتهاد فلا قضاء مع ان ثلاث جهات منها غیر القبلة یقینا ولکن لما کانت کل رکعة مستندة بالاجتهاد قلنا بالصحة ولم نکن جهة اولی بالجهة من القبلة میزان شعرانی مطبوع دہلی صفحہ ۳۵	اور نیز اسکی تائید کرتا ہے ہمارے علماء کا یہ قول کہ اگر انسان چار رکعت نماز چار طرف بسبب اجتہاد کے پڑھے تو قضا لازم نہ ہوگی باوصفیکہ ان چار جہتوں سے یقیناً تین سمت قبلہ نہیں ہیں لیکن چونکہ ہر رکعت مستند باجتہاد تھی تو ہم صحت کے قایل ہوئے اور کسی ایک جہت کو قبلہ کے ساتھ اولویت نہ ہوئی۔

دون غیرہ من العوارض اللازمة او المفارقة فاذا سئل بل زید کاتب او لیس کاتب او واحد او کثیر یمکن الجواب بطرفی النقیض فعلی ہذا السبیل یجیب ان علیم ہذا المقام ۱۲ شرح ملا صدرا صفحہ ۲۳۶ نسخہ قلمیہ ۱۲۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب (نسخہ قلمیہ) میں اپنے فقہا کا یہ قول نقل کیا ہے۔ پس مخاطب صاحب کو لازم تھا کہ امام علیہ السلام نے جو ایک سوال کے تین جواب دئے تھے اونہیں بھی مستند با جتہاد ہی سمجھ لیتے اسلئے کہ جب مجتہد کے لئے اتنی وسعت ہے کہ ایک چو رکعتی نماز کو اپنے اجتہاد سے وہ چار سمت پڑھے تو ایک سمت کو دوسرے پر ترجیح نہ دیجائے گی اسیطرح کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک مسئلہ کے کوی مجتہد تین یا چار جواب دے اور وہ سب صحیح سمجھے جائیں ہاں یہ اور بات ہے کہ امام علیہ السلام کو ایک مجتہد کے برابر بھی نہ سمجھا جائے اور اگرچہ ائمۂ و پیشوایان مذہب اہل سنت کے خیالات ائمہ اہل بیت کی نسبت جیسے کچھ ہیں اور جنہیں ہمنے بطور انموزج انتصار الشریعۃ نمبر ۲ اور نیز اس نمبر میں ظاہر کیا ہے اونکے لحاظ سے یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے جو امام علیہ السلام کے اجتہاد سے بھی انکار کر دیا جائے لیکن بظاہر تو مخاطب صاحب امام محمد باقر و امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کے مجتہد ہونے کو قبول کرتے ہیں (نصیحۃ الشیعہ جلد اول ص ۸) بظاہر کی قید اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر نفس الامر میں بھی وہ اماعین ہمامین کے اجتہاد کے قایل ہوتے تو اس روایت پر ایسے اعتراضات نہ کرتے کیونکہ اون کے علما کے نزدیک اپنے اجتہاد سے اگر کوئی شخص چار رکعت چار طرف پڑھے تو اوسکا فعل صحیح و درست ہے اور ایسپر اعتراض کرنا یا غلط کہنا شارع پر اعتراض اور شارع کا تخطیہ ہے پس اگر امام محمد باقر علیہ السلام کو ایک معمولی مجتہد کے رتبہ کا شخص جانتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اون جناب کے تین جوابوں کو اجتہاد پر مبنی نہ سمجھتے اب میں کہتا ہوں کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معزز مخاطب کو یا تو اپنے یہاں کے حالات پر اطلاع نہیں ہے یا دیدہ و دانستہ اپنے مذہب کے ایسے امور سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ جن میں بادی النظر میں بھی اعتراضات کے متعدد وجوہ موجود ہیں اور شیعوں کی اون روایات پر قدح کرتے ہیں جن پر حرف گیری کا کوئی محل نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی منصف مزاج سنی جسنے اپنی کتاب میں دیکھا ہوگا کہ جناب حضرت عمر صاحب نے ایک جد کے مسئلہ میں

اتنے متعدد اور ایک دوسرے سے متناقض احکام دئے تھے کہ جنکی تعداد احاد و عشرات سے متجاوز ہوکر سو تک پہنچ گئی تھی وہ کافی کی اوس روایت پر مخاطب صاحب کیطرح زبان کھول سکتا ہے جس مین صرف یہ مذکور ہے کہ امام محمد باقر ع نے ایک مسئلہ کے تین طرح سے جواب دئے تھے اور جس مین تصریح تو بکنایہ بھی ان جوابون کے باہم متناقض ہونیکا ذکر نہی بلکہ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہین ہر یک جواب فی حد ذاتہ درست تھا۔ اور اگر بفرض محال اون کا تناقض ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی جو صاحب ان تین جوابون کی نسبت اعتراض کرین گے وہ اعتراض یقیناً ننانوے ۹۹ حصہ اوس اعتراض سے کم ہوگا جو جناب عمر صاحب ہر ایک مسئلہ جد مین سو متناقض حکم لگانے پر ہو سکتا ہے جائے تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت اپنے پیارے ع ایسے قضیہ پر خاک ڈالکر شیعون کی روایات پر ایرادات کی ہوس کرین۔

وہ روایت جس مین جناب خلیفہ عمر صاحب کا ایک مسئلہ مین سو متناقض حکم دینے کا ذکر ہے یہ ہے۔

عن عبیدہ بن عمر قال حفظت عن عمر فی الجد مائۃ قضیۃ کلہا ینقض بعضہا بعضاً فتح الباری شرح کتاب الفرائض باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ	کہا ابن عمر نے کہ مین نے عمر کے مسئلہ جد مین سو قضیہ یاد کئے ہین کہ ہر ایک اون مین ایک دوسرے سے متناقض ہے۔

اس روایت کو ابن ملقن نے بھی توضیح شرح الجامع الصحیح باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ (ص ۷۰ نسخہ قلمیہ) مین نقل کیا ہے یہ ذکر بھی مناسب مقام ہے کہ مسئلہ جد بموجب روایات حضرات اہل سنت ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ جس مین جرأت کرنا باعث دخول جہنم ہے چنانچہ خود حضرت عمر اور نیز اون کے فرزند ارجمند کے روایات اس کے متعلق کتب اہل سنت مین موجود ہین چنانچہ ابن حزم [۱] کتاب محلی مین نقل کرتے ہین۔

عن نافع قال قال ابن عمر اجرءکم علی جراثیم جهنم اجرءکم علی الجد محلی کتاب المواریث ص ۲/۶ سفر خامس نسخہ قلمیہ۔ وغیرہ	نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر نے فرمایا سب سے زیادہ جہنم پر جرأت کرنے والا وہ ہے جو مسئلہ جد مین [illegible]

[۱] ابن حزم کو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اعاظم اہل سنت سے شمار کیا ہے [illegible]

عن حمید بن ہلال قال سألت سعید بن مسیب عن فریضة فیہا جد فقال ما تصنع الی ہذا او ما تریب الی ہذا ان عمر بن الخطاب قال اجرءکم علی الجد اجرءکم علی النار وانما یجرء لی علی الجد من یجرء لی علی النار۔

محلی مین حمید بن ہلال سے منقول ہے کہ مین نے سعید ابن مسیب سے اوس فریضہ کو پوچھا جس مین جد ہوا و نہون نے کہا کہ تم اسے پوچھکر کیا کروگے یا یہ کہا کہ کس ارادہ سے دریافت کرتے ہو۔
(مطلب یہ کہ اس قضیہ کو پوچھنا ہی نہ چاہیے) عمر بن خطاب نے تو کہا ہے کہ جو تم مین مسئلہ جد کے بارے مین جرأت کرنے والا ہے وہ آتش جہنم پر بہت جرأت کرنیوالا ہے اور ایک دوسری روایت مین تو قضیہ جد یہ مین محض حکم دینے کو باعث دخول جہنم قرار دیا ہے۔

عن سعید بن جبیر من سرہ ان یقتحم جراثیم جہنم فلیقض بین الجد والاخوة (محلی صفحہ و نشان سابق)

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ جسے دروازہ جہنم کشادہ کرنا خوش آئے اوسی چاہیے کہ مابین جد اور اخوة کے حکم لگائے۔

اب ہم پوچھتے ہین کہ اس سے بڑھ کر جرأت کیا ہوگی کہ اس مسئلہ مین خلیفہ صاحب نے ستو تک حکم لگا دئے کہ جو ایک دوسرے کے نقیض تھے اور جس سے صاف طور پر ہویدا ہے کہ خلیفہ صاحب اصل مسئلہ کو تو سمجھے نہ تھے بلا واقفیت و علم کے حکم لگاتے تھے اسی سبب سے کوئی حکم ٹھیک نہ ہوتا تھا اور ہر دفعہ ایک نیا حکم دیتے اور فرماتے تھے ذاک علیٰ ما قضینا وہذا علیٰ ما قضینا اگرچہ ان متناقض احکام دینے سے ہر ذی شعور یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یقیناً حضرت عمر کو اصل مسئلہ نہ معلوم تھا لیکن شاید کوئی کج بحث اس سے انکار کرے۔ اور ان متناقض کو مثل علامہ جلال الدین سیوطی کے اجتہاد کے پردہ مین چھپانا چاہیے[1] اسلئے ہم حضرات اہل سنت ہی کے یہان سے اسکی نص نقل کئے دیتے ہین کہ حضرت عمر کو قضیہ جد تا دم وفات نہ معلوم ہو۔ کنز العمال مین مروی ہے عن سعید بن المسیب عن عمر قال سألت ‖ سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی ہے کہ

[1] علامہ سیوطی رسالہ جزیل المواہب مین فرماتے ہین ما تعلف اجتہاد عمر رضی اللہ عنہ فی الجد فقضیٰ فیہ بقضایا مختلفة وکان یقول ذلک علیٰ ما قضینا وہذا علیٰ ما قضینا جزیل المواہب ص ۷، ۹ ۱۲ منہ

النبی کیف قسم الجد قال ما سؤالك عن ذلك یا عمر انی اظنك ان تموت قبل ان تعلم ذلك قال سعید بن مسیب فمات عمر قبل ان یعلم ذلك عب ق و ابو الشیخ فی الفرائض - کنز العمال قسم الافعال کتاب الفرائض حرف الفا	عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ص سے پوچھا کہ جد کو کیونکر تقسیم کیا انہوں نے فرمایا کہ اے عمر اسے کیا پوچھتے ہو میں گمان کرتا ہوں کہ تم ... مرگئے قبل اسکے کہ اسے جانو سعید بن مسیب نے کہا کہ پس مرگئے عمر قبل اس کے کہ اس مسئلہ کو جانتے روایت کیا ہے اسے بیہقی و عبدالرزاق اور ابو الشیخ نے کتاب الفرائض میں۔

اس روایت سے واضح ہے کہ آں حضرت ص نے جناب عمر سے فرمایا تھا کہ مجھے گمان ہے کہ تم مسئلہ جد کو نہ سمجھو گے اور اسی جہت سے آں حضرت ص نے باوصف استفسار کے عمر صاحب کو یہ مسئلہ نہ بتایا پس آنحضرت ص کی یہ پیشینگوئی ہمارے ثبوت دعوی کے لئے کیا کم تھی کہ اسپر طرہ یہ ہوا کہ سعید بن مسیب جیسے اہل سنت کے جلیل القدر اور مستند تابعی نے صاف کہدیا کہ عمر صاحب نے بغیر اس مسئلہ کے جانے وفات کی۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسی حالت میں جناب عمر صاحب کو اس مسئلہ میں حکم دینے کیونکر جائز و روا ہو سکتے تھے اور کس طرح ان سے جرءت کا الزام اوٹھایا جا سکتا ہے اور کیا جواب ہے اس کا کہ جن بزرگ کے علم و فہم کی یہ حالت ہو وہ خلافت رسول کے معزز عہدہ کے (کہ جو تمامی مسلمین کے دینی و دنیوی سرداری ہے) کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں - غرضکہ اس قسم کے متعدد اشکال حضرات اہل سنت کے اس روایت پر وارد ہوتے ہیں جنکی تفصیل باعث طوال ہے اور شاید بعض طبیعتیں خارج از مبحث بھی تصور کریں اور بظاہر انہیں اشکال و اعتراضات کے خوف سے ہمارے جناب مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے بلا پس و پیش کئے اس روایت ہی کو جھوٹا ٹھہرا دیا کیونکہ جب حدیث ہی جھوٹی ہوگئی تو اب اسکی بنیاد پر اعتراضات کی بھرمار کیونکر ہوگی اور جناب شاہ صاحب نے اپنا ظن غالب اس روایت کی نسبت یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ابلیس کی ایجاد کردہ ہے چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم صفحہ ۵۹۰ میں فرماتے ہیں ہے "طعن دہم آنکہ شیعہ در کتب خود روایت کنند کہ ان عمر قضا فی الجد بمائة قضیة وہمیں عبارت را بعینہا فرقہ نواصب درحق حضرت امیر نیز روایت کنند معلوم نیست کہ در اصل اختراع کدام فرقہ است کہ اول این عبارت را برباقتہ و فرقہ دیگر آنرا ربستہ نمودہ بکار خود آوردہ ظن غالب آنست کہ اختراع او ستاد ہردو فرقہ یعنے

حضرت ابلیس علیہ اللعنۃ است کہ ہر دو فرقہ از مشاہیر شاگردان او یند و از یک منبع فیض بردا شتہ اند"

افسوس ہے کہ جناب شاہ صاحب ہمارے زمانہ میں موجود نہیں ورنہ ہم آن جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر بکمال ادب عرض کرتے کہ عمر صاحب کے قضیہ جد میں سو حکم دینے کی روایت کے منبع اور سرچشمہ خود جناب خلافتماب ہیں اور اون سے آپ کے بڑے بڑے مشاہیر روزگار و علماء عالی تبار نے روایت یا اون کی روایت کو نقل فرمایا ہے مثل یزید بن ہارون ہشام محمد بن سیرین عبیدہ بن عمرو ابن ابی شیبہ بیہقی ابن سعد عبد الرزاق ابن ملقن علامہ ابن حجر ملا علی متقی وغیرہ وغیرہ پس ایسی روایت کا منبع شیطان کو قرار دینا اور جو لوگ اس کے ناقل ہوں اون کو شاگرد شیطان کہنا آپ سے مقدس بزرگوار سے بہت بعید ہے اگر کوئی تیز طبع شیعہ آپ کے قول کو سند گردان کر مندرجہ بالا حضرات کی نسبت وہی کلمات استعمال کرے جو آپ نے اس روایت کے ناقلین اور منبع کی نسبت تحریر فرمائے ہیں تو آپ کے ہم مذہب اور خصوصاً آپ کے عقیدتمندوں کو اس کے جواب میں بڑی دقت لاحق ہوگی۔

یہ امر بھی قابل فکر ہے کہ ہمارے مخاطب صاحب کے مذہب میں اس درجہ متناقض مسائل رائج ہیں جن کی کوئی حد نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک امام کے مقلدین کے مسائل دوسرے امام کے مقلدین سے متناقض ہوتے ہیں نہیں بلکہ ایک ہی جماعت کے مسایل باہم متناقض ہیں چونکہ ہم اس مبحث کو بھی طول دینا نہیں چاہتے اس لیے صرف حضرات اہل سنت کے ایک عالم جلیل کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں علامہ ابن حزم کتاب محلی (سفر رابع صفحہ ۲۳) میں تحریر کرتے ہیں۔

واما المالکیون فانھم وان کانوا اصابوا ھھنا فقد تناقضوا جداً۔ {اور مالکیہ اگرچہ اس مسئلہ میں راستی کو پہنچے ہیں لیکن ضرور اونھوں نے بڑا تناقض کیا ہے۔}

اسکے بعد ابن حزم نے اون مسایل کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو مالکیہ کے یہاں متناقض ہیں یہ اوسی مقام پر لکھتے ہیں۔

واما الحنفیون فتناقضوا اقبح تناقض {اور حنفیہ نے بھی بہت قبیح تناقض کیا ہے۔}

اور یہاں پر حنفیہ کے بھی کچھ ایسے مسایل لکھے ہیں جو باہم متناقض ہیں ہمیں نہایت تعجب ہوتا ہے کہ جن بزرگ کے مذہب کی یہ کیفیت ہو وہ کیا سمجھ کر شیعوں کی ایسی روایت پر طعن کرتے ہیں جس میں صرف یہ مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک مسئلہ کے تین جواب دئے تھے اور جن کے

باہم متناقض ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اب رہا مخاطب صاحب کا دوسرا اعتراض کہ ائمہ علیہم السلام نے اپنے مخلصین شیعہ میں اختلاف کیوں ڈالا مخلصین سے تقیہ کی ضرورت نہ تھی اس کے نسبت ہم نہایت افسوس سے کہتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنا تمامتر عوام الناس کی دہوکا دہی پر ہے اس لئے کہ جو اونھوں نے اعتراض کیا ہو اوسکا کافی جواب اصل روایت میں موجود ہے کہ جب زرارہ نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ نے اپنے دو شیعوں کو مختلف جواب دئے تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہمکو اور تمکو اور اگر تم سب ایک مذہب میں جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرلیں گے کہ تم ہماری گروہ میں ہو تو اس میں ہماری اور تمہاری بقا کم ہو جائے گی" اس سے بخوبی واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے جو مختلف جواب دئے تھے اوس کی وجہ تقیہ تھی اور یہ کہنا کہ مخلصین سے کچھ خوف نہ تہا جو تقیہ کا احتمال ہو اور بھی زیادہ حیرت خیز ہے کیونکہ جو وجہ امام علیہ السلام نے اختلاف اجوبہ کی بیان فرمائی اوسمیں اس شبہ کو بھی حل فرما دیا تہا اس لئے کہ امام علیہ السلام کے ارشاد کا صاف یہ منشا ہے کہ اگر ہمارے شیعہ اس امر میں ایک ہی قول پر متفق ہو جائیں گے تو پہچان لئے جائیں گے کہ یہ لوگ ائمہ کے تبع ہیں اور یہ اون کے ہلاک کا باعث ہوگا۔ اور یہ بہت ہی ٹھیک تھا اسلئے کہ اوس زمانہ میں موالیان اہلبیت کے ساتھ خلفاء وقت کے جو برتاؤ تھے وہ روشن ہیں کسی شخص کی نسبت یہ معلوم ہوتا کہ امام وقت کا پیرو ہے اوسکے قتل کی کافی وجہ سمجھی جاتی تھی خود امام محمد باقر و امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کے زمانہ میں جو حکام وقت تھے اونھوں نے عموماً سادات و شیعیان امیرالمومنین پر جو جور و ستم کئے ہیں کیا اون کے بیان کی کوئی قلم طاقت رکھتا ہے اور خود ان دونوں معصومین پر جو کچھ تعدیاں کی گئیں کیا وہ مخفی ہیں ایسی حالت میں ائمہ کا فرض تہا کہ وہ شیعوں کی حفاظت جان کی تدابیر پر غور کرتے رہیں اور جس امر میں اونکی مضرت کا خوف دیکھیں اوس سے بچانے کی کوشش فرمائیں نہ کہ خود انھیں تہلکہ میں مبتلا کریں افسوس ہے کہ جناب رسالتماب ؐ تو اوس قوم کی مذمت فرمائیں جسکے ظلم کے سبب سے مومن پابند تقیہ ہوں اور ہمارے مخاطب صاحب تقیہ پر عمل کرنیوالوں کو مذموم سمجھیں علامہ جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں

بئس القوم قوم یمشی المؤمن فیھم بالتقیۃ والکتمان (ف) عن ابن مسعود	کیا بری وہ قوم ہے جسمیں مومن براہ تقیہ و کتمان اختیار کرے روایت کیا ہی اسی دیلمی نے فردوس الاخبار میں ابن مسعود سے۔

جامع صغیر مجلد اول ص۱۳۱ چاپ مصر

لیکن ہمیں مخاطب کے ان اعتراضوں سے چنداں تعجب نہیں ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اون کے پیشوا جناب مولوی حیدر علی صاحب نے ائمہ کے انہیں مختلف جوابوں کو اور بضرورت اپنے بعض اصحاب مین بعض اوقات ظاہری اختلاف ڈالنے کو اون معاصی میں شامل کیا ہی جو قریب بکفر ہین (دیکھو منتہی الکلام مسلک اول ص ۱۲۹) پھر مخاطب صاحب اپنے ایسے مقتدا کی تقلید کیونکر نہ کرتے۔ یہی غنیمت سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے اپنے ان جلیل القدر متکلم کے اقوال کا بعینہ اعادہ نہیں فرمایا اور اپنے اعتراض کو مجمل ہی رکھا۔ اگرچہ ہم مختصر طور پر اس امر کو ظاہر کر آئے ہیں کہ ائمہ جو بعض اوقات اپنے صحابہ کو بظاہر مختلف جواب دیتے تھے (کہ جو نفس الامر میں حق و صواب ہوتے تھے) وہ بضرورت ہوتے تھے لیکن اس امر پر چونکہ مخاطب صاحب سے بدرجہا بڑھ کر اون کے پیشوا صاحب منتہی الکلام نے طعن و تشنیع کی ہے اور اس فعل کو قریب بکفر قرار دیا ہی اس لئے ضرور ہی کہ ہم انہیں حضرات کے کتب کی رو سے ثابت کردیں کہ اونہیں اختلاف ائمہ کی نسبت تکرار و اصرار ایسے نا ملایم الفاظ استعمال کرنا کسی طرح مناسب نہیں تھا گو اس کے بکثرت دلایل موجود ہیں لیکن بخیال اختصار یہاں پر صرف بعض وجوہ پر اکتفا کی جاتی ہی۔

اول یہ کہ کتب حضرات اہل سنت سے ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت نے اپنے اہل بیت کے اختلاف کو اپنی امت کے لئے باعث رحمت فرمایا ہی پس نہایت ہی قابل افسوس حالت ہی اوس شخص کی جو اپنے تئیں آنحضرت کا پیرو ظاہر کرے اور باوصف اسکے جس امر کو آنحضرت محمود و پسندیدہ فرمائیں بلکہ رحمت خدا سے تعبیر کریں اوسے مذموم اور قابل اعتراض سمجھیں علامہ جلال الدین سیوطی نے جزیل المواہب صفحہ ا میں بیہقی سے ایک روایت نقل کی ہی جس کے آخری فقرات یہ ہیں ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فایما اخذتم بہ اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ ویوجد علیہ بعدی بہ

یعنے ضرور میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں پس ان میں جس کسیکو تم اختیار کرلوگے ہدایت پاوگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہی۔

اس روایت میں آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دیکر اون سے مسائل وغیرہ حاصل کرنے کو باعث ہدایت اور اون کے اختلاف کو رحمت فرمایا ہی اور یہہ امر واضح ہی کہ اس روایت میں اصحاب سے مراد اہلبیت اطہار ہیں اسلئے کہ اول تو اس روایت میں اطہار اصحاب ہیں پس اصحاب سے یہ کہنا کہ میرے اصحاب بمنزلہ ستاروں کے ہیں پس تم میں سے جو کوئی اون میں سے کسی کو اختیار کرے گا ہدایت پائے گا اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہی" اور یہہ مراد اوس سے وہی اصحاب ہوں جو مخاطب ہیں بالکل خلاف عقل ہے اور بلا کسی ضرورت کے کوئی شخص ہرگز ایسا کلام نہیں کرسکتا۔ اگر اصحاب سے مسایل حاصل کرنا بنابر اس طور کے ارشاد کے باعث ہدایت ہوسکتا ہی تو غیر اصحاب کیلئے اور اونکا اختلاف باعث رحمت ہوسکتا ہی تو دیگر لوگوں کے لئے پس اگر آنحضرتؐ کو یہ مضمون ارشاد فرمانا ہوتا تو یوں فرماتے کہ میرے اصحاب سے جس کسیکو کوئی اختیار کرے گا وہ ہدایت پایگا اور میرے اصحاب کا اختلاف لوگوں کے لئے باعث رحمت ہی یا اس قسم کا کوئی کلام فرماتے لیکن اصحاب سے مخاطب ہوکر فرمانا کہ میرے اصحاب بمنزلہ ستاروں کے ہیں تم لوگ اون میں سے جس کسیکو اختیار کروگے ہدایت پاوگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہی ایک روشن قرینہ اس کا ہے کہ اس روایت میں اصحاب سے مراد یہ اصحاب نہیں ہوسکتے جو مخاطبین ہیں بلکہ ان سے وہ ذات مقدسہ مراد ہیں جن سے اصحاب اور ضمناً جمیع امت کو مسایل اخذ کرنیکا حکم فرمایا ہی اور اصحاب و دیگر امت کے لئے اون کے اختلاف کو رحمت قرار دیا اور وہ بجز اہلبیت اطہار ع کے کوئی نہیں ہوسکتا دوسرے اصحاب رسالتماب میں اس قسم کے بکثرت اختلافات واقع ہوئے ہیں کہ جو ہرگز رحمت نہیں قرار پاسکتے کیا کوئی دیندار مسلمان اوس اختلاف کو رحمت کہہ سکتا ہی جو آنحضرتؐ کے مرض موت میں باہم صحابہ میں واقع ہوا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ ایسی تحریر سے باز رکھے گئے جسکی تحریر کو آنحضرت نے باعث ہدایت امت فرمایا تھا اور جس اختلاف کی بدولت اصحاب رسول سے برکت ہی سلب ہوگئی (جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا) اور کیا

وہ اختلاف برحق ہے جسے تعبیر کیا جا سکتا ہے جسکے سبب سے جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا باغ فدک سے محروم کی گئیں اور خلیفہ ابوبکر صاحب نے اوس معصومہ کو ایسا غضبناک کیا کہ تا وفات اپنی اوس معصومہ نے خلیفہ صاحب سے بات بھی نہ کی (صحیح بخاری غزوہ خیبر صفحہ ۶۰۹) اور آنحضرت کے اس ارشاد کا کچھ بھی خیال نہ کیا گیا کہ جو فاطمہ کو برا معلوم ہوتا ہے وہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے (بخاری ص ۸۷) اور نہ حقتعالی کے اس ارشاد کی پروا کی گئی کہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ - اس مبحث کو ہم اس خیال سے [illegible] بھی طول دینا نہیں چاہتے کہ خود اکابر اہلسنت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اصحاب کے جھگڑے سے [illegible] دلالت کرتے ہیں کہ بعض اصحاب راہ حق سے [illegible] فسق کی حد تک پہنچ گئے تھے (انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ ص ۲۳ طبع ثانی) پس اس زمانہ کے اختلافات کو ہرگز کوئی عقلمند شخص رحمت سے تعبیر نہیں کر سکتا اور ثابت ہو کہ اگر آنحضرت نے [illegible] اپنے اصحاب کے اختلافات کو رحمت سے تعبیر فرمایا ہے تو مراد اوس سے اہل بیت اطہار ہی ہو سکتے ہیں کہ جن کا اختلاف درحقیقت اختلاف نہیں ہے اور جو کبھی بظاہر مختلف جواب فرماتے ہیں تو اول تو اوسکے لئے محامل صحیحہ حقہ ہوتے ہیں کہ جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ نفس الامر میں یہ امور مختلف و متناقض نہیں ہیں دوسرے یہ اختلاف بضرورت تقیہ ہوتا ہے پس درحقیقت اگر کوئی اختلاف رحمت ہو سکتا ہے تو وہ انہیں حضرات کا اس قسم کا اختلاف ہے تیسرے اگر حضرات اہل سنت اس روایت میں اصحاب سے مراد اصحاب رسول لیں گے تو اون کے مذہب کے ستون ایسے متزلزل ہو جائیں گے کہ جنکا اصلاح پذیر ہونا دشوار ہوگا اسلئے کہ اس حالت میں روایت کا یہی مطلب ہوگا کہ جو شخص جس صحابی رسول کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اس صورت میں حضرات اہل سنت کو شیعون کے ہدایت یافتہ ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ بہت سے صحابی رسول ایسے ہیں جو شیعوں کے اکثر خیالات وعقاید میں متفق ہیں دیکھو حسب[1] اعتراف حضرت عمر امیر المومنین و ابن عباس حضرات شیخین کو کاذب غادر خائن آثم جانتے تھے پس اگر شیعہ بھی ان دو جلیل القدر صحابیون کی رائے کی پیروی و اقتدا کریں تو حضرات اہل سنت کو برا نہ ماننا چاہیے بلکہ

---

[1] دیکھو انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۳۴ - ۱۲ منہ

شیعونکو اس رائے میں ہدایت یافتہ سمجھنا چاہیئے اسیطرح کتب اہل سنت سے (مثل استیعاب صفحہ ۸۷ قلمیہ وغیرہ) ثابت ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ابوبکر کی امامت کو قطعاً صحیح نہیں سمجھتے تھے اور مرتے دم تک اونہون نے ابوبکر صاحب سے بیعت نہیں کی پس لازم ہے کہ حضرات اہل سنت یہ خیال فرمائیں کہ شیعہ جو ابوبکر صاحب کو امامت کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس میں سعد بن عبادہ جیسے جلیل المرتبت صحابی کا اقتدا کرتے ہیں اور بسبب اس اقتدا کے ہدایت یافتہ ہیں اسیطرح کتب حضرات اہل سنت سے ثابت ہے کہ بی بی عایشہ جو صرف صحابیہ معظمہ ہی نہیں بلکہ مجتہدہ بھی تھیں حضرت عثمان غنی کو فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا[۵۴] فقد کفر پس اگر شیعہ بھی ایسی صحابیہ محترمہ کی اقتدا سے حضرت خلیفہ ثالث کو وہی کہیں جو وہ معظمہ فرماتی تھیں تو حضرات اہل سنت کو کوئی وجہ اعتراض نہیں اور دیکھیئے[۵۵] کتب حضرات اہل سنۃ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صحابی رافضی ہی نہیں بلکہ غلاۃ روافض سے تھے پس اب تو انصاف اسکا مقتضی ہے کہ حضرات اہل سنت بیچارے رافضیون کے لئے بلکہ اون کے لئے بھی جو غلاۃ روافض سے ہیں ایک وثیقہ اس مضمون کا لکھدیں "کہ تم لوگ چونکہ ایک صحابی کے مقتدی ہو اسلئے تم سب راہ راست پر اور ہدایت یافتہ ہو" بہرحال اس مختصر بیان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ حضرات اہل سنت اگر حدیث نجوم میں اصحاب سے مراد محض اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لینگے تو اون کے مذہب کی دیوار منہدم ہوجائیگی پس انہیں بغیر اسکے چارہ نہیں ہے کہ اس امر سے دست برداری اور تحاشی کریں کہ حدیث نجوم میں صحابہ مراد ہیں اور جس وقت کہ صحابہ اس سے خارج ہوگئے تو حضرات اہل سنت ہی فرمائیں کہ بجز اہلبیت کرام کے اور کون اس حدیث مراد ہوسکتا ہے اب آخری دلیل اسکی کہ حدیث نجوم میں اصحاب سے مراد ائمہ اہلبیت ہیں یہ ہے کہ خود بعض اکابر علمائے اہل سنت نے اس کا اعتراف فرمایا ہے چنانچہ ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی کتاب ہدایۃ السعدا میں فرماتے ہیں "چون زمانہ آخر آید زمانہ شب تار شود ظہر الفساد فی البر والبحر فساد القلوب علے قدر فساد الزمان"

"ثم یفشوا الکذب ودر آن وقت آفتاب ولایۃ علی در غروب کند ستارہ گان من آلہ

۵۴ دیکھو انسان العیون حلبی مجلد سوم صفحہ ۹۹ ۱ مطبوعہ مصر ۵۵ علامہ ابن قتیبہ نے حضرت ابو الطفیل کو جو صحابی رسول تھے غلاۃ روافض کی فہرست میں منسلک فرمایا ہے دیکھو معارف ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر

کہ خلفا و علی،، ولی اند اذن اجازت بانی و پاینده باشند و بانجم ہم پیوندون باہم اقتدیتم اہتدیتم چون مصطفے ،، مانند آفتاب و علی مانند ماہتاب و خلیفہ گان غیر علی ولی مثل ستارگان اند با وجود آفتاب بہیچ بشنگرند،، و با وجود ماه ستارگان نہ شمرند۔

ہدایۃ السعدا یہ ہدایۃ اربعہ جلوہ اولی ص، ۵۰ نسخہ قلمیہ

پس یہ ظاہر ہوگیا کہ ائمہ علیہم السلام نے جو مختلف جواب دئے یا اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالا یا ایک امام نے دوسرے کے مخالف حکم فرمایا وہ بنا بر اصول اہل تشیع کے تو کسی طرح قابل اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اون کے روایات میں جہاں اس اختلاف کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ موجبہ بھی موجود ہے لیکن بنا بر اصول اہل تسنن کے بھی کسیطرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ امر واضح ہو گیا کہ آن حضرت نے اپنے اہلبیت کے اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا ہے اور چونکہ علمائے اہل سنت کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے جو ایک کا قول ہے وہی سب کا ہے اور آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے[۱] (اور یہی شیعون کا بھی عقیدہ ہے) پس حضرات اہل سنت کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اگر ائمہ میں کسی مسئلہ مین ظاہر کچھ اختلاف ہوا ہے تو اسکی وجہ بجز تقیہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتی دوسرے[۲] یہ کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک اختلاف مذہب ایک نعمت عظمی اور جناب رسالت مآب کی بڑی جلالت قدر کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جزیل المواہب صفحہ[۲] اختلاف المذاہب میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان اختلاف المذاهب فی هذه الملة نعمة کبیرة وفضیلة عظیمة وله سر لطیف ادرکه العالمون	آگاہ ہو کہ اختلاف مذاہب ملت محمدی میں بڑی نعمت اور فضیلت عظیم ہے اور اس کا ایک بار یک بھید ہے کہ جسے عالموں نے

[۱] دراسات اللبیب صفحہ ۲۳۳ و ۲۴۹ [۲] جزیل المواہب صفحہ ۱ الضاً فی سبب الاختلاف تالیف مولوی ولی اللہ صاحب دہلوی نسخہ قلمیہ صفحہ ۳۔

وعمی عنه الجاهلون۔ دریافت کیا ہے اور جاہل اوس سے نابینا ہوگئے ہیں

نیز اسی رسالہ میں اختلاف کی روایت بھی لکھتے ہیں۔

وفی ذلک توسعة زائدة لها وفخامة عظیمة بقدر النبی صلی الله علیه وسلم فی الامر الواحد احکام متنوعة یحکم لکل منها وینفذ ویصوب قائله ویؤجر۔

اس اختلاف میں شریعت کیلئے زیادہ وسعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کے لئے عظیم بزرگی ہے کہ ایک امر میں احکام مختلفہ ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ حکم کیا جاتا ہے اور ہر ایک نفاذ پذیر ہوتا ہے اور اوس کے قائل کی تصویب کیجاتی ہے اور اوسے اجر دیا جاتا ہے

جبکہ اختلاف مذاہب نعمت عظمی اور سبب بزرگی قدر پیغمبر وغیرہ ہے تو کیا وجہ ہے جو اون لوگوں پر اعتراض کیا جاتا ہے جو اس اختلاف مذاہب کے سبب ہوکر حصول نعمت عظمی اور بزرگی قدر پیغمبر صلوۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ہوئے۔

تیسرے یہ کہ حضرات اہل سنت کے یہاں کی مشہور حدیث ہے اختلاف امتی رحمة[۱] پس جبکہ علماء امت کا اختلاف رحمت ہے تو حضرات اہل سنت کو بنابر اپنی اس روایت کے فرض کرلینا چاہئے کہ ائمہ نے جو اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالا اوس سے بھی مقصود اس رحمت کا نشر تھا۔

چوتھے کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک صاحب عمداً مسلمانوں کے اختلاف کے باعث ہوئے ہیں اسلئے کہ خلیفہ منصور عباسی نے اون سے درخواست کی بھی کہ اجازت دیجئے تو میں آپکے کتب کو لکھواکر شہروں میں بھجوادوں اور حکم کردوں کہ سب لوگ بجز آپکی کتب کے کسی دوسری چیز پر عمل نہ کریں لیکن امام صاحب نے منظور نہ کیا اور کہا کہ مسلمانوں کو انہیں مختلف رہنے دیجئے اور بنابر دوسری روایت کے ہارون رشید نے امام صاحب سے مشورہ کیا کہ موطا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں کو حکم دیا جائے کہ اوسی پر عمل کریں تب بھی امام صاحب نے نہ مانا پس اگر اختلاف کوئی مذموم چیز ہے تو استاد ہو ناامام مالک صاحب کیوں اسکے باعث ہوئے۔

پانچویں ان سب سے بڑھکر قیامت یہ ہے کہ حضرات اہل سنت کے نزدیک اصحاب باعمل ہیں

[۱] اس حدیث کو علامہ جلال الدین سیوطی نے بڑے بڑے مستند علماء سے نقل کیا ہے (دیکھو جامع صغیر مجلد اول صفحہ ۱۲) جزء الوہاب مدلۃ انصاف فی بیان سبب الاختلاف۔

کہ خلفاء علی ، ولی اند اذن اجازت بانی و پاینده باشد و بانجم ہم
پہتدون باہیم اقتدیتم اہتدیتم چون مصطفے ، مانند آفتاب و علی مانند
ماہتاب و خلیفہ گان غیر علی و لی مثل ستارگان
اند با وجود آفتاب ہمہ ننگرند ، و با وجود ماہ ستارگان
نہ شمرند۔

ہدایۃ السعدایہ ہدایۃ اربعہ جلوہ اولی ص ۵ نسخہ قلمیہ

پس یہ ظاہر ہو گیا کہ ائمہ علیہم السلام نے جو مختلف جواب دئے یا اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالا یا ایک امام نے دوسرے کے مخالف حکم فرمایا وہ بنا بر اصول اہل تشیع کے تو کسی طرح قابل اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اون کے روایات میں جہاں اس اختلاف کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ موجہ بھی موجود ہے لیکن بنا بر اصول اہل تسنن کے بھی کسیطرح قابل اعتراض نہیں ہوسکتا اسلئے کہ یہ امر واضح ہو گیا کہ آنحضرت نے اپنے اہلبیت کے اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا ہے اور چونکہ علمائے اہل سنت کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے جو ایک کا قول ہے وہی سب کا ہے اور آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے (اور یہی شیعوں کا بھی عقیدہ ہے) پس حضرات اہل سنت کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اگر ائمہ میں کسی مسئلہ میں بظاہر کچھ اختلاف ہوا ہے تو اسکی وجہ بجز تقیہ کے اور کچھ نہیں ہوسکتی دوسرے یہ کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک اختلاف مذہب ایک نعمت عظمی اور جناب رسالتمآب کی بڑی جلالت قدر کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جزیل المواہب صل نے اختلاف المذاہب میں فرماتے ہیں

اعلم ان اختلاف المذاهب فی هذه الملة ونعمة کبیرة وفضیلة عظیمة وله سر لطیف ادرکه العالمون

آگاہ ہو کہ اختلاف مذاہب ملت محمدی میں بڑی نعمت و فضیلت عظیم ہے اور اس کا ایک [illegible] ہے کہ جسے عالموں نے

ا دراسات اللبیب صفحہ ۲۳۳ و ۲۴۹ ۵ جز تالیف مولوی ولی اللہ صاحب دہلوی نسخہ قلمیہ صفحہ ... ۔ ۱ [illegible] الاختلاف

وھم عنہا الجاھلون ﴿ دریافت کیا ہے اور جاہل اوس سے نابینا ہوئے ہیں

نیز اسی رسالہ میں اختلاف کی روایت بھی لکھتے ہیں۔

وفی ذلک توسعۃ زائدۃ لھا وفخامۃ عظیمۃ بقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الامر احد باحکام متنوعۃ یحکم لکل منھا وینفذ ویصوب فاعلہ ویوجر۔

اس اختلاف میں شریعت کیلئے زیادہ وسعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کے لئے عظیم بزرگی ہو کہ ایک امر میں احکام مختلفہ ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ حکم کیا جاتا ہو اور ہر ایک نفاذ پذیر ہوتا ہو اور اوس کے قایل کی تصویب کیجاتی ہو اور اوسے اجر دیا جائے گا

جبکہ اختلاف باعث نعمت عظمیٰ اور سبب بزرگی قدر پیغمبر وغیرہ ہے تو کیا وجہ ہو جو اون لوگوں پر اعتراض کیا جاتا ہو جو اس اختلاف مذاہب کے سبب ہوکر حصول نعمت عظمیٰ اور بزرگی قدر پیغمبر صلوۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ہوئے۔

تیسرے یہ کہ حضرات اہل سنت کے یہاں کی مشہور حدیث ہو اختلاف امتی رحمۃ[۵] یعنی جبکہ عام امت کا اختلاف رحمت ہو تو حضرات اہل سنت کو بنا بر اپنی اس روایت کے فرض کرلینا چاہئے کہ ائمہ نے جو اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالا اوس سے بھی مقصود اوس رحمت کا نشر تھا۔

چوتھے کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہو کہ امام مالک صاحب عمداً مسلمانوں کے اختلاف کے باعث ہوئے ہیں اسلئے کہ خلیفہ[۶] منصور عباسی نے اون سے درخواست کی تھی کہ اجازت دیجئے تو میں آپکے کتب کو لکھواکر ہر شہر میں بھجوا دوں اور حکم کردوں کہ سب لوگ بجز آپکی کتب کے کسی دوسری چیز پر عمل نہ کرنے سکیں امام صاحب نے منظور نہ کیا اور کہا کہ مسلمانوں کو لوگ نہیں مختلف رہنے دیجئے اور بنابر دوسری روایت کے ہارون رشید نے امام صاحب سے مشورہ کیا کہ موطا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں کو حکم دیا جائے کہ اوسی پر عمل کریں تب بھی امام صاحب نے نہ مانا پس اگر اختلاف کوئی مذموم چیز ہے تو اوسکا منشا ہونا امام مالک صاحب کیوں اسکے باعث ہوئے۔

پانچویں ان سب سے بڑھکر قیامت یہ ہو کہ حضرات اہل سنت کے نزدیک اصحاب رسول میں

[۵] اس حدیث کو علامہ جلال الدین سیوطی نے بڑے بڑے مستند علما سے نقل کیا ہے (دیکھو جامع صغیر مصلا ا صفحہ ۲۹)
[۶] جزء الخواجب مطا الصاف فی سبب الاختلاف۔

جو اختلافات مسایل میں واقع ہوتے اوسکے باعث خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اسلئے کہ اون جناب نے اپنے اصحاب سے مسایل بہت ہی شاذ و نادر بیان فرمائے مقتدی یہ نہیں فرمایا کہ وضو میں یہ امور واجب ہیں اور یہ مستحب و نحو ذلک اسیوجہ سے صحابہ میں اختلاف واقع ہوا کسی نے کسی فعل کو واجب جانا اور کسی نے مستحب کسی نے مکروہ کسی نے ... چنانچہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف صفحہ ۱ میں سبب اختلاف صحابہ و تابعین میں لکھتے ہیں

اما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یتوضأ فیری الصحابۃ وضوءہ فیأخذون بہ من غیر ان یبین ان ھذا رکن وذلک ادب وکان یصلی فیرون صلوتہ فیصلون کما راوہ وحج فیری الناس حجہ ففعلوا کما فعل ھذا کان غالب حالہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبین ان فرائض الوضوء ستۃ او اربعۃ۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو کرتے تھے پس صحابہ آپکا وضو دیکھتے تھے پس وہ بھی ویسے ہی اختیار کرتے تھے بغیر اسکے کہ آں حضرت یہ بیان فرمائیں کہ یہ فعل رکن ہے اور یہ ادب ہے اور آں حضرت نماز پڑھتے تھے پس صحابہ آپکی نماز دیکھتے اور اوسیطرح پڑھتے جسطرح آں حضرت کو دیکھا اور آں حضرت نے حج کیا پس لوگوں نے آپکا حج دیکھا اور اوسیطرح کیا جسطرح آپ نے اور اکثر یہی سمجھا آں حضرت کا اور آنحضرت نے بیان نہیں فرمایا کہ واجبات وضو چھ ہیں یا چار۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اصحاب کے اختلاف کے باعث خود آں حضرت ہوئے کہ اون سے آداب وسنن کو نہ بیان فرمایا اب فرمائیے کہ آں حضرت نے اپنے مخلصین کو عمداً اختلاف میں کیوں ڈالا اور اگر ایقاع اختلاف ائمہ کو جو بنظر مصلحت تھا معاذاللہ قریب بکفر سمجھا جاتا ہے تو ایقاع اختلاف آں حضرت کہ جسکی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی گئی کس سے تعبیر کیا جائے گا افسوس ہے کہ جناب مولوی حیدر علی صاحب اور اون کے متبع صاحب تحفۃ الشیعہ نے ائمہ کے ایقاع اختلاف پر اعتراض کرتے وقت یہ نہ خیال کیا کہ یہ اعتراض کہاں پہنچتا ہے حق تو یہ ہے کہ اسلام میں جو بڑا بھاری اختلاف واقع ہوا ہے جسنے اسلامی ترقی کو سخت نقصان پہونچایا اور جسکے سبب تیرہ سو برس سے ترقی ہوتی گئی اور جسنے مسلمانوں کو مختلف فرقوں کو تقسیم کیا جسکے باعث ایک دوسرے کو جہنمی و کافر کہتا ہے وہ مسئلہ خلافت رسول خدا ہے اور اوسکی

بابت جو کچھ اختلافات ہوئے ہیں بظاہر اوسکے باعث حضرت خلیفہ ثانی صاحب ہیں اسلئے کہ جب آں حضرت نے دم واپسیں ایک نوشتہ لکھنے کیلئے دوات و قرطاس طلب کیا تھا کہ میں تمہیں ایسی سر لکھدونگا جسکے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اوس سے (حسب اقرار علمائے اہل سنت حضرت کا مقصود اپنی خلافت کا فیصلہ تھا اور حضرت چاہتے تھے کہ اپنے خلیفہ کا نام لکھ جائیں تاکہ آنحضرت کے بعد اس باب میں کسی طرح کی نزاع کا موقع نہ باقی رہے لیکن افسوس ہے کہ عمر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرطاس و دوات نہ دینے دی جسکے باعث ایک اختلاف تو حضرت ہی کے سامنے سے شروع ہوگیا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ رسول کو لکھنے دو بعض عمر صاحب کے ہمزبان تھے آخرکار اس درجہ شور و شغب و اختلاف مچا کہ آں حضرت کو سخت ناگوار گذرا اور سب کو اپنے پاس سے یہ کہکر اٹھوا دیا کہ میرے سامنے تنازع سزاوار نہیں ہے اور یہ اختلاف ایسا تھا جسنے اصحاب رسول سے برکت خدا کو سلب کردیا چنانچہ فتح الباری میں مذکور ہے۔

ولما وقع منهم الاختلاف ارتفعت منهم البركة (فتح الباری کتاب المغازی مع انتہا)	جبکہ اصحاب میں قصہ قرطاس کے متعلق اختلاف واقع ہوا تو اون سے برکت اوٹھ گئی۔

اور بعد کو جیسے کچھ اختلافات واقع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ ظاہر و عیاں ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ عمر بزرگوار ایسے اختلاف عظیم کے باعث ہوئے جسکے سبب سے لکھو کھا آدمی یقینی گمراہ ہوگئے اور ہوتے رہیں گے اوس پر تو نظر اعتراض نجائے اور امام علیہ السلام کے بعض مختلف جوابوں پر جو بضرورت تھے) طعن و تشنیع ہو اب بالاختصار اسکی بھی سند سن لیجئے کہ آں حضرت کو دم واپسیں خلافت کا فیصلہ کرنا اور اپنے خلیفہ کی تعیین منظور تھی علامہ ابن حجر فتح الباری شرح حدیث قرطاس میں لکھتے ہیں

واختلف في المراد بالكتاب فقيل كان اراد ان يكتب كتابا ينص فيه على الاحكام ليرتفع الاختلاف وقيل بل اراد ان ينص على اسامي الخلفاء بعده حتى لا يقع بينهم	اور اختلاف کیا گیا ہے مراد کتاب میں پس کہا گیا ہے کہ آں حضرت نے ارادہ کیا تھا کہ ایسی کتاب لکھیں جس میں احکام پر نص کردیں تاکہ اختلاف دور ہو جائے اور کہا گیا ہے کہ بلکہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے بعد کے خلفا کے

اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو آٹھ برس سے فرقہ حقہ شیعہ کی حمایت اور نصرت مین جان لڑائے ہے جبکہ کوئی اخبار و رسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفعیہ کا بیڑا اُٹھایا اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست اور نگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابین علم کلام مین شائع کین اور جسقدر مخالفون کا جواب دیا قوم مین مشہور ہے۔ دو سال سے اب تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہے اہلسنت کے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کیجاتی ہے کہ صحیح و اتفاقی روایتین الگ ہو جاتی ہین اور وضعی و غلط روایتین الگ۔ باوجود ان خوبیون کے قیمت عے سالانہ

تنقید بخاری

پہلا حصہ اصلاح جلد ۶ سے شروع ہوا اور نمبر اجلد ۹ پر ختم ہوا بوجہ کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصہ اول چھپوایا گیا ہے جسمین صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثون پر تفصیلی مگر مختصر نظر کی گئی ہے جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہے۔ قیمت ۶ر

الجمرہ

اس رسالہ مین کلوخ لینا بدعت بتایا گیا ہے .... قیمت ۲ر

تاریخ الاذان

جسمین ہر ہر خلیفہ کا تصرف کر کے اذان مین دکھایا گیا ہے

نہج البلاغہ

اس کتاب مستطاب سے کون نہ واقف ہوگا کہ جناب امیر المومنین امام المتقین مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی بن ابیطالب علیہ السلام کے خطبے و خطوط اور مختلف حدیثین جنپر مسلمانونکی دین و دنیا کی ترقیون کا دارومدار ہے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اسمین جمع کی تھین قدیم زمانے سے متعدد شرحین اسکی عربی فارسی مین لکھی گئین مگر باینہمہ یہ کتاب کمیاب بلکہ نایاب تھی۔

جناب فخر الحکما دام ظلہ نے اسکا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے۔ مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلیے یہ انتظام کیا کہ ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۲+۲۹ تقطیع پر شائع ہوا کرین لہذا عہ سالانہ مقرر کیا گیا۔ ہر چھ مہینہ پر ۶ جزو شائع ہوتے ہین۔ پوری کتاب کی قیمت درجہ اول۔ درجہ دوم

رسالہ وضو

جسنے دنیا کو منوا دیا کہ اسلام مین مذہب حق شیعہ ہے جسکا وضو اور نماز اور کل افعال مطابق کتاب و سنت ہے چالیس حدیثون سے زیادہ کتب معتمدہ اہلسنت سے لکھی گئی ہین کہ یہی وضو ہے رسول اللہ کا جو شیعون مین جاری ہے ...... قیمت ۸ر

مناظرہ مجدیہ

حصہ اول جسمین قرآن اور احادیث رسول اللہ و جناب امیر و حسنین و اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و خلفائی اہلسنت سے بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان کا

مطبع اصلاح کجھوہ ضلع سارن سے باہتمام سید تطہیر حسین مینیجر شائع ہوا

الشمس

کجھوہ ضلع سارن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۱۲	بابت ماہ ذیحجہ ۱۳۲۳ھ	جلد ۱

عرض ایڈیٹر

(۱) الحمد للہ کہ الشمس کا پہلا سال بخیر و خوبی تمام ہوا اس سے ناظرین با تمکین سمجھ سکتے ہیں کہ ایڈیٹر کو کتنی زحمتیں اوٹھانی پڑین کیونکہ انتظامی حالت سے ابھی اصلاح ہی اپنی اصلی حالت پر نہ آیا تھا جو الشمس کی اشاعت وقت معین پر ہوتی بگڑ یا اینہمہ الشمس کا انتظام بہت ٹھیک رہا اور ماہ بماہ پرچہ حاضر ہوتا رہا باستثنا ر نمبر ا کہ بوجہ تشریف بری جناب فخر الحکما دام ظلہ جو ا ار شوال کو بہ قصد حج بیت اللہ روانہ ہوئے اور حقیر بھی لکھنو تک ہمرکابی میں حاضر رہا جس سے فی الجملہ تاخیر ہوئی اور ہر ۹ و نمبر ۱۰ و ۱۱ ایک ساتھ حاضر کرنے پڑے۔

(۲) دوسری خصوصیت الشمس مین یہ بھی ہے کہ چونکہ خاص مناظرہ میں یہ رسالہ شائع ہوتا ہے اسلئے مضامین غیر سے کسیطرح کی امداد نہ ملی بلکہ تمامتر اس کا بار نحیف کے سر رہا اوس میں بھی مضامین مختلفہ کہ ایک حصہ خاص نقد التنقید سے متعلق رہا دوسرا حصہ اتمام حجۃ سے تیسرا حصہ ضوء الشمس سے جس کو آپ نہایت سہولت سے علیحدہ کر سکتے ہیں۔

(۳) ابتدائے اشاعت میں قصد تھا کہ ایکجز و ماہانہ ۱۶ صفحہ شائع کیا جائے اسی خیال سے عہ سالانہ چندہ مقرر ہوا مگر حریف کی تحریروں نے مجبور کیا کہ تیسرے ہی چوتھے نمبر سے حجم بڑھا دیا جا اور بجائے ۱۶ صفحہ ۳۶ صفحہ بلکہ کبھی کبھی ۴۴ صفحہ کر دیا گیا اور چندہ میں کسی طرح کا اضافہ نہ کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دفتر کو بہت کچھ نقصان اوٹھانا پڑا خصوصاً بوجہ اس کے کہ بہ خیال برکت ۱۳ رجب المرجب سالانہ چندہ نصف ۱۰ ار کر دیا گیا تھا۔

(۴) نظر بحالت مذکورہ اب مجبور ہون کہ سال آیندہ یعنی ابتدائے محرم ۱۳۲۴ھ سے تقطیع بڑی $\frac{20 \times 26}{8}$ کر دی جائے اور حجم ۴۸ صفحہ مستقل رہے اور سالانہ چندہ عہ تا کہ دفتر کو نقصان نہ پہونچے (موجودہ $\frac{18}{22}$ کی تقطیع کا ۶۴ صفحہ ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع کے ۴۸ صفحہ سے برابر ہوتا ہے۔

(۵) لہذا جملہ معاونین الشمس سے التماس ہے کہ اس سال کا معاہدہ ۳۰ ذیحجۃ الحرام کو ختم ہو جائیگا ابتدائے محرم ۱۳۲۴ھ سے نیا سال شروع ہوگا دو روپیہ تین آنہ (عہ) بذریعہ منی آرڈر مرحمت ہو ورنہ نمبر ا جلد ۲ بذریعہ ویلو حاضر ہو

(۶) چونکہ اندنوں جناب فخر الحکما دام ظلہ مشغول حج ہیں و ان شاء اللہ اواخر ماہ صفر تک معاودت فرمائیں گے لہذا بوجہ تنہائی بہت سے افکار میں مبتلا ہون۔ گھر کی خبرگیری دفتر اصلاح و الشمس کی نگرانی جواب خطوط ترتیب مضامین وغیرہ لہذا کل معاونین سے ملتمس ہوں کہ میری زحمتوں کی تخفیف میں کوشش فرمائیں۔ زرچندہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں خطوط میں صرف مضامین ضروریہ متعلق دفتر پر اختصار کیا جا مسائل نہ روانہ فرمائیں خواہ وہ متعلق بعلم کلام ہون یا علم فقہ کیونکہ تا تشریف آوری جناب [illegible] ظلہ یہ سب امور ملتوی ہیں اور خدمات مفوضہ ہی کا انصرام مشکل ہے۔ والسلام

تاریخ انقلاب

جن لوگوں نے تصحیح تاریخ حصہ اول کا ملاحظہ کیا ہے جو اصلاح جلد ۱ و ۳ و ۴ و ۵ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے اونکو یہ امر بخوبی معلوم ہے کہ علماء اہل سنتہ نے اپنی تاریخوں کی تصنیفات میں کس قدر تصرفات کئے ہیں اور کس قدر اصلی واقعات پر رنگ چڑھایا گیا کہ کوئی مہتم بالشان واقعہ ایسا نہیں ملتا جو اختلافات فاحشہ سے خالی ہو جس سے وہ کل واقعات مشتبہ ہو گئے۔

تاریخ محمد بن جریر طبری جسکو اصح التواریخ کا خطاب قدیم الایام سے دیا گیا ہے بسبب اپنے طول حجم و نایابی ۱۲ نسخہ کے دست برد متاخرین سے فی الجملہ محفوظ تھی۔ اگرچہ خود مولف نے بہت کچھ پہلے ہی سے ایسی کاروائی کی تھی جس سے اونکے مذہب کی تقویت ہو اور مخالفین مذہب کو زیادہ نہ مل سکے مگر چونکہ اب وہ کتاب باہتمام عیسائیوں کے ملک جرمن میں چھپ گئی ہے لہذا یہ سامان کیا گیا کہ بذریعہ ترجمہ اوس میں انقلاب ڈالا جائے۔

چنانچہ لکھنو کا گمنام اخبار اپنے اس ترجمہ کے تصرفات کی نسبت تحریر کرتا ہے "یہ خیال بھی مجھے پیش ہے کہ مصنف کے الفاظ کی اس درجہ پیروی نہ کیجائے کہ اصل مطلب کے سمجھنے میں ناظرین کو دقت پیش آئے" پھر لکھتا ہے "اس ترجمہ میں اس قدر تصرف ضرور کرونگا کہ اسانید کو اصل ترجمہ سے حذف کردونگا صرف بسندہ لکھ کر اخیر راوی پر اکتفا کرونگا" پھر لکھتا ہے "امام ابن جریر طبری کی تاریخ اگرچہ صحت واقعات اور تحقیقات کے اعتبار سے بھی اعلی درجہ کی ہے اور سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ واقعات کو مع سند بیان کیا ہے لیکن پھر بھی اس قسم کی شاذ و نادر فروگذاشت سے اسکو پاک سمجھنا چاہیے میں امید رکھتا ہوں کہ حق جل شانہ کی مدد سے اس قسم کی فروگذاشت جس مقام پر ہونگی وہاں میں اپنی پوری کوشش سے کام لونگا"

یہ عبارتیں اگرچہ بہت دھیمی اور نرم الفاظ میں لکھی گئی ہیں مگر جتنے اس میں پیچ ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جو اہل فہم سے مخفی ہوں۔ حذف سند سے تو یہ فائدہ ہوگا جس روایت کو چاہیں ضعیف کہدیں یا موضوع یا تبدیل الفاظ نہ ہونے سے جو مطالب میں رد و بدل ہوگا اوس کا حال ناظرین ترجمہ قرآن مجید پر واضح ہے کہ سنیوں نے کس طرح قرآن کے مطالب کو خبط کیا ہے اور نیچریت و دہریت کی تقویت کی ہے۔

جب کلام اللہ کی یہ گت بنائی گئی ہے جسکے متعدد نسخے ہر مسلمان کے پاس موجود ہیں کہ وہ بسبب اپنی جہالت اور ناواقفیت کے اونھیں معانی پر ایمان لاتے ہیں جو انلوگوں نے کردئے ہیں اور کوئی اصل قرآن کی طرف رجوع نہیں کرتا تو جو تحریف تاریخ طبری کے ترجمہ میں کیجائیگی اونکا دفعیہ کیونکر ممکن ہوگا نہ اصل نسخہ مل سکینگے جو باوصف مطبوع ہونے کے کمیاب بلکہ نایاب ہے کہ دو ڈہائی سو روپیہ کی کسکو مقدرت ہے جو اوسکو خریدے نہ اس ترجمہ صاف و ستہرے کے مقابلہ میں عربی کے صحیح ترجمہ کو کوئی مانیگا آخر وہی مسلم ہو جائیگا جو مترجم صاحب اپنی پوری کوشش اور بڑی بھاری ایمانداری سے لکھ جائینگے۔ خیر ہم اپنے مخاطب کو متنبہ کردیتے ہیں کہ جدا جدا ترجمہ ہوئیگے حصہ ہم اونکی غلطی کو ہر دفعہ کھولدیا کرینگے

اتمام حجت

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۱۱ صفحہ ۴۶)

شیٔ قلت نعم قال ایزعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نص علیہ قلت نعم و ازیدک سالت ابی عما یدعیہ فقال صدق فقال عمر لقد کان من رسول اللہ و اللہ فی امرہ ذرو من قول لا یثبت حجۃ لا یقطع عذرا و لقد کان یزیغ فی امرہ وقتا ما و لقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذلک اشفاقا و حیطۃ علی الاسلام لا و رب ھذہ البنیۃ لا یجتمع علیہ قریش ابدا و لو ولیھا لانتقضت علیہ العرب من اقطارھا فعلم رسول اللہ صلعم انی علمت ما فی نفسہ فامسک و ابی اللہ الا امضاء ما حتم۔

حالت میں چھوڑا تھا کہ فلان شخص کے خرموں کے درختوں کو پانی دیتے اور تلاوت قرآن کرتے تھے عمر صاحب نے کہا کہ تیرے اوپر ما بدن لازم ہوں اگر تم اوسے چھپاؤ (یعنی جسے میں دریافت کرتا ہوں) کیا ابھی اون کے دل میں خلافت کی بنسبت کچھ باقی ہے مینے کہا ہاں کہا کیا وہ زعم کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے اون پر نص کردی ہے مینے کہا ہاں اور اس سے زیادہ میں آپ سے کہوں کہ مینے اپنے والد سے علی مرتضی کے ادعاء (نص رسولؐ) کی نسبت پوچھا تھا تو اونھوں نے بھی علی مرتضیؑ کی تصدیق کی پھر عمر صاحب نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کا اونکی نسبت قول تھا جو مثبت حجت اور قاطع عذر نہیں ہے اور ضرور آنحضرتؐ علی کے باب میں کبھی گمراہ ہو جاتے تھے اور آں حضرتؐ نے ضرور اپنے مرض میں ارادہ کیا تھا کہ علی کے نام کی تصریح کردیں پس میں نے اس سے منع کیا شفقت اور حفظ اسلام کی نظر سے قسم ہے اوس کعبہ کے پروردگار کی کہ علی پر قریش کبھی مجتمع نہ ہوں گے اور اگر وہ اس خلافت کے والی کئے جاتے تو عرب لوگ اپنے اطراف و جوانب سے اون پر ٹوٹ پڑتے پس آنحضرت میری ممانعت سے سمجھ گئے کہ میں آنحضرت کی دل کی بات کو جان گیا ہوں (یعنے علی کے نام لینے کو) پس آنحضرت اپنے ارادہ سے باز رہے اور انکار کیا خدا نے مگر اوس چیز کے جاری کرنے کا جو حتمی ہے۔

اب میں مخاطب صاحب کی عبارت کی حقیقت کھولتا ہوں اور ظاہر کرتا ہوں کہ ایک مختصر سی عبارت میں مخاطب صاحب نے کتنے اغلاط کئے ہیں اور کس وجہ تعصب کو دخل دیا ہے فقط

علماء شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہی الخ۔ **قولنا** مخاطب صاحب اپنے دل سے روایات کے ایسے مطلب نکالتے ہیں جو اون روایات سے مناسبت ہی نہیں رکھتے اور پھر اسپر حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ علماء شیعہ کو خوف ہی اور یہ روایت بھید ہی وغیرہ وغیرہ مخاطب صاحب نے جو روایت نقل کی ہی اوس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ معاذ اللہ ائمہ کرام خود ایک بات پر قائم نہ تھے بلکہ وہ لکھتے ہیں ایک ایسے سوال کا جسکی متعدد حیثیتیں ہوں بلحاظ اوسکے حیثیات کے متعدد طور سے جواب دینا مجیب کے کثرت علم پر دلالت کرتا ہے نہ یہ کہ وہ ایک بات پر قایم نہیں یہ لزوم معلوم نہیں مخاطب صاحب نے کہاں سے نکالا ہی اگر عموماً ایک سوال کے مختلف جواب دینے سے یہ لازم آتا ہی کہ مجیب ایک بات پر قائم نہیں تو مخاطب صاحب کو بنابر روایت سنن ابی داؤد (جسمیں مذکور ہی کہ آنحضرتؐ سے ایک شخص نے روزہ دار کیلئے مباشرت کرنیکو پوچھا تو آپ نے منع فرمایا اور دوسرے نے پوچھا تو آپ نے اجازت دی) ماننا پڑے گا کہ آنحضرت معاذ اللہ ایک بات پر قایم نہ تھے اور بنابر روایت امیر المومنین فی الحدیث یعنی واقدی صاحب تو اور بھی ایسے خیال کے مخاطب صاحب کو تقویت ہوگی کہ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرتؐ نے ایک امر کی نسبت پہلے ایک بات فرمائی پھر اوسکی خود ہی نفی کرکے دوسری بات کہی جو پہلے کے مخالف تھی پھر اوسکی بھی نفی کرکے ایک تیسری بات کہی جو سابق کی دونوں باتوں کے خلاف تھی اب اصل حقیقت ہم سے سنئے کہ یہ امر مخصوص علمائے اہل التسنن سے ہی کہ وہ ائمہ کے اقوال کو قابل حجت نہیں سمجھتے اور معاذ اللہ اون کے اقوال میں تناقض ثابت کرتے ہیں جس سے مقصود خاکم بدہن ان حضرات کی دروغ گوئی ظاہر کرنا ہی پس یہ امر مخاطب صاحب کے ہم مذہب حضرات ہی کو مبارک رہی اہل التشیع کے نزدیک اہلبیت اطہار اور ائمہ والاتبار ایسے امور کے کبھی مستحق نہیں ہوسکتے۔ دیکھو ابن سعد جو حضرات اہل سنت کے بڑے مشاہیر اور علمائے مستندین سے ہیں امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

كان كثير الحديث ولا يحتج به ويستضعف سئل مرة سمعت هذه الاحاديث من ابيك قال نعم وسئل مرة فقال انما وجدتها في كتبه (تهذيب التهذيب)

جعفر کثیر الحدیث تھے (بہت روایت کرتے تھے) اور اون سے احتجاج نہیں کیا جاتا ہی اور ضعفا سے سمجھے جاتے ہیں (یعنی اونکی روایت قابل قبول نہیں ہوتی) ایکمرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تمنے ان حدیثوں کو اپنے

ابن حجر ترجمۂ امام جعفر صادق علیہ السلام) } والد سے سنا ہے تو کہا ہاں دوسری مرتبہ پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے صرف اونکی کتب میں ان حدیثوں کو دیکھا تھا یعنی سنا نہ تھا"۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام علاوہ غیر قابل احتجاج اور ضعیف فی الروایۃ ہونیکے معاذ اللہ راست گفتار بھی نہ تھے کہ کبھی ایک بات کا اقرار کرتے اور کبھی اوس سے انکار اب اس کا فیصلہ ہم اہل انصاف ہی پر چھوڑتے ہیں کہ آیا یہ امور امام علیہ السلام کیطرف منسوب کرنا قابل اعتراض ہیں یا جو روایت کافی کا مفہوم ہے۔

قولہ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی الخ۔ **قولنا** معلوم نہیں عوام کو حیرانی کس بات سے ہوگی اگر عوام کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے کسی امام نے کسی سوال کے مختلف جواب دئے کہ ہر ایک اوسمیں ایک حیثیت سے صحیح تھا تو اون کے لئے باعث تقویت واز دیاد عقیدت ہوگا نہ کہ موجب حیرانی خاصکر جب وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ امام علیہ السلام نے اپنے ان مختلف جوابوں کی وجہ بھی ارشاد فرمادئے تھے کہ میں نے یہ مختلف جواب اپنے پیروں کی حفاظت جان کے لئے دئے ہیں علاوہ اس کے ائمہ علیہم السلام نے اختلاف حدیث کے لئے بکثرت قواعد وضوابط بھی مقرر فرمادئے ہیں کہ جن کے سبب سے کوئی دقت وپریشانی اختلاف اقوال کے سبب سے ہو ہی نہیں سکتی اور نہ کوئی تشکک وشبہ خطور کر سکتا ہے اور یہ قواعد بھی اسی اصول کافی میں مذکور ہیں اور اسی باب میں جس سے مخاطب صاحب نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اسکے بعد مخاطب صاحب نے کافی سے روایت نقل کی ہے اور روایت میں سے ایک پورا جملہ ندارد ہے لیکن ہم اس قسم کے تغیر کو مخاطب صاحب کیطرف منسوب کرنا ضروری نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی ہو نقل روایت کے بعد مخاطب صاحب نے یہ شعر تحریر فرمایا ہے ؎

ایک سوال اور سیکڑوں اون کے جواب ہم سے کچھ غیروں سے کچھ دربان سے کچھ

اس شعر میں مخاطب صاحب نے ائمہ کرام کو اوس شاہد سے تشبیہ دی ہے جو بسبب اپنی تلون مزاجی کے اپنے عاشق سے کچھ کہے اغیار ورقیبوں سے کچھ اور دربان سے کچھ اور یہ تشبیہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مخاطب صاحب نفس الامر میں ائمہ ع کو ایسے ناشائستہ کلمات سے یاد کرنے میں کچھ باک نہ رکھتے اور معاذ اللہ ان ذوات مقدسہ کو ایسے الفاظ سے یاد کئے جانے کا مستحق سمجھتے ہیں تو یہ مخاطب صاحب بظاہر اس سے بہت کچھ تحاشی کرینگے اور فرمائیں گے کہ میں نے بنا بر روایت اہل تشیع

کے ایسا لکھا ہے لیکن اونکے علما کے ارشاد اس صورت میں بھی انھیں ایسے کلمات کے سزاوار بناتے
ہین کہ جن ہیں ہم اپنی طرف سے مخاطب صاحب کی شان میں استعمال نہیں کرسکتے علامہ حلی طاب ثراہ نے
کتاب نہج الحق میں ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے
"اشاعرہ کا در باب حسن و قبح اشیا جو عقیدہ ہے اوسکے بنا پر لازم آتا ہے کہ وہ ایسے نبی کی بعثت
کو جائز جانیں جو موصوف برذایل و افعال واعلی الخستہ ہو"
علامہ کے اس ارشاد پر جناب فضل بن روزبہان صاحب کو بڑا ہی غیظ و غضب آیا ہے چنانچہ کتاب
ابطال الباطل میں اس ارشاد کے نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات و الھذیانات و ذکر ھذہ الفواحش عند ذکر الانبیا والدخول فی زمرۃ الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب شدید فی الدنیا والاخرۃ وکفی باساءۃ الادب ان یذکر عند ذکر الانبیاء امثال ھذہ الترھات

ہم پناہ مانگتے ہیں خدا سے ان خرافات و ہذیانات سے اور ان فحش الفاظ کے ذکر کرنے سے انبیا کے ذکر کے ساتھ اور داخل ہونے سے اون لوگوں کے جرگہ میں جو اس امر کو دوست رکھتے ہیں کہ اون لوگوں میں فحش شائع ہو جو کہ ایمان لائے ہیں اس جرگہ کے لئے دنیا و آخرت میں شدید عذاب ہے اور سوء ادبی کے لئے یہ کافی ہے کہ انبیا کے ذکر کے ساتھ اس قسم کے بیہودہ کلمات ذکر کئے جائیں۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں جناب ابن روزبہان موجود نہیں ورنہ ہم اون سے اپنے محتشم
مخاطب صاحب کے یہ الفاظ لکھ کر ضرور استفتا لیتے اور ہمیں امید ہے کہ اگر وہ قومی پاس کو دخل
نہ دیتے تو بہ نسبت اون کلمات کے جو علامہ کی نسبت تحریر کئے ہیں کہیں زیادہ ہمارے مخاطب صاحب
کے حق میں رقم فرماتے۔ **قولہ،** اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاویں الخ **قولنا** مخاطب
صاحب کبھی اس نعاعت کو بھید بتاتے ہیں کبھی اسرار سے یاد کرتے ہیں لیکن یہ تمام دعوے
بالکل بے دلیل ہیں اگر اس قسم کے روایات اسرار اور راز ہوتے تو علما اونھیں نقل ہی کیوں
کرتے اور پھر ایسی کتب میں کیوں درج کرتے جو ہر عالم و عامی کے ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں جناب
مخاطب صاحب راز و اسرار کی باتیں تو وہ ہیں جنھیں آپکے مذہب کے مورخین تک عوام کے خیال سے

اپنے کتب میں نہیں لکھتے ہیں اور بھید وہ ہیں جن کے ذکر تک کو آپ کے علما حرام بتاتے ہیں اور جیسا بمجمل حال انتصار الشریعۃ نمبر ۱ جلد ۱ میں مذکور ہو چکا ہے۔ **قوله** حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا الخ **قولنا** اگر مخلصین شیعہ سے خوف نہ تھا تو اون اشرار سے تو تھا جو ان مخلصین کے خون کے پیاسے تھے جیسا کہ خود اس روایت میں مذکور ہے اور چونکہ حفظ جان کیلئے علماے[1] اہل سنۃ بھی بتصریح صریح تقیہ کے قایل ہیں پس احتمال کیسا تقیہ کا قطعی طور سے محل تھا۔ **قوله** اس روایت سے یہ معلوم ہوا الخ **قولنا** ہم بخوبی ثابت کر چکے کہ ائمہ ع کے ایقاع اختلاف کی نسبت حضرات اہل سنت اپنے اصول کے روسے بھی اعتراض نہیں کر سکتے اور اون لوگوں کے اقوال کو قابل اعتراض نہیں سمجھا جا سکتا جو اپنے مذہب کے کتب سے بھی ناواقف ہوں یا جان بوجھکر مکابرہ و مد عوام فریبی کریں **قوله** دو مختلف قولوں میں ایک حق ہوگا اور ایک ناحق **قولنا** عمر با دو مختلف قولوں کی نسبت یہ کہنا کہ ایک حق ہے دوسرا ناحق کسیطرح بھی درست نہیں ورنہ ماننا پڑیگا کہ مفسرین و شراح احادیث اہل سنت جو اکثر آیات و احادیث کے متعدد مطالب و مفہومات بیان فرماتے ہیں کہ جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اونمیں ایک حق ہو مابقی باطل ہاں اگر وہ اختلاف تناقض و تباین کلی کی حد تک پہنچ جائے تو البتہ اوسکی نسبت ایسا کہنا ایک حالت میں درست بھی ہو سکتا ہے لیکن امام علیہ السلام نے جو مختلف جوابدئے اوسکی نسبت یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ وہ متناقض تھے بلکہ اسکے برخلاف ہم دلایل لکھ آئے ہیں اور چونکہ روایت میں صاف طور سے مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے تقیہ کے سبب سے مختلف جواب دئے تھے پس اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ جواب باہم متناقض تھے تب بھی اونکی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ امر یعنی ایسے جواب دینا خلاف حق تھا۔ اس لئے کہ تقیہ حکم خدا ہے پس بنا بر تقیہ کے جو امر ہوگا اوسے خلاف حق اور باطل نہیں کہہ سکتے اور نہ اوس شخص پر جو تقیہ سے کوئی امر کرے کسیطرح کی ذم جانب شارع سے متوجہ ہو سکتی ہے دیکھو جب عمار یاسر صحابی رسول کو مشرکین قریش نے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا اور عمار نے بخوف و تقیہ کفار کے خواہش کے موافق عمل کیا تو آن حضرت صلی اللہ و آلہ وسلم سے کہا گیا کہ عمار کافر ہوگئے اس پر

---

[1] تفسیر کبیر تفسیر آیہ لاتتخذ المومنون الکافرین اولیاء الخ میں مسطور ہے الحکم الخامس التقیہ جائزۃ لصون النفس ہل ہی جائزۃ لصون المال یحتمل ان یحکم فیہا بالجواز تفسیر کبیر مجلد دوم صفحہ ۴۷۰

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حاشا عمار تو از گوش تا قدم ایمان سے پر ہے اور اوسکے گوشت وخون
مین ایمان مخلوط ہو گیا بعد ازان آنحضرت کی خدمت میں عمار حاضر کئے گئے ایسی حالت سے کہ روتے
جاتے تھے یہ دیکھکر آن حضرت صلعم بنفس نفیس عمار کی آنکھیں پوچھنے لگے اور فرمایا کہ یہ تمھیں
کیا ہے اگر کفار پھر تمھیں مجبور کریں تو تم پھر وہی کہنا جو پیشتر کہا تھا قاضی بیضاوی یہ حکایت
لکھکر تحریر فرماتے ہیں وھو دلیل علی جواز التکلم بالکفر عند الاکراہ اور یہ دلیل
ہے مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر کہنے پر۔
اسکو بھی جانے دیجئے مخاطب صاحب کے مذہب مین تو دو متناقض حکمون میں کہ جو بلا ضرورت
تقیہ ہوں ایک کو حق اور دوسرے کو ناحق کہنا جائز نہیں ہے اور اون کے یہاں مجتہدین
میں جو اختلاف ہے کہ ایک مجتہد ایک امر کو حلال بتلاتا ہے دوسرا حرام وغیرہ وغیرہ اس اختلاف
کو بھی علماء اہل سنت حق بتاتے ہیں اور اس کو جائز نہیں سمجھتے کہ ان متناقض حکمونکی نسبت
یہ کہا جائے کہ ان میں ایک حق ہے دوسرا ناحق بلکہ کل مجتہد مصیب قضیہ مسلمہ ہے اور یہان تک بھی
تو کہا گیا ہے کہ حکم خدا ہر واقعہ میں مجتہد کے گمان کا تابع ہے (جزیل المواہب صفحہ ۴ وغیرہ) پس
بفرض محال اگر ایسا ثابت ہوتا کہ امام علیہ السلام کے جواب باہم متناقض تھے اور بلا ضرورت
تقیہ تب بھی مخاطب صاحب کو یہ کہنا کسیطرح مناسب تھا کہ ان جوابوں میں ایک حق تھا باقی
باطل چہ جائیکہ ایسا نہیں ہے قولہ ؎ دلفریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی الخ قولنا
اس شعر میں بھی مخاطب صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے جو ایک مسئلہ کے چند جواب دئے
تھے وہ باہم تباین کلی رکھتے تھے مثل روز و شب کے لیکن افسوس ہے کہ جس امر کو وہ نظم ونثر کے
ذریعے سے تکرار و اصرار ظاہر کر رہے ہیں اوسکے ثبوت میں ایک حرف بھی نہیں پیش کرتے اور
ائمہ علیہم السلام کو جو "دلفریبوں" کے لفظ سے یاد کیا ہے اوسکی نسبت ہم بمجبوری مخاطب صاحب
کے عالم اجل جناب ابن روزبہان کے قول کو دہراتے ہیں کہ ہم پناہ مانگتے ہیں خدا سے ان خرافات
وہذیانات اور ان فحش لفظوں کے ذکر سے ائمہ کے ذکر کے ساتھ اور داخل ہونے سے اون لوگونکے
جتھے مین جو اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ مومنین میں فحش شائع ہو ان لوگوں کے لئے دنیا

؎ تفسیر کشاف تفسیر سورہ نحل آیۃ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الخ نسخہ قلمیہ صفحہ ۲۳۹ ۱۲

آخرت میں سخت عذاب ہو اور کافی ہے اساءت ادب کے لئے یہ کہ ائمہ کے ذکر کے ساتھ اس قسم کے بیہودہ کلمات ذکر کئے جائیں "۔ **قولہ** حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ اپنے گروہ میں اختلاف ڈالدینا الخ **قولنا** افسوس ہے کہ مخاطب صاحب بالکل بے بنیاد اور غلط دعوے پیش کر کے طالب انصاف ہوتے ہیں خیر انصافانہ جواب سنئے کہ اختلاف میں ڈالنے کی وجہ خود روایت میں صاف اور صریح بھی موجود ہے اور عمداً یا سہواً کسی نوع سے بھی روایت سے امام علیہ السلام کا خلاف حق حکم دینا ثابت نہیں ہوتا۔ **قولہ** درحقیقت ائمہ پر یہ سب افترا ہے **قولنا** ائمہ کرام کے روایات جو کتب اہل تشیع میں مروی ہیں منصفین حضرات علماء اہل سنت انہیں ایسا با وقعت اور قابل احترام سمجھتے ہیں کہ سر آنکھوں[1] پر رکھتے ہیں اور جبتک کہ اون کے نزدیک کوئی بینہ یا قوی قرینہ ان احادیث کے وضعی ہونیکا نہ ہو اسوقت تک اونکی نسبت دل میں بھی کوئی خدشہ نہیں گزرانتے لیکن نہایت افسوس ہے ہمارے مخاطب صاحب ایسی روایت کو وضعی قرار دیتے ہیں جسکی صحت مضامین پر بینات متعددہ اور قوی قرینے موجود ہیں **قولہ** ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے **قولنا** روایت کافی سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ ائمہ کرام نے خلاف حق جواب دیا ہو لیکن مجھے نہایت تعجب ہوتا ہے کہ محتشم مخاطب شیعونکی ایسی روایت کے مضمونکو (جسمیں کوئی امر خلاف مرتبہ ائمہ کرام نہیں ہے) ائمہ عم کی شان کے خلاف لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ائمہ کی بہت کچھ قدر و منزلت کرتے ہیں اور شیعہ ان حضرات کے خلاف شان باتیں لکھتے ہیں لیکن اون کے مذہبی کتب اور اون کے مستند اور مشاہیر علما کے اقوال سے ائمہ کرام کی جو شان ظاہر ہوتی ہے اوسے دیکھکر جسکے دل میں اہلبیت رسول عم اور عترت طاہرہ کی تھوڑی سی بھی قدر و محبت ہے اشک فشان اور دل سوختہ ہو جائیگا پس مخاطب صاحب کو ایسا کلمہ لکھکر بجز ان جہلات کے ظاہر کرانے اور اہل بصیرت کو یاد دلانے کے اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرات اہل سنت کے کتب سے ائمہ کرام کی کیا شان ظاہر ہوتی ہے۔

---

[1] جناب مولوی رشید الدین خان صاحب تلمیذ رشید صاحب تحفہ اثناعشریہ کتاب شوکت عمریہ صفحہ نسخہ قلمیہ میں فرماتے ہیں " احقر العباد در حق احادیث ائمہ اطہار کہ در طریق شیعہ مروی است بدون قیام کدام بینہ یا قرینہ قویہ بر وضع آن ملاحظہ شان بخاطر نمیگذارد لیس تا بلفظ آن چہ رسد بلکہ آن را علی الراس و العین می نہد ۱۲

امیر المومنین کی یہ شان ہو کہ حضرت فاطمہ نے جب خلیفہ اول سے دعوی کیا کہ آنحضرت نے فدک مجھے ہبہ فرمادیا تھا تو خلیفہ صاحب نے اوس صدیقہ طاہرہ کے قول کو قبول نکیا اور گواہ طلب کئے چنانچہ ام ایمن اور امیر المومنین ع نے شہادت دی لیکن اوس شہادت کو بھی خلیفہ صاحب نے قابل قبول نہ سمجھا (صواعق محرقہ ص ۲۲ مطبوع مصر طاعن ابوبکر) حالانکہ جابر کے دعوی کو انہیں خلیفہ صاحب نے بغیر کسی شاہد کے قبول کیا چنانچہ جابر نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے مال بحرین سے عطا کرنیکا وعدہ فرمایا تھا (صحیح بخاری کتاب اللقطہ ص ۳۰۶) اور عینی شارح بخاری نے عمدۃ القاری میں خلیفہ صاحب کے اس فعل کی (یعنے جابر سے گواہ نہ طلب کرنیکی) یہ وجہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی مسلم کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت پر جھوٹ باندھے چہ جائیکہ جو صحابی ہو یعنے [1] اس جہت سے خلیفہ نے جابر سے اون کے دعوے کے متعلق گواہ نہیں طلب کئے کہ جابر مسلم و صحابی تھے اب اہل انصاف خود ملاحظہ کرلیں کہ کیا اس بیان سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ خلیفہ صاحب جناب فاطمہ و امیر المومنین ع و ام ایمن کو زمرہ صحابہ میں سمجھتا کیا مسلمان بھی نہیں جانتے تھے اور جناب فاطمہ کو خلاف حق دعوی کرنے والا اور جناب امیر المومنین ع کو خلاف حق امر کی گواہی دینے والا جانتے تھے۔

اور خلیفہ عمر صاحب نے تو علی رؤس الاشہاد امیر المومنین ع کو بناء بخدا دروغگو ظاہر کردیا تھا چنانچہ کتاب امامت و سیاست ابن قتیبہ دینوری میں مذکور ہے کہ جب خلیفہ عمر وغیرہ امیر المومنین ع کو گھر سے

[1] قال بعضهم وفيه قبول خبر الواحد العدل من الصحابة ولو جر ذلك نفعا لنفسه لان ابا بكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعواه انتهى قلت انما لم يلتمس شاهدا منه لانه عدل بالكتاب والسنة اما الكتاب فقوله تعالى كنتم خير امة وكذلك جعلناكم امة وسطا فمثل جابر ان لم يكن من خير امة فمن يكون واما السنة فلقوله عليه الصلوة والسلام من كذب علي متعمدا الحديث ولا يظن كذلك بمسلم فضلا عن صحابي فلو وقعت هذه المسئلة اليوم فلا تقبل الا ببينة (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۱۲۴ ج ۵ علمی) اس تقریر میں جابر سے شاہد طلب نہ کرنیکے تین سبب قرار دئے گئے ہیں ایک یہ کہ وہ صحابی عادل تھے پس بنا بر اسکے لازم آتا ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک نہ امیر المومنین صحابی عادل تھے نہ حضرت فاطمہ صحابیہ عادلہ دوسرے یہ کہ جابر خیر امت سے تھے جس سے لازم آتا ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک امیر المومنین و حضرت فاطمہ خیر امت سے نہ تھیں تیسرے یہ کہ کسی مسلمان سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ آنحضرت پر جھوٹ باندھے چہ جائیکہ صحابی ہو اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب امیر المومنین و حضرت فاطمہ کو نہ تو شرف صحبت رسول سے ممتاز سمجھتے تھے نہ مسلمان جانتے تھے کیونکہ مسلمانوں کیا یہ حضرات ایسے ہی سمجھے ۱۲ منہ

نکال کر ابوبکر کی بیعت کے لئے لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو تو حضرت نے فرمایا کہ اگر بیعت نہ کروں گا
تو کیا ہوگا جواب دیا کہ اس حالت میں قسم ہے اوس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تمہاری گردن
ماریں گے حضرت نے کہا کہ تم اس صورت میں بندہ خدا اور برادر رسول خدا کو قتل کروگے
اس پر عمر صاحب نے کہا کہ بندہ خدا تو ہو لیکن برادر رسول خدا نہیں ہو (دیکھو امامت و سیاست
بحث کیف کان بیعۃ علی بن ابیطالب ق ۵ نسخہ قلمیہ) اس سے بھی بڑھ کر قیامت یہ ہے کہ خلیفہ
ابوبکر صاحب نے خالد بن ولید کو امیر المومنین کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیدیا تھا
لیکن کسی مصلحت سے پھر منع کردیا (انساب سمعانی ترجمہ عباد بن یعقوب اجنی صفحہ ۳۰ نسخہ قلمیہ)
غرضکہ اس قسم کے صدہا واقعات کتب حضرات اہل سنت میں مذکور ہیں اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت
حضرات خلفا ہی امیرالمومنین کی ایسی شان و منزلت سمجھتے تھے اور علماء اہل سنت ایسے خیالات سے
بری ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اول تو یہ کہ حضرات اہل سنت اپنے خلفاء کے کسی باب میں مخالفت کرتے
دوسرے یہ کہ ان حضرات نے بتصریح صریح جو کچھ ارشاد فرمادیا ہے اوس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے
کہ ان حضرات کے نزدیک امیرالمومنین کی کیا شان ہے۔

حضرات اہل سنت کے امام و شیخ الاسلام نے صاف کہدیا ہے کہ امیرالمومنین نے سترہ امور میں
خطا اور مخالفت کتاب خدا کی ہے (دیکھو انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۲۶) اب مخاطب صاحب ذرا
انصاف سے فرمائیں کہ امام بلکہ ابوالائمہ سلام اللہ علیہم کا خلاف حق ایک دو نہیں بلکہ سترہ حکم
دینا آپ کے امام صاحب کے ارشاد سے لازم آتا ہے کہ نہیں۔

امام حسن ؑ کی شان ہے کہ ابن ہمام صاحب جو حنفیوں کے امام ہیں ان جناب کی کثرت طلاق کو خلاف
حکم رسول قرار دیتے ہیں چنانچہ امام صاحب نے کتاب فتح القدیر بحث طلاق میں یہ حدیث نقل کی ہے
لعن اللہ کل ذواق مطلاق لعنت کرے اللہ ہر کثیر الذوق بکثرت طلاق دینے والے پر اور
اس حدیث کی رو سے کثرت طلاق کو فعل حرام قرار دیا ہے اور امام حسن ؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ
بکثرت طلاق دیتے تھے لکھتے ہیں وہ محض اونکی ذاتی رائے تھی یعنی معاذ اللہ امام حسن ؑ
نے حدیث رسول کی مخالفت میں اپنی رائے پر عمل کیا اس بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام

سلہ دیکھو دراسات اللبیب ص ۳۴۶ مطبوع لاہور ۱۲ منہ

حسن علیہ السلام صرف دو ہی ایکمرتبہ نہیں بلکہ بکثرت خلاف حق عمل کرتے رہے فلعن اللہ من یقول
ھذا۔ امام حسین علیہ السلام کی یہ شان ہے کہ ابن عربی سا جلیل القدر عالم اون جناب کو باغی اور یزید کو خلیفہ
برحق بتاتا ہے چنانچہ ابن حجر نے منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں بصفحہ ۱۳۱ نسخہ قلمیہ میں ابن عربی کا یہ قول
نقل کیا ہے لما قتل یزید الحسین الا بسیف جدہ یعنی یزید نے امام حسین کو صرف اونکے دادا
(محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلوار سے قتل کیا پھر ابن حجر صاحب اس جملہ کی یون تشریح
کرتے ہیں بحسب اعتقادہ الباطل انہ الخلیفۃ والحسین باغ علیہ یعنی یہ قول بموجب ابن عربی
کے اس باطل عقیدہ کے ہے کہ یزید خلیفہ تھا اور حسین اوس پر بغاوت کرنیوالے۔

امام زین العابدین کی یہ شان ہے کہ شیخ الاسلام صاحب ان جناب و نیز امام محمد باقر و امام جعفر صادق
سلام اللہ علیہم کی نسبت تحریر کرتے ہیں۔

اور انکی زمانہ میں وہ تہا کہ جو ان سے زیادہ علم رکھتا اور
ان سے زیادہ امت کے حق میں فائدہ مند اور یہ امر اہل
علم و دین کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔

وکان فی زمنھم من ھو اعلم منھم وانفع
للامۃ وھذا معروف عند اھل العلم
والدین (منہاج السنۃ ص ۸۸ نسخہ قلمیہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ شان ہے کہ اہل سنۃ کے امام الائمہ یحیی بن سعید فرماتے ہیں کہ اونکی طرف سے
میرے دل میں ایک شے ہے اور مجالد[۵۲] مجھے اون سے زیادہ محبوب ہے اور بخاری صاحب بھی ان

[۵۱] مولوی رشید الدین خان نے کتاب عزۃ الراشدین میں ابن عربی کے قول سے اس طرح اپنی گلوخلاصی کی ہے کہ ابن
عربی کو بالکل نامعتبر کہدیا ہے لیکن شاید مولوی صاحب کو اطلاع نہیں کہ اون کے علمائے متقدمین ابن عربی کو کیسے تعظیمی الفاظ
سے یاد کرتے ہیں شیخ صفی الدین ابن عربی کی نسبت لکھتے ہیں ہو الشیخ امام المحقق راس اجلاء العارفین والمقربین الخ نواب
علامہ زنیقی مدینۃ العلوم میں محاضرۃ الابرار کی نسبت لکھتے ہیں للشیخ الامام العالم الربانی والبحر الصمدانی سند السالکین ومنقذ الھالکین
الشیخ ابی عبد اللہ محی الدین محمد بن علی بن محمد العربی الخ ۱۲

[۵۲] علمائے اہل سنت کے نزدیک مجالد صاحب نہایت مقدوح و مجروح ہیں چنانچہ ابن معین کہتے ہیں کہ مجالد قابل احتجاج نہیں احمد کہتے ہیں
لیس بشیء امام نسائی کہتے ہیں لیس بالقوی دارقطنی ضعیف بتاتے ہیں ابن مہدی مجالد سے روایت ہی نہیں کرتے اور سب سے
طرفہ یہ ہے کہ خود یحیی بن سعید بھی مجالد کی تضعیف کرتے تھے (میزان الاعتدال ذہبی ترجمہ مجالد ق ۹) پس ابن سعید صاحب کا امام جعفر صادق
پر مجالد کو ترجیح دینا صاف طور سے بتلا رہا ہے کہ معاذ اللہ امام علیہ السلام کی اونکے نزدیک اتنی بھی وقعت نہیں ہے جتنی مجالد مقدوح کی ۱۲

جناب کیطرف سے شک رکھتے اور اون سے روایت نہیں کرتے تھے (انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۲۵) اور ابن سعد صاحب ان جناب کو قابل احتجاج نہیں سمجھتے اور ضعفا سے شمار کرتے ہیں بلکہ اون جناب کے قول میں تناقض ثابت کرتے ہیں نسبت معاذ اللہ دروغگوی کا الزام لگاتے ہیں (جیساکہ مذکور ہوا) مخاطب صاحب ذرا انصاف سے فرمائیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسبت خلاف جوابدنیا اون کے جلیل القدر عالم کے بیان سے ثابت ہوتا ہو یا کافی کی روایت سے

امام موسی کاظم علیہ السلام کی یہ شان ہو کہ عقیلی صاحب ان جناب کی روایت کو غیر محفوظ بتاتے ہیں (انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۲۴)

امام رضا علیہ السلام کی یہ شان ہو کہ ابن حبان جو اہل سنت کے مذہب کے بڑے رکن ہیں آن کی نسبت اپنی کتاب مین لکھتے ہیں

یروی عن ابیہ عجائب یہم ویخطی (میزان الاعتدال ترجمہ امام علیہ السلام ق ۱۳۱) امام رضا علیہ السلام اپنے والد سے عجیب امور روایت کرتے ہیں وہ وہم وخطا کرتے تھے۔

امام محمد تقی وامام علی نقی وامام حسن عسکری سلام اللہ علیہم کی یہ شان ہو کہ امام فخر الدین رازی نہایۃ العقول میں انحضرات کی نسبت فرماتے ہیں (ترجمہ) "تعجب ہو کہ شیعہ تقی ونقی وحسن عسکری کی نسبت یہ زعم کرتے ہیں کہ وہ جمیع مسایل اصولی وفروعی کے مجملات وتفصیلات سے آگاہ تھے حالانکہ یہ تینوں ایسے زمانہ میں تھے کہ علما کا غوص علوم کے اقسام میں بڑھا ہوا تھا اور اون کے تصنیفات بہت ہوچکے تھے لیکن باوجود اسکے ان تینوں میں ایک سے بھی علوم کی کوئی بات نہ ظاہر ہوئی نہ تھوڑی نہ بہت نہ کسی محفل میں شریک ہوئے نہ کسی مسئلہ میں مخالفین سے کلام کیا نہ اونکی ایسی تصنیف ظاہر ہوی جو قابل انتفاع ہو جیسا کہ شافعی ومحمد بن حسن وغیرہما فقہا ومتکلمین ومفسرین کی تصنیفات ہیں"

اور ابن تیمیہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام علی وامام حسن عسکری وامثالہما کو طبری وغیرہ سے تحصیل علم کرنا واجب تھا (انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۲۶)۔

اور شیعہ رحمۃ اللہ نے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کو زمرہ وضاعین وکذابین مین داخل کیا ہے (انتصار نمبر ۳ جلد ۱ صفحہ ۲۶) نعوذ باللہ من ہذا الخذلان۔

حضرت صاحب العصر عجل اللہ ظہورہ کی نسبت تو عام طور سے علمائے اہل سنت جو کچھ لکھتے اور اوس امام معصوم کو جیسے کلمات ناشایستہ سے یاد کرتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے حالانکہ بنا بر تصریحات اکابر علمائے اہل سنت حضرت صاحب العصر کا موجود اور غائب عن الابصار ہونا ثابت و متحقق ہے (دیکھو لواقح الانوار ترجمہ شیخ حسن عراقی مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲ اکتاب یواقیت و جواہر صفحہ ۲۵۵ قلمی یہ دونون کتابیں عبدالوہاب شعرانی کی تالیفات سے ہیں) پس حضرات اہل سنت جو کچھ طعن و تشنیع و ہجو و مذمت اس امام عالیمقام کی کرتے ہیں وہ بنا بر اصول اہل تشیع نہیں ہے بلکہ نفس الامر مین اوس ذات قدسی سمات کی طرف عاید کرتے ہیں فلا مغیث الا الی اللہ۔

قولہ یہ انہیں راویوں کا کام ہے جنہون نے ایک سبز باغ کیطرح الخ **قولنا** شیعوں کے رواۃ مقبولین تو ایسے ہیں جنکی عدالت و دیانت و تقوی کا ثبوت کتب حضرات اہل سنت میں موجود ہے (دیکھو انتصار الشریعۃ نمبر ۳ جلد ۱ از صفحہ ۷ تا ۱۲) ہان مخاطب صاحب اپنے مذہب کی راویوں کے حالات اپنی ہی کتب میں ملاحظہ فرمائیں تو کیا عجب ہے جو فرط حیا سے سر در گریباں رہ جائیں اگر دیگر حضرات نے قطع نظر کرکے صرف اون حضرات کے حالات تحریر ہون جو صحاح ستہ کے راویوں سے ہیں تو ایک مبسوط کتاب تیار ہوجائیگی اور اگر ان میں سے صرف اون راویوں کو چن لیا جائے جنہیں بڑے بڑے علماء رجال اہل سنت نے کذاب (بڑا جھوٹا) اور مفتری یا اسکے ہم معنی الفاظ سے یاد کیا ہے تب بھی ہمیں ایک بڑی فہرست لکھنا پڑے گی جسے بخیال اختصار ہم نہیں لکھ سکتے۔ بہرحال جبکہ مخاطب صاحب کے مذہب کے راویوں کا یہ حال ہے تو انہیں اہل تشیع کے مذہب کے رواۃ کی نسبت بلا وجہ ایسا کلمہ لکھنا کسی طرح زیبا نہیں۔

اب میں نہایت اختصار سے یہ بھی دکھلاتا ہوں کہ مخاطب صاحب کا یہ دعوی کہ مذہب شیعہ ائمہ سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ غلط طور سے ائمہ کیطرف منسوب کردیا گیا ہے مخاطب صاحب کے علماء کرام کی تکذیب کرتا ہے اسلئے کہ شیعوں کے مذہب کا ائمہ کرام سے ماخوذ اور شیعوں کا ان حضرات کے اقوال پر عامل ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ بڑے بڑے علماء اہل سنت نے بھی تسلیم

کیا ہے بلکہ بعض علمانے تو شیعونکے مذہب کو اسوجہ سے باطل اور گمراہ بتایا ہو کہ شیعہ ائمہکے روایات پر عمل کرتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین دوانی شرح عقاید عضدی ہیں اس امر کے ثبوت ہیں کہ فرقہ اشعریہ ناجی ہے اور دیگر فرقے گمراہ یہ تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ)

"اس سبب سے کہ اشاعرہ اپنے عقاید میں تمسک کرتے ہیں اون احادیث صحیحہ سے جو رسول اللہ اور اون کے اصحاب سے مروی ہیں اور اون کے ظواہر سے بغیر ضرورت تجاوز نہیں کرتے اور نہ اپنی عقلونپر اعتماد کرتے ہیں مثل معتزلہ و امثال معتزلہ کے اور نہ اوس نقل پر اعتماد کرتے ہیں جو غیر نبی اور اون کے اصحاب سے ہو مثل شیعون کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں اون احادیث کی جو اون کے ائمہ سے مروی ہیں اسلئے کہ انہیں ائمہ کی عصمت کا اعتقاد ہے" شرح عقائد عضدی از دوانی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۹

اس عبارت ہیں علامہ دوانی نے صاف صاف اس امر کو قبول کیا ہو کہ شیعہ اپنے ائمہ کی احادیث کی پیروی کرتے ہیں اور اس امر کو شیعونکی ضلالت کا سبب قرار دیا ہی پس ایسی حالت میں مخاطب صاحب شیعون کی نسبت یہ لکھکر کہ ان کا مذہب ائمہ سے ماخوذ نہیں اپنے ایک بڑے عالم مستند کے اوس استدلال کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں جو اوسنے شیعون کے گمراہ ثابت کرنیکے لیے قایم کیا ہی جسکے سبب سے اس بزرگوار کے ہمخیال حضرات اہلسنت کو مخاطب صاحب سے بڑی شکایت کا موقع ملتا ہے۔

امام بخاری نے آیہ مثنےٰ وثلٰث ورباع کی تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی اسکے متعلق اپنی شرح میں لکھتے ہیں۔

وھذا احسن الادلۃ فی الرد علی الرفضۃ لکونہ من تفسیر زین العابدین وھو من أئمتھم الذین یرجعون الی قولھم ویعتقدون عصمتھم حاشیہ صحیح بخاری جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۷۶۲	یہ قول رافضیوں کی رد میں بہترین ادلہ سے ہے اسلئے کہ یہ قول زین العابدین ہے کہ جو رافضیوں کے اون اماموں سے ہیں جنکے قول کیطرف رافضی رجوع کرتے اور اونکی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہی کہ شیعہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال کیطرف رجوع کرتے ہیں اور علامہ ابن حجر کے نزدیک بھی شیعون کا پیروان ائمہ ہونا اور اون کے اقوال پر عامل ہونا ایسا یقینی اور

قابل اعتماد ہے کہ وہ شیعون کی رد میں اوس قول کو سب سے بہتر دلیل قرار دیتے ہیں جو کسی امام سے منقول ہو پس ایسی حالت میں جو شخص شیعونکو کہے کہ انکا مذہب ائمہ علیہم السلام سے ماخوذ نہیں یا اون کے مذہب کے مخالف ہو وہ اپنے مذہب کے ایسے علامہ جلیل الشان کو جھٹلاتا ہے جسے علمائے اہل سنت نے امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا ہو ان سب کے علاوہ مین یہ کہتا ہوں کہ شیعون کے مذہب کا موافق طریقہ اہلبیت کرام سلام اللہ علیہم ہونا منصف مزاج علمائے اہل سنت کے نزدیک بھی ایسا بدیہی امر ہے کہ جس کے ثبوت کے لئے انھیں کسی دلیل کے بیان کی بھی احتیاج نہین ہوتی چنانچہ علامہ محمد بن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب السئول میں ایک خاص فصل امیر المومنین ع کے علم کے بیان میں لکھی ہو اسمیں یہ بھی لکھا ہو کہ اصول علوم حضرت ہی سے نکلے ہیں اسلئے کہ جو ان علوم کے ماہر ہیں اون سب نے امیر المومنین ع سے اخذ کیا ہے اور اشاعرہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

اما الشیعۃ فانتسابھم الیہ ظاہر مطالب السئول ق ۲ ص ۲۹ یعنی شیعوں کا علی مرتضی سے منسوب ہونا ایک امر ظاہر ہے اب میں اپنے محترم مخاطب سے دریافت کرتا ہون کہ باوصف ایسی جلی شہادت کے کیا آپ کا اس امر سے انکار کرنا کہ شیعون کا مذہب ائمہ کرام علیہم السلام سے ماخوذ ہو کچھ بھی صاحبان فہم کے نزدیک وقعت رکھتا ہو۔

تتمہ آخر میں جناب قاضی فہیم الدین صاحب مالک و تشہیر کنندہ رسالہ نصیحۃ الشیعہ کی خدمت مین عرض کرتا ہوں کہ یہ روایت جو صاحب نصیحۃ الشیعہ نے نمبر ۲ پر لکھی ہو یہ منتہی الکلام میں موجود ہے اور اہل سنت کے اردو کے کتب مثل آیات بینات وغیرہ مین بھی ایسی حالت میں آپ کا یہ دعوی کیونکر درست سمجھا جاسکتا ہو کہ نصیحۃ الشیعہ مین شیعونکے ایسی روایات لکھے گئے ہیں جو پیشتر کے کتب میں نہیں داخل کئے گئے جیسا کہ آپ نے متعدد اشتہاروں مین ظاہر کیا ہے۔

الشمس! یہ پوری عبارت میں نے انتصار الشریعۃ کی نقل کی ہو تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ نصیحۃ الشیعہ کا جواب کیسا معقول ہو چکا ہو مگر ہمارے کرمفرما اونہیں مضامین پامال شدہ کو دوبارہ چھپواتے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا کیسا جواب دندان شکن

ہوچکا ہے اس پر آپ کو یہ دعوے ہے اور اس کا کچھ نہیں خیال کہ مسلمانوں کا مال کسطرح آپ ناحق تلف کر رہے ہیں۔

قولہ یہاں تک تو سب تمہیدی مضامین تھے اب قادر ذو الجلال کا نام لیکر اصل مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

یہہ تین مثالین

جو ناقابل التفات تحریروں کے نمونہ میں میں نے پیش کیں دو جناب مولوی حامد حسین صاحب کی تحریر سے اور ایک زمانہ حال کی تحریر سے یہ میں نے محض اسغرض سے پیش کی ہیں کہ اس قسم کی تحریرات میرے مقابلہ پر ہون گی تو یقیناً میں بھی اونکو نظر انداز کروں گا جس طرح جناب مولانا حیدر علی صاحب صاحب منتہی الکلام نے جناب مولوی حامد حسین صاحب کی تحریر کو اور جناب مولوی احتشام الدین صاحب نے رسالہ روشنی کو نظر انداز کر دیا اور یہی اون کی شان کے شایاں تھا میں صرف اتنی بات اور زیادہ کروں گا کہ اون تحریروں کا ناقابل جواب ہونا چند مثالوں کے ضمن میں ضرور بیان کروں گا تاکہ کسیکو اس بات کے کہنے کا موقع نہ ملے کہ جواب نہ ہوسکا اگرچہ صاحب نظر ایسا نہ کہیں گے مگر افسوس ہے تو یہی کہ صاحب نظر کم ہیں والان اشرع فی المرام ومن اللہ العون ومنہ الاتمام۔

اقول اگرچہ یہ تحریر صرف اسی قابل ہے کہ مخاطب صاحب کے حق میں دعا کی جائے کہ خداوند عالم ان کو عقل سلیم عطا فرماوے اور صفت امانت و دیانت سے موصوف کرے جو ایسے کلمات مغالطہ آمیز کے سے باز آئیں کیونکہ اسپر تو خود اہل سنت کے صاحبان فہم بھی ہنس دیں گے کہ عبقات الانوار یا استقصاء الافحام قابل التفات نہیں اور رسالہ روشنی کی تحریر بھی ایسی ہے کہ اوسکے نسبت بھی آپ کچھ نہ بنا سکے حالانکہ بہت کچھ ظلمت کو آپ نے بڑھانا چاہا تھا کیونکہ عصمت ائمہ ہدی علیہم السلام کا مسئلہ ایسا واضح اور نمایاں ہے کہ خود آپ کے جدامجد معنوی مولوی عبد الحلیم صاحب نے

اوسمیں کلام کرنے کو موجب تزلزل ایمان کہا ہی۔

ہاں یہ دھمکی بڑے غضب کی ہی وہ کہ اس قسم کی تحریرات اگر میرے مقابلہ پر ہونگی تو یقیناً میں بھی اونکو نظرانداز کروں گا!! کیونکہ اگرچہ اب ممکن نہیں کوی اس دل و دماغ کا پیدا ہو جو استقصاء الافحام و عبقات الانوار کی ایسی تحریر لکھ سکے۔ مگر جو لکھیگا اوسیکی تتبع اور اقتدا میں پھر جب سکو آپ نظرانداز ہی کریں گے تو آپ مناظرہ کس سے کریں گے۔ ناحق مناظرہ کا نام کیوں بدنام کیا۔

جناب من! اسلاف سے خلف تک تو مناظرہ کا یہی اصول چلا آتا ہی کہ اگر نقلیات سے مناظرہ ہے تو اپنے دعاوی کو اصول مسلمہ فریق مخالف سے ثابت کرے جو تحقیقی کہا جاتا ہی پھر بطور الزام ایراد کرے جو الزامی کہا جاتا ہی مگر آپ اوس کو نظرانداز کر دیتے ہیں تو اب کون سا نیا طریقہ ایجاد ہوا ہی ارشاد فرمائیے۔

یہ آپ کا حسن ظن ہے جو مولوی حیدر علی صاحب اور مولوی احتشام الدین صاحب کی عاجزی کو اسپر محمول کرتے ہیں کہ اونھوں نے ناقابل التفات سمجھکر نظرانداز کیا حالانکہ جن لوگوں نے ازالۃ الغین کو دیکھا ہی اونھیں خوب معلوم ہی کہ ہمارے مولوی صاحب دوسری دوسری کتابوں کا بہانہ کر کرکے کس کے نوحہ خواں رہے اور نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب کا مولوی عبد الحی صاحب پر بار بار تعریض کرنا دیکھ چکے ہیں کہ یہ استقصاء کا جواب نہیں لکھتے اور ہمارے رد پر ادھار کھائے ہوئے ہیں اگرچہ آپنی اس تقریر کو اون کا نوحہ نہیں مانا مگر حسرت و افسوس ہی تو عذر ہی نہ ہوگا

ایڈیٹر صاحب آپ تو ایک اخبار کے لائق ایڈیٹر ہیں دنیا کا رنگ آپ خوب دیکھ رہے ہیں کہ کس درجہ سمجھدار ہو رہی ہی اور مولویوں کو بیوقوف سمجھ رہی ہے پھر کیوں ایسی تقریریں فرماتے ہیں جو اور بھی اون کا عنیال سبختہ ہو اور حلقہ ارادت سے نکل جائے

اگر کتاب استطاب استقصاء الافحام و عبقات الانوار کی نسبت آپ کسی غلطی کا

دعوی کریں یا خطا فی النقل کا ادعا فرمائیں تو فی الجملہ جہال و عوام قبول کر سکتے ہیں۔ مگر اس جملہ پر تو وہ بے تکلف ہنس دیں گے کہ یہ کتابیں بالکل لائق التفات نہیں۔

جہال و عوام سے وہ لوگ نہیں مراد ہیں جنھوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان اونٹ کو اونٹنی مان لی یا چہارشنبہ (بدھ) کو نماز جمعہ پڑھ لی۔ کیونکہ اب ویسے جہال آپ کے فرقہ میں بھی نہیں ہے اور اگر ہوں تو وہ اس قابل نہیں کہ اون کا نام لیا جائے بلکہ وہ جہال مقصود ہیں جو علوم سے تو معرا ہیں مگر کم سے کم اخبار بیں یا خبر فہم ضرور ہیں وہ آپ کی اس تقریر پر بجز مضحکہ اور کچھ نہ کہیں گے۔

اگر آپکا مقصود مثال سے ایسی ہی مثالیں ہیں جو آج تک پیش رہیں کہ استقصاء الافحام کے خاص بحث جرح بخاری کی دس گیارہ حدیثیں ابتدائی اور بہت سی حدیثیں آخر کی چھوڑ کر ایک حدیث کو پیش کر دیا جس کی وضاحت و صراحت بلکہ بداہت سے اسکی نفس وقعت نہ تھی کہ شواہد و دلایل لائے جائیں تو ضرور آپ کے مرید ایمان لائیں۔ یا ویسی مثال پیش کریں گے جو تنقید بغدادی کے جواب میں آپ نے جو ہر دکھایا کہ ابتدائی حصہ کا جواب تو اس عذر پر نہ لکھا کہ وہ نمبر موجود نہ تھے اور آخری حدیث نمبر ۶ و ۷ کو بلا معذرت چھوڑ دیا حالانکہ یہ دونوں حدیثیں ایسی معرکہ آرا تھیں کہ آپ کے علامہ عینی و عسقلانی اوسکی تاویل میں سرگشتہ ہیں تو اہل فہم کے لئے آپ کی لیاقت و ہمہ دانی کی کافی دلیل ہے اب زیادہ مثال کی ضرورت نہیں

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

اسکے بعد اڈیٹر صاحب نے کچھ وعظ و نصیحت شروع کیا ہے ... ذیل نے خلاف کچھ دعائیں بھی مانگی ہیں تو جہ بھی لیا ہے اپنے نمازیوں کا بھی ذکر لیا ہے خدا کو ہدایت کرنیوالا اور گمراہ کرنیوالا بھی بنایا ہے اور شیعوں کو اسوجہ سے زیادہ قابل خطاب سمجھا ہے کہ وہی ایسے زیادہ حملہ کرنیوالے ہیں جو ایک سفید جھوٹ ہے کیونکہ ہندوستان

کے تمام فہمیدہ اخبار تو آریہ سماجیوں سے یا عیسائی پادریوں سے نالاں ہیں جو ہر گلی اور سڑک پر اسلام اور بانی اسلام کی اس قدر توہین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل پاش پاش ہو رہے ہیں مگر ہمارے کرمفرما ہیں کہ اون سب گالیوں کو ٹھنڈے پیٹ سن رہے ہیں اور سانس نہیں لیتے اور اوس مظلوم فرقہ کے شاکی ہیں جسنے بجز جواب دینے کے وہ بھی حد درجہ کی مجبوری میں کبھی حملہ بھی نہ کیا۔

خداوندا تو ان مسلمانوں کو عقل سلیم کرامت فرما جو اپنے ضار و نافع میں تمیز کریں اور دوست دشمن کو پہچانیں اور ضرورت زمانہ پر رفتار کریں۔ صدق و راستی کو اپنا شعار کریں۔ احکام خدا و رسول پر عامل ہوں۔ غولان بیابان سے پرہیز کریں۔ اولاد و غلام میں فرق کریں۔ غلام نمک حلال و نمک حرام کے قدر و مراتب کو سمجھیں۔ اصلی اور نقلی خیر خواہ میں تمیز کریں۔ ہدایت کرنیوالوں اور گمراہ کرنے والوں کی شناخت کریں ؎ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ؛ پس بہر دستے نباید داد دست۔

یہاں سے اڈیٹر صاحب مناظرہ کا پیترا بدلتے ہیں اور وہ جوہر دکھاتے ہیں جو حال میں شاہ عبد العزیز صاحب سے شروع ہوا (سرقہ)

کیونکہ ابھی تک تو وہ اپنے مضمون کی سرخی یہ لکھتے تھے "مناظرہ اور اظہار حق" مگر بسم اللہ کے جو مختصر حمد و نعت لکھا ہے اوسکے بعد انھوں نے اپنے مضمون کی یہ سرخی بدل لی۔ "شیعہ سنی کا مناظرہ۔ قرآن پاک اور عقل سلیم کی شہادت سے حق کا فیصلہ" اب نصیحۃ الشیعہ کی جلدیں اوٹھائیے جو بمعد خلفائے ثلثہ ہے اور دیکھئے اوسکی کیا سرخی ہے "شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ۔ قرآن کی شہادت سے حق کا فیصلہ"

افسوس اڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار کا مدار صرف سرقہ پر رکھا اور لفظ بہ لفظ نصیحۃ الشیعہ کا مضمون درج کرکے اپنا ظاہر کرتے ہیں خیر چونکہ اڈیٹر صاحب اپنا مناظرہ در اصل یہیں سے شروع کرتے ہیں لہذا ہم الشمس کی پہلی جلد کو یہیں تمام کرتے ہیں اور آیندہ سال سے اس مناظرہ کا جواب شروع ہوگا جسمیں سلسلہ ترتیب وار رہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ضروری اطلاع

[illegible]